آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ——— + ——— لو یہیں طور تجلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۴ بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۰۵ء نمبر ۵

فہرست مضامین

تعدد ازدواج ---- ۱۷۱

تعدد ازدواج پر اعتراضوں کا جواب ۱۷۱-۱۸۵

آریہ سماج کے اغراض نکاح ۱۸۵/۱۹۵

زلزلہ کا دھکا ---- ۱۹۵-۲۰۳

کیا یسوع کی موت انشقاق القلب سے واقع ہوئی تھی؟ ۲۰۳/۲۰۷

نیا عہدنامہ ۲۰۷/۲۱۱

ریویو ---- ۲۱۱

رؤیا والہامات ۲۱۱/۲۱۲

حضرت مسیح موعودؑ

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ مئی سنہ ۱۹۰۵ء ایڈیٹر کلیرک کے اہتمام سے شائع ہوا۔ جملہ صفحات ۷۲

www.aaiil.org

تعلیم الاسلام کالج

دو سال گذر چکے ہین جب اس کالج کی بنیاد پہلے رکھی گئی تھی۔ اور ابھی تک پبلک کو اس کی تعلیمی حالت کا صحیح اندازہ لگانے کا موقعہ نہ ملا تھا مگر ۱۹۳۵ء کے امتحان یونیورسٹی نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ علاوہ دینی تعلیم اور تعلیم قرآن شریف کے جو اس کالج کے خاص اغراض مین سے ہے یہان کی معمولی تعلیم بھی اعلےٰ درجہ کی ہے اور کالج کا سٹاف خصوصاً قابل تعریف ہے۔ اس سال اس کالج سے چار طالب علم امتحان ایف اے مین شامل ہوئے تھے جن مین سے تین کامیاب ہوئے جہان عام طور پر ایف اے کے امتحان مین ۳۸ فیصدی طالب علم پاس ہوئے ہین اور بڑے بڑے مشہور کالجون مین بھی نصف کے قریب قریب ہی تعداد پاس شدگان کی ہے۔ ہمارے کالج کا نتیجہ ۵۰ فیصدی کامیاب بتاتا ہے +

نئی فسٹ ایئر کلاس ۱۵ مئی سے کھل گئی ہے اس لیے عام طور پر اطلاع دیجاتی ہے کہ جو طالب علم داخل ہونا چاہین وہ پرنسپل صاحب تعلیم الاسلام کالج قادیان سے خط و کتابت کر کے پراسپکٹس منگوا سکتے ہین۔ **زمانہ کی زہرناک ہواؤن کے اثر سے بچنے کے لیے یہ جگہ خدا کے فضل سے نہایت عمدہ ہے** +

عمارت کے سلسلہ کو بھی وسیع کرنا پڑا ہے اور مدرسہ اور بورڈنگ ہوس کے لیے کمرے بنوانے پڑے ہین اسلیے سب دوستون کی خدمت مین التماس ہے کہ فراہمی چندہ مین خاص طور پر کوشش کرین۔

ماہوار چندون مین بہت تساہل ہو رہا ہے سب احباب اپنے اپنے بقایا کو جلدی ادا کرنے کی کوشش کرین + چندہ بھیجتے وقت یہ اطلاع ساتھ دیا کرین کہ کس کس ماہ کا چندہ ہے۔ تسہیل زر بنام امین صاحب مدرسہ تعلیم الاسلام ہونی

مسکین فنڈ اور یتیم فنڈ کیطرف جماعت کی بہت بڑی توجہ درکار ہے۔ اگر ان مدات مین خیرات صدقات زکوٰۃ وغیرہ کا روپیہ سب احباب کیطرف سے آنا شروع ہو جاوے تو بہت سے مستحق فایدہ اٹھا سکتے ہین ابتک یہ فنڈ بہت کمزوری کی حالت مین ہین۔ اور خاص توجہ کل جماعت کی چاہتے ہین۔

ضرورت ہے ایک جونیئر ٹرینڈ ٹیچر کی جو ایف اے پاس ہو۔ ایک ورزش ماسٹر کی جو سند یافتہ ہو۔ خط و کتابت بنام ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام ہونی چاہیئے +

خاکسار محمد علی سکرٹری منیجنگ کمیٹی مدرسہ تعلیم الاسلام

www.aaiil.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تعدّد ازواج

۳- تعدّد ازواج پر اعتراضون کا جواب

ایک غلط فہمی کا ازالہ

مارچ کے رسالہ مین جو تعدد ازواج کی ضرورت پر ایک مضمون لکھا گیا تھا اسکے متعلق بعض لوگون کو ایک غلط فہمی ہوئی ہے اور قبل اسکے کہ اور اعتراضونکا جواب دون پہلے مین اسی غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش کرون گا۔ رسالہ کے معزز ناظرین مین سے ایک صاحب نے جو اس مضامین کے سلسلہ کو جو پردہ سے شروع ہوا ہے بڑی دلچسپی سے پڑھتے رہے ہین مجھے ایک خط لکھا ہے جس مین تعدد ازواج کی ضرورت کے مضمون کو "نہایت مدلل" مان کر وہ لکھتے ہین "لیکن مین یہ کہتا ہون کہ آپ کی اپنی تحریر کے بموجب عام قاعدہ یہی رہے گا کہ ہر شخص ایک ہی بی بی سے نکاح کرے۔ اسکے بعد مین آپ کو قانون کے اُس مسلم اصول کی طرف توجہ دلاتا ہون جو بینتھم صاحب نے اپنے مسئلہ وضع قوانین مین لکھا ہے کہ سب سے عمدہ قاعدہ وہ ہے جسکا مقصد بڑی سے بڑی تعداد کو بڑے سے بڑا فایدہ پہنچانا ہے۔ خود قدرت کا بھی یہی منشا معلوم ہوتا ہے کہ عام قاعدہ ایک بی بی سے نکاح کرنیکا ہی ہے کیونکہ قدرت نے مردون اور عورتون کی تعداد مین عورتون کی تعداد کو مردون کی تعداد سے تھوڑا ہی زیادہ رکھا ہے"۔ مجھے سمجھ نہین آتا کہ یہ غلط فہمی کیونکر پیدا ہوئی ہے۔ مین نے کبھی یہ نہین لکھا کہ تعدد ازواج عام قاعدہ ہونا چاہیئے یا ہو سکتا ہے۔ بلکہ برخلاف اسکے مین نے صاف الفاظ مین اپنے مضمون مین لکھدیا تھا کہ.... عام قاعدہ واحد زوج کا ہی رہیگا اور تعدد ازواج اس قاعدہ کے لیے بطور استثنا کے رہیگا اور اسی دعوی کی تائید مین میرے تمام دلایل تھے ایسا ہی دوسرے مضمون مین جس کا عنوان اسلام مین تعدد ازواج تھا۔ یہ وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے کہ قرآن کریم تعدد ازواج کی اجازت دیتا ہے اور اسکو

www.aaiil.org

فرض نہین ٹھہرتا۔ اب جب تک یہ ثابت نہ کر دیا جائے کہ کوئی وجہ ایسی نہین جس کی بنا پر تعدد ازدواج کو ایک استثناء کے رنگ مین رکھا جاوے یا جو دلایل دیے گئے ہین وہ صحیح نہین مجھے کسی بات کا جواب دینے کی ضرورت نہین اور تنقیح طلب یہ نہین کہ تعدد ازدواج یا واحد زوج کے قاعدہ مین سے کس کو عام قاعدہ بنایا جاوے کیونکہ یہ بحث کبھی کسی نے نہین کی کہ تعدد ازدواج دنیا کے لیے عام قاعدہ ہو سکتا ہے اور فیصلہ طلب یہ ہے کہ جس صورت مین واحد زوج کے قاعدہ کو دنیا کے لیے عام قاعدہ تسلیم کیا جاتا ہے آیا کافی وجوہات اس امر کے موجود نہین کہ تعدد ازدواج ایک ضروری استثناء کے طور پر ہے۔ مین اس سوال کا جواب دے چکا ہون اور منتظر ہون کہ تعدد ازدواج کے مخالف اسکا کیا جواب دیتے ہین ساتھ ہی مین اپنے اس دوست کی خدمت مین جس کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے یہ عرض کرتا ہون کہ جس صورت مین وہ یہ تسلیم کرتے ہین کہ عورتون کی تعداد مردون کی تعداد سے کسی قدر زیادہ ہے تو تعدد ازدواج کو استثناء کے رنگ مین خود انہون نے مان لیا ہے +

تعدد ازدواج فرض نہین

یہ غلطی جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے تعدد ازدواج کے تمام مخالفین نے کی ہے وہ تعدد ازدواج کو استثناء سمجھ کر اسپر اعتراض نہین کرتے بلکہ اسکو ایک عام قاعدہ فرض کر کے ناحق اعتراض اٹھاتے ہین۔ اسلام نے یہ نہین کیا کہ زوج واحد کے قاعدہ کو منسوخ کر کے تعدد ازدواج کے قاعدہ کو رواج دیا ہو۔ بلکہ صرف ان نقصون کی اصلاح کے لیے تعدد ازدواج کی اجازت دی ہے جو بعض اوقات زوج واحد کے قاعدہ سے پیدا ہوتے ہین۔ عرصہ نہین ہوا کہ مسٹر دلاور حسین نے بڑے زور شور سے تعدد ازدواج پر حملے کیے مگر اسلامی مسایل سے ان کی واقفیت کا یہ حال ہے کہ انکے نزدیک تعدد ازدواج کو اسلام نے ایسا ضروری قرار دیا ہے جسپر عمل کرنا ہر زمانہ اور ہر ملک کے مسلمانون کا فرض ہے۔ حالانکہ جیسا مفصل گذشتہ اشاعت مین دکھایا جا چکا ہے اسلام صرف یہ اجازت دیتا ہے کہ ضرورت کے وقت تعدد ازدواج جایز ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہر ایک قاعدہ جو سوسائٹی کے لیے تجویز کیا جاوے وہ ایسا ہونا چاہیے جس سے بڑی سے بڑی تعداد کا بڑے سے بڑا فایدہ متصور ہو لیکن استثناء کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ جن نقصون کی اصلاح قاعدہ سے نہین ہو سکی ان کو دور کیا جاوے۔ اس اصول کے مطابق جہان زوج واحد کے قاعدہ سے اغراض نکاح حاصل نہین ہو سکتے۔ وہان تعدد ازدواج کا مسئلہ ضرورتون کو پورا کرنے والا ہوتا ہے۔ پس یہ ایک قسم کا علاج ہے اور اسکے متعلق ہمنے صرف اسیقدر دیکھنا ہے کہ آیا جن بیمارہونکے لیے یہ علاج تجویز کیا گیا ہے ان مین یہ مفید بھی ہے یا نہین۔ ہان اگر قرآن شریف تعدد ازدواج کو ہر مسلمان

www.aaiil.org

آؤ لوگو کہ یہین نور خدا پاؤ گے ۔ لو تمہین طور تسلّی کا بتایا ہمنے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۴	بابت ماہ جون سنہ ۱۹۰۵ء	نمبر ۶

فہرست مضامین

پردہ اور تعدد ازدواج کے متعلق چند اور باتین — ۲۱۳ / ۲۳۸

الندا من وحی السماء — ۲۳۸ — ۲۴۳

زلزلہ کی خبر بار سوم ۲۴۳ / ۲۴۴

ضروری گذارش لایق توجہ گورنمنٹ ۲۴۴ / ۲۴۸

مہذب ممالک کی عورتیں ۲۴۸ / ۲۵۰

ریویو — ″

رؤیا والہامات ۲۵۱ / ۲۵۲

سلسلہ احمدیہ ممالک عربی مین ص

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ جون سنہ ۱۹۰۵ء کو منیجر میگزین کے اہتمام سے شائع ہوا۔ چندہ سالانہ عہ

www.aaiil.org

سلسلہ احمدیہ ممالک غربی مین

ہمارے دوست جنکے اخراجات سے میگزین انگریزی ممالک غربی مین بھیجا جاتا ہے اس خبر کو سن کر بہت خوش ہونگے کہ خدا کے فضل و کرم سے ان ممالک مین وہ انسان پیدا ہوتے جاتے ہین جن کے دلون مین نہ صرف اس سلسلہ کی صداقت ہی اثر کر گئی ہے بلکہ اس کی اشاعت کا جوش بھی پیدا ہو گیا ہے چارلس سیورایٹ صاحب جو ملک اسٹریا کے رہنے والے ہین اور جو گذشتہ سال مین اس ملک ہند مین بھی آئے تھے اور مختلف جگہون پر لکچر دیے تھے اب خدا کے احسان سے بصدق دل اس سلسلہ مین داخل ہو چکے ہین ان کا اسلامی نام عبدالحق ہے۔ انکے تازہ ترین خطوط جو اس عاجز کے نام آئے ہین ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اب انکے دل مین یہ تڑپ لگ رہی ہے کہ اس سلسلہ کی اشاعت امریکہ اور دیگر ممالک غربی مین کرین اور لوگونکو اس صداقت کیطرف بلائین۔ اسوقت وہ اسٹریلیا سے نکلکر... نیوزیلینڈ پہونچ چکے ہین اور عازم امریکہ ہو رہے ہین۔ نیوزیلینڈ سے انکے دو خط راقم کے نام آئے ہین۔ جو اخبار ... مین شائع ہو چکے ہین۔ ان خطوط سے یہ ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ جن لوگون پر اپنا فضل کرنا چاہتا ہے انکے دلونکو کھولدیتا اور انکو شرح صدر عطا فرماتا ہے جس سے انکے دل انوار الٰہی کی قبولیت کیلیے تیار ہو جاتے ہین عجیب بات ہے کہ اس ملک مین وہ طبیعتین موجود ہین جو باوجود ... ہین اور ایک ایسے دور دراز ملک مین خدا تعالےٰ نے ایک شخص کو جسکا قادیان مین قیام ... کیلیے منتخب فرمایا وہ شرح صدر عطا فرمایا ہے کہ وہ ان نشانونکے پورا ہونے پر خوشی ظاہر کر رہا ہے ... اشاعۃ السنہ کے صفحہ ۱۲ جلد ۱۲ مین شائع ہوا تھا۔ اور جس مین حضرت ... نے اپنی الہامی کتاب مین دو ہزار سال کے عرصہ مین عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے اور آپ کا یہ الہام کہ:۔ عظمت اللہ واسرارہا ومقامہا شایع ہوا تھا۔ اور اس رسالہ کے پہونچنے کے ساتھ ہی انہون نے اخبارون مین ... کے سلسلہ کی جو پیچ پیچ نمونہ قیامت تھا خبرین پڑھین اور انکی حق پسند طبیعت نے معاً سمجھ لیا کہ یہ وہی خدا کا کلام پورا ہوا جس کی خبر انجیل مین دیگئی تھی۔ چنانچہ اس پیش گوئی کے پورا ہونے پر انہون نے اپنے خطون مین بہت ہی اظہار خوشی کیا ہے اور ہدایات شکریہ بجا لائے ہین اور انہون نے لکھا ہے کہ مین اس عظیم الشان نشان کے پورا ہونیکی خبر مین اپنے دوستون کو لکھ رہا ہون۔ اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ان مغربی ممالک مین کثرت سے ایسی سعید اور مستعد طبیعتین ہین جو صرف پیغام کے پہونچنے کی منتظر ہین۔ یہی وہ لوگ ہین جنکی خبر اللہ تعالےٰ نے اس سے پچیس سال پہلے براہین احمدیہ مین الہام مثالہ من الآخرین مین دیچکا ہے یعنی ایک جماعت مسیح موعود کو ان لوگونکی دیجاویگی جو پیچھے آنیوالے ہونگے یعنی غیر اقوام مین سے اس سلسلہ کو قبول کر کے اسلام مین داخل ہونگے ایسا ہی ایک اور خط ایک لیڈی کا ہے جسکا نام رج وے ہے جو اپنی خوشی اسی امر مین ظاہر کرتی ہین

دیکھو صفحہ ۳۱ کالم ۱

www.aaiil.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

پردہ اور تعدد ازدواج کے متعلق چند اور باتین

قوانین نکاح کا جو اثر انسان کی تمدنی ترقی پر پڑتا ہے اسکے متعلق مغربی ممالک مین آج کل خاص طور پر بحث چھڑی ہوئی ہے اور اگرچہ پردہ اور تعدد ازدواج کے مضمونون پر اس رسالے مین ہر پہلو سے بحث ہو چکی ہے مگر مغربی مباحثے کو مدنظر رکھکر یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند متفرق باتین اور اس جگہ اکٹھی کر دیجاوین۔

ولایت کے مشہور رسالہ فارٹنایٹلی ریویو مین ایک نامہ نگار لکھتا ہے کہ "موجودہ طرز زندگی کے بہت کم پہلو ایک غور کرنیوالے انسان کو اسقدر حیرت مین ڈالتے ہین جیسے کہ وہ رواج جسکے رو سے مروجہ قوانین نکاح پر کوئی بحث کرنا اس علمی زمانہ مین بہت برا سمجھا جاتا ہے"۔ اور پھر آگے چلکر لکھتا ہے کہ "اس خاموشی کی کوئی وجہان واقعات کو تلاش کرنیسے نہین ملتی جو سوسائیٹی کی سطح کے نیچے اپنا اثر پیدا کر رہے ہین۔ یہ ایک ایسا مضمون ہے کہ اس کی طرف پبلک کو توجہ دلانیکے لیے کسی مبالغہ آمیز بیان کی ضرورت نہین اور نہ کسی واقع کو ڈراؤنے رنگ مین پیش کرنے کی ضرورت ہے بلکہ ہماری روزمرہ زندگی کے بعض پہلو ایسے ہین کہ ان کا بیان کر دینا ہی بیسوین صدی کی تہذیب کی افسوسناک حالت کو ظاہر کرتا ہے۔ اوس چیز کی موجودگی جس کو تمدنی بدی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور اس کے بدنتائج خواہ وہ بلاواسطہ پیدا ہوتے ہین یا بالواسطہ وہ عام طور پر پھیلی ہوئی خفیہ بدکاری جو یا ہے ہو دُون اور نہ بیا ہے ہو دُون مین یکسان طور پر موجود ہے۔ وہ اوباشی حول ملکر کیجاتی ہے اور جس نے سچی فطرت کو بھی آخرکار دبا دیا ہے۔ یہ سب باتین اس یقینی اور قطعی نتیجہ پر پہنچاتی ہین کہ مرد و عورت کے تعلقات کے سوال کا ابھی تک سوسائیٹی نے جرأت سے سامنا نہین کیا"۔ مگر ان افسوسناک واقعات نے جو مہذب سوسائیٹی کی جڑ مین گھن کیطرح لگے ہوئے ہین اور اسے دن بدن کمزور کر رہے ہین۔ آخر ایسا نمایان اثر دکھا دیا ہے جسکو دیکھکر مجبور آیورپین اقوام کو اپنے قوانین نکاح اور مرد و عورت کے تعلقات کے رواجون کی غلطی کو۔۔۔۔

www.aaiil.org

تسلیم کرنا پڑا ہے اور ان قوانین کو از سر نو بنانے کی ضرورت پیش آئی ہے اور مہر خاموشی کو آخر توڑنا پڑا ہے
چنانچہ چند ہی سال کے عرصہ مین یہ سوال اب عام طور پر پوچھا جانے لگا ہے کہ یورپ کے مروجہ قوانین نکاح
کس حد تک قابل تسلیم ہین اور سوسائیٹی مین جن بدکاریون کے پھیلانے کا یہ موجب ہوئے ہین وہ نہ صرف
ناولون اور کہانیون کے رنگ مین ہی کھول کھول کر بیان کیجانے لگی ہین بلکہ بڑے بڑے فلاسفرون اور مشہور
مصنفون نے بھی آخر اس طرف توجہ کی ہے اور تشخیص مرض کیلیے مختلف کوششین کیجارہی ہین۔ عام طور پر
موجودہ رواجون سے بیزاری ظاہر کیجارہی ہے اور نئے قانونون کے مروج کرنیکی تجوینین پیش ہورہی ہین مگر
جیسا کہ ان حالات کے ماتحت ہوا ہی کرتا ہے پہلی کوششین جو اس بارے مین کی گئی ہین ان مین اکثر غلط پہلو اختیار
کیا گیا ہے اگرچہ ساتھ ساتھ ہی صداقت کی شعاعین بھی اپنی چمک دکھانے لگی ہین جس سے امید ہوتی
ہے کہ جلدی ہی اس سوال پر پوری روشنی پڑکر ملک کی بہتری کا موجب ہوگی +

اسی رسالہ کے نامہ نگار نے جس کا حوالہ ابتدائے مضمون مین دیا گیا ہے "معاہدہ نکاح اور اسکا اثر انسانی
تمدنی ترقی پر" کے عنوان کے نیچے ایک مضمون لکھا ہے جس مین وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ چونکہ زناکاری
انسانی کوششون سے تو روک نہین سکی پس اب اسکے جواز کا کوئی طریق نکالنا چاہئے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ "بدکاری
چلی جاتی ہے اور صدیون تک ہزارہا منبرون سے پرزور تقریرون نے اسکے روکنے مین ناکامی ہی ناکامی دیکھی
ہے" یہ بالکل سچ ہے مگر افسوس کہ اسکی اصل وجہ تلاش نہین کیگئی اصل سبب اسکا یہ ہے کہ بدکاری اور
زناکاری کے اسباب کو تلاش نہین کیا گیا۔ اور نہ ان اسباب کے دور کرنے کی کوئی کوشش کی گئی ہے۔ افسوس
یہ ہے کہ جو لوگ بڑی جرأت سے موجودہ امراض کے علاج کیلیے اٹھتے ہین انکے خیالات بھی تعصب سے پاک
نہین۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ آخر ایک غلط نتیجہ پر پہنچے ہین مگر اسی نامہ نگار کے مضمون سے باوجود تعصب کے
یہ پتہ لگتا ہے کہ یورپ مین بھی لوگون نے عام طور پر یہ تو محسوس کر لیا ہے کہ ان بدکاریونکا علاج سوائے
تعدد ازواج کے کچھ نہین۔ وہ لکھتا ہے کہ "ان لوگونکے خلاف جو نکاح کے موجودہ رواجون کو تنقید کے نیچے لاکر
ان کی غلطی ظاہر کرتے ہین۔ عموماً یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان رواجون کی صحت مین شبہ کرنیسے یہ لازم آتا
ہے کہ تعدد ازواج کو رواج دیا جاوے جسکے متعلق یہ بالکل سچ کہا گیا ہے کہ اسکو یعنی تعدد ازواج کو تمام ترقی کرنے
والی قومون نے رد کر دیا ہے۔ مین کہتا ہون کہ مہذب دنیا کا تعدد ازواج کو پھر اختیار کرنا ایسا ہی بعید از قیاس ہے
جیسا کہ موجودہ اسلحہ حرب کو چھوڑ کر تیر و کمان کو پھر رواج دینا" راقم مضمون کو اس موقعہ پر سخت غلطی لگی ہے اور
اس دلیل مین عجیب قسم کا گڑبڑ ڈالدیا ہے اگر تعدد ازواج کو اسوجہ پر رد کیا جاسکتا ہے کہ تمام ترقی کرنیوالی
قومون نے اسکو رد کیا ہے تو خود راقم مضمون کو کیا حق پہونچتا تھا کہ وہ انہین ترقی کرنیوالی اقوام کے قوانین

www.aaiil.org

اور رواجون پر اعتراض کرتا کیونکہ اس اصول کے رو سے تو پھر انکے تمام مسلمہ رواج قابل تسلیم اور تمام رد کردہ امور قابل رد ہونے چاہئے۔ مگر افسوس ہے کہ خود راقم مضمون نے انکے مسلمہ رواجون پر اعتراض کیا اور واقعات سے اس اعتراض کو سچا ثابت کرکے دکھایا اور پھر خود ہی اس تعصب کیوجہ سے جو تعدد ازواج کے خلاف ہے یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ جس رواج کو ہماری قوم نے رد کردیا ہے وہ ضرور ہی رد کرنیکے قابل ہے۔ بات یہ ہے کہ ایک قوم جو ایک پہلو مین ترقی کررہی ہو ضروری نہین کہ وہ ہر پہلو مین ہی ترقی کررہی ہو اور اس کی ہر بات نقص سے خالی ہو۔ عیسائی قومین بیشک تجارتی اور مادی رنگ مین حیرت انگیز ترقی کررہی ہین مگر عفت اور اخلاق کے معاملہ مین وہ بہت ہی گری ہوئی حالت مین ہین اور اس امر سے کسی دانا عیسائی نے بھی آجتک انکار نہین کیا بلکہ خود راقم مضمون بھی اسکو تسلیم کرتا ہے پھر یہ کیسی غلطی ہے کہ ایک ایسے رواج کو جو مرد و عورت کے تعلقات کے متعلق ہے اسوجہ پر رد کیا جاوے کہ عیسائی اقوام نے جنہون نے اس معاملہ مین سخت ٹھوکر کھائی ہے جیسا کہ ہم آگے چلکر دکھاوینگے اسکو رد کردیا ہے اسی سے اندازہ لگ سکتا ہے کہ تعدد ازواج کے خلاف کسقدر دلایل سے کام لیا جاتا ہے اور کسقدر تعصب سے

اب یہ امر غور طلب ہے کہ اگر اس نامہ نگار کے نزدیک تعدد ازواج اس کی قوم کی بدکاریون کا سچا علاج نہین تو پھر وہ خود کونسا علاج پیش کرتا ہے اس کی تجویز عملی طور پر یہ ہے کہ زنا کو برا نہ سمجھا جاوے اور سوسائیٹی اس بات کی کچھ پروا نہ کیا کرے کہ کوئی بچہ زنا کی اولاد ہے یا نکاح کی اولاد۔ بلکہ ولد الحرام بچونکو کسیقدر ترجیح دیا کرے۔ وہ کہتا ہے کہ "محبت کو ضوابط اور مذہبی ممانعت کی قیدون سے آزاد کرنا چاہئے اور اسکو اپنی مناسب جگہ پر لانا چاہئے یعنی یہ کہ دو افراد کے درمیان یہ ایک پرائیویٹ معاملہ سمجھا جاوے"۔ اس بیان کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اور عورت کا کسی ضابطہ اور قاعدہ کے نیچے لاکر نکاح کرنا یا یہ کہ مذہبی رنگ مین بغیر نکاح کے مرد و عورت کے تعلقات کو منع کرنا یہ باتین نہ ہون بلکہ ہر شخص کو آزادی ہو کہ جہان جس قدر عرصہ کیلیے اسے کسی دوسرے مرد یا عورت سے محبت ہو وہان ہی مرد و عورت کے تعلقات بھی ہون پھر دوسری جگہ اگر وہ صرف اسقدر لکھتا کہ نکاح کے بعد جب بعض ضرورتین نکاح کو منسوخ کرنے کی پیش آتی ہین تو اسکے لیے کوئی راہ ہونی چاہئے تو یہ بات الگ تھی۔ مگر وہ خود نکاح کی ذمہ داریونکو ہی دور کرنا چاہتا ہے۔ یا یون کہو کہ نکاح کو ہی پسند نہین کرتا چنانچہ اسکے مندرجہ ذیل الفاظ سے یہ صاف نتیجہ نکلتا ہے "ایک عورت جسکا گناہ صرف اسیقدر ہوتا ہے کہ یا وہ ناواقفیت کے سبب سے کسی پھسلانے والے کے دام مین پھنس جاتی ہے یا اس کی محبت پر زیادہ اعتبار کرکے اپنے آپ کو اسکے حوالہ کردیتی ہے اسکو پھر معزز سوسائیٹی سے الگ کردیا جاتا ہے اس غلطی کی اصل وجہ تو یہ ہے کہ ہر ایک عورت کو ایک خاص آدمی کی محتاج سمجھا جاتا ہے اور اسیوجہ کو دور کرنیسے اصلاح بھی ہوسکتی ہے۔ اندنو مین اس امر سے بہت خوف ظاہر کیا جاتا ہے۔ کہ پیدائشون مین کمی ہورہی ہے اور جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ مضبوط نہین ہوتی ..... مگر یقیناً ہمارے خیالات پیچھے

www.aaiil.org

اخلاق فاضلہ کے متعلق بالکل اُلٹے ہوئے ہوئے ہین کیونکہ اس امر مین تو کچھ حرج نہین سمجھا جاتا کہ ایک بوڑھی عورت ایک شرابی خاوند کے ساتھ تعلق رکھکر بیمار بچے پیدا کرتی چلی جاوے مگر جب کوئی عورت اپنے قدرتی قوی اور جذبات کے زور کیوجہ سے پوشیدہ طور پر تعلق کرکے بچہ پیدا کرتی ہے تو اسکے ساتھ ایسا سلوک ہوتا ہے کہ یا تو وہ دریا مین جاکر ڈوب مرتی ہے اور یا بازارون مین اسے بھیک مانگنے یا بدکاری کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے۔ برنارڈ شا کہتا ہے کہ ہر ایک عورت کو جو ایک اچھا دماغ مضبوط قوے والا اور عمدہ ہاضمہ والا رعایا کا ممبر پیدا کرسکتی ہے اس قومی خدمت کے عوض مین سلطنت کیطرف سے کافی معاوضہ ملنا چاہیئے تاکہ وہ پھر بھی اس خدمت کو دوبارہ ادا کرسکے۔" ان الفاظ سے مطلب یہ ہے کہ عورت کو بجائے اسکے کہ اس امر پر ملزم ٹھہرایا جائے کہ اس نے ناجایز تعلق پیدا کرکے ولد الحرام اولاد پیدا کی ہے اسکو انعام دینا چاہیئے اور اسکے اس فعل کو مذموم نہین بلکہ محمود تصور کرنا چاہیئے ایک طرف تعدد ازدواج ہے اور دوسری طرف یہ تجویز جسکے رو سے حکومت کا فرض ہونا چاہیئے کہ وہ ولد الحرام بچون کی پیدائش پر انعام دیکر اس فعل قبیح کی لوگون کو ترغیب دے۔ ان دونون تجویزون مین سے ہمارے مدعیان اصلاح کا اختیار کرنا

اور خصوصاً مسٹر دلاور حسین سے میری یہ استدعا ہے کہ وہ بھی کھولکر اپنی رائے بیان کرین کہ ان دونون باتون مین سے انہین کونسی بات پسند ہے کیا تعدد ازدواج کے رواج کو منسوخ کرکے یہ لوگ ان باتون کو خوشی سے رواج دینا پسند کرتے ہین۔ اور کیا یہ تبدیلی مسلمانون کی بہتری کا باعث ہوگی۔ کیا یہی وہ تہذیب ہے جس کی طرف وہ مسلمانون کو بلا رہے ہین۔ خود عیسائیون نے بھی آخر صدیون کے تجربہ کے بعد یہ محسوس کرلیا ہے کہ یا تو انہین تعدد ازدواج کو رواج دینا پڑے گا اور یا بدکاری کو جایز رکھنا پڑے گا۔

دنیا کے ہر ایک ملک مین جہان تعدد ازدواج کو روکا گیا ہے رنڈی بازی اور زناکاری بہت ہی کثرت سے پھیلی ہوئی ہے۔ بلکہ مہذب ممالک مین تو اب یہان تک نوبت پہونچی ہے کہ لوگ یہ کہنے لگ گئے ہین کہ رنڈی بازی سوسائیٹی کا جزو لازمی ہے۔ غالباً سب سے پہلے رومیون نے تعدد ازدواج کے اصول پر عمل کرنا چھوڑا۔ ان کی اخلاقی حالت کی یہ شہادت تاریخ سے ہمین ملتی ہے جیسا کہ لیکی کہتا ہے کہ "تاریخ مین ایسے زمانے تو بہت ہین جب نیکی اس سے بھی کم ہوگئی جس قدر رومی قیصرون کے ماتحت تھے۔ مگر ایسا کوئی زمانہ نظر نہین آتا جب بدکاری اور فواحش اسقدر کھلے اور اسقدر حد سے گذرے ہوئے ہون جیسا کہ رومیونکے زمانے مین ..... رومیون مین تین قسم کی شادی تسلیم کی گئی تھی جس مین تیسری قسم یہ تھی کہ صرف محبت کے ارادے کے اظہار سے مرد و عورت کا تعلق جایز سمجھ لیا جاتا تھا۔ یہ صورت نکاح کی (جو دراصل ایک قسم کی زناکاری ہے) رومی سلطنت مین بالکل عام ہوگئی تھی۔ سیسرو کا یہ خیال تھا کہ کم از کم جوان آدمیون کی صحت کے لیے یہ ضرور ہے کہ وہ عورت سے صحبت کرین۔ وہ کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ خیال کرتا ہے کہ جوان آدمیونکو کسبیون کی صحبت سے روکنا چاہیئے

www.aaiil.org

تو وہ بیجا تشدد کرتا ہے۔ الگزنڈر سویرس کا جو رومی بادشاہون مین بدکاری کے خلاف قانون بنانے مین سب سے زیادہ مشہور ہے۔ ذکر ہے کہ کسی صوبہ کا گورنر مقرر کرتے وقت وہ علاوہ گھوڑے اور خدمتگار دینے کے گورنر کو اس صورت مین کہ وہ بیاہا ہوا نہ ہو ایک لونڈی بھی ساتھ دیا کرتا تھا۔ (صفحہ ۹۱۳) روم مین گسٹس کے ماتحت قانون مین کسبی کا پیشہ اختیار کرنے یا رنڈی بازی کی کوئی سزا نہ تھی اور جنکے اولاد کچھ زیادہ ہوتی تھی ان کو کچھ انعام بھی ملتا تھا۔ ان دونون باتون کے ملنے سے بعض لالچی خاوندون کی جو خود اولاد پیدا کرنیکے قابل نہ ہوتے یہ حالت ہوگئی تھی کہ وہ اپنی عورتونکو بازار مین کسبیونکے طور پر بٹھا دیتے تھے تاکہ بہت ساری اولاد پیدا ہوسکے۔

یونان کے متعلق جہان عملی طور پر تعدد ازدواج کی سب سے پہلے ممانعت کی گئی وہی مصنف لکھتا ہے۔

"جب یونانی سوسائیٹی اس حالت پر پہونچی اور لونڈیون کا رکھنا غیر مروج ہوگیا! سو وقت ان کے نکاح ..... زوج واحد کے ایسے ہی سخت قاعدہ کے ماتحت تھے جیسے ہمارے آج ہین۔ نکلوس اس زمانے مین یونان کی حالت کے متعلق لکھتا ہے" ایتھنز مین جو یونان کا سب سے زیادہ مہذب شہر تھا۔ رنڈی بازی ایسی ہی عام تھی جیسے اب نیویارک یا لنڈن یا پیرس مین ہے۔ یونان کی ان اقوام کی مانند جو بدکاری مین مشہور تھین اس زمانہ مین ہر ایک مہذب ملک کے دارالخلافہ مین اسی قسم کے لوگ بکثرت موجود ہین لیکن ہمارا معیار اخلاق خاص رسوم اور قواعد کا پابند ہے جن کی پرواتو کہین نہین کیجاتی مگر ان کا یہ اثر ضرور ہماری زندگی پر پڑتا ہے کہ لگاتار نفاق کی کمینگی نے ہمارے چال چلن کو نہایت درجہ ذلیل کر دیا ہے۔ ڈاکٹر ہیٹکو سطے کہتا ہے کہ پیریکلیز کے زمانہ مین ایتھنز مین عورتون کی ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی اور پھر بہت ترقی کر گئی۔ جو اوباشی اور بدکاری مین بے لگام ہونے پر فخر کرتی تھین ایشیا کی یونانی نوآبادیون مین زمینی زہرا (یعنی زناکاری) کے نام پر مندر بنائے گئے۔ اور ان مین کسبیان نہ صرف رہتی ہی تھین بلکہ انہین دیوی کے مظہر سمجھ کر ان کی بحیثیت ان مندرونکے پروہت ہونیکے عزت کیجاتی تھی۔ کارنتھ کا دولتمند اور تجارتی شہر کسبیونکی پرورش اور تعلیم پانے کی جگہ تھی۔ سٹریبو کہتا ہے کہ زہرا کے مندر مین ایک ہزار ایسی خوبصورت نوجوان عورتین تھین جو دیوی کا قرب حاصل کرنیکے لیے روپے لیکر کسبیون کا پیشہ کرتی تھین۔ ایتھنز مین چکلون کی تعداد بے حد بڑھی ہوئی تھی۔ سولن نے ضروری سمجھا کہ کسبیون اور رنڈیون کو زناکاری کی غرض سے عبادت خانون اور عام چوکون مین آنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ (صفحہ ۸۶۰-۸۶۱)

یہ تو ان ابتدائی قومون کی حالت تھی جنہون نے تعدد ازدواج کو اپنے قوانین نکاح سے خارج کیا اور شاید تعدد ازدواج کے دشمن یہ کہنے کیلیے تیار ہونگے کہ اب اس تہذیب کے زمانے مین اس قسم کی قومونکی یہ حالت

www.aaiil.org

نہین رہی اس لیے مین اب یہ دکھاؤنگا کہ تہذیب کی ترقی سے اس پہلو مین کوئی ترقی نہین ہوئی۔ "لیڈی گسٹس ہملٹن انیسوی صدی کے ابتدا مین لکھتے ہوئے نیدرلینڈ کے ان عام چکلونکے متعلق جہان سرکاری لیسنس سے شہر کی لڑکیان جاتی تھین لکھتی ہے۔ کہ ان مقامات مین بڑے بڑے لوگ بغیر کسی خوف یا کسی شرم کے چلے جاتے تھے اور کسی شخص کا ان مقامات مین دیکھے جانا ایسا ہی سمجھا جاتا تھا جیسے کسی کھیل تماشے یا بہلاوٹ کی جگہ مین یہان کے شغل راگ اور ناچ تھے اور جو ناچ مین مشغول نہ ہوتے وہ کمرونکے گرد گرد اپنی اپنی آشناؤ نکو لیکر بیٹھے ہوتے۔ جس شخص کا جی چاہتا کہ ان مین سے کسی کے ساتھ خلوت کرے اسکے لیے ساتھ ہی چھوٹے چھوٹے کمرے موجود ہوتے تھے جہان بستر اور دوسرے آسایش کے سامان موجود ہوتے۔ ان کمرون مین داخل ہونے یا ان سے باہر نکلنے پر اس سے زیادہ توجہ نہ ہوتی تھی جیسے کوئی کسی دوست کے ساتھ گفتگو کرنیکے لیے ذرا الگ ہوجائے۔ عام رائے وہان یہ تھی کہ اگر مردون کو ان امور کی اجازت نہ دیجاوے تو پھر انکی عورتین پاک دامن نہ رہ سکتی تھین (ص ۹۸۴)

اب جاپان کی حالت کو دیکھتے ہین کیونکہ یہ بھی ان قومون مین سے ایک ہے جنکو ترقی کرنیوالی قومونکے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ سنہ ۱۸۵۸ء سے پہلے جاپان مین یہ دستور تھا کہ ایک مرد کی ایک منکوحہ عورت ہوتی تھی اور اسکے ساتھ وہ اسقدر لونڈیان رکھ سکتا تھا جسقدر اسکے ذرایع آمدنی اسے اجازت دیتے۔ جب کسی لڑکی کے رشتہ دار اسقدر غریب ہوتے کہ وہ اسکے اخراجات کی برداشت نہ کرسکتے تو وہ بجائے بھیک مانگنے کے دوسری یا تیسری بی بی بن جاتی۔ مگر اس کی اولاد اصل بی بی کی اولاد سمجھی جاتی تھی۔ مگر آخر یہ رواج سنہ ۱۸۷۳ء مین منسوخ ہوگیا۔ اسکی منسوخی کی تجویز پر بہت مخالفت ہوئی۔ چنانچہ اسکے متعلق امریکہ کے ایک اخبار نے لکھا تھا کہ جاپانی لوگ کہتے ہین کہ اس طریق کے روکنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خاوند بعض وقت ایک بی بی پر کفایت نہ کرکے زیادہ مخفی تعلقات پیدا کرے گا جو بہت مضر ہونگے۔ اس کی زندگی ایک دوھری زندگی ہوگی یعنی بظاہر تو ایک بی بی ہوگی مگر تعلقات اورون سے بھی ہونگے۔ اور ان مخفی تعلقات مین روپیہ بھی بہت ضایع ہوگا۔ اور بعض وقت حرامی بچونکا ایک کنبے کا کنبہ اسکا ہوجائیگا۔ اور جاپان مین ایک ایسی جماعت پیدا ہوجائے گی جس کا ابتک وہان نام و نشان نہین یعنی وہ بدقسمت بیگناہ انسان جن پر اسوجہ سے ظلم ہوتا ہے کہ انکے والدین نے گناہ کیا۔ ایسا ہی مرد چکلو مین جائیگا یا اپنے ہمسائے کی لڑکی یا عورت کیطرف بدنظری سے دیکھے گا جسکا نتیجہ سوائے خرابی کے کچھ نہ ہوگا۔ مگر آخر فریق مخالف غالب آگیا اور یہ رواج جو دراصل تعدد ازدواج کی ایک ادنے قسم تھی سنہ ۱۸۷۳ء مین منسوخ ہوگیا۔ اور اب جاپان کی یہ حالت ہے کہ رنڈی بازی کے گورنمنٹ نے باقاعدہ لایسنس جاری کر رکھے ہین۔ اور اس غرض کے لیے جو گھر ہین یعنی چکلے وہ تعداد مین اتنے اور ایسے وسیع ہین کہ شہرون مین بڑی بڑی جگہ انہون نے روکی ہوئی ہے۔" (ص ۹۲۵-۶)

انگلستان کے متعلق زیادہ لکھنے کی ضرورت نہین کیونکہ بار بار اسی رسالہ مین بحوالجات تحریرہائے انگریزی لکھا

www.aaiil.org

جا چکا ہے۔ ڈاکٹر فٹ کے چند الفاظ نقل کیے جاتے ہین وہ کہتا ہے "انگلستان مین ہمارے ملک کی طرح قانون تو زوج واحد کے قاعدہ کا ہی ہے مگر عام رائے خاوندون کے لیے تعدد ازدواج کو جایز سمجھتی ہے۔ اور پھر طلاق کے قانون پر بحث کرتا ہوا لکھتا ہے کہ زانیہ عورت کا خاوند اگر عورت کا زنا ثابت کردے تو طلاق حاصل کرسکتا ہے خواہ اس کا اپنا چال چلن بھی برا ہو۔ ایک نئے بل پر بحث کرتے ہوئے ایک ممبر پارلیمنٹ نے جو لفظ کہے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر عورت کو بھی خاوند کا زنا ثابت کرکے طلاق حاصل کرنے کی اجازت ہو تو اس پارلیمنٹ کے کمرہ مین ایک جنٹلمین بھی ایسا نہ ہوگا جس کی عورت قانوناً اس سے طلاق حاصل نہ کرسکے۔" (ص ۹۴۹)

یہ واضعان قوانین ہین جو تعدد ازدواج کے خلاف قانون بناتے ہین مین نہین سمجھتا کہ ہمارے ملک کے مخالفین تعدد ازدواج کہانتک انکے نقش قدم پر چل چکے ہین یا چلنے کا ارادہ رکھتے ہین۔

"ہسپانیہ مین بیاہے ہوئے مردون عورتون مین عصمت کا نام کوئی نہین جانتا۔ یہان غیرت کبھی اٹھتی ہی نہین اور بیاہی ہوئی عورتون کو جو آزادی حاصل ہے اس کی کوئی حد نہین سوائے اسکے جو وہ خود اپنی مرضی یا سمجھ پر اس آزادی مین اپنے آپ کو کہین روک دین مگر ان کی گرم طبیعتین ان کو روکنے نہین دیتین لارڈ بایرن نے اپنی والدہ کے نام ایک خط مین جس مین ہسپانیہ کے باشندون کے رسوم کو اس نے بیان کیا یہ لکھا تھا کہ یہان زندگی کا مقصد ہی سازش کرنا سمجھا جاتا ہے۔ جب ایک عورت نکاح کرلیتی ہے تو وہ سب قیدون اور روکون کو پرے پھینک دیتی ہے۔ لیکن یہ میرا یقین ہے کہ نکاح سے پہلے انکے چال چلن اچھے ہوتے ہین ہسپانیہ مین یہ امر مردون کے آداب صحبت مین سمجھا جاتا ہے کہ جس عورت سے انہین ملنے کا اتفاق ہو اس سے اظہار عشق و محبت کرین۔ بلکہ ہسپانیہ کے ایک بڑے معزز اور بڑے پایہ کی عورت نے یہ کہا ہے کہ مین اس آدمی کو دلی نفرت سے دیکھتی ہون جس کو مناسب موقعہ ملے اور وہ بڑے اصرار سے مجھ سے ایسے سلوک اور ان باتون کی درخواست نہ کرے جو مین اس سے کرسکتی ہون۔ مگر ہسپانیہ مین خاوندون کی آزادی ان معاملات مین عورتون سے بھی بڑھی ہوئی ہے جیسا کہ دوسرے ممالک مین (صفحہ ۹۵۲-۹۵۳)

فرانس مین مردون اور عورتون کے تعلقات کے متعلق وہی مصنف ایک عورت کی چٹھی نقل کرتا ہے۔ جو پیرس مین ٹھہری ہوئی تھی۔ وہ لکھتی ہے کہ یہان بیاہی عورتون کے ساتھ اجنبی مردون کی گفتگو ہم سے بہت زیادہ آزادی کے ساتھ ہوتی ہے۔ بہت ساری باتین جو ہمین تو معمولی مگر جنکا ذکر مجلس مین کرنا آداب کے خلاف سمجھا جاتا ہے یہان انکا نام لیکر بڑے اطمینان سے ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ آزادی جو گفتگو مین پائی جاتی ہے۔ باقی امور مین بھی نظر آتی ہے۔ بیاہی ہوئی عورتین جس اجنبی مرد کے ساتھ جہان چاہین جاسکتی ہین اور عموماً حد سے زیادہ خاوند کی غیر محتاجی ظاہر کرتی ہین۔" (ص ۹۵۵)

www.aaiil.org

پیرس کی وہ بدقسمت لڑکیان جو زناکاری کا پیشہ کرتی ہین اور جنکے تھا بازار اور گلیان کوچے بھرے ہوئے ہین عموماً بیماری یا مفلسی سے نہایت مصیبت کیحالت مین مرجاتی ہین کبھی ہسپتال مین کبھی اور جگہ جسکا پتہ کوئی نہین بتا سکتا۔ پیرس مین ایک جگہ بنی ہوئی ہے جو ولد الحرام بچونکے لینے اور انکے پالنے کے لیے مخصوص ہے اس جگہ مفلس عورت اسلیے آتی ہے کہ وہ اپنے بچے کی جو زنا سے پیدا ہوا ہے پرورش نہین کرسکتی اور دولتمند عورت اسلیے کہ اس کی وجاہت اسکو اجازت نہین دیتی کہ اپنی بدکاری کے نتیجہ کو کھلے طور پر دکھا سکے ریل کی ایک چھوٹی سی پٹری ہے جسپر ایک چھوٹی سی گاڑی ہے اسمین بچے کو رکھکر باہر سے اس مکان کے اندر دھکیل دیا جاتا ہے اور اندر کوئی نہین جانتا کہ کس شخص نے اس بچے کو وہان رکھا میری رائے مین اس مکان پیرس دن کتبہ یہ ہوگا کہ امیر اور غریب اپنے شیطانی افعال سے ایک ہی جگہ جمع ہوجاتے ہین۔ (ص ۹۵۶)

پرتگال کے متعلق لکھا ہے کہ اس جگہ نکاح کے دایرہ کے اندر وہی بدکاری اور حرامکاری ہوتی ہے جیسے کہ ہسپانیہ مین۔ (ص ۹۵۸)

اٹلی کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ یہان نکاح پابندی کے اندر نہین لاتا بلکہ اسکا الٹ ظہور مین آتا ہے جبتک لڑکی کا بیاہ نہ ہوا سوقت تک وہ خانقاہ مین یا اپنے ماں باپ کے گھر مین قیدی کی طرح ہوتی ہے اور مردون سے مل جل نہین سکتی لیکن جب بیاہ ہوجائے تو پھر وہ علاوہ خاوند کے ایک سے لیکر تین عاشق کھلے طور پر رکھ سکتی ہے۔ وینس سے لکھتا ہوا بائیرن ایک چٹھی مین لکھتا ہے کہ اخلاق کی عام حالت اسجگہ ویسی ہی ہے جیسی کہ ڈوگ کے وقت مین۔ جو عورت خاوند اور ایک ہی عاشق پر کفایت کرے وہ پاکدامن کہلاتی ہے۔ جن کے دو تین یا زیادہ عاشق ہون ان کو ذرا زیادہ آزاد سمجھا جاتا ہے۔ لیکن بدکاری کا الزام کسی عورت پر اسیوقت عائد ہوگا جب وہ بالکل بے تمیزی سے ایسے تعلقات قایم کرتی چلی جاوے۔ کسی عورت کو یہ یقین دلانا ناممکن ہے کہ عاشق رکھنے سے وہ راستی اور نیکی کے راہ سے الگ ہوجاتی ہے۔ بڑا گناہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ عاشق رکھکر اس امر کو مخفی کیا جاوے یا ایک سے زیادہ عاشق رکھے جاوین بشرطیکہ اس امر کو پہلا دعویدار جاننا یا تسلیم نہ کرتا ہو۔ (ص ۹۵۹)

آسٹریا یا ہنگری مین قانونی طور پر زوج واحد کا سخت قاعدہ مروج ہے مگر ولد الزنا بچون کی فیصدی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ۱۸۵۳ء مین شہر وایناہ مین جو آسٹریا کا دارالخلافہ ہے ان بچونکی تعداد جنکی ولادت جایز تھی۔ ولد الزنا بچون کی تعداد کے قریباً قریباً برابر تھی۔ نئی فہرستون سے کسیقدر بہتری معلوم ہوتی ہے۔ ۱۸۵۵ء مین کل سلطنت مین فی سو بچون مین سے ۱۴ ولد الزنا تھے۔ (ص ۹۶۱)

سویڈن اور ناروے مین زوج واحد کا قاعدہ قانون ہے مگر عملی طور پر اس قاعدہ کی پابندی نہین۔ ملک سویڈن مین اگرچہ قانون اجازت نہین دیتا مگر آزادانہ محبت کا رواج ہے یعنی جس مرد کی جس عورت سے

www.aaiil.org

محبت ہوان دونون مین تعلقات زناشوی قایم ہوجاتے ہین۔ بیارڈ ٹیلر ایک چٹھی مین جو سٹاک ہالم سے اس نے لکھی ہے یون رقمطراز ہے "سٹاک ہالم کے لوگون کے اطوار کو بیان کرنیکے بعد اس چٹھی کو ان کے اخلاق کے بیان کیے بغیر ختم کرنا ٹھیک معلوم نہین ہوتا۔ اس شہر کو یورپ مین سب سے بڑا متبع فسق و فجور کہا گیا ہے اور سچی بات یہ ہے کہ ایسا کہنے مین لوگ حق پر ہین۔ بیاہے ہوئے مردون اور عورتون مین جو کثرت زناکاری ہے۔ اس مین وینا اس شہر سے بڑھا ہوا ہے مگر عام بدکاری مین یہ شہر یقیناً اول نمبر پر ہے۔ ان پیدائشون مین سے جن کا اندراج ہوتا ہے قریبًا نصف حرامی بچے ہوتے ہین اور انکے علاوہ وہ بچے ہین جو اصل مین ولدالزنا ہوتے ہین مگر انکے مان باپ بیاہے ہوئے ہوتے ہین۔ خدمتگار لڑکیون۔ دکانون کے ملازمون۔ اور درزنون مین سے مین یقینًا کہہ سکتا ہون کہ سو مین سے ایک بھی بمشکل ایسی ہوگی جو زنا سے بچی ہوئی ہو۔ اور اوباش جوان لوگ کہتے ہین کہ معزز گھرانون کی لڑکیون مین سے جو درمیانی درجہ سوسائیٹی مین ہین بکثرت ایسی ہین جن کی حالت اول الذکر سے اچھی نہین مردون کی حالت عورتون سے بھی بدتر ہے اور پیرس مین بھی اوباشی کا ظاہرا اسقدر نہین پایا جاتا جیسا اس جگہ۔ یہان تباہ شدہ جوان آدمیون اور بوڑھے بدکارون کی تعداد جن کی نظر بھی جاتی رہی ہے حیرت مین ڈالتی ہے مین نے کوئی ایسی جگہ نہین دیکھی جہان فسق اس قدر کھلا اور ظاہر ہو۔ اور پھر باوجود اس کھلی بدکاری کے بناوٹی اخلاق کا ایسا دعوے ہو۔ آرام گاہون مین جوان اوباش مرد عورت خدمتگارون کو کھانا لانیکے لیے کہتے ہین تو بڑی بے حیائی سے ان سے انجلیگری کی حالت مین ہوتے ہین اور بوڑھے آدمی اس سے بھی زیادہ بیحیائی کے ساتھ ان کی چھاتیون کو ہاتھ لگاتے ہین ایسی صورتین کوئی تعجب کی بات نہین کہ کوئی جوان آدمی پیرس اور وائینا کے سخت آزمایش کے موقعون سے پاک صاف نکل آئے۔ اور سٹاک ہالم مین آکر تباہ ہو۔ (ص ۹۶۱ - ۹۶۲)۔

ان اقوال سے جو یہان نقل کیے گئے ہین امر بالکل واضح ہے کہ زوج واحد کے قاعدہ کی سخت پابندی سے پرانی دنیا کے کسی ایک ملک مین بھی نیک اثر نہین ہوا بلکہ تعدد ازدواج کی ممانعت سے سخت درجہ کی بدکاری اور بیحیائی پھیلی ہے چنانچہ یہ شہادت جو اوپر نقل کی گئی ہے ایک ایسی کتاب سے ہے جو امریکہ مین لکھی گئی ہے۔ اسکے بعد وہی مصنف ملک کینیڈا کی حالت کو بیان کرتا ہوا لکھتا ہے کہ کینیڈا مین نہایت سخت قاعدے حفاظت اخلاق کیلیے جاری کیے گئے ہین مگر نتیجہ پھر بھی بالکل اطمینان بخش نہین اور ان لوگون کے خلاف ہے جو یہ چاہتے ہین کہ زوج واحد کے قاعدے کے ساتھ تعدد ازدواج کی اجازت نہین ہونی چاہیے جہان قانون کی کھلی مخالفت ثابت ہوجائے وہان سزا ضرور ہوجاتی ہے۔ مگر ان لوگون کی محیفہ کار رعایان جو نہ قانون کی پرواکرتے ہین اور نہ اخلاق کا پاس ویسی ہی ہین جیسے ریاست ہائے متحدہ مین یا دوسرے ممالک مین جہان زوج واحد کے سخت قاعدہ کی پابندی ہوتی ہے (ص ۹۷۲) یہی حال ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا ہے مارمنو نکا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر ڈفٹ لکھتا ہے کہ آخر حکومت کیطرف سے

www.aaiil.org

مجبور ہوکر انہون نے اپنے عزیز رواج پر جو تعدد ازدواج کے متعلق تھا ظاہر طور پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے مگر یہ امر کہ در پردہ اب بھی وہ اسپر عمل کرتے ہین خود اس بات سے ظاہر ہے کہ ان کا تو یہ مذہبی عقیدہ ہے حالانکہ ریاست ہائے متحدہ کے ہر ایک شہر مین جہان اس امر کو قانونی طور پر اور مذہبی طور پر سخت مذموم سمجھا جاتا ہے کہ کوئی شخص سوائے ایک بی بی کے کسی دوسری عورت سے تعلق رکھے عملی طور پر ایک ایک مرد اسقدر عورتونسے تعلق رکھتا ہے کہ ریاست یوٹا کے مارمنون مین تعدد ازدواج پر عمل کرنیوالے بھی اتنی بیویان نہین رکھتے۔ اگر ان شہرون مین ایک آدمی عام رائے قانون اور کانشنس کی ظاہر رعایت کر سکتا ہے حالانکہ در پردہ اس کی زندگی منافقانہ ہو۔ تو پھر ان لوگون سے کیسی امید رکھنی چاہیئے جنکا مذہب اور اخلاق تعدد ازدواج کی اجازت دیتے ہین پہلی صورت مین تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک عورت ایک مرد کی ناجایز محبت کا شکار ہوکر یا اسقاط کرتی ہے اور یا ایسی اولاد پیدا کرتی ہے جو بڑے بڑے شہرون کے کارخانون اور جیلخانون مین بھرتی ہوتے ہین اور دوسری طرف عمدہ اولاد پیدا ہوتی ہے جس کی پرورش ایک محبت اور پیار کرنیوالی ماں کے ہاتھ مین ہوتی ہے جس نے نہ اپنی عزت کو کھویا ہوتا ہے اور نہ ہی سوسائیٹی مین اپنے مرتبہ کو کم کیا ہوتا ہے۔ ایک بیرونی آدمی کی سمجھ مین جس کو وحشی کہا جائیگا۔ یہ باتین نہین آسکتین (ص ۸۷۳)

کبھی کبھی ایسا بھی ہوجاتا ہے کہ ان ممالک مین دو مرد اپنی بیبیان ایکدوسرے سے بدل لیتے ہین خواہ عارضی طور پر خواہ مستقل طور پر۔ نیو انگلینڈ کے ایک شہر مین ایک دفعہ دو مرد رہتے تھے جو سوسائیٹی مین عزت رکھتے تھے۔ انہون نے اپنی بیبیونکو کل فریقونکی رضامندی سے اول بدل کر لیا۔ ایسا ہی مینے ریاست الینایس کے دو خاوندونکا ذکر پڑھا ہے جنہون نے اسی طرح بیبیان مل لین اور ایک نے بی بی کے ساتھ کچھ زاید معاوضہ بھی حاصل کیا بڑے بڑے شہرونکے بیاہے ہوئے آدمیون مین بیویونکی عارضی تبدیلیان عام ہین لیکن مستقل تبدیلیان سوائے ایسی حالت کے جہان اغوا ہو شاذونادر ہین ایک مورخ کہتا ہے کہ مشہور واضع قوانین لائی سرگس کا یہ خیال تھا۔ کہ کھلے طور پر ایک مرد کا اپنی بی بی دوسرے کے حوالے کردینا حسد کا سب سے عمدہ علاج ہے اور ان لوگونپر وہ ہنستا تھا جو عورت کے ناجایز تعلق پیدا کرنیکو اپنے لیے ایک ایسا صدمہ سمجھتے ہین جس کی برداشت نہین ہوسکتی۔ جو لوگ آج کل بیویون کی تبدیلی کو جایز رکھتے ہین وہ اسیکے شاگرد معلوم ہوتے ہین (ص ۹۷۵)

بعض استثناؤنکے ساتھ امریکہ کی عورتین اپنے خاوندونسے وفاداری دکھاتی ہین اور بہت سارے خاوند بھی خصوصًا دیہاتی اضلاع کے رہنے والی عورتونسے وفاداری دکھاتے ہین مگر یہ امر کہ ہزارون کسبیان اور محبوبہ بڑے بڑے شہرون اور انکے قریب قریب کے دیہات مین رکھی جاتی ہین اس یقینی اور قطعی نتیجہ پر پہنچاتا ہے کہ اگرچہ بظاہر حکومت اور سوسایٹی نے زوج واحد کا قاعدہ رکھا ہوا ہے مگر عملی طور پر بکثرت مرد ایسے ہین جو ایک ہی بی بی پر کفایت نہین کرتے۔ نیویارک مین یہ ایک ضرب المثل ہے کہ اس شہر کی کسبیونکو عمومًا ان لوگونسے مدد پہنچتی ہے جو

www.aaiil.org

دار الخلافہ کو دیکھنے کے لیے آتے ہین بعض واقعات جدیدہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بعض عورتین بھی مردونکے نقش قدم پر چلتی ہین یعنی ناجایز تعلق پیدا کرتی ہین (ص ۹۷۶)

کیوبا کے متعلق ایک نامہ نگار کی چٹھی سے معلوم ہوا کہ کیوبا مین ایک پندرہ سال کی لڑکی فیس داخل کرکے کسبی بن سکتی ہے۔ مگر ۱۷ سال کی عمر مین وہ بغیر والدین یا ولی کی اجازت کے جایز نکاح نہین کر سکتی اس نامہ نگار نے مجھے یہ بھی لکھا ہے کہ کیوبا مین مرض آتشک سخت زور پر ہے۔ اور تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ ۸۰ فیصدی عورتین اس بلا مین گرفتار ہین۔ (ص ۹۸۶)

پورٹوریکو کے متعلق شرمان کہتا ہے کہ ان لوگون مین ولد الزنا بچونکی تعداد ولد الحلال بچونسے بڑھی ہوئی ہے (ص ۹۸۲)

ان واقعات کو ذکر کرنیکے بعد جس مین مختلف عیسائی ممالک کی حالتین بیان کی گئی ہین جہان تعدد ازدواج کی ممانعت ہے۔ ہوم سائیکلو پیڈیا لکھتا ہے کہ اب ہم یہ پوچھتے ہین کہ کیا ان قومونمین جو نام کو سچے عیسائی کہلاتی ہین پاکدامنی کی نیکی پائی جاتی ہے۔ اگر ہے تو پھر اسکا وجود کہان ہے۔ یقیناً یہ ہمارے بڑے بڑے شہرون مین تو نہین وہ اسکے نام سے ایسے خالی ہین جیسے اگسٹس کے زمانے مین روما اور ایتھنز خالی تھے۔ نہ ہی یہ ہمارے دیہات مین ہے جہان ہر روز ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہین جن کے گندے تذکرے مجلسون اور مجمعونمین ہوتے رہتے ہین۔ نہ ہی خاص طور پر اسکا وجود دیہاتی اضلاع مین پایا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ بکثرت جوان عورتون کی طرف سے یہ دردناک آوازین آتی رہتی ہین۔ کیا بڑے شہرونسے اور کیا چھوٹے قصبون سے کہ ہمین کوئی ایسی تدبیر بتاؤ جو ہمارے نام کو آنیوالی ذلت سے بچائے۔ (ص ۱۰۲۴) اسکا مطلب یہ ہے کہ کثرت سے عورتین ڈاکٹرونکے پاس ایسی آتی ہین جو چاہتی ہین کہ ولد الزنا بچونکے اسقاط کی کوئی تجویز کیجاوے اس کتاب کا مصنف ایک ڈاکٹر ہی ہے اور وہ اپنا تجربہ بیان کر رہا ہے+

مگر کوئی شخص ایسا ہونا چاہیے جو یہ اخلاقی جرات رکھتا ہو کہ پرانے قوانین نکاح کے کھول کھولکر نقص بیان کرے اور مرد و عورت کے تعلقات کے متعلق نئے قاعدے اور رواج پیش کرے کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ ہم بڑی تیزی سے ان بدکاریون اور بدعادات کیطرف لوٹ رہے ہین جنہون نے پیریکلز کے زمانے مین یونانیون کو تباہ کیا تھا۔ اور پھر ان کی بدعادتین تو ہمنے لے لی ہین مگر ان کی نیکی اور دیانتداری سے کوئی حصہ نہین لیا۔ عفت کے پہلو سے لنڈن پیرس اور نیویارک آج قدیم ایتھنز سے بھی بدتر ہین۔ کیونکہ کام تو انکے وہی ہین جو یونانیونکے تھے مگر وہ اپنی بدکاریونکو تسلیم کرتے تھے اور ہم خطرناک سیہ کاریان کرکے انپر پردہ ڈالنا چاہتے ہین اور خاوند اور عورت ایکدوسرے کو دھوکا دینا چاہتے ہین اور نفاق آمیزی سے زندگیان بسر کر رہے ہین۔ (۹۹۲)

قبل اس کے جوان بدکاریون کے وجوہات اور علاج بیان کیا جاوے چند اور واقعات پر غور کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ عیسائی ممالک کے اندر قوانین نکاح کو از سر نو تجویز کرنیوالونکو یہ امر مدنظر رکھنا چاہیئے کہ مردون اور

www.aaiil.org

عورتون کی تعداد مین نسبت کیا ہے اور آبادی کا میلان مردون کی زیادتی کیطرف ہے یا عورتون کی اس مضمون کو کسی قدر تعدد ازدواج کی ضرورت پر بحث کرتے ہوئے پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے اسلیے اس جگہ مین صرف ہوم سائیکلوپیڈیا سے ڈاکٹر ڈف کے چند الفاظ نقل کرتا ہون وہ کہتا ہے :- کہ اسوقت تمام دنیا مین سوائے ان قطعات کے جو نئے آباد ہو رہے ہین اور جہان روپیہ کمانے کی غرض سے مرد زیادہ جاتے ہین ہر ایک ملک مین آبادی کا میلان یہ ہے کہ بلوغت کی عمر مین عورتونکی تعداد مردونسے بڑھ رہی ہے - جولائی ۱۸۹۹ء مین نیویارک ٹریبون نے لکھا تھا کہ عورتونکی ملازمت کے لیے جو انجمن بنائی گئی ہے اسکے سالانہ اجلاس مین انجمن کے پریزیڈنٹ سر اوون رابرٹس نے بیان کیا کہ انگلستان مین عورتون کی تعداد مردون سے بیس لاکھ زیادہ ہے اور نو آبادیون مین بھی اسی نسبت سے عورتونکی تعداد مین زیادتی ہے - ایسا ہی ایک اخبار نویس نے تیس سال ہوئے اس مضمون پر لکھتے ہوئے کہ عورتونکو اس قابل بنانا چاہیئے کہ وہ اپنا گذارہ آپ کر سکین یہ لکھا تھا کہ اسوقت تمام گنجان آبادی کا میلان یہ ہے کہ عورتونکی تعداد مردون سے دن بدن بڑھ رہی ہے اور ہمین ان زاید عورتونکے لیے کوئی شغل نکالنا چاہیئے - جب ہم بیرونی ممالک کیطرف نظر کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ پندرہ سال کی عمر سے نیچے لڑکون کی تعداد لڑکیونسے زیادہ ہے مگر پندرہ سال سے اوپر عورتون کی تعداد مردونسے بڑھکر ہے اور نوّے برس کی عمر تک یہی حال ہے - سولہ بیرونی قومون پر یہی بات صادق آتی ہے انگلستان مین عورتونکو مردون سے ۳ اور ۲ کی نسبت ہے یعنی ہر دو مردونکے لیے تین عورتین موجود ہین - اور فرانس مین جہان عموماً عمرین زیادہ ہوتی ہین عورتون کی نسبت اس سے بھی بڑھکر ہے ریاست مساچوسٹس مین بیس ہزار عورتین مردونسے زیادہ ہین (سنہ ۱۸۹۰ء مین عورتون کی زیادتی ساٹھ ہزار تک پہنچ گئی تھی) کنکٹیکٹ مین ۶۱۱۴ عورتین زیادہ ہین (سنہ ۱۸۹۰ء مین ۱۸۰۲ کی زیادتی ہوگئی تھی) ورمانٹ اور مین لی ریاستون مین مردون کی تعداد مین خفیف سی زیادتی ہے - مگر نیویارک کی ریاست مین ۵۲۳۴ عورتین مردون سے زیادہ ہین (سنہ ۱۸۹۰ء کی آبادی مین عورتون کی زیادتی ۴۰۶۷ تک پہنچ گئی تھی) - صرف ایک شہر نیویارک مین بیس ہزار عورتون کی زیادتی ہے - یاد رہے کہ اخبار نویس کی یہ تحریر بہت مدت کی ہے اور جب سے بڑا نیویارک پیدا ہوگیا ہے عورتونکی تعداد مین بہت ہی زیادتی ہوگئی ہے - یہ ثابت کیا گیا ہے کہ میلان آبادی یہ ہے کہ عورتونکی تعداد مردونسے بڑھتی جاتی ہے پس جیسا جیسا ہم تہذیب مین ترقی کرینگے یہ تعداد اور بھی بڑھتی جاوے گی - مین (مصنف کتاب) اسقدر اور بڑھاتا ہون کہ میری لینڈ - نیوجرسی - نارتھ کیرولاینا - ساوتھ کیرولاینا اور ورجینا ان تمام ریاستون مین اس وقت عورتون کی تعداد مردون سے بہت بڑھی ہوئی ہے (ص ۱۰۱۷)

جن باتون کا ان واقعات سے ثبوت ملتا ہے انکو سب لوگ جانتے ہین مگر مین نے مفصل طور پر خود مغربی مصنفونکے قول اسلیئے نقل کیے ہین کہ عفت کے معاملہ مین مہذب اقوام کی گری ہوئی حالت کو بیان کرنے مین یہ الزام مجھ پر عاید

www.aaiil.org

نہ ہو کہ بینے طرفداری یا تعصب سے کام لیا ہے۔ ان واقعات کو بیان کر دینے کے بعد اب یہ ضروری ہے کہ مغربی رواجونکے وہ نقص اور کمزوریان معلوم کیجاوین جن کا نتیجہ سوسایٹی کی یہ قابل افسوس حالت ہے اور ان علامات سے مرض کی تشخیص کر کے علاج کیطرف توجہ کیجاوے۔ مین ان واقعات پر بہت غور کرنیکے بعد مفصلہ ذیل نتایج پر پہنچا ہون جنسے کسی سمجھدار آدمی کو انکار نہین ہو سکتا۔ اول یہ کہ تمام مہذب سوسایٹیون مین بیاہے ہوئے مرد اور عورتین نہ صرف اجنبیونکے ساتھ آزادانہ تعلقات رکھتے ہین بلکہ واقعی طور پر نکاح کے دایرے کے اندر اور باہر بھی پاک دامنی نایاب ہو رہی ہے اور اخلاقی حالتین اس معاملہ مین بہت گری ہوئی حالت مین ہین۔ دویم یہ کہ ان سوسایٹیون مین زندگی کا وہ حصہ جو خاوند اور عورت کے تعلقات کے متعلق ہے بہت ہی تلخ ہو رہا ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ خاوند یا عورت مین سے دونون یا ایک اجنبیونسے وہ تعلقات پیدا کر لیتے ہین جو خاوند یا بیوی سے ہونے چاہیئے۔ سویم یہ کہ جس حد تک ان ممالک مین سے کسی مین مرد و عورت کے کھلے تعلقات کو روکا گیا ہے اس حد تک مردون اور عورتون کی زندگیان کم ملوث ہین۔ چہارم یہ کہ جن قومون نے تعدد ازدواج کی قطعی ممانعت کر دی ہے ان مین بدکاری اور زناکاری کیا بیاہے ہوؤن مین اور کیا بن بیاہون مین بہت کثرت سے پھیلی ہوئی ہے۔ پانچوین یہ کہ اس قسم کی تمام قومونکو رنڈی بازی کی قانونًا اجازت دینی پڑی ہے۔ چھٹے یہ کہ بیاہے ہوئے مردون اور عورتون مین مرد بہ نسبت عورتونکے زیادہ خاین ہین۔ ساتوین یہ کہ زناکاری کا پیشہ عمومًا ان عورتون نے اختیار کیا ہے جنکو جایز طور پر خاوند نہین ملے اور جنکو وہ ذرایع میسر نہین آسکے جنسے وہ معزز طور پر مائین یا بیویان بن کر نیک زندگیان بسر کر سکین۔ آٹھوین یہ کہ تمام مہذب ممالک مین جہان تعدد ازدواج کی ممانعت کیگئی ہے عورتونکی تعداد مردونسے بہت بڑھی ہوئی ہے۔

یہ نقص ان قوانین نکاح مین نظر آتے ہین جو اسوقت مغرب مین مروج ہین ان مین سے پہلے تین عنوانونکے ماتحت جو باتین بیان کیگئی ہین انپر بحث اکٹھی کیجاوے گی۔ اس سے تو کسیکو انکار نہین کہ گھرونکے اندر خاوندون اور عورتونمین اکثر رنجیدہ واقعات پیدا ہوتے رہتے ہین جنسے زندگی دوبھر ہو جاتی ہے مگر اسکے علاج مین غلط پہلو اختیار کیا جاتا ہے مثلاً ایک علاج یہ تجویز کیا گیا تھا کہ نکاح چند روزہ ہوا کرین اور کچھ مدت گذر جانیکے بعد خاوند اور عورت کے تعلق خود بخود ختم ہو کر فریقین کو اجازت ہونی چاہیئے کہ وہ از سر نو اپنے اپنے تعلقات حسب خواہش خود پیدا کرین۔ اس تجویز سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ان ممالک مین عمومًا بیاہ کے بعد گھر کے اندر کی حالت ایسی بگڑ جاتی ہے کہ خاوند اور عورت کا اکٹھا رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ابھی کل ہی سول ملٹری گزٹ لاہور مین مینے ایک قصہ پڑھا ہے جو بطور ناول لکھا گیا ہے مگر جس کی غرض یہ ہے کہ بیاہ کے بعد گھر کی اندرونی زندگی پر روشنی ڈالے اور ان واقعات کو ظاہر کرے جو اکثر انگریز گھرونکے اندر روزمرہ پیش آتے ہین اس قصہ مین شادی کے چند سال بعد عورت کی

www.aaiil.org

محبت خاوند سے ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ اسکے دل مین کسی اور کا عشق پیدا ہو جاتا ہے یہ تو ایک قصہ ہے اس قسم کے ہزارہا ناول آج کل لکھے جا رہے ہین جن مین مہذب زندگی کے اس پہلو کی اصل حالت کو ظاہر کیا گیا ہے شادی کے بعد خاوند کی محبت کسی نقالن سے ہو جاتی ہے یا وہ کسی اور کو اپنی محبوبہ بنا لیتا ہے اور مرد و عورت دونون کی زندگی اسی دنیا مین ایک دوزخ کا نمونہ ہو جاتی ہے ان واقعات کا آخر یہ اثر ہوا ہے کہ نکاح سے دن بدن نفرت بڑھتی جاتی ہے اور مہذب ممالک مین ایسے مردون اور عورتونکی کثرت ہو گئی ہے جو باقاعدہ نکاح کرنیکے بغیر اپنی ساری زندگی بسر کرتے ہین یہ جو تہذیب کا میلان مجرّدانہ زندگی کیطرف ہو رہا ہے اسکا بد اثر ایک سطحی نظر سے بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ یعنی اگر یہ تجرد واقعی اور حقیقی ہو تو نتیجہ یہ ہوگا کہ انسانی نسل کا خاتمہ ہو جاوے اور اگر صرف دکھانیکے لیے تجرد ہے اور اندرونی زندگی اَور رنگ کی ہے تو ولد الزنا بچونکی کثرت سے آخر ایک ایسی نسل پھیل جائے گی جو والدین کا امتیاز نہ ہونیکے سبب سے وحشیونکی طرح ہوگی۔ ان واقعات کے تحت چند روزہ نکاحون کی تجویز پیش کرنا یا یہ کہنا کہ نکاح مطلقاً ہو ہی نہ بلکہ جہان تعلقات محبّت ہون وہین تعلقات زن و شوئی بھی ہون جسکو آج کل مہذب ممالک مین آزادانہ محبت کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ بیماری کا علاج نہین بلکہ اسکو اور بھی بڑھانے کی تجویزین ہین۔ جو لوگ قوم مین اصلاح کرنا چاہتے ہین ان کا فرض ہے کہ ٹھنڈے اور بے تعصّب دل سے ان مشکلات کی اصل وجوہ کو تلاش کرین اور جن اسباب سے یہ امراض پیدا ہوتی ہین انکو دور کرنے کی کوشش کرین یہ ٹھیک نہین کہ ایک مرد اور ایک عورت کے تعلق مین جو بذریعہ نکاح پیدا ہوتا ہے۔ زندگی کا ایک ہی ڈھنگ رہنے سے طبیعت اکتا جاتی ہے اور اسوجہ سے جھگڑے پیدا ہوتے ہین اگر کوئی خارجی واقعات ایسے پیش نہ آوین جن سے مرد یا عورت کی محبت اپنے جوڑ سے ٹوٹ کر اور جگہ پیدا ہو جاوے تو اس قسم کے واقعات اندرونی فساد کے پیش نہین آسکتے کیونکہ نکاح مین محبت کا ایک بیج بویا جاتا ہے اور جبتک کوئی ایسا جھگڑا نہین آتا جو اس نازک پودے کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دے یا جبتک مرد و عورت کی باہمی محبت کے پانی کو اسکی آبپاشی سے نہ روکا جاوے تب تک کوئی وجہ نہین کہ اس محبت مین بجائے زیادتی کے کمی آوے اگرچہ مین اس امر کو تسلیم کرتا ہون کہ خانگی تنازعات کے پیدا ہونے کی ایک وجہ نہین بلکہ ہزارہا وجوہ ہو سکتے ہین لیکن ان مین سب سے بڑی وجہ جسنے لاکھون آباد گھرونکو تباہ کیا ہے اور جو بیاہ کے تعلقات کو جڑ سے کاٹتی ہے یہ ہے کہ خاوند اور عورت دونون یا دو تین سے ایک کی محبت کسی اور جگہ ہو جاتی ہے اور مہذب ممالک مین اس مرض کے کثرت سے پھیلجانے کی وجہ صرف یہی ہے کہ مردون اور عورتونکے نامناسب طور پر کھلے تعلقات ہین جسقدر زیادہ آزادی ان تعلقات مین ہوگی اسیقدر زیادہ تباہی ڈالنے والے نتائج ہونگے۔ چنانچہ پیرس کے متعلق ایک لیڈی کی رائے نقل کیجا چکی ہے کہ وہان کثرت بدکاری کی

www.aaiil.org

جو نکاح کے دایرے کے اندر ہوتی ہے بڑی بھاری وجہ یہ ہے کہ بیاہی ہوئی عورتین غیر مردونسے گفتگو مین اور میل جول مین بہت ہی کھلے تعلقات رکھتی ہین یہانتک کہ جہان جی چاہے انکے ساتھ چلی جاتی ہین اس آزادی کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ بیاہے ہوئے مردون اور عورتون مین فرانس مین دیگر عیسائی ممالک کی نسبت بدکاری کی نسبت بھی بڑھی ہوئی ہے ایسا ہی ہسپانیہ اور اٹلی کے متعلق امریکہ کے ایک فاضل محقق نے پوری تحقیق کے بعد یہ رائے ظاہر کی ہے کہ وہان کنواری لڑکیان عموماً غیر مردون سے کم ملتی جلتی ہین اور اسلیے کنوارپن مین ان کی اخلاقی حالتین بھی اچھی ہوتی ہین اور وہ نسبتاً بہت پاکدامن ہوتی ہین مگر جونہی نکاح ہوا پھر عورت کو آزادی ہے جہان چاہے اور جسکے ساتھ چاہے تعلق رکھے۔ اور اس سے بیاہے ہوئے مردون اور عورتونمین پرلے درجہ کی بیحیائی اور بدکاری پھیل گئی ہے پس ان واقعات سے ظاہر ہے کہ جسقدر مردون اور عورتون کے کھلے تعلقات کو روکا گیا ہے اسیقدر ترقی پاکدامنی مین بھی ہوئی ہے اور جسقدر ان تعلقات کی آزادی کو بڑہایا گیا ہے اسیقدر بدکاری بھی زیادہ پھیلی ہے پس اس بیماری کا علاج جو مہذب ممالک مین لاعلاج ثابت ہورہی ہے سوائے پردہ کے اور کچھ نہین یعنی اجنبی مردون اور عورتونکے کھلے تعلقات کو روکدیا جاوے میرا یہ منشا نہین کہ پردہ ایسا علاج ہے کہ اس سے ساری بدکاریان..... یک لخت ایسی دور ہوجاتی ہین کہ انکا نام و نشان بھی نہ رہے کیونکہ یہ کمال انسانی سوسایٹی کو اس دنیا مین ہرگز حاصل نہین ہوسکتا موجودہ انسانی فطرت جبتک رہے گی تب تک اس قسم کے واقعات کم و بیش پیش آتے ہی رہینگے ہان یہ ضرور ہے کہ پردہ ایک ایسا علاج ہے جو بہت کچھ اس معاملہ مین اصلاح کرسکتا ہے اور بدی کو بہت حد تک دور کرسکتا ہے پس جہانتک انسانی فطرت کو مدنظر رکھکر کوئی اصلاح مردون اور عورتونکے موجودہ تعلقات مین کیجاسکتی ہے۔ پردہ ایک نہایت ہی عمدہ اور مفید علاج ہے کیونکہ پردہ بہت سے بدی کے مواقع کو دور کردیتا ہے جنسے اگر بیش آجاوین تو بچنا کسی کا ہی کام ہے۔

پردہ کے مضمون پر مفصل بحث پہلے گذر چکی ہے۔ یہان صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ مہذب ممالک مین اس کے رواج دینے سے کیا کیا فواید ہوسکتے ہین اور مغربی سوسایٹی کی کن امراض کا یہ سچا علاج ہے مغرب مین تمام بدکاریون اور گھر کے اندر کے فسادون کی جڑ صرف یہ ہے کہ مردون اور عورتونکو ہر وقت یہ موقع حاصل ہے کہ جہان چاہین تعلقات محبت پیدا کرلین اور وہ خوشی جو گھر کے اندر حاصل ہوسکتی ہے اسے گھر سے باہر حاصل کرین کیونکہ جس صورتمین جوان عورتین دلربائی کے تمام سامانون سے آراستہ ہوکر جوان مردونسے جو ہنوز اپنے نفسانی جذبات پر قابو نہین رکھتے ملین گی اور ان سے آزادانہ گفتگو کرینگی اور جہان ان کا جی چاہے تنہائی مین انکے ساتھ جاسکین گی تو آگے آزادی سے جو نتیجہ پیدا ہوسکتا ہے وہ ظاہر ہے اور یہ صرف قیاس نہین

www.aaiil.org

بلکہ جو سوسائیٹی کا نقشہ خود یورپین لوگون نے کھینچا ہے اس سے ظاہر ہے کہ واقعی جسقدر بدنتیجہ کی امید کیجا سکتی ہے اس سے بھی بڑھکر بدنتائج مہذب اقوام مین اس بے پردگی سے پیدا ہو رہے ہین مین سمجھتا ہون کہ سادہ قومونکی نسبت ان مہذب اقوام مین پردہ کیضرورت اور بھی زیادہ ہوگئی ہے کیونکہ تہذیب کی ترقی سے بجاے سادگی کے زیب و زینت کے سامان بڑھتے جاتے ہین خوبصورتی نئے نئے انداز پیدا کر رہی ہے اور آرام اور آسایش کے اسباب کے بکثرت مہیا ہونیسے نفسانی خوشیان دن بدن بڑھ رہی ہین۔ یہ سب نفسانی خواہشات کے بڑھانیکے سامان ہین اور اسلیے جسقدر یہ سامان سہل الحصول ہوتے جاوینگے اسیقدر پردہ کی ضرورت بھی نسبتاً بڑھتی جاویگی یا یون کہو کہ پردہ کی عدم موجودگی سے اسیقدر بدکاریان اور فواحش زیادہ پھیلتے جاوینگے۔ معترضین کا بڑا زور تعلیم پر ہوتا ہے پر مین کہتا ہون کہ پہلے تعلیم کے کوئی نتائج پیش کرنے چاہئے اور پھر اسبات پر زور دینا بجا ہوگا کہ پردہ کی ضرورت کو بھی تعلیم نے پورا کر دیا ہے کیا تعلیم ہمارے ہان وہی اثر پیدا کرے گی جو اس نے سویڈن کی مہذب قوم کے لیے سٹاک ہالم مین پیدا کیا ہے یا اسٹریا کے مہذب قوم کیلیے وایناین۔ یا مہذب فرانسیسیونکے لیئے پیرس مین۔ یا مہذب انگریزونکے لیے لندن مین۔ یا مہذب امریکہ والونکے لیے نیویارک مین۔ یہی شہر آج دنیا مین تہذیب کے بڑے مرکز ہین اور نہایت رنج اور افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ بدکاری کے بڑے مرکز بھی دنیا مین آج یہی ہین۔ کیا انسان خدا کے قانون قدرت سے لڑ سکتا ہے اگر نہین تو پھر اصلاح کا وہ پہلو اختیار کرنا چاہیئے جو فطرت انسانی اور قانون قدرت کے موافق ہو۔ قدرت نے تو انسان کے نفس کے اندر یہ بات رکھدی ہے کہ خوبصورت عورتونکے میل جول سے اسکے جذبات حیوانی جوش مین آوین کیا تہذیب نے اس قانون قدرت کو بدلدیا ہے نہین بلکہ اسکا زیادہ نمایان اثر مہذب ممالک مین ہی نظر آتا ہے نہ ہی تہذیب یا تعلیم نے ابتک مردون اور عورتونکو ایسے پاکدل بنادیا ہے کہ ایکدوسرے سے ملکر انکے جذبات نفسانی کو تحریک نہ ہو اور کوئی بدخیال انکے دلون مین یا ان مین سے اکثرون کے دلون مین نہ گھس سکے پس سچی اصلاح یہ ہے کہ جہانتک ہماری طاقت مین ہے ہم ان مواقع کو دور کرین جنسے بدی پیدا ہوتی ہے اور یہی پردہ کی تعلیم دینے مین قرآن کریم کا منشا رہے۔ تجربہ بتاتا ہے کہ اول جوش محبت سے جو ایک جوان مرد اور عورت زندگی کی ایک صاف سڑک اپنے دل مین تجویز کر لیتے ہین وہ محض انکے جوشونکا ولولہ ہوتا ہے نکاح کے بعد چھوٹے چھوٹے رنجدہ واقعات کم و بیش ہر گھر مین پیدا ہوتے رہتے ہین اور جس خاوند اور عورت کے تعلقات سچے عشق پر مبنی ہوتے ہین ان مین بھی باہم کبھی نہ کبھی کچھ رنجش پیدا ہو جاتی ہے پس وہ خوشی جسکی گھر مین ملنے کی امید ہوتی ہے۔ ہمیشہ امید کے مطابق حاصل نہین ہوتی اس قسم کے واقعات کے پیدا ہونے پر اگر خاوند اور عورت دونون کو یہ موقع حاصل ہے کہ جو خوشی گھر مین انکو نہین مل سکی وہ باہر تلاش کرین یعنی وہ خوشی جو مرد اور عورت کی محبت سے ایکدوسرے کو حاصل ہوتی ہے تو کوئی

www.aaiil.org

وجہ نہین کہ وہ اس خوشی کو باہر کیون تلاش نہ کرین بلکہ اس قسم کا موقع ملنے سے چھوٹی چھوٹی رنجشین بڑے خطرناک پہلو اختیار کر لیتی ہین۔ معمولی شکائیتین بلکہ ایسی شکائیتین جن کا دراصل وجود ہی کوئی نہین ہوتا نازک صورت اختیار کر لیتی ہین اور بجائے اسکے جو تھوڑی دیر بعد وہی تعلقات محبت خاوند اور عورت مین دوبارہ قایم ہو جاوین جدائی بڑھتی جاتی ہے۔ سو خاوند خوشی حاصل کرنیکے لیے کہین پھر رہا ہے اور عورت اگر بڑی عفیف نہین تو وہ بھی اپنی خوشی کے حصول کیلیئے کوئی موقعہ تلاش کرتی رہتی ہے۔ بے پردگی کی صورت مین انسان اپنی حالت پر قانع کبھی نہین ہو سکتا اور اسی سے تمام نقص پیدا ہوتے ہین۔ مین جانتا ہون کہ مخالفین پردہ کا سب سے بڑا اعتراض پردہ کے خلاف یہی ہے کہ عورتونکے پردہ مین رہنے سے وہ خوشی حاصل نہین ہو سکتی جو مردون اور عورتونکے میل جول سے پیدا ہوتی ہے لیکن پہلے مضمون مین یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ یہ خوشی اس اصلی اور حقیقی خوشی کو قربان کر کے حاصل ہو سکتی ہے جو انسان کو اپنے گھر مین ملتی ہے۔ مین چاہتا ہون کہ کوئی شخص اس مضمون پر قلم اٹھاوے کہ وہ کونسا مفسدہ اعتراض پردہ کے خلاف ہے اور جس صورت مین پردہ خطرناک امراض سوسائیٹی کا علاج ہے پھر اسکے اختیار کرنیسے کونسا امر مانع ہے۔ ساتھ ہی دوسرے پہلو پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ پردہ کی عدم موجودگی مین آہستہ آہستہ سوسائیٹی کی یہ حالت ہو جائے گی کہ نکاح کے مقدس رواج کا خاتمہ ہو کر حیوانونکی طرح مردون اور عورتونکا بلا امتیاز میل جول ہوگا۔ ضرور ہے کہ ان دونون امور مین سے مہذب سوسائیٹی آخر ایک کو قبول کرے اور اگرچہ اسوقت میلان پردہ کے خلاف اور بیقیدی کیطرف ہے مگر ہمین مایوس نہین ہونا چاہیئے کہ عیسائی اقوام کبھی حق کو قبول نہ کرینگی کیونکہ جس قسم کی بیقیدی کیطرف اب مہذب سوسائیٹی حرکت کر رہی ہے وہ ہر ایک بے تعصب سمجھدار آدمی کو نفرت دلانے والی ہے۔

پردہ نہ صرف گھر کے اندرونی زندگی کی اصل خوشحالی اور حقیقی راحت کا ہی محافظ ہوگا بلکہ اسکے رواج دینے سے شریف عورتونکی عفت محفوظ ہو جائے گی۔ مہذب ممالک مین ہزارہا ایسی مثالین آئے دن دیکھی جاتی ہین کہ ایک معصوم لڑکی کی عصمت محض اس لیے برباد ہو گئی ہے کہ اسنے اپنے عاشق کی محبت پر بھروسہ کر لیا اور اپنے آپکو اسکے حوالے کر دیا۔ دنیا مین بہت سے ایسے بدمعاش ہین کہ سادہ لوح لڑکیونکو محبت اور شادی کی طلبگاری جتلا کر دام تزویر مین پھنسا لیتے ہین اور پھر جب انکی عزت و عفت برباد کر چکتے ہین تو الگ ہو جاتے ہین اور وہ بیچاری اگر شرم رکھتی ہین تو خودکشی کرتی ہین یا اسقاط کے ذرایع اختیار کر کے خطرناک جرایم کی مرتکب ہوتی ہین اور یا آخر بدکاری کا پیشہ اختیار کرتی ہین یہ کسقدر ظلم ہو رہا ہے مگر اسکی اصلاح کیطرف مطلق توجہ نہین کیجاتی۔ یہ بیچاری لڑکیان قابل رحم اسلیے ہین کہ اگر انکو ایسے امتحان مین نہ ڈالا جاتا تو بہت ساری ان مین سے بالکل بچی رہتین مگر مغرب کے رواج ایسے ہین کہ پہلے ان غریبونکو شیطان کے تسلط مین دیدیا جاتا ہے اور جب شیطان انپر غالب

www.aaiil.org

آجاتا ہے۔ تو پھر اُن پر بدنامی کا دھبہ لگایا جاتا ہے حالانکہ اصل قصوران کا نہین بلکہ ان رواجون کا ہے جو سادہ لوح عورتونکو اس طرح پر مراز جذبات جوانون سے تعلق محبت پیدا کرنے اور ہر قسم کی آزادی رکھنے کا موقعہ دیتے ہین۔ یورپ مین نکاح سے پہلے جو محبت یا عشق ظاہر کرنیکا طریق اختیار کیا گیا ہے وہ جوان مردون اور عورتونکے لیے نہایت خطرناک ثابت ہوا ہے کیونکہ ممکن ہی نہین کہ جب دونو طرف پوری طرح جیوانی جذبات کے نیچے ہون اور جوانی کو پہونچکر انکی خواہشات نفسانی انپر غالب ہوچکی ہون تو پھر تخلیہ مین وہ بچ سکین یہی وجہ ہے کہ ولدالحرام بچونکی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے۔ بیقیدی کے ساتھ جوان مرد اور عورت کا ملنا اور تخلیہ مین ایکدوسرے سے اظہار محبت کرنا آخر یہانتک ترقی کرگیا ہے کہ ویلز اور جرمنی کے بعض حصون مین یہ طریق مروج ہے اور انگلستان کے بعض حصونمین آج سے کچھ مدت پہلے بھی یہی طریق مروج تھا کہ عاشق رات کے وقت آکر اپنی محبوبہ کے ساتھ اسی بستر پر سوجاتا.... اور پھر اسی حالت مین اپنے عشق کا اظہار کرتا..... کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس حالت مین دونون فریق اپنے جذبات پر قابو رکھ سکین گے اور کسی بدکاری کے مرتکب نہین ہونگے مگر آمر ثابت شدہ ہے کہ ولدالزنا بچون کی تعداد دونون طریقونمین ایک سی ہی ہے یعنے خواہ اظہار محبت عاشق اور معشوقہ کا دن کے وقت تخلیہ مین ہو یا رات کے وقت بستر پر۔ اخلاقی امراض کا علاج اسی طرح پر ہونا چاہئے جیسے جسمانی امراض کا یعنی انکے اسباب کیطرف توجہ کرنی چاہئے۔ اور اس بات پر نہین بھولے رہنا چاہئے کہ تعلیم ہی ہر ایک مرض کا علاج ہوگی۔ تعلیم آخر فطرت انسانی کو نہین بدل سکتی اور نہ خدا کے مقرر کردہ قانون کو توڑ سکتی ہے۔ جذبات اپنا کام تعلیم یافتہ مردون اور عورتون مین اسی طرح کرتے ہین جیسے بھوک اور پیاس۔ اور اگر ہم خود جوان مردون اور عورتونکو ایسے موقعہ دین کہ وہ ایسی حالتون مین اکٹھے ہون جہان انکے جذبات کو تحریک دینے والی توسب باتین موجود ہون اور روکنے والی کوئی چیز نہ ہو پھر اگر وہ پھسل جاوین تو یہ ایسا انکا قصور نہین جیسا اس رواج کا جسکے ماتحت انکو ایسی آزادی اور بیقیدی دیگئی ہے میری سمجھ مین جوان مردون اور عورتونکی پاک دامنی کا محافظ صرف پردہ ہی ہوسکتا ہے اور بہت سی سادہ لڑکیونکو پردہ ہی ذلت سے بچا سکتا ہے اور ولدالزنا بچونکی تعداد کے کم کرنیکا ذریعہ پردہ ہی ہوسکتا ہے اگر پردہ کے سوا کسی اور بات سے بھی یہ فوایدحاصل ہوسکتے تو یقیناً مہذب ممالک مین انکا وجود نظر آنا چاہیئے تھا۔

اس تحقیقات سے یہ بات ظاہر ہے کہ ان اخلاقی اور تمدنی امراض کا علاج جو مغرب مین پھیلی ہوئی ہین ایک حدتک پردہ ہوسکتا ہے مگر اکیلا پردہ ہی ان تمام امراض کے علاج کیلیے کافی نہین اسلیے اب باقی پانچ باتونپر غور کرکے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ پردہ کے علاوہ اور کونسا علاج ہے جسکو اختیار کرنیسے یہ امراض جڑ سے کٹ سکتے ہین یہ تو ہم دیکھ چکے ہین کہ مغرب کی مہذب عیسائی اقوام مین پاک دامنی مردون اور عورتون کے درمیان بہت ہی کم ہوگئی ہے کیا نکاح کے دایرہ کے اندر اور کیا اس سے باہر۔ اور رنڈی بازی جیسی بیسہ کاری کی آخر قانون

کو اجازت دینی پڑی ہے اور یہ بھی امر ثابت ہے کہ نکاح کے دایرہ کے اندر مرد عورتون کی نسبت زیادہ زنا کے مرتکب ہوتے ہین اور عورتون مین زیادہ تعداد بدکاری مین مبتلا ہونیوالی ان عورتونکی ہے جنکو خاوند نہین ملتے اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ عورتونکی تعداد تمام مہذب ممالک مین مردونسے زیادہ ہے۔ ان تمام باتونکا علاج تعدد ازدواج ہے اور اسکے وجوہات حسب ذیل ہین۔ عورتون کی تعداد مردون کی تعداد سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ اور زوج واحد کے قاعدہ کے ماتحت ایک کثیر تعداد ایسی عورتونکی رہجاتی ہے جنکو خاوند تلاش کرنیسے بھی نہین مل سکتے۔ اگر مردونکی تعداد عورتونسے بڑھکر ہوتی تو زوج واحد کا قاعدہ درست رہتا کیونکہ مرد بہ سبب اشغال جنگ اور دوسرے اشغال کے جن کی وجہ سے انکو باہر رہنا پڑتا ہے عورتونکی نسبت کسیقدر زیادہ ہی درکار ہین۔ مگر واقعات اسکے خلاف ہین اور ایک دو نہین بلکہ کل کے کل عیسائی ممالک مین عورتونکی تعداد مردونسے بہت زیادہ ہے اور آگے آبادی کا میلان یہ ہے کہ عورتونکی زیادتی روز بروز ترقی پر ہے باقی رہے وہ ممالک جہان تعدد ازدواج کی اجازت ہے سو اس رواج کی موجودگی ہی اس امر پر شاہد ہے کہ وہان عورتونکی تعداد مردونسے زیادہ ہے یہ خیال بالکل غلط ہے کہ موخر الذکر ممالک مین بعض لوگ کئی کئی بیبیان کر لیتے ہین اور بعض بالکل محروم رہجاتے ہین کیونکہ جبتک کسی عورت کو ایسا خاوند حسب منشا مل سکتا ہے جسکے پہلے بیوی نہین تو وہ یقیناً سوت بننا پسند نہین کریگی۔ الغرض اسمین شک نہین ہو سکتا کہ دنیا مین عورتونکی تعداد مردونسے زیادہ ہے۔ اور ابھی دن بدن عورتون کی تعداد مین اور بھی زیادتی ہو رہی ہے بلکہ کہا جاتا ہے کہ عورتونکی تعداد مین ترقی تہذیب کی ترقی سے وابستہ ہے یہ وہ امر ہے جسکو عیسائی مصنفین نے تسلیم کیا ہے اور جو کچھ ہی اسکی وجہ ہے۔ عیسائیون کو جنہون نے تعدد ازدواج کو رد کیا ہے ملزم کرنیکے لیے یہ کافی ہے وہ تعدد ازدواج کے منکر ہوتے تھے مگر اب خدا نے ایک ایسی بات پیدا کر دی ہے جسکا علاج سوائے تعدد ازدواج کے کچھ نہین +

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زاید عورتونکو کیا کیا جاوے! اس سوال نے عیسائی مصنفین کو حیرت مین ڈالدیا ہے اور اسکا جواب جو ابتک انہون نے دیا ہے صرف یہ ہے کہ انکے گذارہ کیلیے کوئی شغل یا ملازمت تلاش کرنی چاہیئے لیکن جہان کسی پیشہ یا ملازمت کے اختیار کرنیسے ان عورتونکے گذارہ کی سبیل نکل آئیگی کیا ان اشغال سے ان کی فطری خواہش جو مرد کیلیے ہے وہ بھی پوری ہو جاویگی؟ اگر کوئی شخص دنیا مین ایسا موجود ہے جسکا خیال ہو کہ ملازمت یا پیشہ کے اختیار کرنیسے عورت کی فطری خواہش مرد کیلیے بھی پوری ہو جاویگی تو مین اسکا جواب سننے کیلیے منتظر ہون خواہ وہ مسٹر ولاور حسین ہو یا کوئی اور دشمن تعدد ازدواج مشرقی ہو یا مغربی اور اگر اشغال انکے فطری جذبات کو پورا نہین کر سکتے تو پھر یہ سوال ہوتا ہے کہ آیا خدا یتعالے نے یہ زاید عورتین ایسی پیدا کی ہین کہ ان مین وہ فطری خواہش ہی نہ رکھی ہو جو باقی عورت ذات مین موجود ہے۔ کیا قدرت نے کوئی انکی

www.aaiil.org

پیدائش مین ہی ایسا امتیاز رکھدیا ہے کہ اس سے معلوم ہوجاوے کہ اسقدر عورتین نکاح کرنیکے لیے پیدا کی گئی ہین اور اس قدر زاید ہین جن کے پیدا کرنیسے غرض صرف اسیقدر ہے کہ وہ کوئی ملازمت کرکے اپنا پیٹ بھر لیا کرین اور مرد کی خواہش ان کے دلون مین کبھی پیدا ہی نہین ہوتی اگر ان دونون باتون مین سے کوئی بھی صحیح نہین جیسا کہ ہر ایک سمجھدار آدمی کو اقرار کرنا پڑے گا تو پھر تعدد ازدواج کو کیونکر روکا جاسکتا ہے کیونکہ پھر اس رواج کی ممانعت سے یہ لازم آتا ہے کہ ان عورتون پر جبر کیا جاوے کہ وہ اپنے جذبات کو کبھی ظاہر نہ ہونے دین مگر ایسی صورت مین انکے لیے ملازمت یا کوئی اور پیشہ تلاش کرنے کی فکر کیون پڑ رہی ہے کیونکہ اگر وہ ایک فطری خواہش پر غالب آسکتی ہین تو یقیناً دوسری فطری خواہش پر بھی جو کھانے پینے کی خواہش ہے غالب آسکین گی۔ قدرت نے تو دونون خواہشین یکسان انمین رکھی ہین اگر ان کی بھوک پیاس کا فکر ہے تو انکے فطری جذبات کا فکر پہلے کرنا چاہیئے کیونکہ یہ انکی فطرت مین مرکوز ہے اور یہ غلط خیال ہے کہ جبتک ہم اس زمین پر رہتے اور کھاتے پیتے ہین کوئی ایسا نسخہ بھی ایجاد ہوجاوے جس سے مرد اور عورت کی فطری خواہشین ایکدوسرے کیلیے سرے سے نابود ہی ہوجاوین اگر کہین کہین کوئی ایسی عورت بھی ہو جسکو اصطلاح مین بوڑھی کنواری کہا جاتا ہے یعنی جس کی ساری عمر ہی کنوارپن مین گذر جاتی ہے اور وہ واقعی ان الفاظ کی مصداق بھی ہو تو اس سے کوئی عام قاعدہ نہین نکالا جاسکتا بلکہ یہ ایک استثناء ہے جیسے مردون مین بھی بعض نامرد ایسے ہوتے ہین جن کے دلون مین عورت کے لیے کبھی خواہش پیدا ہوتی ہی نہین اور اگر یہ دونون باتین نہین تو جذبات کے روکنے کا اثر اسکی صحت پر ضرور برا ہوگا کیونکہ قدرت نے یہ جذبات پورے کیے جانیکے لیے ہی رکھے ہین اور جسطرح بھوک کے وقت اگر انسان روٹی نہ کھائے تو اسکا برا اثر اس کی صحت پر ہوتا ہے۔ ایسے ہی ان جذبات کے سچے تقاضا کو روکنے کا اثر برا ہوتا ہے۔ ایک عیسائی واعظ نے بھی اسبات کو تسلیم کیا ہے وہ کہتا ہے کہ "انسان مجموعہ قوے انسانی کا نام ہے اسمین کوئی چیز زاید نہین۔ بلکہ اگر دوبارہ انسان کو بنایا جاوے تو انہین موجودہ قوے کے ساتھ ہی دوبارہ ایسے بنانا پڑیگا اسکے تمام قوے کسی غرض کیلیے بنائے گئے ہین اور نقص ان قوے مین نہین بلکہ ان کے ناجایز استعمال مین ہے انسانی تکمیل کیلیے ہر ایک قوت کا ہونا ضروری ہے مذہب صرف اخلاقی احساسات سے ہی تعلق نہین رکھتا بلکہ قوت متفکرہ سے بھی۔ اور صرف اخلاقی احساسات اور قوت متفکرہ سے ہی نہین بلکہ اسکی عقل سے بھی اور ان تینونسے ہی نہین بلکہ محبت سے بھی اور ان سب کے مجموعہ سے بھی نہین بلکہ تمام حیوانی جذبات اور جسمانی خواہشات سے بھی بشرطیکہ انکو مناسب طریق مین اور مناسب اغراض کے لیے استعمال کیا جاوے۔ مگر بہرحال جذبات اور خواہشات تکمیل انسانی کیلیے ضروری ہین کیونکہ انکے بغیر انسان ایسا ہے جیسا ایک درخت جڑ سے اکھاڑا ہوا۔ جبتک انسان کو اس مادی زمین پر رہنا ضروری ہے اور ایک جسمانی بناوٹ پر ہی اسکی قوت متفکرہ اور خیالیہ اور فعلیہ کا مدار ہے تب تک ضروری ہے کہ اس مین جذبات بھی

www.aaiil.org

ہون اور خواہشات بھی"۔ اسکے بعد ڈاکٹر فنٹ جو اس واعظ کا حوالہ دیتا ہے لکھتا ہے کہ "اس مین شک نہین ہوسکتا کہ انسانی بناوٹ کی ابتدا مین ہی یہ غرض رکھی گئی تھی کہ اسکے تمام اعضا محفوظ رہین اور اپنے اپنے کام مین لگے رہین ورنہ انسانی بناوٹ کے اندر وہ نہ رکھے جاتے۔ اور اگر انسانون کے طبعی تقاضونکو روکنا بھی انسانیت مین ہے تو پھر بازو یا کسی اور عضو کو کاٹ دینے مین بھی کوئی ہرج نہین ہونا چاہئے۔ ہان یہ سب فقرے ایسے طور پر استعمال کیے جاسکتے ہین کہ جس سے تمہارے ہمسایہ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ دکھ اور ابتری اور بیماری صرف انکے غلط استعمال سے پیدا ہوتی ہے۔ (ص ۳ ۸۲۲)

اسکے بعد ایک ڈاکٹر کا قول نقل کیا گیا ہے کہ "انسان پر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ جب وہ اپنے آپ کو اس محبت کے دایرہ مین نہ پانے سے جسکے لیے وہ بنایا گیا تھا۔ گھٹنا شروع ہوتا ہے اور عورتین مردونسے بھی بڑھکر اس ضرورت کو محسوس کرتی ہین تب بیچاری جوان عورتین سوسایٹی کے ایک مہلک تجربہ کے نیچے آتی ہین اور وہ روح جو انکی روح کا اصل سہارا ہوتی ہے انکے اندر سے نکل جاتی ہے +

یہ وہ باتین ہین جن سے ایک دانا دل جس مین تعصب اور ضد کو جگہ نہین جھٹ ایک سچے نتیجہ پر پہنچ جاتا اور حق کے قبول کرنیکے لیے تیار ہوجاتا ہے۔ مگر اسکے علاوہ واقعی طور پر دُنیا مین یہ شہادت مل رہی ہے کہ عورتونکا بغیر خاوند کے رکھنا نہایت خطرناک نتایج پیدا کر رہا ہے اور یہ واقعات ایسے ہین جنسے ایک متعصب انسان بھی انکار نہین کرسکتا زنا اور رنڈی بازی دن بدن ترقی پر ہین اور ولد الزنا بچونکی تعداد اس خطرے مین ڈال رہی ہے کہ کسی دن سوسایٹی کا نقشہ وحشیون کا سا نہ ہوجائے۔ مگر کیا ہم سب الزام عورتونکے سر پر دیسکتے ہین۔ ہرگز نہین اصل قصور تو ان رواجون مین ہین جو ان واقعات کا پیدا کرنیکا موجب ہو رہے ہین خاوند تو مل سکتے ہین مگر قانون اور رواج انکو اس جایز طریق سے روک کر زناکاری مین ڈال رہے ہین۔ ایک صدی کا عرصہ ہوا یا اس سے کچھ زیادہ کہ ایک عورت پر ولد الزنا بچہ جننے کا الزام لگایا گیا۔ اسوقت قانون نے اس بات کو جرم مین داخل کر رکھا تھا گو اب نہین۔ یہ اس عورت کا پانچوان حرام کا بچہ تھا۔ ملزم نے بڑے دردانگیز طریق سے اس امر کو مجونکے سامنے بیان کیا کہ وہ کیون اس جرم کا ارتکاب کرنے پر مجبور ہوئی۔ اُسنے عدالت کو مخاطب کرکے کہا "آپ سمجھ سکتے ہین کہ مین بیوقوف نہین۔ اور مین پرلے درجہ کی حماقت کی مرتکب ہوتی۔ اگر مین نکاح کے معزز طریق کو اپنی موجودہ طرز زندگی پر ترجیح نہ دیتی۔ مین ہمیشہ رضامند رہی ہون اور اسوقت بھی اس بات پر رضامند ہون کہ کوئی مرد مجھ سے نکاح کرلے اور مین یہ بھی یقین کرتی ہون کہ مین نکاح کرکے اپنے خاوند سے نہایت عمدہ سلوک کرونگی کیونکہ مجھ مین محنت ہنر اور دیانت وہ سب اوصاف موجود ہین جو نیک بی بی کے لیے ہونے چاہئے۔ مین دعویٰ کرتی ہون کہ کوئی آدمی ایسا نہین جو کہہ سکے کہ اُسنے کبھی مجھ سے نکاح کی خواہش ظاہر کی ہو۔ اور مینے نہ مانا ہو۔ بلکہ صرف ایک ہی دفعہ مجھ سے ایک شخص نے نکاح کی درخواست کی اور مینے اسے خوشی سے قبول کیا۔ اسوقت مین کنواری تھی مینے اسکی نیک نیتی پر حد سے بڑھکر بھروسہ کیا اور اپنی عزت کو

www.aaiil.org

برباد کردیا کیونکہ مین اس سے حاملہ ہوگئی تو اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ اس شخص کو آپ سب لوگ جانتے ہین وہ اب اس ملک مین مجسٹریٹ ہوگیا ہے اور مجھے امید تھی کہ وہ بھی آج عدالت مین ہوتا تو عدالت کو میرے ساتھ نرم سلوک کرنیکی ترغیب دیتا۔" یہ ایک ہی واقعہ ایسا ہے جو پردہ اور تعدد ازواج دونون کی ضرورت کو ثابت کرتا ہے کیونکہ ان مین سے پردہ تو عورت کی عفت کا محافظ ہوتا ہے اور اسے مرد کے جذبات کا شکار بننے سے بچاتا ہے اور تعدد ازواج ایسا رواج ہے جو ہر صورت مین ..... خاوند کی ضرورت کو پورا کرسکتا ہے۔ الغرض عورتونکی تعداد کا مردونسے بڑھکر ہونا قطعی طور پر اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ تعدد ازواج کا ہونا ضروری ہے اور اگر اب بھی اس کا انکار ہی کیا جاویگا تو سوسائٹی دن بدن اور بھی نیچے گرتی چلی جاوے گی اور بدکاریونکا ارتکاب دن بدن بڑھتا چلا جاویگا۔ اگر یہ زیادتی صرف چند ریاستون تک محدود ہوتی تو باہمی نکاح سے کمی بیشی پوری ہوسکتی تھی مگر یہ زیادتی عالمگیر ہے اور اب عیسائی اقوام کو تعدد ازواج کے سوال کا سامنا کرنا پڑا ہے جس سے انکار کی صورت مین زناکاری اور رنڈی بازی کو قبول کرنا پڑیگا۔ دیکھئے مسٹر دلاور حسین ان دونون باتون مین سے کس بات کے اختیار کرنیکی سفارش کرتے ہین۔ ہان ایک سوال میرا اس جگہ آریہ پترکا سے بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ عورتون کی اس بڑھی ہوئی تعداد کیلیے بانی سماج نے کیا علاج تجویز کیا ہے کیا وہ سب کی سب نیوگ کرائین۔ مگر ستیارتھ پرکاش کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کنواری نیوگ نہین کرا سکتی بلکہ خاوند کا ہونا نیوگ کے لیے شرط ہے خواہ وہ موجود ہو یا نہ ہو۔ یہ بات عجیب تو معلوم ہوگی کہ خاوند والی عورت کو دوسرے مرد سے ہم بستر ہونے کی ہدایت ہو اور بلا خاوند کو ایسی اجازت نہ ہو۔ مگر دنیا مین ہر طرف ایسی ہی عجیب متضاد باتین نظر آتی ہین۔ ادھر ایشیا مین تعدد ازواج کو برا سمجھنے والونکا یہ حال ہے کہ نیوگ جیسی بلا انکے گلے پڑی اور پھر عورتونکی زاید تعداد کیلیے کوئی علاج نہین ادھر مغرب کی مہذب اقوام نے تعدد ازواج کو رد کرکے زناکاری اور رنڈی بازی جیسی بدکاریونکو جایز رکھا۔ وہی قانون جو تعدد ازواج کو روکتا ہے رنڈی بازی کی اجازت دیتا ہے اور چکلونکو برا نہین سمجھتا اور پھر عجیب تر یہ کہ جو لوگ تعدد ازواج کو جایز رکھتے اور زناکاری اور رنڈی بازی پر لعنت بھیجتے ہین انکو وحشی کہا جاتا ہے۔ مگر ایسی تہذیب سے یہ وحشی پن ہی اچھا ہے۔

ایک اور امر ہے جس کی طرف مین اب ناظرین کو توجہ دلانا چاہتا ہون ان واقعات سے جو اوپر نقل کیے گئے ہین کہ بیاہے ہوئے مرد بہ نسبت بیاہی ہوئی عورتونکے زیادہ بدکاری مین مبتلا ہوتے ہین۔ عیسائی ممالک کی حالت عجیب ہے کہ جوش سے کبھی ایک پہلو اختیار کیا جاتا ہے اور کبھی دوسرا۔ اور حق کی تلاش کی رغبت بہت کم ہے۔ ایک وقت تھا جب عورت کو شیطان مجسم کہا جاتا تھا مگر اب یہ حالت نہین۔ اب عورت تو فرشتہ بن گئی ہے اور شیطان بننے کے لیے مرد رہ گئے ہین۔ پہلے عورت کو سب بدکاریونکی جڑ کہا جاتا تھا اب یہ الزام مرد کے سر پر ہے۔ یا تو یہ عقیدہ تھا کہ عورت مین شیطانی اوصاف ہین اور یا اب یہ عقیدہ ہے کہ عورت مین فوق العادت

www.aaiil.org

نیکی کی قوت رکھی گئی ہے۔ بہرحال اصل بات کیطرف کبھی توجہ نہین ہوتی جیسا کہ مینے دکھایا ہے کہ بیاہی ہوئی عورتونکے زیادہ بدکاری مین مبتلا ہونیکی وجہ کوئی ان کی فطری شرارت نہین بلکہ رواجون اور قانون کا نقص ہے ایسا ہی یہ امر بھی ثابت کیا ہے کہ بیاہے ہوئے مردون مین بیاہی ہوئی عورتون کی نسبت زیادہ بدکاری ہونیکی اصل وجہ بھی انہین رواجون اور قوانین کا نقص ہے کیونکہ یہ رواج اور قوانین مرد کو اپنی فطری خواہشونکے پورے تقاضے کو جایز طریق سے پورا ہونیسے روکتے ہین اول تو انکے جذبات کیلیے یہ امر محرک ہے کہ عورتین ہر طرحسے زیب و زینت کرکے انکے ساتھ ملتی جلتی ہین اور دونون جنسون کا ایسا خلا ملا ہوتا ہے جو اکثر لغزش کا باعث ہوجاتا ہے۔ مگر ان قوانین مین مردونکے ساتھ ایک اور ناانصافی کیجاتی ہے یعنی انکو مجبور کیا جاتا ہے کہ خواہ وہ واقعی تعدد ازدواج کی ضرورت محسوس بھی کرتے ہون مگر تاہم الکو زوج واحد پر ہی اکتفا کرنا چاہیے۔ ضرورت تعدد ازدواج پر بحث کرتے ہوئے یہ پہلے دکھایا جاچکا ہے کہ عورتونکے ساتھ بعض عوارض ایسے لگے ہوئے ہین جن کی وجہ سے وہ بعض ایام مین مستقل طور پر بلکہ بعض وقت لمبے عرصہ کیلیے تعلقات زن و شوی کے قابل نہین ہوتین ایسی حالت مین ایک خاوند جسکو قدرت نے ان قوے سے زیادہ حصہ دیا ہے دوسری عورت کی ضرورت محسوس کریگا اور اگرچہ قانون قدرت الہی نے تو اسکے لیے سامان مہیا کر رکھا ہے یعنی عورتین مردونسے زیادہ پیدا کی ہین مگر سوسائیٹی نے قوانین اور رواج ایسے تجویز کر رکھے ہین جو اسکو اس جایز فایدہ کے حاصل کرنیسے روکتے ہین لیکن ان قوانین سے صرف یہی فایدہ ہوتا ہے کہ مرد ظاہر طور پر اپنے قوے کے تقاضونکو پورا نہین کر سکتا اور خفیہ طور پر انکے پورا کرنیکی کوشش کرتا ہے کیونکہ جو بات خدا تعالے نے اس کی فطرت مین رکھدی ہے اسکے خلاف وہ نہین چل سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ بیاہے ہوئے مرد بیاہی ہوئی عورتون کی نسبت زیادہ زناکاری مین مبتلا ہین کوئی قانون قانون قدرت کو نہین ٹال سکتا۔ قدرت اپنا تقاضا پورا کرکے رہیگی پس رواجون اور قانونون کو قانون قدرت کے ماتحت کرنا چاہیئے نہ کہ اُلٹا قانون قدرت کو اپنے وضع کردہ قوانین کے ماتحت رکھنے کی کوشش کیجاوے جسکا نتیجہ ایسا برا ثابت ہورہا ہے یعنی تعدد ازدواج کی ممانعت سے آخر چھپی ہوئی بدکاری زور پکڑ گئی ہے اور ایک آدمی جسکو سیدھے طریق سے روکا جاتا ہے آخر کسی معزز خاندان کی عزت کو برباد کرتا ہے +

جیسا کہ مین نے شروع مین کہا تھا اس ظلمت کے اندر روشنی کی کرنین بھی ہین اور امید کامل ہے کہ آخر حق جوئی تعصب پر غالب آجائیگی۔ نہ صرف عیسائی ممالک مین عیسائیت کا وہ فرقہ پیدا ہوگیا ہے جو کھلے طور پر تعدد ازدواج کی تعلیم دیتا ہے اور جبتک قانون ملک نے نہین روکا تعدد ازدواج کے پاک اصول عمل کرتا رہا۔ بلکہ ان لوگون مین سے جنہون نے ان مسایل پر غور کیا ہے بعض بڑے بڑے فاضل ایسے ہین جو تعدد ازدواج کی ضرورت محسوس کرتے ہین۔ ڈاکٹر ونٹ جسکی کتاب ہوم سائیکلوپیڈیا سے بہت سے اقوال نقل کیے گئے ہین۔ مہذب ممالک

www.aaiil.org

کی اخلاقی اور تمدنی بدیون کا علاج اور نئے قوانین نکاح تجویز کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے ہمین مارمنون کو تعدد ازدواج کی اجازت دینی چاہیئے اس مہذب زمانہ مین اس اجازت کا یہ نتیجہ نہین ہوسکتا کہ کل کی کل عورتین چند مردون کی ہی ملک مین آجاوین۔ اور عورتون کا قحط پڑجاوے اسوقت تمام دنیا مین میلان آبادی اسی طرف ہے کہ عورتونکی تعداد بڑھ رہی ہے" پھر لکھتا ہے کہ "ان اعداد سے جو مردون اور عورتونکی مردم شماری کو ظاہر کرتے ہین یہ معلوم ہوگا کہ ہمارے درمیان بڑے وسیع پیمانے پر تعدد ازدواج کی گنجایش ہے اس ملک مین ذرہ بھی خطرہ نہین کہ تعدد ازدواج کے اختیار کرنیسے عورتون کی کمی ہوجاویگی۔ اگر کوئی ایسی عورت ہے جو اس طرح پر نکاح کرنا بہتر سمجھتی ہے کہ اسے خاوند کا ایک حصہ ہی ملجاوے بہ نسبت اسکے کہ اسے ساری عمر بغیر خاوند کے ہی بسر کرنی پڑے۔ اگر کوئی ایسی غریب لڑکی ہے جو اسبات کو پسند کرتی ہے کہ بجائے اسکے سلائی کرکے اپنا پیٹ بھرے اسے ایسا خاوند ہی ملجائے جسکی محبت کا ایک حصہ اسکے لیے ہو اور کافی طور پر گذارہ ملتا رہے۔ پھر اگر تم اسکو روکوگے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ سخت بدکاری مین گرفتار ہوگی۔ یاد رکھو کہ بہرحال تعدد ازدواج عورت کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ زنا کرکے روپیہ کمائے۔ اگر ایک عورت ایسی ہے جو بجائے بے اولاد رہنے کے اس بات کو پسند کرتی ہے کہ اسکا نکاح ہوجائے خواہ سارے کا سارا خاوند اسکے حصہ مین نہ ہی آئے تو ہم کیون مداخلت کرین ہمین اس سے کوئی نقصان نہین پہنچتا۔ وہ خوشی جو اسکو تجرد کی زندگی مین نہین مل سکتی ایک پیارے بچہ کے گود مین ہونیسے ملجاتی ہے اور تعدد ازدواج مین دوسری بیبیونکے ساتھ ہونیسے اسکو وہ گھبراہٹ بھی نہ ہوگی جو بعض وقت زوج واحد ہونیسے ہوتی ہے۔ یہ تعصب جو تعدد ازدواج کے خلاف آج کل ہے تکلف سے پیدا کیا جاتا ہے اور اگر اسکی وجہ پوچھی جاوے کہ کیون تمہین تعدد ازدواج سے نفرت ہے تو سوائے غلط بیانی یا ناحق ایک چیز کو برا کہنے کے اور کوئی وجہ بیان نہین کیجاتی۔

اخیر پر یہ امر بھی بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تعدد ازدواج کی ممانعت نے کس طرح پر موجودہ زور پکڑا ہے۔ ابتدا اسکی کثرت بدکاری ہے اور پھر آہستہ آہستہ عیسائیون نے نکاح کے اصل مفہوم کے متعلق غلط پہلو اختیار کرکے تعدد ازدواج کی ممانعت کو اپنا مذہبی عقیدہ بنالیا۔ وہ قومین جنہون نے پہلے دنیا مین تعدد ازدواج کو رواج دیا رومی اور یونانی تھے جو آج تک اپنی بدکاریون مین ضرب المثل ہین اور جہان کسی قوم کا سخت بدکاریمین گرفتار ہونا بیان کرنا مقصود ہوتا ہے تو اسے انہین قوموں سے مشابہت دیجاتی ہے۔ عیسائیت بھی رومی سلطنت مین پیدا ہوئی۔ یہ نیا مذہب یہودی مذہب کا ایک فرقہ تھا جہان تعدد ازدواج کو ضروری تسلیم کیا گیا تھا کیونکہ اسرائیل کے بزرگ نبیون حضرت ابراہیم موسےٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی شہادت اسکی تائید مین تھی۔ مسیح نے ایک لفظ بھی اسکے خلاف نہین کہا۔ بلکہ حواریون نے بھی اسکی ممانعت نہین کی۔ اور اگرچہ کلیسیا کے بڑے بڑے عہدیدار نے

www.aaiil.org

سے یہ قید لگادی گئی تھی کہ وہ زوج واحد کے قاعدے کے پابند رہین مگر عوام الناس کو کبھی تعدد ازدواج سے نہین روکا گیا جس سے حواریون کے نزدیک تعدد ازدواج کے جواز کا صاف ثبوت ملتا ہے یہی وجہ تھی کہ عیسائی دنیا مین تعدد ازدواج کا رواج تھوڑا تھوڑا چلا آیا اور مجلس کے سامنے یہ سوال پیش ہوا تو انہون نے بھی یہی فیصلہ کیا کہ "انا جیل صاف الفاظ مین تعدد ازدواج سے کہین نہین روکتین اور کلیسیا کے بڑے بڑے عہدیدار ایک سے زیادہ بیبیان کرتے رہے ہین" اس طرح پر عیسائیت مین بھی تعدد ازدواج کو مذہبی طور پر تسلیم کیا گیا تھا۔ مگر ان واقعات کے ساتھ ساتھ ایک اور سلسلہ واقعات کا بھی پیدا ہوگیا تھا جس نے خود نکاح کے مفہوم کو ہی بگاڑ دیا اور عیسائیونکے دلون مین نکاح سے ایک گونہ نفرت پیدا کردی۔ عام خیال حضرت مسیح کے متعلق یہی تھا کہ انہون نے نکاح نہین کیا پھر سب سے زیادہ اثر عیسائیت پر پولوس کا پڑا جسکی کوشش سے عیسائی مذہب یہودیت سے الگ ہوا اس نے بھی آخر عمر تک نکاح نہین کیا اس لیے وہ دوسرونکو بھی تجرد کی ترغیب دیتا تھا۔ اسکا اثر کلیسیا پر یہ ہوا کہ نکاح برا سمجھا جانے لگا اور انسانی کمال تجرد مین سمجھا گیا اس سے آگے مین پھر ہوم سائیکلوپیڈیا سے نقل کرتا ہون "سینٹ جیروی نے جو چوتھی صدی عیسائی مین ہوا ہے اور جس کی بہت سی تصنیفون اور ترجمون کی وجہ سے عیسائی دنیا مرہون احسان ہے یہ لکھا ہے کہ ہمین چاہیے کہ کلہاڑی ہاتھ مین لیکر نکاح کے نقصان دہ رواج کو دنیا سے نابود کردین ابتدا مین خدا نے نکاح کی اجازت خاص اغراض کے لیے دی تھی۔ مگر مریم اور ..... مسیح نے تجرد کو مقدس کردیا ہے۔ گائیڈ کہتا ہے کہ چھوتھی صدی کے عیسائی بزرگونکا یہ خیال تھا کہ نکاح آدم کے گناہ کی سزا ہے اور اگر آدم گناہ کا ارتکاب نہ کرتا تو بقائے نوع انسانی کی کوئی اور صورت ہوتی ان بزرگونکی تحریرون سے آخر یہی قانون بن گیا اور کلیسیا نے اپنے عہدیدارونکو نکاح کرنیسے روکدیا۔ مگر چونکہ وہ عوام کو نکاح سے نہ روک سکتے تھے اسلیے طرح طرح کے حیلون سے وہان قیدین لگانی شروع کین ..... یہ ابتدائی عیسائیون کی بدقسمتی تھی کہ پولوس مجرد رہا جسکی وجہ غالبًا یہ تھی کہ جوانی مین وہ کسی عورت پر عاشق ہوکر مایوس ہوچکا تھا۔ اور خود مجرد رہنیکی وجہ سے وہ تجرد کو ہی ترجیح دیتا رہا۔ اسکی مثال اس گیدڑ کیطرح تھی جسکی دم کسی طرح سے کٹ گئی تو اسنے یہی پسند کیا کہ دوسرونکی دُمین بھی اسیطرح کٹ جائین۔ چنانچہ پولوس قرنتیونکو لکھتا ہے کہ آدمی کے لیے یہی بہتر ہے کہ وہ عورت کے نزدیک نہ جاوے۔ اس جھوٹے خیال کا جو عملی طور پر بدنتیجہ پیدا ہوا اور جو کچھ اسکا اثر کلیسیا کے عہدیدارونکے اخلاق پر ہوا وہ محتاج بیان نہین۔ سینٹ برنارڈ نے بڑے زور سے اس جھوٹے خیال کی تردید کی کہ فطرت انسانی کے خلاف چلکر پاکیزگی حاصل ہوسکتی ہے لیکی اس اثر کو بیان کرتا ہوا ایک دسوین صدی کے اٹلی کے بشپ کے الفاظ نقل کرتا ہے جسنے کہا تھا کہ اگر مین یہ چاہون کہ ان ناپاک لوگونکے خلاف جو کلیسیا کے عہدیدار ہین قوانین کو عملدرآمد مین لاؤن تو سوائے چھوٹے چھوٹے بچونکے ایک آدمی بھی نہ رہیگا اور اگر اس قانون کو عملدرآمد مین لاؤن

جو ولد الزنا بچونکے متعلق ہے تو لڑکے بھی خارج ہو جاوینگے (ص ۸۸۸-۸۹۲) کلیسیا نکاح سے اس نفرت کے گواہ آج کل بھی بعض فرقے موجود ہین جن مین سے ایک وہ فرقہ ہے جو شیکر کے نام سے موسوم ہے اس فرقے کا یہ اعتقاد ہے کہ "زن و شوی کے تمام تعلقات خواہ اولاد پیدا کرنیکی خاطر ہی ہون گناہ مین داخل ہین۔ اور نکاح کرنا شیطان کی نابعداری اختیار کرنا ہے" نکاح کے متعلق اس فاسد عقیدے کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ تعدد ازواج کے خلاف نفرت اور بھی بڑھتی جاوے اور یہی وجہ ہے کہ باوجود خود کلیسیا کے تعدد ازواج کی اجازت دینے اور اسپر عمل کرنیکے آج عیسائی دنیا کا یہ مذہبی عقیدہ ہوگیا ہے کہ تعدد ازواج بری چیز ہے۔ یہی ایک مذہب ہے جس نے تعدد ازواج کی ممانعت کو اپنے عقاید کا جزو قرار دیا ہے۔ باوجود اسکے ابتدائی عیسائیون مین اس قسم کا کھلا فسق و فجور ہوتا تھا جیسا بعض ہندو فرقون مین ڈاکٹر فٹ لکھتا ہے کہ "پہلے عیسائیون مین فرقون کی تقسیم اتنی ہی تھی جتنی آج ہے انکے درمیان ایک فرقہ آدمیونکا کہلاتا ہے جن کا یہ عقیدہ تھا کہ مسیح کی برکت سے ہم پھر آدم کی طرح ہوگئے ہین جب اس نے ابھی خلاف ورزی نہین کی تھی یہ لوگ بلا امتیاز مردون اور عورتونکے تعلقات کو ضروری سمجھتے تھے بلکہ اسطرح پر زناکاری کو اپنی نجات کا بھاری ذریعہ سمجھتے تھے۔ یہ فرقہ دو دفعہ بعد مین پھر زندہ ہوا۔ ایک دفعہ بارھوین صدی مین بمقام اینٹورپ اور دوسری دفعہ پندرھوین صدی مین جرمنی اور بوہیمیا مین۔ عیسائیت کے بعض اور فرقے جو دوسری صدی سے لے کر چھٹی صدی تک رہے اس بلا امتیاز خلط ملط کو صحیح سمجھتے تھے اور نکاح کرنا انکے عقیدہ کے رو سے برا تھا" (ص ۹۲۰)

النداء من وحی السماء

یعنے

ایک زلزلہ عظیمہ کی نسبت پیشگوئی بار دوم

وحی الٰہی سے

سو تم ہوشیار ہو جاؤ اگر یہ خواب کے ۔ جو خبر دی وحی نے اس دل مبتلا کے
زلزلہ سے کچھ ہون مین زیر و زبر ۔ وقت اب نزدیک آ گئے اسلام کے

۹۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو پھر خدا تعالےٰ نے مجھے ایک سخت زلزلہ[1] کی خبر دی ہے جو مونہ قیامت اور ہوش ربا ہوگا۔ چونکہ دو مرتبہ مکرر طور پر اس

[1] قرآن شریف مین اس نشان زلزلے کی نسبت ایک صاف پیشگوئی موجود ہے جہان اللہ تعالیٰ نے فرشتونکی قسم کھا کر جو

علیم مطلق نے اِس آیندہ واقعہ پر مجھے مطلع فرمایا ہے اِس لیے مین یقین رکھتا ہون کہ یہ عظیم الشان حادثہ جو محشر کے حادثہ کو یاد دلائیگا دور نہین ہے
مجھے خدائے عزوجل نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ دونون زلزلے تیری سچائی ظاہر کرنیکے لیے دو نشان ہین انہین نشانون کی طرح جو موسیٰ نے
فرعون کے سامنے دکھلائے تھے اور اس نشان کی طرح جو نوحؑ نے اپنی قوم کو دکھلایا تھا۔ اور یاد رہے کہ اِن نشانون کے بعد ابھی بس نہین ہے
بلکہ کئی نشان ایکدوسرے کے بعد ظاہر ہوتے رہین گے یہان تک کہ انسان کی آنکھ کھلے گی اور حیرت زدہ ہوکر کہیگا کہ یہ کیا ہُوا چاہتا ہے
ہر ایک دن سخت اور پہلے سے بدتر آئیگا۔ خدا فرماتا ہے کہ مین حیرتناک کام دکھلاؤن گا اور بس نہین کرونگا۔ جبتک کہ لوگ اپنے دلون کی اصلاح
نہ کرلین اور جس طرح یوسفؑ نبی کی قوم مین ہُوا کہ سخت کال پڑا۔ یہان تک کہ کھانیکے لیے درختون کے پتے بھی نہ رہے اسیطرح ایک آفت کا
سامنا موجود ہوگا اور جیسا کہ یوسفؑ نے اناج کے ذخیرہ سے لوگون کی جان بچائی اسی طرح جان بچانیکے لیے خدا نے اس جگہ بھی مجھے ایک
روحانی غذا کا مہتمم بنایا ہے جو شخص اس غذا کو سچے دل سے پورے وزن کے ساتھ کھائیگا مین یقین رکھتا ہون کہ ضرور اس پر رحم کیا
جائیگا۔ بعض نادان کہتے ہین کہ پھر کئی لوگ احمدی جماعت مین سے طاعون سے کیون مرگئے۔ پس یاد رہے کہ ابتک ایک فرد بھی ہماری
جماعت مین سے طاعون یا زلزلہ سے نہین مرا جسنے عملی حالت کو محبت کاملہ اور قوت ایمان اور پورے صدق وصفا اور دین کو مقدم
رکھنے کے ساتھ جمع کیا ہو اور جس کو مین نے ان علامات کے ساتھ شناخت کرلیا ہو یا مجھ کو اس مرتبہ کی خبر دیگئی ہو۔ ہان چونکہ لاکھون
انسان اس جماعت مین داخل ہوچکے ہین اور اکثر وہ مین جو ایک بچہ کی طرح کمزور ہین اور ایسے بھی ہین جو کسی ابتلا کیوقت ثابت قدم
بھی نہین رہ سکتے اور ایسے بھی ہین جو ٹھوکر سے امتحان مین پڑکر مرتد ہونیکو تیار ہوتے ہین اور ایسے بھی ہین جو یہ اقرار کرکے جھوٹ
بولتے ہین جو ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کرلیا ہے حالانکہ ابھی تک وہ دنیا کے گند مین پڑے ہین۔ ہرگز دین کو دنیا پر مقدم نہین کیا دنیا
مردار دنیا مین مبتلا اور اسی غم وہم مین گرفتار ہین اور ان کی عملی حالت اسی پر گواہی دے رہی ہے کہ انہون نے دین کو دنیا پر مقدم نہین
کیا۔ ہرگز نہین کیا لیکن مین امید رکھتا ہون کہ آہستہ آہستہ بڑی بڑی روحانی ترقی کرلینگے غرض ممکن نہین اور بالکل ممکن
نہین کہ جس شرط پر مین لوگون کو بیعت مین داخل کرتا ہون اور جس راہ پر چلانا چاہتا ہون اس پر مضبوط پنجہ مارکر پھر بھی کوئی شخص
مورد عذاب الٰہی ہو۔ ہان کمزوری کی حالت مین ان کے لیے طاعون سے موت ہونا ایک شہادت ہے جو گناہ سے صاف کرکے انکو بہشت مین پہنچائیگی
اور یہی خبر خدا نے مجھے دی تھی جس کو مین نے عام طور پر شایع کردیا تھا مگر لوگون نے جیسا کہ انکی عادت ہے اس الہام مین تحریف کرکے اپنی
طرف سے یہ شائع کیا کہ گویا میرا یہ دعوے ہے کہ کوئی مرید میرا گو اسکی عملی یا ایمانی حالت کیسی ہی ہو طاعون سے نہین مریگا تعجب ہے کہ ہمارے
مخالف لوگون مین افترا کی عادت کسقدر بڑھ گئی ہے اصل الہام جس سے مین نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ خدا تعالےٰ ہر ایک کامل الایمان اور کامل العمل کو
جو ہماری جماعت مین سے ہوگا طاعون کی موت سے بچائیگا۔ یہ ہے:۔ الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم
الامن وھم مھتدون یعنے جنلوگون نے مجھے قبول کیا اور مجھپر ایمان لائے اور اپنے ایمان کو کسی ظلم اور قصور اور کسی نوع کے ایمانی
یا عملی تاریکی یا نقص کے ساتھ مختلط نہین کیا وہ طاعون کے حملے سے امن مین ہین گے پس وحی سے کہان سے یہ ثابت ہے کہ جو لوگ اپنے اندر
کچھ نقص اور ظلم رکھتے ہین یا کوئی ایمانی کمزوری وہ بھی اس وعدہ الٰہی کے نیچے داخل ہین۔ نعوذ باللہ من سوء الفہم واقتراط الوہم۔

www.aaiil.org

مین ایسے چند لوگون کو بھی جانتا ہون جو پہلے اس جماعت مین داخل ہوئے تھے اور پھر مرتد ہو گئے اگر وہ اس جماعت مین رہ کر طاعون سے مرجاتے تو جلد باز اور ناواقف لوگ یہی کہتے کہ دیکھو اس جماعت کے یہ لوگ تھے جو طاعون سے مرگئے حالانکہ ان کے اندر ایک خبیث مادہ تھا جسکو خدا جانتا تھا اور لوگ نہین جانتے تھے اور وہ اس پھوڑے کی طرح تھے جو اوپر سے بہت چمکتا ہو اور اندر بجز پیپ کے اور کچھ نہ ہو ہان خدا نے مجھے یہ خبر دے رکھی ہے کہ طاعون اس جماعت کی تعداد کو بڑہائیگی اور دوسرے مسلمانونکی تعداد کو گھٹائیگی سو آخر پر دیکھ لینا چاہئے کہ یہ پیش گوئی سچی نکلی یا جھوٹی مین سچ سچ کہتا ہون کہ اس ظلم کے سبب سے جو کیا گیا اور طاعون کے نشان کو دیکھ کر لوگ ہنسی سے پیش آئے یہ دوسرا نشان زلزلہ کا ظاہر ہوا جس کی خبر آج سے قریبًا ایک برس پہلے اخبار الحکم اور البدر مین شایع کی گئی تھی اور پہلے اشتہار مین جو لکھا گیا کہ زلزلہ سے پانچ مہینہ پہلے الہام عفت الدیار محلہا و مقامہا ہوا تھا۔ وہ غلطی سے لکھا گیا تھا بلکہ مئی ۱۹۰۴ء مین ان دونون اخبارون مین اس خوفناک زلزلہ کی خبر شایع ہوئی تھی ساتھ اسکے یہ بھی الہام تھا کہ "زلزلہ کا دھکا" اور عربی الہام مذکورہ بالا کا مفہوم یہ تھا کہ زلزلہ کیوقت جو مکان بطور سرائے کے ہونگے یا جو مستقل طور پر سکونت کے مکانات ہونگے وہ حادثہ زلزلہ سے نابود ہو جائینگے ان کا نام و نشان نہ رہیگا اور پھر اشتہار الوصیت مین بھی زلزلہ سے پہلے شایع کیا گیا تھا کہ موتا موتی کا واقعہ آنیوالا ہے جس سے شور قیامت برپا ہوگا

غرض اے ناظرین آپ صاحبان بچشم خود دیکھ چکے ہین کہ وہ پیشگوئی جو مین نے الحکم اور البدر مین شدید زلزلہ کے بارے مین آج کی تاریخ سے ایک برس پہلے کی تھی وہ کس زور سے پوری ہوئی اور جو سخت حادثے کانگڑہ اور بھاگسو اور پالم پور اور سوجان پور تیرہ اور دیگر مقامات جیسا کہ کلو اور رہلو مین ہوئے انکی تفصیل کی اس جگہ حاجت نہین یہ ایک ایسی پیشگوئی تھی جس سے دلونپر بہت اثر ہونا چاہئے تھا۔ مگر مین نے سنا ہے کہ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ لاہور اور امرتسر مین اس پر بھی بہت سا ٹھٹھا کیا گیا خاصکر پیسہ اخبار کے ایڈیٹر نے اس ٹھٹھے سے بہت سا حصہ لیا اور رد کیطور پر لکھا کہ ایسے زلزلے ہمیشہ آتے ہین اور جاپان مین بہت زلزلے آیا کرتے ہین اس شخص نے دیدہ و دانستہ سچائی کا خون کرنا چاہا ہے یہ تو سچ ہے کہ دنیا مین کوئی نئی بات نہین نوح کے طوفان تک کا بھی پہلے ایک نمونہ گذر چکا ہے۔ مگر خدا تعالے جب کسی ایسے شدید حادثہ کی قبل از وقت خبر دے جو اس ملک کے رہنے والے اسکو ایک غیر معمولی واقعہ اور ایک ان ہونی بات خیال کرتے ہون اور اپنے ملک مین انکے باپ دادون نے اسکی نظیر نہ دیکھی ہو اور ایسا امر انکے ملک مین ظاہر ہونا انکے خیال و گمان مین بھی نہ ہو وہ امر واقع ہو جائے اور وہ پیشگوئی پوری ہو جائے تو پھر بھی اسکو معمولی بات سمجھنا اگر ہٹ دھرمی نہین تو اور کیا ہے مگر مین جانتا ہون کہ اس درجہ کا تعصب رکھنے والے اور دانستہ حق کو چھپانیوالے دنیا مین بہت کم ہونگے شاید ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار اس اپنی سیرۃ مین لاہور مین ایک ہی ہین یا چند آدمی جو انگلیونپر شمار ہو سکتے ہین ان کے ہم مشرب ہون +

بہرحال جبکہ پہلی پیشگوئی کو ڈرنیوالے دل کے ساتھ نہین دیکھا گیا اور مجھ کو بقول پیسہ اخبار دکاندار یا افترا کے کامونکا تاجر ٹھہرایا گیا ہے تو خدا تعالے نے چاہا کہ اب دوسرا نشان دکھاوے تا ماننے والونپر اسکا رحم ہو اور توبہ کرنیوالے توبہ کرلین اور تا وہ لوگ جو کئی منزلونکی چھتونکے نیچے سوتے ہین وہ کسی اور جگہ ڈیرے لگالین اسوقت بجز توبہ کیا علاج ہے اس آنیوالے حادثہ کیلیے کوئی ٹیکا بھی تجویز نہین ہو سکتا ہے جس سے تسلی ہو پس مین محض خیر خواہی مخلوق کیلیے ہمدردی سے بھرے ہوئے دل کے

www.aaiil.org

ساتھ یہ اشتہار شایع کرتا ہون کہ جہانتک ممکن ہو اپنی اصلاح کرنی چاہیئے کم سے کم ظلم اور تعدّی اور فسق و فجور اور ٹھٹھے اور ہنسی سے دستکش ہو جانا چاہیئے بہتر ہے کہ ہر ایک شخص اپنا صدق دے اور اگر قربانی بھی کرے تو بہتر ہے اور ٹھٹھے والی مجلسون سے الگ ہو جائے یاد رہے کہ اگر کسی کا مذہب اور عقیدہ ناراستی پر ہے مگر وہ ٹھٹھے کرنیوالی مجلسون مین نہین بیٹھتا اور بدزبانی کرنیوالونکی ہان مین ہان نہین ملاتا اور فسق و فجور اور ظلم و تعدی اور ہر ایک قسم کی شرارتون سے اور جھوٹی گواہیون اور ناحق کے خون اور چوری سے دستکش ہے اور غریبانہ اور مسکینی اور شرافت سے گذارہ کرتا ہے وہ اگرچہ اپنی مذہبی غلطی کے روز آخرۃ مین مواخذہ کے لایق ہوگا مگر دنیا مین خدا تعالےٰ جو کریم و رحیم ہے دوسرونکی نسبت اسپر رحم کرے گا بشرطیکہ شریر جماعتونکے ساتھ اسکا پیوند اور تعلق نہ ہو[1]۔ خوب یاد رکھو کہ جن قومونکو خدا تعالےٰ نے اس سے پہلے عذاب مین مبتلا کیا تھا جیسا کہ نوحؑ کی قوم اور فرعون کی قوم اور لوطؑ کی قوم وہ اس لیے ہلاک نہین کی گئی تھین کہ محض مذہبی اختلاف درمیان تھا بلکہ وہ اپنی شوخیون اور شرارتونکی وجہ سے ہلاک کی گئی تھین۔ نوحؑ کی قوم نے نہ صرف حضرت نوح کو مفتری سمجھا بلکہ دنرات ٹھٹھا ہنسی ان کا پیشہ ہوگیا اور فرعون اور اس کی قوم نے پہلے سے زیادہ بنی اسرائیل پر ظلم کرنا شروع کیا اور لوطؑ کی قوم نے فسق و فجور مین حد تک نوبت پہنچائی اور جب انکو سمجھایا گیا تو لوطؑ اور اسکے اصحاب کی نسبت انہون نے اپنے رفیقونکو وہ کہا جو قرآن شریف مین درج ہے۔ اخرجوھم من قریتکم انھم اناس یتطھرون یعنی ان لوگونکو اپنے گاؤنسے باہر نکالو یہ تو طہارت اور تقوے پسند کرتے ہین یعنی ہمارے مخالف اور اور باتین لوگونکو کہتے ہین پس خدا کا غضب ان قومون پر بھڑکا اور انکو صفحہ زمین سے ناپدید کر دیا۔ پس کیا تم ان لوگونسے زیادہ سخت ہو یا تمہارے پاس خدا تعالےٰ سے مقابلہ کا کچھ سامان موجود ہے اور انکے پاس موجود نہ تھا اور یا تم عذاب سے بری کیے گئے ہو اور یا خدا تعالےٰ مین اب وہ عذاب دینے کی قوت نہین جو پہلے تھی مین سچ سچ کہتا ہون کہ اس آنیوالے نشان کے بعد جو مجھکو قبول کریگا اسکا ایمان **قابل عزت نہین** جسکے کان ہین سُنے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ میرا غضب زمین پر بھڑکا ہے کیونکہ **زمین والون نے میرے طریق سے منہ پھیر لیا ہے**۔ پس جب ایک انسانی سلطنت عدول حکمی سے ناراض ہو جاتی

[1] آیت قرآنی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا سے صاف ظاہر ہے کہ اس قسم کے قہری عذاب کے نازل ہونیسے پہلے خدا کیطرف سے کوئی رسول ضرور مبعوث ہوتا ہے جو خلقت کو آنیوالے عذاب سے ڈراتا ہے اور یہ عذاب اسکی تصدیق کیواسطے قہری نشانات ہوتے ہین اسوقت خدا کا ایک رسول تمہارے درمیان ہے جو مدت سے تمکو ان عذابونکے آنیکی خبر دے رہا ہے پس سوچو اور

* درحقیقت اس حادثہ مین اس عادۃ اللہ کی مثال ڈپٹی عبداللہ آتھم اور پنڈت لیکھرام ہین۔ عبداللہ آتھم نے پیشگوئی کو سنکر کوئی شوخی نہین دکھلائی تھی بلکہ رو رہا اسلیے خدا نے جو رحیم و کریم خدا ہے اسکی میعاد مین تاخیر ڈالدی جیسا کہ پہلے الہام مین اسکا وعدہ تھا مگر لیکھرام نے شوخی دکھلائی اور پیشگوئی کو سنکر بدزبانی مین بہت بڑھ گیا اور ہر مجلس مین گالیان دینا اپنا شیوہ اختیار کر لیا اسلیے غیور خدا نے اسکی اصل میعاد بھی پوری نہ ہونے دی اور ابھی پانچ برس ہی گذرے تھے جو اپنی سزا کو پہونچگیا اور وہی زبان کی چھری دوسرے

رنگ مین اسکو لگ گئی۔ منہ

www.aaiil.org

ہے اور ہولناک سزا دیتی ہے پھر خدا کا غضب کیسا ہوگا پس توبہ کرو کہ دن نزدیک ہین اور اس بارہین جو عربی مین مجھے وحی الہی ہوئی اس جگہ مین اس کو معہ ترجمہ لکھکر اس اشتہار کو ختم کرتا ہون اور وہ یہ ہے۔ بخور آنچہ ترا بخورانم +
لک درجۃ فی السماء وفی الذین ھم یبصرون + نزلت لک لک نری ایاتٍ وشھد مما یعھدون +
قل عندی شھادۃ من اللہ فھل انتم مومنون۔ کففت عن بنی اسرائیل + ان فرعون
وھامان وجنودھما کانوا خاطئین + انی مع الافواج اتیک بغتۃً + یعنی جو کچھ مین تجھے کھلاتا ہون وہ
کھا تیرا آسمان پر ایک درجہ ہے اور نیز ان مین درجہ ہے جو آنکھین رکھتے ہین اور دیکھتے ہین اور مین تیرے لیے زمین پر اترونگا
تا اپنے نشان دکھلاؤن ہم تیرے لیے زلزلہ کا نشان دکھلائینگے اور وہ عمارتین جن کو غافل انسان بناتے ہین یا آیندہ بنائینگے
گرادینگے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک زلزلہ نہین بلکہ کئی زلزلے ہونگے جو عمارتونکو وقتاً فوقتاً گرائینگے اور پھر فرمایا کہ مین تیری
جماعت کے لوگونکو جو مخلص ہین اور بیٹون کا حکم رکھتے ہین بچاؤنگا۔ اس وحی مین خدا تعالے نے مجھے اسرائیل قرار دیا اور مخلص لوگونکو
میرے بیٹے اس طرح پر وہ بنی اسرائیل ٹھہرے۔ اور پھر فرمایا کہ مین آخر کو ظاہر کرونگا کہ فرعون یعنی وہ لوگ جو فرعون کی خصلت
پر ہین اور ہامان یعنی وہ لوگ جو ہامان کی خصلت پر ہین اور انکے ساتھ کے لوگ جو ان کا لشکر ہین یہ سب خطا پر تھے۔ اور
پھر فرمایا کہ مین اپنی تمام فوجونکے ساتھ یعنی فرشتونکے ساتھ نشانونکے دکھلانیکے لیے ناگہانی طور پر تیرے پاس آؤنگا یعنی اسوقت
جب اکثر لوگ باور نہین کرینگے اور ٹھٹھے اور ہنسی مین مشغول ہونگے اور بالکل کام سے بیخبر ہونگے تب مین اس نشان کو ظاہر کرؤنگا
کہ جس سے زمین کانپ اٹھے گی تب وہ روز دنیا کیلیے ایک ماتم کا دن ہوگا۔ مبارک وہ جو ڈرین اور قبل اسکے جو خدا کے غضب کا
دن آوے توبہ سے اسکو راضی کرلین کیونکہ وہ حلیم اور کریم اور غفور اور تواب ہے جیسا کہ وہ شدید العقاب بھی ہے۔

یاد رہے کہ ان دونون زلزلونکا ذکر میری کتاب براہین احمدیہ مین بھی موجود ہے جو آج سے پچیس برس پہلے اکثر
ممالک مین شایع کی گئی تھی اگرچہ اسوقت اس خارق عادت بات کیطرف ذہن منتقل نہ ہوسکا لیکن اب ان پیشگوئیون پر
نظر ڈالنے سے بدیہی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ آیندہ آنیوالے زلزلونکی نسبت پیشگوئیان تھین جو اسوقت نظر سے مخفی رہ گئین
چنانچہ پہلی پیش گوئی ان مین سے براہین کے صفحہ ۵۱۶ مین موجود ہے جسکی عبارت یہ ہے۔ فبراہ اللہ مما قالوا وکان
عند اللہ وجیھا الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ فلما تجلی ربہٗ للجبل جعلہ دکا واللہ موھن
کید الکفرین یعنے خدا اپنے اس بندہ کو ان تہمتون اور بہتانونسے بری کریگا جو اسپر لگائے جائینگے وہ خود اپنے بندہ
کیلیے کافی ہے۔ پس جب خدا پہاڑ پر تجلی کریگا تو اسکو پارہ پارہ کردیگا اور جو کچھ مخالف لوگ ناحق کے الزامون مین مبتلا کرنا
چاہینگے ان کے سب مکر سست کردیگا اب چونکہ انہین دنون مین مخالف لوگ طرح طرح کی تہمتین لگانے مین حد سے بڑھ
گئے ہین اور اسی زمانہ مین خدا نے زلزلہ شدیدہ کی مجھے ایک برس پہلے خبر دی چنانچہ مطابق اسکے پہاڑ پر زلزلہ کی سخت
آفت آئی پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس جگہ پہاڑونکے پارہ پارہ کرنیسے مراد یہ زلزلہ تھا جسکی الحکم وغیرہ مین ایک برس

www.aaiil.org

پہلے خبر دیگئی - دوسری پیشگوئی براہین احمدیہ مین زلزلہ کے بارہین یہ ہے + مین اپنی چمکار دکھلاؤن گا - اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤن گا - دنیا مین ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملونسے اسکی سچائی ظاہر کردیگا - الفتنۃ ھٰھنا فاصبر کما صبر اولوا العزم فلما تجلّٰی ربّہٗ للجبل جعلہ دکًّا قوۃ الرّحمٰن لعبید اللّٰہ الصمد..... عربی کا ترجمہ یہ ہے - کہ خدا فرماتا ہے کہ ان دنون مین تیرے پر ایک فتنہ برپا کیا جائیگا - پس خدا تجھے بری کرنیکے لیے ایک نشان دکھائیگا اور وہ یہ کہ پہاڑ پر اسکی تجلی ہوگی اور وہ پہاڑ کو پارہ پارہ کردیگا یہ خدا کی قوت ہوگا تا وہ اپنے بندہ کیلیے نشان دکھاوے - دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۷ اور پھر رسالہ آئینہ مین جو مطبع ضیاء الاسلام قادیان مین چھپکر ۱۹۰۰ء مین شایع ہوا تھا یہی خبر نظم مین دیگئی تھی اور وہ شعر یہ ہین

کرو توبہ کہ تا ہو جائے رحمت + دکھاؤ جلد تر صدق و انابت + کھڑی ہے سر پہ ایسی ایک ساعت + کہ یاد آجائیگی جس سے قیامت

مجھے یہ بات مولے نے بتادی + فسبحٰن الذی اخزی الاعادی

اب سنو اے عزیزو! کہ آج مینے تبلیغ کا حق ادا کردیا[1] - اب چاہو ٹھٹھا کرو گالیان دو تہمتین لگاؤ اور مفتری نام رکھو اور چاہو تو قبول کرو مینے قبل از وقت بتادیا اے بدقسمتو! تم آنیوالے عذاب سے بھاگ نہین سکتے خدا برحق ہے اور اسکے وعدے برحق والسلام علےٰ من اتبع الھدےٰ - (راقم خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی) ۲۱ - اپریل ۱۹۰۵ء

زلزلہ کی خبر بار سوم

آج ۲۹ - اپریل ۱۹۰۵ء کو پھر خدا تعالےٰ نے مجھے دوسری مرتبہ کے زلزلہ شدیدہ کی نسبت اطلاع دی ہے - سو مین محض ہمدردی مخلوق کیلیے عام طور پر تمام دنیا کو اطلاع دیتا ہون کہ یہ بات آسمان پر قرار پاچکی ہے کہ ایک شدید آفت سخت تباہی ڈالنے والی دنیا پر آویگی جس کا نام خدا تعالےٰ نے بار بار زلزلہ رکھا ہے - مین نہین جانتا کہ وہ قریب ہے یا کچھ دنونکے بعد خدا تعالےٰ اسکو ظاہر فرماویگا مگر بار بار خبر دینے سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ بہت دور نہین ہے - یہ خدا تعالیٰ کی خبر اور اسکی خاص وحی ہے جو عالم الاسرار ہے - اسکے مقابل پر جو لوگ یہ شایع کر رہے ہین کہ کوئی سخت زلزلہ آنیوالا نہین ہے وہ اگر منجم ہین یا کسی اور علمی طریق سے اٹکلین دوڑاتے ہین وہ جھوٹے ہین اور لوگونکو دھوکہ دیتے ہین - درحقیقت یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ وہ زلزلہ اس

[1] پہلے اکثر مسلمان جو اپنی غلط فہمی سے حضرت عیسےٰ کو آسمان سے اتار رہے تھے وہ بات صحیح نہ تھی - بلکہ خدا تعالےٰ کیطرف سے مسیح ہوکر آنیوالا یہی راقم تھا - لیکن ان لوگونکا کچھ قصور نہین کیونکہ قبل از وقوع کسی پیشگوئی کے معنے کرنے مین عوام تو ایکطرف بعض اوقات انبیاء بھی اجتہادی غلطی کر بیٹھتے ہین گو بعد اسکے پیشگوئی کے وقوع کے وقت معنے کھلجاتے ہین +

www.aaiil.org

ملک پر آنیوالا ہے جو پہلے کسی آنکھ نے نہین دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل مین گذرا۔ بجز توبہ اور دل کے پاک کرنیکے کوئی اسکا علاج نہین۔ کوئی ہے جو ہماری اس بات پر ایمان لائے؟ اور کوئی ہے جو اس آواز کو دل لگا کر سنے؟ یہ بھی ملک کی بدقسمتی ہے جو خدا کے کلام کو ٹھٹھے اور ہنسی سے دیکھتے ہین اور انکے دل ڈرتے نہین خدا فرماتا ہے کہ مین چھپ کر آؤنگا۔ مین اپنی فوجونکے ساتھ اُسوقت آؤنگا کہ یہ گمان بھی نہ ہوگا کہ ایسا حادثہ ہونیوالا ہے۔ غالباً وہ صبح کا وقت ہوگا یا کچھ حصّہ رات مین سے یا ایسا وقت ہوگا جو اس سے قریب ہے۔ پس اے عزیزو! تم جو خدا تعالےٰ کی وحی پر ایمان لاتے ہو ہشیار ہو جاؤ اور اپنی توبہ کے جامہ کو خوب پاک اور صاف کرو کہ خدا تعالےٰ کا غضب آسمان پر بھڑکا ہے وہ چاہتا ہے کہ دنیا کو اپنا چہرہ دکھائے بجز توبہ کے کوئی پناہ نہین۔ ہلاک ہوگئے وہ لوگ جنکا کام ٹھٹھا اور ہنسی ہے جو گناہ اور معصیت سے باز نہین آتے اور انکی مجلسین ناپاکی اور غفلت سے بھری ہوئی ہین اور انکی زبانین مردار سے بدتر ہین وہ بار بار کی شوخیون سے خدا تعالےٰ کے غضب کو بھڑکاتے ہین۔ وہ دلونکے اندھے ہین۔ اور خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ اس روز مین ان پر رحم کرونگا جنکے دل مجھ سے ترسان اور ہراسان ہین جو نہ بدی کرتے ہین اور نہ بدی کی مجلسون مین بیٹھتے ہین اور خدا نے یہ بھی فرمایا کہ اس روز تیرے لیے فتح نمایان ظاہر ہوگی۔ کیونکہ خدا اس روز وہ سب کچھ دکھلائیگا جو قبل از وقت دنیا کو سنایا گیا۔ خوش قسمت وہ جو اب بھی سمجھ جائے۔ یاد رہے کہ خدا کا غیب نہایت عمیق در عمیق ہوتا ہے۔ بجز ان خدا کے مرسلونکے جو جناب الٰہی مین برگزیدہ ہوتے ہین اور کسی پر نہین کھلتا اور کسیکو اس خالص غیب سے اطلاع نہین دیجاتی۔ پس مجھے خدا تعالےٰ نے اطلاع دی ہے تا وہ جو خدا تعالےٰ کو شناخت نہین کرتے اور نہ مجھکو۔ انکو پتہ لگجائے۔ مین محض ہمدردی کی راہ سے یہ بھی کہتا ہون کہ اگر لوگ بڑے بڑے مکانونسے جو دو منزلے سہ منزلے ہین اجتناب کرین تو اس مین رعایت ظاہر ہے۔ آیندہ انکا اختیار۔ والسلام۔ المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی۔ ۲۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء بروز شنبہ۔

ضروری گذارش لایق توجہ گورنمنٹ +

یہ عجیب زمانہ ہے کہ ہمدردی کی بھی ناشکری کیجاتی ہے بعض اخبارون والے خاصکر پیسہ اخبار لاہور اس بات سے

+ ہماری جماعت کے ہر ایک ذی مقدرت لوگ جو شناخت اطلاع مین رہتے ہین واجب ہوگا کہ عوام کی غلطیان دور کرنیکے لیے اور شریر لوگونکے دھوکے کے ازالہ کیلئے جو حق میرے اشتہارات کے لئے معنے کرکے سادہ لوگونکو تشویش مین ڈالتے ہین اور گورنمنٹ کو بھی عمداً دھوکا دیتے ہین کسی قدر اپنے طاہر پر بھی آشتہا لفظ بلفظ چھاپ کر اپنے گردو نواح مین اور دور دور نزدیک مین شائع کردین تا مستحق ثواب ہون اور لوگونکی غلط فہمی دور ہو جائے منہ

بہت ناراض ہوئے ہین کہ مین نے دوسرے زلزلہ کی خبر کیون شایع کی ہے حالانکہ انکو خوب معلوم ہے کہ جو کچھ مین نے شایع کیا وہ بدنیتی سے نہین ہے اور کسیکو آزار دینا اور تشویش مین ڈالنا میرا مقصد ہے مین نے پہلے اس سے سنہ ۱۹ء مین ایک زلزلہ شدیدہ کی خبر شایع کی تھی جس کا یہ مضمون تھا کہ ایک زلزلہ سخت آنیوالا ہے جو ہولناک ہوگا اور پھر مین نے اُسی زلزلہ کے بارہ مین مئی سنہ ۱۹ء مین بذریعہ اخبار شایع کیا کہ وہ زلزلہ آنیوالا ایسا ہوگا کہ جس سے ایک حصہ ملک کا تباہ ہو جائیگا اور بڑی بڑی عمارتین گرینگی اور جو عارضی طور پر فرود گاہین ہین وہ بھی گرینگی اور جو مستقل سکونت کی عمارتین ہین وہ بھی نابود ہو جائین گی اور اس زمانہ سے پچیس برس پہلے بھی مین نے اپنی کتاب براہین احمدیہ مین اسی زلزلہ کی خبر دی تھی اور لکھا تھا کہ اس سے پہاڑ پھٹ جائین گے اور بڑی آفت پیدا ہوگی اور جب وہ پیشگوئی ۴ اپریل سنہ ۱۹ء کو پوری ہوگئی اور بندگان خدا کا وہ نقصان ہوا جس کی تحریر کرنیکی حاجت نہین سمجھے اس حادثہ سے اسقدر صدمہ پہنچا کہ جسکے بیان کرنیکے لیے الفاظ نہین اور مین خیال کرتا ہون کہ بہت کم ایسے لوگ ہونگے جنکو میری مانند ملک کی اس تباہی کا صدمہ پہنچا ہو کیونکہ اس زلزلہ کے بعد مجھے بار بار یہ خیال آیا کہ مینے بڑا گناہ کیا کہ جیسا کہ حق شایع کرنیکا تھا اس پیش گوئیکو شائع نہ کیا کیونکہ وہ پیشگوئی صرف اردو کے دو اخبار اور دو رسالون مین شائع ہوئی تھی اور یہ بھی فروگذاشت ہوئی ہے کہ عربی پیش گوئی کا ترجمہ بھی نہین ہوا تھا اور یہ بھی بڑی غلطی ہوئی کہ انگریزی اخبارون مین اس کو شائع نہین کیا گیا تھا اگرچہ مین اس وقت جانتا تھا کہ میرا لکھنا دونکو ایک واجبی احتیاط کی طرف مصروف نہین کریگا کیونکہ قوم میری باتون کو بدظنی سے دیکھتی ہے اور ہر ایک بھلائی کی بات جو مین پیش کرتا ہون بجز گالیان سننے کے مین اس کا کوئی صلہ نہین پاتا تاہم میرے دل کو اس غم نے سخت گھیرا کہ جو خبر مجھے پہلے سے بہت صفائی سے خدائے علیم و حکیم کیطرف سے ملی تھی مین نے اسکی پورے طور پر اشاعت نہ کی اور اگر مین پورے طور پر اشاعت کرتا اور بار بار متنبہ کرتا تو ممکن تھا کہ اس پر کاربند ہو کر بعض جانین بچ جاتین چنانچہ جس قدر میری جماعت مین سے دھرم سالہ اور کانگڑہ اور کلو وغیرہ مین لوگ رہتے تھے یا ملازم تھے ایک بھی ان مین سے ضائع نہین ہوا اسکی وجہ یہی ہوگی کہ وہ زلزلہ کی خبر کو پہلے سے یاد رکھتے ہونگے اور حتی الوسع اپنی باطنی اصلاح بھی کی ہوگی۔ مین اسی غم اور پریشانی مین تھا کہ یکدفعہ پھر مجھے خدا تعالیٰ کیطرف سے خبر ملی کہ ایک زلزلہ اَور آنیوالا ہے جو قیامت کا نمونہ ہوگا اس خبر کو سنتے ہی میرے بدن پر لرزہ پڑ گیا اور میرے دل کی وہ حالت ہوئی جسکو میرا خدا جانتا ہے۔ اور جیسا کہ مین لکھ چکا ہون مین پہلے سے بہت شرمندہ تھا کہ مین نے زلزلہ کی پہلی خبر کو کماحقہ کیون شائع نہ کیا اور کیون بنی نوع کی پوری ہمدردی نہ کی۔ اب دوسرے زلزلہ کی خبر پاکر میرا دل اس بات کیلیے بے اختیار ہوگیا کہ پہلی فروگذاشت کا اب تدارک کرون اسی غرض سے مین نے تین اشتہار شائع کیے تا لوگون کو متنبہ[1] کرون کہ حتی المقدور اپنے اعمال کی اصلاح کرین اور جہانتک ممکن ہو ایسی عمارتون سے

[1] اس کے واسطے کوئی تاریخ معین نہین ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے کوئی خاص تاریخ میرے پر ظاہر نہین فرمائی۔ بعض لوگون کو غلطی لگی ہے کہ ہم نے ۱۴ سے ۱۴ مئی مقرر کی تھی۔ مگر یہ بالکل جھوٹ ہے ہمنے کوئی تاریخ نہین لکھی ایسی پیشگوئیون مین عموماً یہی سنت اللہ ہے چنانچہ انجیل مین بھی

www.aaiil.org

بچین جو دو منزل سہ منزل ہین اور ابکی دفعہ مینے پہلی فروگذاشت کو پورا کرنیکے لیے کئی ہزار اشتہار شایع کیے اور اخبارونمین بھی یہی مضمون شایع کرایا اور پایونیر وغیرہ انگریزی اخبارونمین بھی شایع کرادیا بلکہ اس اطلاع کیلیے ایک چٹھی بخدمت جناب لفٹنٹ گورنر بہادر اور ایک چٹھی جناب نواب لارڈ کرزن وایسرائے بالقابہ بخدمت مین بھیجی گئی اور ابھی مین اس بات کیطرف متوجہ ہون کہ یا تو خدا تعالی اپنے فضل وکرم سے اس گھڑی کو ٹالدے اور مجھے اطلاعدے اور یا پورے طور پر بتقید تاریخ اور روز اور وقت اس آنیوالے حادثہ سے مطلع فرماوے کیونکہ وہ ہر ایک بات پر قادر ہے۔ اب ناظرین سمجھ سکتے ہین کہ کسی بدنیتی یا دلازاری یا ستانے کیلیے مینے یہ کام نہین کیا اور جس آنیوالے زلزلہ سے مینے دوسرونکو ڈرایا اُن سے پہلے مین آپ ڈرا اور ابتک قریبًا ایکماہ سے میرے خیمے باغ مین لگے ہوئے ہین مین واپس قادیان مین نہین گیا کیونکہ مجھے معلوم نہین کہ وہ وقت کب آنیوالا ہے مینے اپنے مریدونکو بھی اپنے اشتہارات مین بار بار یہی نصیحت کی کہ جسکی مقدرت ہو اسے ضروری ہے کہ کچھ مدت خیمونمین باہر جنگل مین رہے اور جو لوگ بے مقدرت ہین وہ دعا کرتے رہین کہ خدا اس بلا سے ہمین بچاوے پس میری نیک نیتی پر اس سے زیادہ کون گواہ ہوسکتا ہے کہ اسی خیال سے مین مع اہل وعیال اور اپنی تمام جماعت کے جنگل مین پڑا ہون اور جنگل کی گرمی کو برداشت کر رہا ہون حالانکہ قادیان طاعون سے بالکل پاک صاف ہے مگر جس بات سے خدا نے ڈرایا اس سے ڈرنا لازم ہے اور جس ضرر کا یقین ہے اس سے بنی نوع کو ڈرانا بھی شرائط ہمدردی مین داخل ہے اگر مین دیکھون کہ کسی گھر کے کسی حصہ کو آگ لگنے کو ہے اور گھر کے لوگ خواب مین ہین ان کو کچھ خبر نہین اور مین ان کو اطلاع نہ دون کہ وہ تشویش مین پڑینگے تو مین ایک سخت گناہ کا مرتکب ہونگا۔ یہ بھی یاد رہے کہ کسی کمزور بنا پر یہ پیشگوئی نہین کیگئی ہے بلکہ اگر حکام کیطرف سے بھی میرے اس دعوے کی پڑتال ہو تو کم سے کم ہزار پیشگوئی ایسی ثابت ہوگی جو وہ سچی نکلی پس جبکہ مین صدہا پیشگوئیون کی سچائی کے تجربہ سے اسبات کے باور کرنیکے لیے ایک بھاری ثبوت اپنے پاس رکھتا ہون کہ جو کچھ خدا نے مجھے فرمایا ہے سچ ہے تو پھر اس سے لوگونکو متنبہ نہ کرنا ایک ظلم تھا کیونکہ یہ ایک زلزلہ کی پیش گوئی قطعی نہین بلکہ شرطی ہے ہر ایک شخص جو نیک چلنی اختیار کریگا وہ بچایا جائیگا پس ایسے شخص کو کیا غم ہے جو اپنے چال چلن کی درستی رکھتا ہے ہان وہ بدمعاش لوگ جو اپنا پیشہ بدکاری حرامخواری خونریزی وغیرہ رکھتے ہین البتہ ایسے اشتہارون سے وہ تشویش مین پڑینگے سو انکی تشویش کی خدا کو پروا ہے اور نہ گورنمنٹ کو اگر انکو خوش کھنا مقصود ہوتا تو انسانی گورنمنٹین ان کے لیئے جیلخانے کیون تیار کرتین +

+ صرف یہ لکھا ہے کہ زلزلے آوینگے مگر تاریخ مقرر نہین ہے مجھے ابتک قطعی طور پر یہ بھی معلوم نہین کہ اس زلزلہ سے درحقیقت ظاہری زلزلہ مراد ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے جو زلزلہ کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہو بہرحال اس سے خوف کرنا لازم اور احتیاط رکھنا ضروری سمجھکر مین ابتک خیمونمین باہر جنگل مین گذارہ کرتا ہون اور خیمونکے خریدنے اور عمارتونکے بنانے مین ایکہزار روپیہ کے قریب ہمارا خرچ بھی ہوچکا ہے اور اسقدر حرج کون اٹھا سکتا ہے بجز اسکے کہ جو سچے دل سے ایک آنیوالے حادثہ پر یقین رکھتا ہے مجھے بعد مین زلزلہ کی نسبت یہ بھی الہام ہوا تھا "پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی" مجھے اسپر غور کرنیسے اجتہادی طور پر خیال گذرتا ہے کہ ظاہر الفاظ وحی الہی کے یہ چاہتے ہین کہ یہ پیشگوئی بہار کے ایام مین پوری ہوگی۔ شاید ان تحریکات کے لیئے بہار کے ایام کو کچھ خصوصیت ہو اور ممکن ہے کہ اس وحی کے اور معنی ہون اور بہار سے مراد کچھ اور ہو منہ

میری سمجھ مین نہین آتا کہ کس قسم کی بدظنی ہے جو مخالف لوگ مجھ پر کرتے ہین وہ کہتے ہین کہ ہمین اپنے اشتہارون سے تشویش مین ڈالدیا ہے مین نہین سمجھ سکتا کہ یہ کیسی تشویش ہے مین منجم ہونیکا دعوے نہین کرتا نہ مجھے علم جیالوجی کی مہارت کا کوئی دعوے ہے صرف یہ دعوے ہے کہ مین خدا تعالی کی طرف سے وحی پاتا ہون مگر اس دعوے کے یہ لوگ سخت منکر ہین اور اسی بنا پر مجھے کافر اور دجال کہتے ہین اور اسی بنا پر یہ لوگ میری تکذیب کر رہے ہین ان لوگون نے ہزارہا اشتہار میری نسبت شائع کیے ہین کہ اس دعوی مین یہ شخص جھوٹا ہے بلکہ اس قدر لعنتون اور گالیون سے بھرے ہوئے میری نسبت دنیا مین اشتہار شایع کر چکے ہین جنسے کم سے کم دس کوٹھے بھر سکتے ہین تو پھر کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ میری ایسی پیشگوئیون سے وہ ڈرتے ہون جو شخص انکے نزدیک جھوٹا ہے اس سے ڈرنے کے کیا معنے + اگر مجھے بندگان خدا کی سچی ہمدردی مجبور نہ کرتی تو مین ایک ورق بھی شایع نہ کرتا مگر پہلی پیشگوئی کا بڑے زبردست طور سے پورا ہونا اور ہزارہا جانون کا نقصان ہونا مجھے کھینچکر اسطرف لایا کہ مین

+ (نوٹ) اس جگہ نمونہ کے طور پر مخالفین مین سے ایک کا اشتہار نقل کیا جاتا ہے جس سے ظاہر ہوگا کہ ہماری پیشگوئیون کی جب اس طرح تکذیب کیجاتی ہے تو پھر یہ پیشگوئیان کیسکے واسطے تشویش کا موجب نہین ہین اور نہ لوگ اس سے ڈرتے ہین۔ بلکہ اسپر مضحکے اڑاتے ہین۔ چنانچہ ایک تازہ اشتہار کی کچھ عبارت ہم اسجگہ بطور نمونہ کے نقل کرکے دکھلاتے ہین کہ ایسے مخالفین پر ہماری پیشگوئیون کا کیسا اثر پڑ سکتا ہے اور وہ عبارت یہ ہے

مین آج ۶ مئی ۱۹۰۵ء کو اس امر کا بڑے زور اور دعوے سے اعلان کرتا ہون اور تمام لوگونکو اسبات کا یقین دلاتا ہون اور خوفناک اور نہ بجھے ہوئے دلونکو اطمینان اور تسلی دیتا ہون کہ قادیانی نے ۵-۸-۲۱-اور ۲۹-اپریل ۱۹۰۵ء کے اشتہارون اور اخبارون مین جو لکھا ہے کہ ایک ایسا سخت زلزلہ آئیگا جو ایسا شدید اور خوفناک ہوگا کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا۔ کرشن قادیانی زلزلہ کے آمد کی تاریخ یا وقت نہین بتاتا۔ مگر اس امر پر بہت زور دیتا ہے کہ زلزلہ ضرور آئیگا اسلیئے مین ان بھولے بھالے سادہ لوح آدمیونکو جو قادیانی کی صرف لفاظیون اور اخباری رنگ آمیزیونسے خوفناک ہو رہے ہین۔ بڑے زور سے اطمینان اور تسلی دیتا ہوا خوشخبری سناتا ہون کہ خدا کے فضل و کرم سے شہر لاہور وغیرہ مین یہ قادیانی زلزلہ ہرگز نہین آئیگا! نہین آئیگا!! اور نہین آئیگا!!!۔ اور آپ ہر طرح اطمینان اور تسلی رکھین۔ مجھے یہ خوشخبری حقیقی نورالہی اور کشف کے ذریعہ سے دیگئی ہے جو انشاء اللہ بالکل ٹھیک ہوگی۔ مین کمر رسہ کر رکھتا ہون اور اس نورالہی سے جو مجھے بذریعہ کشف دکھلایا گیا ہے مستفیض ہوکر اور اسکے اعلان کی اجازت پاکر ڈنکے کی چوٹ کہتا ہون کہ قادیانی ہمیشہ کی طرح اس زلزلہ کی پیشین گوئی مین بھی ذلیل اور رسوا ہوگا اور خداوند تعالے حضرت خاتم المرسلین شفیع المذنبین کی طفیل سے اپنی گنہگار مخلوق کو اپنے دامن عاطفت مین رکھکر اس نارسیدہ آفت سے بچائیگا۔ اور کسی فرد بشر کا بال تک بیکا نہ ہوگا +

ملا محمد بخش حنفی سکرٹری انجمن حامی اسلام لاہور

+ اسی پیشگوئی کے متعلق جو زلزلہ ثانیہ کی نسبت شایع ہو چکی ہے آج ۲۲-مئی ۱۹۰۵ء کو بوقت ۵ بجے صبح خدا تعالی کیطرف سے یہ وحی ہوئی۔ صدقنا الرؤیا انا کذلک نجزی المتصدقین یعنی زلزلہ کی نسبت تیرے دیکھے ہوئے کو ہمنے سچا کرکے دکھلایا۔ اور اسی طرح ہم صدقہ دینے والونکو جزا دیتے ہین۔ منہ

www.aaiil.org

دوسری پیش گوئی کے شایع کرنے مین کوتاہی نہ کرون اور کماحقہ شایع کردون بعض نے میری نسبت خط لکھے کہ تو جھوٹا ہے ہم چاہتے ہین کہ تجھے قتل کردین لیکن اگر میرے اشتہارون سے کچھ لوگ احتیاط پر کاربند ہوجائین اور اپنی کچھ اندرونی اصلاح کرلین اور انکی جانین بچ جائین تو میری جان کیا چیز ہے کیا مجھے کبھی مزا نہین یا اپنی جان سے ایسی محبت رکھتا ہون کہ بنی نوع کی ہمدردی بھی چھوڑ دون اور بعض نادان کہتے ہین کہ یہ اشتہار اس غرض سے لکھے گئے ہین کہ تا لوگ ڈر کر انکی بیعت قبول کرلین مگر اس حق پوشی کا مین کیا جواب دون مین بار بار انہین اشتہارات مین لکھ چکا ہون کہ اصلاح نفس اور توبہ سے اس جگہ میری یہ مراد نہین ہے کہ کوئی ہندو یا عیسائی مسلمان ہوجائے یا میری بیعت اختیار کرے بلکہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر کسی کا مذہب غلطی پر ہے تو اس غلطی کی سزا کے لیے یہ دنیا عدالت گاہ نہین ہے اسکے لیے عالم آخرۃ مقرر ہے اور جسقدر قومون کو پہلے اس سے سزا ہوئی ہے مثلاً آسمان سے پتھر برسے یا طوفان سے غرق کیئے گئے یا زلزلہ نے انکو فنا کیا اس کا یہ باعث نہین تھا کہ وہ بت پرست تھے یا آتش پرست یا کسی اور مخلوق کے پرستار تھے اگر وہ سادگی اور شرافت سے اپنی غلطیون پر قایم ہوتے تو کوئی عذاب انپر نازل نہ ہوتا لیکن انہون نے ایسا نہ کیا۔ بلکہ خدا تعالے کی آنکھ کے سامنے سخت گناہ کیئے اور نہایت درجہ شوخیان دکھلائین اور انکی بدکاریون سے زمین ناپاک ہوگئی اس لیے اسی دنیا مین ان پر عذاب نازل ہوا خدا کریم و رحیم ہے اور غضب مین دھیما ہے اگر اس زمانہ کے لوگ اُس سے ڈرین اور بدکاریون اور ظلمتون اور طرح طرح کے بُرے کامون پر ایسی جرأت نہ کرین کہ گویا خدا نہین ہے تو پھر انپر کوئی عذاب نازل نہین ہوگا جیسا کہ وہ فرماتا ہے مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۵/۱۸ یعنے خدا تمہین عذاب دیکر کیا کریگا اگر تم شکرگذار بنجاؤ اور خدا پر ایمان لاؤ اور اسکی عظمت اور سزا کے دن سے ڈرو ایسا ہی اسکے مقابل پر فرماتا ہے قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۲۵/۷۸ یعنی انکو کہدے کہ اگر تم نیک چلن انسان نہ بن جاؤ اور اس کی یاد مین مشغول نہ رہو تو میرا خدا تمہاری زندگی کی پرواکیا رکھتا ہے اور سچ ہے کہ جب انسان غافلانہ زندگی بسر کرے اور اسکے دل پر خدا کی عظمت کا کوئی رعب نہ ہو اور بیقیدی اور دلیری کے ساتھ اسکے تمام اعمال ہون تو ایسے انسان سے ایک بکری بہتر ہے جسکا دودھ پیا جاتا ہے اور گوشت کھایا جاتا ہے اور کھال بھی بہت سے کام مومنین آجاتی ہے اور مین جانتا ہون کہ جسقدر مینے لکھا ہے وہ ان لوگونکے لیے بس ہے جنکے دل ٹیڑھے نہین ہین اور جو جانتے ہین کہ خدا ہے۔ والسلام علی من اتبع الھدے +

المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی

مہذب ممالک کی عورتین

مسٹر مانٹنے پرچہ سکس مین نیویارک کی عورتون کے جو امریکہ کی تہذیب کا مرکز ہے ایسے حالات لکھے ہین جو اس ملک مین بھی دلچسپی سے پڑھے جاوین گے اسی شخص نے پہلے ایک مضمون فضول خرچی کے متعلق لکھا تھا جس مین

www.aaiil.org

اس نے یہ لکھا تھا کہ نیویارک کی عورتین ایک سمور کے کوٹ پر اٹھارا ن ہزار روپئے کے قریب خرچ کردیتی ہین اس پر بعض اخبارون نے نکتہ چینی کی اور اس امر کی صحت سے انکار کیا اسلیے مسٹر ہافٹنے دوبارہ پوری تحقیق کے بعد پھر یہ مضمون لکھا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "نیویارک کے ایک مشہور سمور فروش کی دکان پر ایک درمیانہ حیثیت کے کوٹ کی جو ہلکے چمڑے سے تیار ہوا ہوا تھا تیس ہزار روپیہ قیمت بیان کیگئی۔ جب یہ پوچھا گیا کہ اس قسم کے عمدہ کوٹ پر کسقدر خرچ آتا ہے تو سمور فروش نے جوابدیا کہ عمدہ کوٹ کے تیار کرانے پر تیس روپے فی مربع انچ خرچ آتا ہے اس حساب سے اگر کوٹ ۳۰ انچ لمبا ہو تو اسکی قیمت ننانوے ہزار روپیہ ہوگی اور اگر ٹخنون تک لمبا کوٹ تیار کرایا جاوے تو اس کی لاگت ایک لاکھ بتیس ہزار روپیہ ہوگی۔ امیر عورتون کا کم سے کم سالانہ خرچ صرف لباس کا ایک لاکھ پندرہ ہزار آٹھ سو روپے ہوتا ہے ان واقعات کو مدنظر رکھ کر مسٹر ہافٹ اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ نیویارک مین چھ ہزار عورتین ہر سال باران کروڑ سے زیادہ روپیہ لباس پر اڑادیتی ہین اور اسکے بعد وہ لکھتا ہے "اور یہ صرف ایک شہر کا قصہ ہے اور دوسرے بڑے بڑے شہرون مثلاً بوسٹن۔ شکاگو۔ فلاڈلفیا اور باقی ملک کے اخراجات علاوہ ہین۔ امریکہ مین یقیناً دس ہزار عورتین ایسی موجود ہین جو اپنے خرچ لباس کو درمیانہ درجہ پر لے آنیسے یعنی صرف نو ہزار روپیہ سالانہ لباس پر خرچ کرکے غربا کیلیے نو کروڑ روپیہ ہر سال بچا سکتی ہین۔ اور نو ہزار روپیہ لباس کیلیے کچھ تھوڑا خرچ نہین ہے"۔ بالمقابل اسکے عام لوگون کی یہ حالت ہے کہ سات یا آٹھ گھر کے آدمیونکے لباس کا خرچ بمشکل ایکسو پچاس روپے تک پہنچتا ہے۔

اس فضولخرچی کو بیان کرنیکے بعد راقم مضمون ان لباسونکے پہننے کی اصل غرض کیطرف توجہ کرتا ہے اسکی رائے مین اسکی غرض خاوندون کو خوش کرنا نہین بلکہ اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ تا جو لوگ ان فاخرہ لباسونکو دیکھین وہ ان کے پہننے والونکی تعریف کرین۔ وہ کہتا ہے کہ "ایک دفعہ مجھے نیویارک کی ایک سرائے مین ٹھہرنیکا اتفاق ہوا۔ اور کھانا کھانیکے وقت میرے پاس ہی اتفاقاً دو میان بیوی تھے جو عموماً الگ بیٹھتے تھے مینے غور کیا کہ ہر شام کو بیوی نیا لباس پہن کر آتی تھی۔ ایک ہفتہ کے بعد مینے یہ دیکھنا شروع کیا کہ آیا پہلے پہنے ہوئے لباسونکو ہی پھر دوبارہ پہن پہنکر آتی ہے یا نہین۔ مگر چھ ہفتہ تک یعنی جبتک مین اس سرائے مین ٹھہرا رہا مینے دیکھا کہ ہر روز وہ عورت نیا لباس جو پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہوتا پہن کر آتی۔ اور مین حیران ہی رہا کہ ایک معمولی سے خاوند کے ساتھ ان نہایت قیمتی اور نو بنو لباسونکو پہن کر آنیکے کیا معنے ہین"۔ درحقیقت جیسا کہ اس پرچہ مین لکھا گیا ہے بیزار کردینے والی دکھاوٹ اور نمایش تہذیب یافتہ ممالک مین دن بدن ترقی پر ہے اور اسکی وجہ صرف یہی ہے کہ عورت کو اس دایرے سے باہر نکالدیا گیا ہے۔ جو قدرت نے اسکے لیے تجویز کیا ہے۔

امریکہ مین جو تہذیب مین اول نمبر پر ہے عورتونکی حالت دن بدن ایسی بگڑ رہی ہے کہ انگلستان مین بھی ان عورتون کو اخلاقی وبا کے نام سے پکارا جاتا ہے چنانچہ ایک عورت لیوکس میلٹ نے انہین خیالات کا اظہار اخبار فارٹنائٹلی ریویو

www.aaiil.org

کی تازہ اشاعت مین کیا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ "ان عورتونکی بڑی سے بڑی آرزو صرف دنیا تک ہی محدود ہے۔ وہ باوجود ذرائع کے نہ ہونے یا کم ہونیکے اپنے سے اچھون کے لباس اور کھیلونمین نقل کرتی ہین۔ نکاح کو ایک ایسا دروازہ سمجھتی ہین جس مین داخل ہوکر ناجایز تعلقات کے پیدا کرنیکی آسان راہ کھل جاتی ہے۔ عورتون کی مجلسون مین شریک ہوکر اپنے اوقات ضایع کرتی ہین جس سے انتظام خانہ داری اور تربیت اطفال مین وہی نقص پیدا ہوتا ہے جو ان عورتون کی حالت مین ہوتا ہے جو شراب خانون مین اپنا وقت بسر کرتی ہین۔ سب سے بڑا دھوکہ جس مین وہ مبتلا ہین یہ ہے کہ وہ ظاہر شکل اور نمود کی پرستش کرتی ہین جس کا نتیجہ یہ ہے کہ انکے جوشون اور عشقون سے لیکر انکے اندر کے لباسون تک کسی بات مین کھرا پن اور اصلی ہونا نہین پایا جاتا۔ انکی بڑی خواہش یہی ہوتی ہے کہ سوسائیٹی مین ہر شخص انکو جانتا ہو اور انکی شہرت عام ہو اور پھرنے پھرانے مین سارا دن گذر جائے وہ چاہتی ہین کہ لوگ انکی طرف توجہ کرین اور انکی نسبت باتین کرین مگر یہ باتین بہت اخراجات کو چاہتی ہین خصوصًا اس حالت مین جبکہ ایک شخص مین ذاتی خوبی کوئی نہین کوئی ایسا ضرور ہونا چاہیے جو انکے ان وسیع اخراجات کے بلون کو ادا کرے اور یہ بہانہ کرنا محض حماقت ہے کہ ان اخراجات کی برداشت ہمیشہ خاوند ہی کرتا ہے۔ یہ سخت باتین ہین (اور مہذب سوسائیٹی مین سخت قابل افسوس باتین) مگر افسوس ہے کہ انکی بنا واقعات پر ہے۔ ان عورتونمین سخت اصلاح کی ضرورت ہے اور مین چاہتی ہون کہ پریزیڈنٹ روسیولٹ کی تقریر کو نہ صرف پڑھا ہی جاوے بلکہ اسپر عمل بھی کیا جاوے"۔ یہ اشارہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے پریزیڈنٹ کی اس تقریر کیطرف ہے جو اس نے حال مین ہی کی تھی اور جس مین اس نے خلوص دل سے عورتونکو نصیحت کی تھی کہ وہ فضولیون کو چھوڑکر اپنے اصلی فرایض کی طرف توجہ کرین یعنی بچونکی پرورش اور انتظام خانہ داری کی طرف) "اور مین نہایت سنجیدگی سے کہتی ہون کہ اور تمام عیبون کو چھوڑکر ظاہر پرستی اور نمود کا عیب ہی ایک بڑا عیب ہے اور اسکی جوابدہ خود عورتین ہی ہین کیا انہون نے تمام ضروریات کو صرف دو پیسہ ہی محدود نہین کردیا یعنی روپے کا حاصل کرنا اور تماش بینی اور کھیل تماشون مین وقت ضایع کرنا"۔ ہمارے لیے بڑی خوشی کا مقام ہے کہ اب تہذیب یافتہ اقوام اپنے نقصونکو آپ دیکھنے لگی ہین

ریویو:- تفسیر القرآن (اردو) جسکو شیخ یعقوب علی صاحب نے مرتب کیا ہے سورہ بقرۃ کے اخیر تک تیار ہوچکی ہے۔ ماخذ اس تفسیر کا حضرت مولوی نورالدین صاحب کے نوٹ ہین جو یا تو انکے درس قرآن سے لیے گئے ہین اور یا پرانی یادداشتونسے شیخ صاحب نے ان نوٹونکو ترتیب اور وسعت دینے مین بے نظیر محنت کا ثبوت دیا ہے۔ خدا تعالے انکی اس محنت مین برکت دے اور اسکو بہتونکی ہدایت کا موجب کرے۔ میرے نزدیک اس زمانہ مین ایسی تفسیر کی سخت ضرورت تھی جسمین مباحثات کا وہ نیا پیرایہ اختیار کیا جاوے جسکی ضرورت کا زمانہ مقتضی ہے اور قصون

www.aaiil.org

رؤیا والہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

یکم مئی۔ ایک اشتہار دیکھا جس کے اوپر لکھا ہوا ہے "المبارک" پھر الہام ہوا برکۃ زایدۃ علے ھذا الرجل۔
۳۔ مئی۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ ۳ مئی۔ کسی نے ایک لکھا ہوا کاغذ دکھایا جسپر لکھا ہوا ہے۔
"آہ نادر شاہ کہان گیا"۔ ۹۔ مئی۔ ویستنبئونک احق ھو قل ای وربی انہ لحق + ۹ مئی۔ "پھر بہار آئی
خدا کی بات پھر پوری ہوئی"۔ ۱۰ مئی۔ کیا عذاب کا معاملہ درست ہے۔ اور اگر درست ہے تو کس حد تک + ۱۳ مئی۔ رؤیا ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ گویا میرا ایک مقدمہ ہے جس حاکم کے سامنے ہے وہ قایم علی (ایک پرانا ای اے سی) معلوم ہوتا ہے اور اسکے
سرشتہ دار میرے بھائی میرزا غلام قادر مرحوم ہین۔ ہم تینون قریب قریب ہی زمین پر بیٹھے ہین۔ حاکم نے سرشتہ دار کو
کہا کہ پچیس روپے طلبانے کے داخل کرین۔ مینے دیکھا تو جیب مین روپے موجود تھے سو مینے نکالکر دیدیئے +
۱۴ مئی۔ میان محمود اور ایک اور بچہ بیمار تھے دعا کی تو الہام ہوا۔ سلام قولاً من رب رحیم پر خدا کا رحم ہے۔ کوئی
بھی اس سے ڈر نہین + ۲۲۔ مئی۔ صدقنا الرؤیا انا کذالک نجزی المتصدقین۔ (اس الہام مین تصدیق
خبر زلزلہ ہے) ۲۳۔ مئی۔ بوقت دوپہر "زمین تہ و بالا کردی"۔ انی مع الافواج اتیک بغتۃً۔ "لنگر اٹھا دو"۔
۲۴۔ مئی۔ گذشتہ رات کو دیکھا کہ ایک لڑکی جسکا نام زینب ہے ساتھ ہے۔ ایک کنوئین پر گئے ہین جو باغ کے باہر جنوب مغربی
کونہ پر واقع ہے۔ اور کہا کہ اس سے دور رہنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ زلزلہ کے سبب یہ کنوان زمین کے اندر گر پڑے۔ گویا
زلزلہ کے سبب کنوئین کے زیر و بالا ہونیکا بھی اندیشہ ہے + فرمایا چند روز ہوئے ہم نے خواب مین دیکھا کہ ایک جگہ مردار پڑے ہین۔
(نھدم ما یعمرون والی پیش گوئی جو حضرت مسیح موعودؑ نے مطابق وحی الٰہی اشتہار النداء مین شایع کی تھی اور
اخبار بدر مورخہ ۱۳۔ اپریل ۱۹۰۵ء مین چھپی تھی پوری ہوئی یعنی دھرمسالہ مین مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۰۵ء کو پھر سخت زلزلہ آیا
اور نئے مکانات جو رہایش کیواسطے بنائے گئے تھے کئی گر گئے۔ دیکھو اخبار سول ملٹری گزٹ مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۰۵ء)۔
۲۵۔ مئی۔ اُرید ما تریدون۔ ۲۶۔ مئی۔ (۱) شر الذین انعمت علیھم۔
(۲) مین انکو سزا دونگا۔ (۳) "مین اس عورت کو سزا دونگا"۔ معلوم نہین یہ کس کے متعلق ہے۔ پھر فرمایا
گھر مین طبیعت بہت علیل تھی مینے دعا کی تو انکے متعلق یہ الہام ہوا۔
رَدَّ الیھا رَوْحَھَا وَرَیحانھا + اِنّی رَدَدْتُ الیھا رَوْحَھَا وریحانھا۔
رؤیا۔ اسیوقت جبکہ مذکورہ بالا الہام ہوا۔ دیکھا کہ کسی نے کہا کہ آنے والے زلزلے کی یہ نشانی ہے جب مین نے نظر اٹھائی
تو دیکھا کہ اس ہمارے خیمہ کے سر پر سے جو باغ کے قریب نصب کیا ہوا ہے ایک چیز گری ہے خیمہ کی چوب کا اوپر کا سرا

اور لمڈ جینگ مردار خور جانور بھی جمع ہین ہم وہانسے چلے آئے۔

www.aaiil.org

وہ چیز ہے۔ جب مینے اٹھایا تو وہ ایک لونگ ہے جو عورتونکے ناک مین ڈالنے کا ایک زیور ہے اور ایک کاغذ کے اندر لپیٹا ہوا ہے۔ میرے دل مین خیال گذرا کہ یہ ہمارے ہی گھر کا مدت سے کھویا ہوا تھا۔ اور اب ملا ہے اور زمین کی بلندی سے ملا ہے اور یہی نشانی زلزلہ کی ہے +

۲۷۔ مئی۔ عبد القادر رضی اللہ عنہ اری رضوانہ۔ اللہ اکبر۔ پہلی وحی کے متعلق فرمایا کہ خدا اپنی کچھ قدرتین میرے واسطے ظاہر کرنیوالا ہے اسواسطے میرا نام عبد القادر رکھا۔ رضوان کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ کوئی فعل دنیا مین خدا کیطرف سے ایسا ظاہر ہونیوالا ہے جس سے ثابت ہو جائے اور دنیا پر روشن ہو جائے کہ خدا مجھ پر راضی ہے۔ دنیا مین بھی جب بادشاہ کسی پر راضی ہوتا ہے تو فعلی رنگ مین بھی اس رضامندی کا کچھ اظہار ہوتا ہے اسکے معنے یہ ہین کہ اس کی رضا پر دلالت کرنے والے افعال دیکھتا ہون۔

(مومن کو اللہ تعالے کی رضا بہت پیاری ہے۔ ایک حدیث مین آیا ہے کہ مومنین جب بہشت مین داخل کیئے جائینگے تو ان سے کہا جائیگا۔ کہ اب مانگو جو کچھ مانگنا چاہتے ہو تو وہ عرض کرینگے کہ اے ربّ تو ہم پر راضی ہو جا۔ جواب ملیگا اگر مین راضی نہ ہوتا تو تمکو بہشت مین کس طرح داخل کرتا۔)

۲۸۔ مئی۔ رؤیا۔ شیخ رحمت اللہ صاحب کی ایک گھڑی میرے پاس ہے اور ایک ایسی چیز جیسے ترازو کے دو پلڑے ہوتے ہین۔ مثل جھیورونکی بینگھی کے۔ مین ایک ڈولی مین بیٹھا ہوا ہون۔ پھر کسی نے میان شریف احمد کو اس مین بٹھا دیا۔ اور اسکو چکر دینا شروع کیا۔ اتنے مین گھڑی گر گئی اور اس جگہ کے قریب ہی گری ہے۔ مین کہتا ہون کہ اسکو تلاش کرو۔ ایسا نہ ہو کہ محمد حسین نالش کر دے۔

فرمایا کہ خیال گذرتا ہے کہ شاید گھڑی سے مراد وہ ساعت ہے جو زلزلہ کی ساعت ہے جو معلوم نہین واللہ اعلم۔ اور وہ رحمت کی ساعت ہے یعنی یہ ساعت ہمارے واسطے رحمت الٰہی کا موجب ہوگی۔

۲۹۔ مئی۔ یاتون من کل فج عمیق۔ یاتیک من کل فج عمیق۔ ۳۰۔ مئی۔ قبل ظہر فرمایا۔ آج ایک عجیب الہام ہوا ہے جو پہلے کبھی نہین ہوا۔ صلواۃ العرش الی الفرش یعنی رحمت الٰہی جو تمپر ہے اسکی کیفیت یہ ہے کہ وہ عرش سے لیکر فرش تک ہے۔ فرمایا اسمین کمی کیفی مبالغہ ہے گویا اللہ تعالے کی رحمت نے فضاء کو بھر دیا۔ یہ الہام آیندہ بشارت پر دلالت کرتا ہے یہ لفظی ہی نہین بلکہ عملی رنگ مین ظاہر ہونیوالا ہے اللہ تعالی کی سنت ہے کہ جب وہ کسی سے خوش ہوتا ہے تو اسپر انعام و اکرام بھی کرتا ہے برخلاف اہل دنیا کے کہ وہ جب کسی سے کوئی عطیہ نذرانہ وغیرہ لے لیتے ہین تو صرف لفظونمین کہدیتے ہین ہم تمپر بہت خوش ہین غرض یہ بڑا مبشر الہام ہے عرش تو تجلی گاہ الٰہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمین مین بھی قبولیت پیدا کر دیگا۔ جیسا کہ ایک حدیث مین آیا ہے کہ ایک شخص گمنامی کیحالتمین ہوتا ہے۔ اللہ تعالے جب اس سے راضی ہوتا ہے تو جبرئیل کہدیتا ہے کہ ملائکہ کو اسکی خبر کر دو اسی طرح پر وہ دوسرے ملائکہ کو اور زمین مین اسکی قبولیت ڈالیجاتی ہے کل جو الہام ہوا ہے "یاتون من کل فج عمیق یاتیک

موافق علاج کیا تو صحت ہو گئی۔ گویا اللہ تعالے نے خود مرض کی صحیح تشخیص ..... بتادی +

من کل فج عمیق" یہ پرانا الہام ہے جو براہین احمدیہ مین درج ہے مگر کل پھر اسکی تجدید ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے نئے رنگ مین اسکا ظہور ہونیوالا ہے + ۳۱ مئی۔ فرمایا گھر مین طبیعت علیل ہی چلی جاتی تھی بہت دعا کی

www.aaiil.org

۲-جون - ینجی الناس من الامراض ترجمہ-لوگونکو بیماریون سے نجات دیتا ہے اور دیگا یعنی خدا تعالےٰ بہتونکو ہماری دعاؤن سے بیماریونسے نجات دے گا +

۹-جون-انی معک ومع اھلک ومع کل من احبک + ۱۳-جون-صبحکے وقت پانچ سطرین فارسی

(بقیہ صفحہ ۲ کالم ۳) کہ انکو اس سلسلہ کی اشاعت کی توفیق ملے۔

اسوقت احمدی قوم کا کیا فرض ہے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس فرض کی بجاآوری مین سستی ظاہر کیجارہی ہے۔ جہان پہلے دوسو کے قریب رسالے باہر مفت بھیجے جاتے تھے اب اعانت کے کم ہوجانے کی وجہ سے منیجر مجبور ہوگیا ہے کہ ان رسالون کی تعداد مین کمی کرے۔ امید تو یہ تھی کہ پہلے جوش کے بعد جو حضرت اقدس کے پرزور الفاظ سے قوم مین پیدا ہوا تھا دن بدن ترقی ہوگی مگر خلاف توقع یہ سلسلہ اب بہت ہی رو بہ کمی ہورہا ہے اسلیے مین اپنے سب احباب کو دوبارہ توجہ دلاتا ہون کہ یہ ایک نہایت ضروری امر تبلیغ سلسلہ کا ہے۔ مثلاً اسیوقت مسٹر عبدالحق سیورایٹ صاحب نیوزلینڈ وامریکہ وغیرہ جانیسے یہ ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ بہت سے پرچے انکی معرفت ایسے لوگونکو بھجوائے جائین جنکو وہ قبولیت کے لیے کسیقدر مستعد پائین تاانکے شکوک رفع ہون لیکن اگر اعانت کی رفتار اسی طرح کم ہوتی گئی جس طرح ہورہی ہے تو نہ صرف یہی ضرورت پوری نہ ہوسکے گی بلکہ جاری شدہ پرچون کا بڑا حصہ بھی بند کرنا پڑے گا۔ حالانکہ اگر قوم متفقہ کوشش کرے تو آٹھ دس ہزار رسالے بھی مفت جاسکتے ہین۔ یہی وقت مدد کا ہے عنقریب وہ وقت آنیوالا ہے کہ خود ان ممالک مین پرہمت معاون پیدا ہوجاوینگے اور اسوقت اس اعانت کی ضرورت بھی نہ رہیگی پس میری آخری التماس اپنے سب بھائیونسے پھر یہ ہے کہ پورا زور اس سلسلہ کی تبلیغ پر صرف کرین اگر انکی کوششونسے کچھ آدمی بھی دین حق قبول کرلین تو انہون نے اپنی مراد پالی۔ جنہون نے وعدے کیے ہین وہ ایفا کرین اور جنہون نے ابھی تک اس مین حصہ نہین لیا وہ بھی بقدر ہمت حصہ لین + والسلام۔

محمد علی ۲-جون ۱۹۰۵ء

ضروری اطلاع

رسالہ نورالدین جس مین فاضل مصنف نے بعد نظر ثانی کسیقدر اضافہ کیا ہے خوشخط وعمدہ کاغذ پر چھپکر تیار ہے۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک ۰۸ رہے۔ درخواستین اس پتہ پر ہون +

سیٹھ عبدالاحد ہدایت اللہ جنرل مرچنٹ وکمیشن ایجنٹ کٹرہ جمیل سنگھ امرتسر +

www.aaiil.org

شکریہ معاونین

حضرت اقدسؑ کے ارشاد کی تعمیل مین محض ابتغاء لمرضاۃ اللہ جو احباب اس رسالہ میگزین کی مختلف پیرائیون مین مثلاً خود خریدار بننے۔ دیگر خریدار پیدا کرنے اور اعانت کا روپیہ بھیجکر ولایت مین انگریزی پرچہ جات اور ہندوستان کے غیر مذاہب مین اردو انگریزی پرچہ جات مفت جاری کراکر اس رسالہ کی کثرت اشاعت مین امداد فرماتے ہین وہ اس لایق ہین کہ صفحہ قرطاس پر انکی یادگار رہے تاکہ سابق بالخیرات ہونیکی حیثیت سے وہ آیندہ نسلونکے لیے ایک احسن نمونہ ٹھہرین اور انکی دعائین تا قیام دنیا لیکر ثواب و حسنات دارین کی مستحق ٹھہرین۔ جن احباب نے حال ہی مین امداد کا روپیہ بھیجا ہے انکے اسماء بقید رقم عطیہ درج ذیل ہین اور تہ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالے انکو اسکی جزائے خیر دے۔ اور دیگر احباب کو انکی نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

(۱) ڈاکٹر نعمت خانصاحب وٹرنیری اسسٹنٹ پشاور للعہ ر (۲) جماعت پشاور معرفت مولوی غلام حسین صاحب سب رجسٹرار عہ ر (۳) ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب لاہور عہ ر (۴) جماعت شملہ معرفت بابو برکت علی صاحب کلرک۔ صہ ر (۵) بابو برکت علیصاحب کلرک شملہ للعہ ر (۶) بابو غلام حسین صاحب سٹیشن ماسٹر ٹوبہ ٹیک سنگہ للعہ ر (۷) جماعت جہلم معرفت ماسٹر ہدایت اللہ صاحب۔ ہلے ر (۸) میان دوست محمد صاحب جہلم۔ للعہ ر (۹) ماسٹر محمد دین صاحب سابق ٹیچر قادیان صہ ر (۱۰) منشی نواب دین صاحب نائب شرف پسرور للعہ ر (۱۱) شیخ نیاز احمد صاحب وزیر آباد۔ للعہ ر (۱۲) منشی حسین بخش صاحب تحصیلدار بندوبست پنڈی گھیپ۔ صہ ر (۱۳) منشی عبدالعزیز صاحب ٹیلر ماسٹر متھرا ہے ر (۱۴) میان احمد بخش صاحب دھرمکوٹ رندھاوہ۔ عا ر (۱۵) سید محمد قاسم صاحب شاہجہانپور عا ر (۱۶) ہمشیرہ جناب مولوی محمد علیصاحب ایم اے۔ قادیان۔ عا ر (۱۷) میان فضل احمد صاحب ضلع گجرات عا ر (۱۸) منشی محمد جان صاحب اسسٹنٹ جیلر سنٹرل جیل لاہور عا ر (۱۹) میان محمد رمضان و نور محمد احمدیان محمود پور سامانہ عا ر (۲۰) میان غلام رسول صاحب بدوملی سیالکوٹ عا ر (۲۱) میان جامان ولد شرف پرم جیت پور عا ر (۲۲) میان نیاز اللہ صاحب۔ آسام عہ ر (۲۳) منشی فضل احمد صاحب پٹواری سکریالی ضلع گجرات عہ ر (۲۴) بابو محمد اسماعیل صاحب سب پوسٹماسٹر روجھان (۲۵) میان محمد دین صاحب بہلول پور۔ عہ ر (۲۶) میان عبداللہ صاحب عہ ر (۲۷) میان فتح محمد صاحب جگراؤن۔ عہ ر (۲۸) منشی ہاشم علی صاحب قانونگوے سردل گڈھ ضلع فیروزپور۔ عہ ر (۲۹) مولوی سکندر علیصاحب ٹیچر قادیان۔ ۸ ر (۳۰) مرزا ظہور علیصاحب شاہجہانپور۔ ۸ ر۔

(باقی آیندہ)

مینجر

اعلان:- تحفہ احمدیہ یعنے سلاسل الفضائل قیمت ۲ ر سلاسل التعلیم ۲ ر + شاتان تذبحان ۔ ر + مجموعہ دعاء ۔ ر + اسم اعظم ۔ ر + خطبۃ الہامیہ ۔ ر + سیرۃ النبی ۔ ر + مجموعہ نظم پنجابی ۔ ر + یہ کتب عبدالحی عرب قادیان سے مل سکتی ہین۔

حکیم فضل دین صاحب نے اپنے مطبع ضیاء الاسلام مین مینجر میگزین کیلئے چھاپا

www.aaiil.org

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ۔ لو تمہیں طور سلمیٰ کا بتایا ہمنے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۴ | بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۰۵ء | نمبر ۷

فہرست مضامین

طلاق ۲۵۳-۲۷۳

اسلام ۲۷۳-۲۸۵

برھمو سماج کی ناکامی - ۲۸۶-۲۸۷

مشنری اخبار ۲۸۷-۲۸۹

رؤیا والہامات حضرۃ مسیح موعود ۲۹۰

www.aaiil.org

سلسلہ احمدیہ کی سچائی پر یہ ایک ہی دلیل کافی ہے

کہ ایک طرف تو مخالفین مذہب اسلام نے اسکے دلایل کے جواب سے اپنی عاجزی کو خاموشی کے رنگ مین ظاہر کیا ہے اور یا زیادہ سے زیادہ کچھ کیا ہے تو تمسخر اور استہزا جو ہمیشہ سے صادقین کے ساتھ ہوتا چلا آیا ہے اور دوسری طرف جن لوگون نے تعصب کو دل سے نکالکر اسکی تحریرونکو مطالعہ کیا ہے انہون نے تسلیم کیا ہے کہ جو حمایت مذہب اسلام کی آج یہ سلسلہ کر رہا ہے کوئی مولوی یا ملا یا کوئی انجمن اسکا عشر عشیر بھی نہین کر رہی ہے اسکی ایک ہی مثال کافی ہے کس نے یہ کوشش کی کہ انگریزی زبان مین صرف مذہب اسلام کی سچائی ظاہر کرینگے لیے یورپ اور امریکہ کے رہنے والون تک یہ پاک پیغام پہونچائے کہ سب غلطیون سے پاک اور اللہ تعالے کے ساتھ تعلق پیدا کرنیوالا اور سچا روحانی مذہب صرف ایک ہی ہے یعنی اسلام اور پھر کس قوم نے یہ کوشش کی جیسا کہ ہماری قوم نے کی کہ ان رسالونکی سینکڑون کاپیان مفت ان لوگونکے گھرونمین پہونچائین۔ کاش مسلمان صرف اسی بات پر غور کرتے کہ یہ جوش سچائی کی حمایت کا اور یہ جوش باطل کی تردید کا کسی کافر کے دل مین بھی ہو سکتا ہے اور پھر ایک دو دن یا ایک دو سال کیلئے نہین بلکہ چوتھائی صدی سے زیادہ عرصہ گذر جائے اور وہ جوش دن بدن ترقی پر ہو۔ اسجگہ مین ایک **تازہ شہادت** بیان کرنا چاہتا ہون کہ اس سلسلہ کی تحریرونکو ایک تعصب سے پاک دل کس وقعت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اس سے پہلے امریکہ مین مسٹر ویب اور اسٹریلیا مین مسٹر سیورایٹ اور مسٹر ہنری مچل اور انگلستان مین مسٹر کولم کی شہادت کا کئی دفعہ اشتہارات وغیرہ مین ذکر آگیا ہے۔ حال مین ایک انگریز کی خط وکتابت ہمارے ساتھ شروع ہوئی ہے جسکے نام کو مین ابھی مصلحتاً ظاہر نہین کرتا۔ پہلا خط اسکا جو حضرت اقدس کے نام تھا اسمین وہ لکھتا ہے "مین نے آپکے اس رسالہ یا اخبار کو جسکا نام ریویو آف ریلیجنز ہے اور جو اعلے درجہ کی قابلیت کے ساتھ لکھا گیا ہے پڑھا ہے..... مجھے اسلام کا مطالعہ کرتے ہوئے تیرہ سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے۔ اور مینے جسقدر مکن تھا کوشش کر کے انگریزی زبان مین جسقدر کتابین اسلام پر لکھی گئی ہین خواہ انکے مصنف مسلمان تھے یا غیر مسلمان سب جمع کی ہین اور اب اسلامی مذہب کی ایک خاصی لائبریری میرے پاس جمع ہو گئی ہے مگر ابتک مینے ایک بھی ایسی کتاب نہین پڑھی جسمین اسلام کی حمایت اسقدر زور کے ساتھ کیگئی ہو جیسا آپکے شاندار پمفلٹ مین ہے" پھر دوسرے خط مین جو میرے نام تھا وہی صاحب لکھتے ہین "مین آپکا شکریہ ادا کرتا ہون۔ ریویو آف ریلیجنز کے ان پرچونکے لیے جو آپنے مجھے بھیجے ہین۔ اور میرے لئے مرزا صاحب کا بھی شکریہ ادا کرین اور انکی خدمت مین میرے دل سے نکلی ہوئی یہ مبارکباد پہونچادین کہ انکی تصانیف نہایت ہی شاندار

www.aaiil.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

طلاق

پردہ اور تعدد ازدواج پر بحث کرتے ہوئے مین یہ دکھا چکا ہون کہ جو اعتراض ان دونون کے خلاف پیدا ہوئے ہین وہ محض غلط فہمی کیوجہ سے ہوئے ہین طلاق کے مضمون پر غور کرنیسے بھی اسی بات کا ثبوت ملتا ہے اس مین کسی کو کلام نہین ہوسکتا کہ جب سے سلسلہ نکاح جاری ہے اسیوقت سے سلسلہ طلاق بھی ساتھ ساتھ چلا آیا ہے اور طلاق کی ضرورت کو مہذب اور غیر مہذب کل کی کل اقوام نے مانا ہوا ہے۔ طلاق کے باریمین مذہبی جازت تحریر کے اندر سب سے پہلے حضرت موسیٰؑ کی شریعت مین ملتی ہے چنانچہ استثناء ۲۴ باب کی پہلی آیت مین یون مرقوم ہے "اگر کوئی مرد کوئی عورت لیکے اس سے بیاہ کرے اور بعد اسکے ایسا ہو کہ وہ اس کی نگاہ مین عزیز نہ ہو اس سبب سے کہ اس نے اس مین کچھ پلید بات پائی۔ تو وہ اس کا طلاقنامہ لکھکے اسکے ہاتھ دے اور اسے اپنے گھر سے باہر کرے۔" اس فقرہ مین جس لفظ کا ترجمہ پلید بات کیا ہے اس کی ترمیم نئے انگریزی ترجمہ مین یہ کی گئی ہے کہ بجائے "پلید بات" کے "نامناسب امر" ڈالدیا گیا ہے۔ خود یہودی علماء کا بھی اس فقرہ کے معنے کرنیمین اختلاف رہا ہے چنانچہ ایک فرقہ یہود کا جس کا سرگروہ شمائی تھا اس سے مراد صرف اخلاقی نقص لیتا رہا۔ اور ایک دوسرا فرقہ جو ہلل کا فرقہ کہلاتا ہے اسکے معنون مین توسیع کا قایل رہا ہے اور اسلیے اس موخرالذکر فرقہ کے نزدیک یہودی شریعت مین مرد عورت کو چھوٹی چھوٹی باتون پر بھی طلاق دینے کا حق رکھتا ہے۔

قبل اس کے کہ یہ غور کیا جاوے کہ عیسائی مذہب نے موسوی قانون طلاق مین کیا تغیر کیا یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ رومیون کے درمیان رواج طلاق پر پہلے غور کیا جاوے۔ ابتدا مین رومیون کے درمیان طلاق کے باریمین اس قدر آزادی تھی کہ مرد عورت کو اپنے مقبوضات کے ایک حصہ کی طرح سمجھ کر جب چاہتا الگ کردیتا پھر جب طلاق کا قانون تجویز کیا گیا تو اس مین بھی ایسی ہی آزادی رہی بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ خود بخود قوم آہستہ آہستہ اسقدر طلاق کے خلاف ہوگئی تھی کہ پانچسو برس کے عرصہ کے اندر ایک طلاق کا واقع ہونا بھی ثابت نہین

www.aaiil.org

مگر یہ ایک غلطی ہے۔ طلاق کے واقع کا نہ ملنا اس وجہ سے نہین کہ اس زمانہ مین قطعاً کوئی طلاق ہی واقع نہ ہوتی تھی بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اسوقت طلاق کے مقدمات عدالتون مین پیش نہ ہوتے تھے اور خانگی طور پر اس قسم کے تمام فیصلہ ہوجاتے تھے اسیوجہ سے ان کی کوئی شہرت بھی نہ ہوتی تھی کچھ مدت کے بعد طلاقنامہ کا لکھا جانا ضروری کر دیا گیا اور اس پر سات گواہونکی شہادت ہونی لازمی تھی اور مردون کے ساتھ عورتون کے بھی حقوق طلاق قرار دیئے گئے۔

عیسائی مذہب کے سامنے اسکی پیدائش کیوقت یہودی اور رومی قوانین طلاق موجود تھے اور ان کے نقصونکی اصلاح کرنیکی کوشش مین عیسائیت نے سخت ٹھوکر کھائی کیونکہ تفریط کا پہلو اختیار کرکے اس نے ایسے قیود اور حدود طلاق کے معاملے مین لگا دیئے جن کی برداشت سوسائیٹی نہ کرسکتی تھی بانی مذہب کے جو الفاظ طلاق کے بارہمین پیش کیے جاتے ہین وہ نہایت مختصر ہین مگر ان کے اختصار کی وجہ سے ہی انکے معنون مین طرح طرح کی پیچیدگیان ڈالی گئی ہین اور اختلاف کیے گئے ہین۔ متی باب ۵۔ آیت ۳۲ مین حضرت مسیح کیطرف یہ قول منسوب کیا گیا ہے "وہ یہ بھی لکھا گیا ہے کہ جو کوئی اپنی جورو کو چھوڑ دے اسے طلاقنامہ لکھدے۔ پر مین تمہین کہتا ہون کہ جو کوئی اپنی جورو کو زنا کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دیوے اس سے زنا کرواتا ہے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے زنا کرتا ہے"۔ اس جگہ جو لفظ زنا کا استعمال ہوا ہے اسکے اصل سے مختلف مفہوم مراد لیے گئے ہین کئی صدیون تک کلیسیا کا یہی عقیدہ رہا کہ اس جگہ زنا سے مراد بیاہ سے پہلے کا زنا ہے جسکا خاوند سے اخفا کیا گیا ہو اور اس مین وہ زنا شامل نہین جو عورت بیاہ جانیکے بعد کرے۔ چنانچہ اسی بات پر آدھی عیسائی دنیا یعنی رومن کیتھولک فرقہ عقیدہ کے رو سے ابتک قایم ہے۔ کیونکہ اس فرقہ کے نزدیک نکاح ایک ایسا عہدنامہ ہے جو کسی صورت مین فسخ نہین ہوسکتا اور اس لیے کوئی وجہ جو نکاح کے بعد پیدا ہو اس کا اثر اس معاہدہ پر کچھ نہین ہوسکتا ہان اگر وہ وجہ نکاح سے پہلے موجود تھی تو اس صورت مین یہ سمجھا جاویگا کہ معاہدہ ہوا ہی نہین اور نہ نکاح واقع ہوا ہے پس زنا سے صرف زنا قبل از نکاح ہی مراد لیا گیا اور لیا جاتا ہے اور اس مین زنا بعد از نکاح داخل نہین گویا اس فرقہ کے عقیدہ کے رو سے نکاح کے بعد زنا سے بھی طلاق کسیطرح وجہ پیدا نہین ہوتی۔ چنانچہ اسی بنا پر یہ عقیدہ قایم کیا گیا ہے کہ جو مرد کسی عورت سے بیاہا گیا وہ پھر کسی صورت مین اس سے الگ نہین ہوسکتا مگر ایک دوسرے عیسائی فرقہ کا یہ عقیدہ ہے اور یہ فرقہ پراٹسٹنٹ عیسائیون کا ہے کہ ان الفاظ مین زنا بعد از نکاح بھی داخل ہے اس فرقہ کے نزدیک معاہدہ نکاح بالکل ناقابل الفسخ تو نہین مگر سوائے اسکے جو عورت کا زنا ثابت ہو اور کوئی وجہ طلاق کی نہین مگر وہ لوگ بھی عیسائیون مین ہوئے ہین جو ان الفاظ سے نہ صرف زنا اور اخلاقی نقص ہی مراد لیتے رہے ہین بلکہ ہر ایک ایسے نقص کو جو خاوند اور عورت کے تعلقات پر بد اثر ڈالے اور طلاق کی ضرورت پیدا کرے وہ مسیح کے الفاظ مین داخل سمجھتے رہے ہین اس خیال کا حامی انگلستان کا مشہور شاعر جان ملٹن ہوا ہے جو تعدد ازواج کا بھی حامی تھا

www.aaiil.org

وہ لکھتا ہے کہ "خود مسیح نے زنا کی وجہ پر طلاق کو جایز رکھا ہے جو نکاح کے ناقابل الفسخ معاہدہ ہونیکی تردید کرتا ہے۔ مگر مشرقی زبانون کے محاورے کے مطابق زنا سے مراد صرف فعل زنا ہی نہین بلکہ ہر ایک وہ بات جس کو پلید بات کہا گیا ہے اس مین داخل ہے اور ایسا ہی کسی ایسے امر مین عورت کا نقص جو امر عورت مین ضرور ہونا چاہیئے وہ بھی اس مین داخل ہے یا اسکے یہ معنے لیے جا سکتے ہین کہ جو بات محبت یا عفت یا ایکدوسرے کی مدد یا تعلقات کے خلاف پیدا ہو یعنی ہر ایک ایسا امر جو اغراض نکاح کے خلاف ہو اس مین داخل ہے مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ معنے بعد کے تجویز کردہ ہین اور اسوقت... بسوجھے ہین جب یہ ثابت ہو گیا کہ اس لفظ زنا کے معنو نکو محدود رکھنے سے سوسائیٹی کا انتظام درہم برہم ہوتا ہے۔ عیسائیت کا پہلا اثر نکاح پر یہی ہوا کہ نکاح کا معاہدہ کسی صورت مین فسخ نہین ہو سکتا اور اگر کبھی اس کو کالعدم سمجھا بھی جاوے تو فریقین از سر نو نکاح نہین کر سکتے لیکن گریک چرچ رومن کیتھولک چرچ کے خلاف اس بات کا قایل رہا ہے کہ عورت کے زنا کے ثبوت پر کامل طلاق جس کے بعد فریقین نکاح کر سکین درست ہے بلکہ رومن کیتھولک چرچ نے بھی اپنا یہ خاص حق قایم رکھا ہے کہ خاص صورتون مین از سر نو نکاح کرنے کی اجازت دیجاوے +

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہودی شریعت مین مرد کو عورت کے طلاق دینے کا حق حاصل تھا مگر عورت کے لیے چارہ جوئی کی کوئی راہ شریعت کے الفاظ مین موجود نہ تھی۔ حضرت مسیح نے بھی اس نقص کو رفع نہین کیا۔ اسمین شک نہین کہ انہون نے مرد کے اختیارات کی یہ حد بندی کر دی کہ وہ زنا کے سوا عورت کو طلاق نہ دے مگر عورت پر خواہ کسیقدر ظلم ہو وہ کچھ نہ کر سکتی تھی۔ انگلستان مین جو قانون طلاق مروج ہے وہ بانی مذہب کے الفاظ سے الگ ہو کر خاص صورتونمین عورتونکی دادرسی بھی کرتا ہے مگر وہان سوائے اسکے کہ عورت اپنے شوہر کے زنا کے ساتھ یہ بھی ثبوت دے کہ اس کے ساتھ ظالمانہ اور بیرحمی کا سلوک کیا جاتا ہے عورت کو طلاق کیلیے نالش کرنیکا حق حاصل نہین۔ ایسا ہی دیگر عیسائی ممالک مین بھی کئی جگہ خاص خاص وجوہات پر عورتونکو طلاق حاصل کرنے کی اجازت ہے مگر ان قوانین کی بناء عیسائی کتب مقدسہ نہین بلکہ قومی ضرورتین ہین۔ مسیح نے حضرت موسیٰؑ کی شریعت مین سوائے اسکے اور کوئی تبدیلی نہین کی کہ مرد کو سوائے اس صورت کے اپنی عورت کو طلاق دینے کا حق حاصل نہین جب وہ مرتکب زنا ہو۔ مگر اس سے بڑھکر کچھ نہین کہا اور اسلیے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ باقی باتون مین اس نے موسوی شریعت کو قایم رکھا۔ الغرض حضرت مسیح کے جو الفاظ متی مین نقل کیے گئے ہین ان سے صرف یہی نتیجہ نکل سکتا ہے کہ خاوند عورت کو زنا کی صورت مین طلاق دیسکتا ہے مگر عورت کو طلاق حاصل کرنیکا کوئی حق ہرگز نہین دیا گیا۔ خواہ مرد کیطرف سے اسپر کیسے ظلم ہوتے ہون۔ پس نہ یہودی شریعت نے اور نہ ہی عیسائی مذہب نے عورت کیلیئے طلاق حاصل کرنیکی کوئی راہ کھلی رکھی ہے۔ اور جو کچھ اختیار یا اجازت ان دونون مذہبون مین دیگئی ہے۔ وہ صرف مرد کو ہی دیگئی ہے +

www.aaiil.org

یہودیون اور عیسائیون کے علاوہ تیسری قوم جو اسلام کی پیدایش کے وقت اسکے سامنے موجود تھی وہ عرب کی بت پرست قوم تھی ایام جہالت مین عربون کے اندر عورت مال مویشی کی طرح سمجھی جاتی تھی اور خاوند کو کامل اختیار تھا کہ جب چاہے اسے چھوڑ دے اور جب چاہے واپس لے اور اس طرح پر عورتونکو سخت تکلیف دیجاتی تھی۔ عورت کا ایسی ذلیل حالت مین ہونا خود اس بات سے ظاہر ہے کہ وہ جایداد کا حصہ سمجھی جاتی تھی اور جہان ورثہ مین دوسری چیزین ملتی تھین عورتین بھی ورثہ کا ایک حصہ ہوتی تھین غرضیکہ ایکطرف یہودیون اور عیسائیون کے وہ قوانین طلاق تھے اور ایک طرف عربون مین یہ رواج طلاق تھا یہی وہ قوانین تھین جو ابتدا مین اسلام کے سامنے تھین اور ان مین افراط و تفریط کے دونون پہلو موجود تھے مگر ایک بات مین وہ سب متفق تھے یعنی عورت کسی صورت مین طلاق حاصل نہ کر سکتی تھی اور طلاق کا اختیار صرف مرد کو ہی حاصل تھا پس اس حالتمین ایک ایسے کامل قانون طلاق کی ضرورت تھی جو مردون اور عورتونکے حقوق پر برابر غور کرنیکے علاوہ عملی قواعد ایسے تجویز کرے جنسے نظام سوسائیٹی احسن طریق پر چلتا جائے اور اس ضرورت کو ہی اسلام کے مقدس مذہب نے پورا کیا۔

اسلام نے سب سے پہلے پوری صفائی سے ضرورت طلاق کو محسوس کیا۔ یہ ضرورت ایک ایسی عام ضرورت ہے کہ دنیا کی اقوام مین سے کوئی قوم ایسی نہین جس نے اس ضرورت کو محسوس نہ کیا ہو اور طلاق کی اجازت نہ دی ہو سوائے اس نئے ہندو فرقہ کے جو ہر حالت مین اور ہر مشکل کیوقت نیوگ پر کاربند ہوتا ہے اس فرقہ کے عقاید کے مطابق زنا سے بھی طلاق کی ضرورت پیدا نہین ہوتی اور ہو بھی کیونکر جب ایک بیاہی ہوئی عورت بہت سی صورتون مین اپنے خاوند کے علاوہ دوسرے مردون سے ہمبستر ہو سکتی ہے اور ایک بیاہا ہوا آدمی اپنی عورت کے سوائے دوسری عورتونسے اسی فعل کا ارتکاب کر سکتا ہے انکے نزدیک مسلم اصول یہ ہے کہ اگر مثلاً عورت یہ سمجھے کہ اسکے خاوند کا سلوک اس سے اچھا نہین تو اسکو چاہیئے کہ اپنے خاوند کے ساتھ ہمبستر نہ ہو بلکہ اپنے گھر مین دوسرے مرد کو بلا کر اس سے ہمبستری کرے اور جو بچے اس طرح پیدا ہون وہ اصل شوہر کے بچے سمجھے جائین اور اس کی جایداد کے وارث ہون ایسا فرقہ اگر طلاق کی ضرورت کو محسوس نہ کرے بلکہ اسے عیب سمجھے تو عجیب بات نہین لیکن جن اقوام نے طلاق کی ضرورت کو محسوس کیا ہے ان مین وجوہات طلاق کے متعلق بڑا بھاری اختلاف ہے حتی کہ ایک ہی مذہب اور ایک ہی پیشوا کی پیرو قومون مین جو مختلف ملکون مین رہتی ہین بلکہ ایک ہی ملک کی مختلف ریاستون کے رہنے والے لوگون مین اس بارے مین بڑا بھاری اختلاف ہے گو بنا ان سب کے قوانین کی ایک ہی عیسائی عقیدہ ہے انگلستان مین جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے اگر عورت کا زنا ثابت ہو تو خاوند اسے عدالت مین چارہ جوئی کرکے طلاق دلا سکتا ہے لیکن اگر عورت طلاق لینی چاہے تو اسے یا تو یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ اسکے خاوند نے ان عورتونمین سے کسی کے ساتھ جو اسکی قریبی رشتہ دار ہونیکے سبب سے اسپر حرام کی گئی ہین زنا کیا ہے اور یا یہ

www.aaiil.org

کہ علاوہ زنا کرنیکے اس کا سلوک بھی ظالمانہ ہے قانونی علیحدگی اسکے علاوہ اور صورتون مین بھی ہوسکتی ہے سکاٹلینڈ مین قانون طلاق زیادہ وسیع ہے اور فریقین مین سے کسی کی درخواست پر طلاق واقع ہوسکتی ہے بشرطیکہ اس بات کا ثبوت ہو کہ فریقین مین سے کوئی زنا کا مرتکب ہوا ہے یا مرد نے عورت کو چھوڑ دیا ہے اور اسکی خبرگیری نہین کرتا ایسی طلاق کے بعد فریقین کو یہ اختیار ہے کہ وہ جس سے چاہین نکاح کرین مگر جس فریق کے زنا کے سبب سے طلاق واقع ہوئی ہو وہ اس شخص سے نکاح نہین کرسکتا جسکے ساتھ اس کا زنا ثابت ہے۔ ناقص طلاق ظلم کی وجہ پر مل سکتی ہے آئرلینڈ مین زنا یا ارادتاً اور بدنیتی سے عورت کو چھوڑ دینے اور اسکی خبرگیری نہ کرنے یا جرایم خلاف وضع فطرت انسانی کا ارتکاب کرنے یا عمر کیلیے قید ہوجانیسے طلاق ہوسکتی ہے۔ پرتگال مین اس بارے مین باقی ممالک یورپ کی نسبت زیادہ آزادی حاصل ہے کامل طلاق مفصلہ ذیل وجوہات مین سے کسی پر ملسکتی ہے (۱) زنا یا جرم خلاف وضع فطرت انسانی کا ارتکاب کرنے۔ یا دو شخصون مین ایسا ناجایز تعلق ہونیسے جس سے زنا کے ارتکاب کا قیاس ہوسکتا ہو۔ (۲) عمداً علیحدگی اختیار کرنیسے یا حقوق زوجیت کے ادا کرنیسے انکار کے اصرار پر۔ (۳) نامردی سے خواہ وہ نکاح کے پہلے ہوا ور خواہ بعد مین۔ (۴) لاعلاج جسمانی نقصون سے جو دلمین نفرت اور ڈر پیدا کرنیوالے ہون۔ (۵) دیوانگی سے جسکے علاج سے مایوسی ہو۔ (۶) فریقین مین سے ایک کے دوسرے کی جان لینے کی کوشش کرنیکی وجہ سے یا دوسرے کی عزت یا آزادی پر سخت اور ناجایز حملہ کرنیسے۔ (۷) مزاجونکی ناموافقت یا ایک کی طبیعت کا اس حدتک جھگڑالو ہونا جس سے زندگی یا صحت کو خطرہ ہو۔ (۸) کسی ایسے جرم کا ارتکاب جسکی سزا قید دیگئی ہو یا دوسرے فریق پر جھوٹا الزام لگانا۔ (۹) کوئی ذلیل پیشہ اختیار کرنا یا دوسرے فریق کی تجارت پیشہ عزت یا زندگی کو خطرہ مین ڈالنا۔ (۱۰) تبدیل مذہب ڈنمارک کے قانون کے رو سے محرمات سے زناکاری کا ارتکاب۔ جذام یا ارتکاب جرم کیوجہ سے جلاوطنی۔ عدالت کی جوابدہی سے بھاگ جانا بشرطیکہ تین سال گذر چکے ہون اور ایسی جلاوطنی جو ارتکاب جرم کیوجہ سے نہ ہو بشرطیکہ سات سال گذر چکے ہون۔ یہ سب وجوہات طلاق ہین سویڈن مین صرف ارتکاب زنا سے طلاق ملسکتی ہے۔ روس مین زنا اور مزاج کی ناموافقت کیوجہ سے طلاق دیجاسکتی ہے سپین مین نکاح کا معاہدہ ناقابل فسخ ہے اطالیہ مین طلاق کسی صورتمین نہین ملسکتی لیکن قانونی طور پر علیحدگی بعض وجوہات پر واقع ہوسکتی ہے۔ فرانس مین مرد عورت کی زناکاری ثابت کرکے طلاق حاصل کرسکتا ہے مگر عورت صرف اس صورت مین طلاق لے سکتی ہے کہ مرد کی زناکاری کے ساتھ یہ بھی ثابت کرے کہ اس نے اپنی محبوبہ کو گھر کے اندر داخل کیا ہے اسکے علاوہ اور وجوہات پر بھی طلاق واقع ہوسکتی ہے مثلاً تشدد یا ظالمانہ برتاؤ کے سبب سے یا ایسے الفاظ یا تحریرون یا افعال کی وجہ سے جو دوسرے زوج کی شہرۃ یا عزت کو نقصان پہنچانیوالے ہون اور قانونی سزا کیوجہ سے جسکا نتیجہ جسمانی طور پر حبس یا اخلاقی طور پر ذلت ہو۔ بلاوجہ اور بطور عادت حقوق زوجیت کے ادا کرنیکے انکار۔ بیماری کو دوسرے

www.aaiil.org

زوج کی طرف منتقل کرنے۔ نکاح کی کسی مذہبی رسم کی ادائیگی سے انکار کرنے اور عادتاً شرابخوری کیوجہ سے بھی طلاق قانوناً مل سکتی ہے +

یہ تو یورپ مین اختلاف وجوہات طلاق کا حال ہے امریکہ مین اس سے بھی زیادہ اختلاف نظر آتا ہے۔ کیونکہ ریاستہائے متحدہ مین چھوٹی چھوٹی ریاستون نے الگ الگ قوانین طلاق تجویز کر رکھے ہین اور ایک ریاست دوسری کی وجوہات کو کافی یا ضروری نہین سمجھتی:-

زنا ۴۶ ریاستون مین طلاق کیوجہ قرار دیگئی ہے۔ عورت کو چھوڑ دینا اور اسکی خبر گیری نہ کرنا ۴۴ ریاستون مین۔ غایب ہوجانا ۴۲ مین۔ ظلم یا تشدد کا خوف ۴۰ مین۔ قید ۳۸ مین۔ متوالا پن شرابخوری مین بے اعتدالی یا عادتاً شرابخوری ۳۷ مین۔ نامردی ۳۶ مین۔ نان ونفقہ مہیا کرنیکی ناقابلیت ۲۱ مین۔ نکاح سے پہلے بدکاری ۱۲ مین۔ ہتک کرنا ۷ مین۔ دیوانگی ۵ مین۔ لی کے فرقہ مین شامل ہونا ۳ مین جب کسی دوسری ریاست مین طلاق حاصل کیگئی ہو ۳ مین۔ الگ رہنا ۲ مین۔ ادائیگی فرایض مین عمداً غفلت کرنا ۲ مین۔ اوارگی کا مجرم ہونا ۲ مین۔ عورت کا کسی دوسری ریاست مین جانیسے انکار کرنا ایک مین۔ عورت کو گھر سے باہر نکالدینا ایک مین۔ عادتاً سخت مزاجی ایک مین۔ کوئی وجہ جو عدالت کی رائے مین کافی ہو ایک ریاست مین وجوہ طلاق سمجھی گئی ہین۔ ایک ریاست مین کوئی قانون طلاق کا نہین ہے اکثر ریاستون مین [illegible] حاصل کرنیکے اخراجات بہت زیادہ نہین ہین اور نہ مقدمات کو وہ عام شہرت دیجاتی ہے جو انگلستان مین دیجاتی ہے اسلیے طلاقونکی تعداد ریاستہائے متحدہ مین بہ نسبت دوسرے عیسائی ممالک کے بہت زیادہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اکثر حالتونمین طلاق حاصل کرنیکی غرض کسی دوسرے مرد یا عورت سے نکاح کی ہوتی ہے۔ یہ بھی امر واقع ہے کہ جسقدر کوئی قوم ذہانت مین ترقی کرتی گئی ہے اسیقدر اسمین طلاقونکی تعداد بڑھتی گئی ہے۔ ڈاکٹر فٹ کا بیان ہے کہ مینے اس بیان کی تصدیق مین ایک دفعہ ایک بڑی عام مجلس مین فہرستین پیش کی تھین اور اسکو ثابت کرکے دکھایا تھا وہ یہ بھی کہتا ہے کہ مین ان طلاقونکی تعداد مین زیادتی کو اس قوم کیلیے فخر کا باعث سمجھتا ہون نہ ذلت کا اور اس سے گھر کے دایرہ کے اندر کے اخلاق اور تہذیب کی عمدگی کا پتہ ملتا ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ جیسے مرد کو طلاق حاصل کرنیکی اجازت ہے ویسے ہی عورت کو بھی طلاق لینے کا اختیار ہے۔

میری غرض عیسائی ممالک کے مختلف وجوہات طلاق کے بیان کرنیسے یہ ہے کہ کوئی دو عیسائی ملک بھی اسبات پر اتفاق نہین رکھتے کہ کونسے وجوہات پر طلاق جایز ہونی چاہیئے۔ اگر زنا کے علاوہ کسی اور وجہ پر طلاق کی اجازت بھی دیگئی ہے تو یہ فیصلہ نہین کیا گیا کہ کن وجوہات پر طلاق کا جواز ہونا چاہیئے اور کن پر نہین اور اسکے دلایل کیا ہین۔ یہ ان قومونکی حالت ہے جو سب ایک ہی مذہب کی پیرو ہین اور تہذیب کے ایک ہی مرحلہ پر پہنچی ہوئی ہین اور پھر اکثر تمدنی اور اخلاقی امور... پر انکے خیالات بھی ایک سے ہی ہین۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا طلاق کی وجوہات کی حدبندی

www.aaiil.org

کرنا درست بھی ہے۔ یوروپ کے تمام ممالک اور امریکہ کی تمام ریاستون نے اس بارے مین عبث کوششین کرکے آخر یہ ثابت کردیا ہے کہ درست اصول اس ایک ریاست کا ہے جو آخر اس نتیجہ پر پہونچی ہے کہ جہان طلاق کی کافی وجہ موجود ہو وہان ضرور طلاق ملنی چاہیئے خواہ وہ وجہ بینہ وجوہات کے اندر پائی جاتی ہو یا نہ پائی جاتی ہو۔ اگر یہ ممکن ہوتا کہ کل دنیا کے لیے طلاق کے وجوہات معین کیے جاسکتے تو اسقدر اختلاف اسقدر یکسان خیال کی قومون مین اس معاملہ مین ہرگز نہ پایا جاتا۔ خصوصاً جب ان اقوام کا یہ دعوے بھی ہو کہ ہم تہذیب کے اعلے معیار پر پہونچ چکے ہین پس اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ طلاق کے وجوہات معین کرنا بڑی بھاری غلطی ہے کیونکہ ایسے وجوہات کل انسانی حالات پر حاوی نہین ہوسکتے۔ اسلام جسکا سرچشمہ وحی الہی تھی اور اسی لیے انسانی فطرت کے تمام پہلوؤن اور انسانی حالات کے ہر ایک قسم کے تغیر و تبدل پر اسکی پوری نظر تھی۔ اسنے سب سے پہلے مروجہ قوانین طلاق مین یہی اصلاح فرمائی کہ تعیین وجوہات طلاق کو جایز نہ رکھا۔ یہ مقدس مذہب کسی خاص قوم یا خاص ملک یا خاص زمانیکے لیے نہ تھا کہ اسکے مطابق طلاق کے چند وجوہات کا نام لے دینا بلکہ اسکا دایرہ وسیع اور تمام زمین اور زمانے پر حاوی تھا اور اسی لیے دوربینی سے اسنے تعیین وجوہات طلاق کی غلطی کو سمجھ کر اس پہلو مین اصلاح کرنیسے کسی قسم کا خوف ظاہر نہین کیا اور طلاق کیلیے ہر ایسی وجہ کو جایز سمجھا جسکو کافی وجہ کہا جاسکتا ہو تاکہ اسکے مجوزہ قوانین تمام انسانی ضروریات کے پورا کرنیوالے ٹھہرین۔ مین یہ کہنے کو بھی تیار ہون کہ واقعی بعض وقت ایک وجہ طلاق کی ایک قوم کیلیے ضروری ہوتی ہے حالانکہ وہی وجہ دوسری قوم کیلیے نہین ہوسکتی بلکہ قومونکو چھوڑکر افراد سوسایٹی مین بھی ایسے تغیرات پائے جاتے ہین مثلاً جو سلوک معمولی طور پر ایک جاہل مرد اپنی عورت سے کرتا ہے وہی ایک معزز گھر مین بیجا تشدد سمجھا جاویگا۔ اگر یہ ممکن ہوتا کہ ایک ہی قانون طلاق سب دنیا اور سب زمانونکے لیے کافی ہوتا تو یسوع مسیح کے اس قانون کو کہ زنا کے سوائے خاوند کسی صورت مین عورت کو طلاق نہین دیسکتا اسقدر دلیری سے اسکے پیرو نہ توڑتے یا مثلاً اگر یہ قانون بہت ہی محدود ہونیکی وجہ سے انسانی سوسائیٹی کے وسیع حالات کے مطابق ثابت نہ ہوا تھا اور اسکو توڑنا ہی پڑا تھا تو چاہیئے تھا کہ مہذب عیسائی اقوام کل کی کل کسی اور ایک ہی قانون کو اپنے لیے تجویز کرتین۔ اور وجوہات طلاق مین اسقدر اختلاف ایک دوسرے سے نہ کرتین۔ پھر اس اختلاف کے ہوتے ہوئے عیسائیونکی یہ محض حماقت ہے کہ وہ شریعت اسلام پر اس بنا پر اعتراض کرین کہ اس مین وجوہات طلاق کی تعیین نہین کیگئی کیونکہ ایسی تعیین تو خود عیسائی اقوام آجتک نہین کرسکین پس ایسا اعتراض اسوقت تک کچھ وقعت نہین رکھتا جبتک کل عیسائی اقوام متفق ہوکر پہلے یہ بیان نہ کرین کہ انکے نزدیک وجوہات طلاق کون کونسی ہونی چاہیئین +

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے جو یہ تجویز کیا ہے کہ کافی وجہ پر طلاق ہونی چاہیئے اور ان وجوہات کی تعیین کو ترک کردیا ہے یہ قانون طلاق مین سب سے بڑی اصلاح ہے جسپر آخر عیسائی اقوام کو بھی کاربند ہونا پڑے گا۔ دوسرا اعتراض

www.aaul.org

اسلام پر عموماً یہ کیا جاتا ہے کہ اسلامی شریعت کے مطابق خاوند کو حق حاصل ہے کہ جب چاہے بلا وجہ ہی اپنی عورت کو طلاق دیکر اسے الگ کر دے ایسا اعتراض یا تعصب سے پیدا ہو سکتا ہے اور یا شریعت اسلامی کی ناواقفیت سے اسمین شک نہین کہ اسلام معاہدہ نکاح کو ناقابل فسخ نہین سمجھتا مگر ساتھ ہی اسکے وہ نکاح کو ایسا مقدس معاہدہ سمجھتا ہے جسکے توڑنے مین پرلے درجہ کے احتیاط اور حزم سے کام لینا چاہیئے۔ اسلام طلاق کے معاملہ مین افراط اور تفریط کے دونون پہلوؤون سے بچا ہوا ہے اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خیال ہوتا کہ خاوند عورت کو جب چاہے بلا وجہ بھی طلاق دے سکتا ہے تو آپ بار بار یہ تاکید کیون کرتے کہ حتی الوسع طلاق سے بچنا چاہیئے اصل بات یہ ہے کہ اسلام مین طلاق کی اجازت صرف اسی صورت مین ہے جب اس سے کسی ضرر کی اصلاح مقصود ہو جس ضرر کو اگر طلاق کے ذریعہ نہ روکا جاوے تو سوسائیٹی کی ہلاکت کا باعث ہوگا اور اسکی اخلاقی حالتون کو نہایت پستی کی حالت مین گرا دینے والا ہوگا۔ بیاہ کے بعد بعض اوقات ایسے مشکلات اور تکلیفین پیش آجاتی ہین کہ جنکا علاج سوائے فسخ معاہدہ نکاح کے اور کچھ نہین ہوتا انہی صورتون مین اسلام کے اندر طلاق کی اجازت دیگئی ہے۔ بلکہ ان ضرورتون کے اوقات مین بھی اسلام ہی یہ نصیحت کرتا ہے کہ سوائے سخت مجبوری کی حالت کے طلاق کیطرف رجوع نہین کرنا چاہیئے ابغض الحلال الی اللہ الطلاق + ایک مشہور حدیث ہے جسکا منشا یہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالے نے انسانی ضروریات کے سبب سے طلاق کی اجازت تو دی ہے مگر اللہ تعالی کی نظر مین یہ فعل پسندیدہ نہین کہ انسان بلا وجہ یا ذرا ذرا سی بات پر طلاق کیطرف رجوع کرے بلکہ ایسا فعل اللہ تعالے کو سخت ناراض کرنیوالا ہے اب یہ الفاظ بلاشبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے نکلے ہوئے ہین کیا یہ گمان ہو سکتا ہے کہ وہی شخص جو بلا وجہ طلاق کو اس نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اپنے پیروونکو یہ اجازت دے کہ تمہارا اختیار ہے جبتک چاہو عورت تونکو رکھو اور جب چاہو طلاق دو۔ پھر ایسا الزام دینا اگر حماقت نہین تو اور کیا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ شریعت اسلامی مین ایک لفظ بھی اس حدیث کے منشا کے خلاف نہین ہے۔ یہ حدیث بطور ایک بنا کے ہے جس سے اسلامی شریعت کا سچا منشا معلوم ہو سکتا ہے اصل بات صرف اسیقدر ہے کہ اسلام اس غلطی کا مرتکب نہین ہوا کہ عیسائیونکی طرح طلاق کیلیے چند وجوہ بیان کر دیتا اور پھر آئے دن مختلف قومونکے درمیان ان مین تبدیلی ہوتی رہتی +

اب ضروری سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام جو طلاق کیلیے کافی وجہ چاہتا ہے پھر اسنے اپنے اس منشا کو پورا کرنیکا کونسا طریقہ اختیار کیا ہے۔ یہ اعتراض کیا جائیگا کہ خواہ اسلام نے کافی وجہ کو طلاق کیلیے ضروری ہی سمجھا ہو مگر اسکا اختیار اُسنے کلیتہً ایک فرد کے ہاتھ مین دیدیا ہے جو جس طرح سے چاہے اپنے منشا کو پورا کر سکتا ہے اور کسی قسم کی روک اسپر ایسی نہین ڈالی گئی اور کہ کم یہ کہ جب کوئی رنجش کا موقعہ پیدا ہوگا تو ہر ایک شخص

www.aaiil.org

اپنے حق مین ہی فیصلہ کرے گا اور اسلیے عورت کا رکھنا یا اس کو طلاق دیکر نکالدینا اسکی مرضی پر منحصر ہوگا اس اعتراض کے جواب مین اول تو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ طلاق اور نکاح شریعت اسلامی مین کسی فرد کے پرائیویٹ افعال نہین سمجھے جاتے بلکہ اسکے پبلک افعال ہین اور اسلیے شہادتون کا ہونا ضروری مانا گیا ہے اسی وجہ پر حکومت کو ان امور مین پوری مداخلت حاصل ہے اسکی عملی نظیرین خود ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین پائی جاتی ہین اگر ہندوستان مین قانون طلاق کی بنا ان فیصلجات پر رکھی جاتی اور اُن فیصلجات کو جو عموماً ناواقف آدمیون کے قلمونسے نکلے ہوئے ہین اصل شریعت نہ سمجھ لیا جاتا تو ہندوستان کا اسلامی قانون طلاق کچھ اور ہی ہوتا صحیح بخاری مین جو حدیث کی سب سے زیادہ معتبر کتاب ہے ایسی حدیثین موجود ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کئی دفعہ دی ہوئی طلاق کو کالعدم قرار دیکر فریقین کے نکاح کے معاہدہ کو قایم رکھا چنانچہ ایک ایسا واقعہ حضرت ابن عمر کے متعلق ہے اس طرح پر طلاق کو ناجایز قرار دیکر بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فیصلہ ہمیشہ کیلیے کر دیا ہے کہ طلاق کالعدم قرار دیجا سکتی ہے اور حکومت کو اس معاملے مین دخل حاصل ہے یہ غلطی ہوگی اگر ہم یہ کہین کہ انہین وجوہ پر طلاق کالعدم قرار دیجا سکتی ہے جن وجوہ پر خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے کالعدم قرار دیا کیونکہ آپنے تو اپنے فیصلونسے اصول فیصلہ مسلمانونکو بتا دیے ہین اور یہ ممکن ہی نہ تھا کہ ہر قسم کے واقعات آپکی مختصر زندگی مین پیش آکر سب فیصلے یکدفعہ ہی ہوجاتے۔ جو نتیجہ ان مقدمات سے پیدا ہوتا ہے جو آپکے سامنے آئے وہ یہ ہے کہ آپنے اس امر کو ضروری سمجھا کہ جہان طلاق ناجایز طور پر دیجاوے حکومت اسکو کالعدم قرار دیسکتی ہے مین نہین سمجھ سکتا کہ اس سے بڑھکر کونسی روک ایک آدمی پر ڈالی جاسکتی ہے کہ وہ سوچکر اور کافی وجوہات پر طلاق دے اور بلا وجہ اس اختیار کو نہ برتے

اسی امر کی تائید مین کہ حکومت کو طلاق کے معاملہ مین مداخلت کا اختیار ہے اور بھی واقعات ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین پیش آئے منجملہ انکے لعان کی صورت بھی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے یہ دعوے کیا کہ مینے اپنی عورت کو زنا کرتے دیکھا ہے مگر میرے پاس کوئی شہادت اس امر کی موجود نہین اسپر وحی الٰہی کی بنا پر جیسا کہ قرآن کریم مین سورہ نور مین وارد ہے آپنے لعان کا حکم دیا جسکا آخری نتیجہ یہ تھا کہ مرد اور عورت الگ الگ کیے گئے اور طلاق واقع ہوگئی۔ اب اس سوال کے اٹھنے اور اسپر اللہ تعالے کی طرف سے یہ فیصلہ نازل ہونے سے یہ شہادت پیدا ہوتی ہے کہ شریعت اسلام کے رو سے بلا وجہ کوئی مرد کسی عورت کو طلاق نہ دے سکتا تھا اصل مشکل اس صورت مین یہ تھی کہ اگر مرد اپنی عورت کو زنا کا الزام دیکر اسے طلاق دے تو شہادت کے موجود نہ ہونیکی وجہ سے خود جھوٹا الزام لگانیوالا اٹھہرکر تعزیری حد کے نیچے آتا ہے اور ویسے چونکہ اسکا اپنا نفس یقین کرچکا ہے کہ اسکی عورت زانیہ ہے وہ اسکے ساتھ رہ بھی نہین سکتا پس اس مشکل کی صورت مین شریعت اسلام نے لعان کا فتوے دیا ہے جسکی ضرورت اس صورت مین نہ ہوتی اگر طلاق بلا وجہ جایز ہوتی۔ شاید یہ کہا جائے کہ لعان کا حکم تو حد سے بچنے کے لئے ہے

www.aaiil.org

یعنی اگر مرد حسب منشائے قرآن کریم قسم کھاوے کہ وہ سچا ہے تو اس پر جھوٹا الزام لگانیکی حد قایم نہ ہوگی اور اگر عورت مطابق حکم یہ قسم کھاوے کہ اسپر الزام لگانیوالا جھوٹا ہے تو اسپر زنا کی حد قایم نہ ہوگی۔ یہ بالکل صحیح ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ نتیجہ اسکا آخر طلاق ہے اور اگر بغیر جرم قایم کرنیکے طلاق ہوسکتی تو مرد کو الزام دینے کی ضرورت ہی کیا رہتی اور اسی بنا پر یہ استدلال بھی ہے۔

قرآن کریم سے یہ بھی ثبوت ملتا ہے کہ بعض وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قبل دینِ طلاق کے بھی طلاق روکا۔ اور جبتک طلاق کا دینا مجبوری کی حد تک نہین پہنچ گیا طلاق کی اجازت نہین دی۔ میری مراد اس جگہ حضرت زید رضی اللہ عنہ اور ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے معاملہ طلاق سے ہے۔ زید اور زینب مین ایسی نااتفاقی ہوئی کہ آخر زید نے زینب کو طلاق دینے کا ارادہ کیا۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہونچی تو آپنے جو جواب دیا اسکا ذکر قرآن کریم ان الفاظ مین کرتا ہے:۔ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰہَ (الاحزاب ۳۷) ترجمہ۔ جب تم اس شخص (یعنی زید) کو سمجھاتے تھے جسپر اللہ نے انعام کیا (یعنی اسکو مسلمان ہونیکی توفیق دی) اور جسپر تمنے بھی احسان کیا (یعنی اسکی پرورش کی) اور پھر زینب سے اسکا نکاح کردیا) کہ اپنی بی بی زینب کو اپنی زوجیت مین رہنے دے اور اللہ سے ڈر (اور اسکو طلاق نہ دے) مگر جب کوئی صورت اصلاح کی نہ بن سکی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا کہ طلاق کے بغیر کوئی صورت اصلاح کی نہین ہے تو پھر آپنے طلاق کی اجازت دیدی۔ اس جگہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ طلاق کو روکتے وقت آپنے ساتھ یہ فرمایا کہ اللہ سے ڈرو۔ گویا آپکے نزدیک طلاق ایک بڑا ہی اہم معاملہ تھا کیونکہ اگر اسکے دینے مین انسان کو سخت مجبوری نہ ہو تب تک آپنے اسے جایز نہین سمجھا۔ ان دو واقعونسے یعنی ایک تو حضرت ابن عمر کی طلاق کا معاملہ اور دوسرا زید کی طلاق کا معاملہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ بانی اسلام علیہ السلام کا یہ منشاء تھا کہ حکومت کو طلاق کے معاملہ مین یہ اختیار دیا جاوے کہ اسکی بد استعمالی کو روک سکے خواہ طلاق کے واقع ہونیسے پہلے اسکو روک دینے سے اور خواہ طلاق ہوچکے تو اس کو کالعدم قرار دیکر۔ یہ بیان کردینا بھی ضروری ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صرف ایک حاکم کا رنگ ہی نہ رکھتے تھے۔ بلکہ وہ مذہبی پیشوا اور شارع بھی تھے۔

پھر ایک اور روک طلاق کے ناجایز استعمال کو روکنے کیلیے وہ قرار دیگئی ہے جسے قرآن کریم نے نہایت صریح الفاظ مین بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک جھگڑے مین فریقین خود کوئی کارروائی نہ کرین بلکہ دو حکم تنازعہ کے فیصلہ کے لیے مقرر کیے جاوین اور ان کو پورے پورے اختیارات دیئے جاوین۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِہِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَہْلِہٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَہْلِہَآ اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلٰحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَہُمَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا ۔ (النساء ۔ ۳۵) جسکا ترجمہ یہ ہے کہ اگر تمکو میان بی بی مین فساد کے پیدا ہونیکا

www.aaiil.org

اندیشہ ہو تو ایک پنچ مرد کے کنبے مین سے مقرر کرو اور ایک پنچ عورت کے کنبے سے۔ اگر ان دونون کا ارادہ اصلاح کا ہوگا تو اللہ تعالیٰ بھی ان دونون مین موافقت پیدا کردیگا۔ بیشک خدا علیم و خبیر ہے۔ اس آیت مین ایک ضروری امر مفید طلب یہ ہے کہ تم مین خطاب کسکو ہے یعنی حکم مقرر کون کرے۔ امام شافعی نے اس سے خطاب حکومت کو مراد لیا ہے یعنی حاکم کو چاہیے کہ وہ پنچ مقرر کرے۔ امام رازی اپنی تفسیر مین لکھتے ہین۔ قال الشافعی رضی اللہ عنہ المستحب ان یبعث الحاکم عدلین ویجعلھما حکمین والاولی ان یکون واحد من اھلہ وواحد من اھلھا لان اقاربھما اعرف بحالھما من الاجانب واشد طلبا للصلاح فان کان اجنبیین جاز وفائدۃ الحکمین ان یخلو کل واحد منھما بصاحبہ ویستکشف حقیقۃ الحال لیعرف ان رغبتہ فی الاقامۃ علی النکاح او فی المفارقۃ ثم یجتمع الحکمان فیفعلان ما ھو الصواب من ابقاء طلاق او خلع۔ اسی کی تائید مین حضرت علی کے سامنے ایک ایسے ہی واقع کا پیش ہونا بیان کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکم مقرر کرنیوالا حاکم ہی ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ساتھ ہی یہ لکھا ہے کہ حضرت علی کے پاس ایک مرد اور ایک عورت آئے اور ان دونون مین سے ہر ایک کے ساتھ لوگون کی ایک جماعت تھی حضرت علی نے حکم دیا کہ ایک پنچ مرد کے کنبے سے اور ایک عورت کے کنبے سے مقرر کیا جاوے۔ جب حکم مقرر ہوگئے تو آپنے انکو فرمایا تم جانتے ہو تمہارے فرایض کیا ہین۔ تمہارا یہ فرض ہے کہ پہلے دیکھو کہ اگر کوئی صورت اصلاح اور اتفاق کی ہوسکتی ہے تو اتفاق کرادو اور اگر یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ طلاق واقع ہو تو طلاق کرادو۔

اس واقع سے صاف پتہ لگتا ہے کہ قرآن کریم کے حکم کا منشا کیا ہے۔ اب خواہ حاکم خود حکم مقرر کرے یا اسکے حکم کے مطابق کوئی دوسرا مقرر کرے اس سے کچھ فرق نہین آتا بہرحال حکومت کی مداخلت طلاق کے معاملہ مین ایک صریح اور بین امر ہے جس سے کسی کو انکار نہین ہوسکتا۔ اگر مرد کو قطعی اختیار ہر وقت عورت کو طلاق دینے کا ہوتا اور کسی وجہ کی ضرورت نہ ہوتی تو حکم مقرر کرنیکا کیا مطلب تھا۔ حکم تو اسی بات کے دیکھنے کیلئے مقرر کیئے جائینگے کہ آیا اصلاح ممکن ہے یا نہین اور اگر نہین تو کس فریق کا قصور ہے اور آیا طلاق ہونی چاہیئے یا خلع اگر مرد کا قصور ہے تو عورت کو مہر پورا دیا جاویگا اور اگر عورت کا قصور ہے تو خلع کی صورت ہوگی یہی طریق اللہ تعالےٰ نے طلاق کے معاملات مین پسند فرمایا ہے۔ اور اسکے مطابق کارروائی ہونے سے مرد اور عورت طلاق مین ناجایز فایدہ اٹھانیسے رک جائینگے۔

پھر طلاق کے لیے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ مرد تین طہرون مین عورت کو تین طلاقین دے۔ اسقدر لمبا عرصہ رکھنے کا یہ منشا ہے کہ اگر کوئی ممکن صورت اصلاح کی ہو تو ہو جاوے کیونکہ بعض وقت جلدی مین

www.aaiil.org

انسان ایک معاملہ کے پس و پیش کو نہین سمجھتا۔ بتدریج طلاق کی تکمیل سے یہ ایک عظیم الشان فایدہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے اختلاف جو فساد کا باعث ہو گئے تھے آخر چند دن بعد خود ہی حقیر معلوم ہونے لگتے ہین اور طلاق کے نتایج جون جون اسپر زیادہ غور کیا جاویگا بڑے معلوم ہونے لگین گے اور اسلیئے اصلاح کا پورا موقعہ فریقین کو ملجاویگا اسی حکمت پر اللہ تعالےٰ نے یہ فرمایا۔ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ + (البقرۃ - ۲۳۰) طلاق دو دفعہ ہے پھر اسکے بعد نیک برتاؤ کے ساتھ زوجیت مین رکھنا چاہیئے (یعنی دو دفعہ طلاق کے بعد رجوع ہو سکتا ہے) اور یا اگر یہ نہ ہو سکے تو حسن سلوک کے ساتھ رخصت کر دینا چاہیئے اور جو کچھ تم اپنی بیبیونکو دیچکے ہو اسمین سے تمہین کچھ بھی لینا جایز نہین سوائے اس صورت کے جب اندیشہ ہو کہ میان بی بی خدا کی قایم کی ہوئی حدون پر قایم نہین رہ سکینگے پس اگر تمہین اس بات کا خوف ہو کہ وہ دونون خدا کی باندھی ہوئی حدود پر قایم نہین رہ سکینگے تو اگر عورت طلاق حاصل کرنیکے لیے کچھ مال خاوند کو دیدے تو اسمین دونو پر کچھ گناہ نہین یہ خدا کی باندھی ہوئی حدین ہین انکو توڑو نہین جو خدا کی باندھی حدونکو توڑتے ہین وہ ظالم ہین" اس آیت مین علاوہ اس بات کے بیان کرنیکے کہ طلاق دیتے وقت کیا طریق اختیار کرنا چاہیئے خدا تعالےٰ نے یہ بھی خاوند کو حکم دیا ہے کہ طلاق دیتے وقت نہ صرف اس مال مین سے کچھ واپس نہ لے جو وہ عورت کو دیچکا ہے بلکہ چاہیئے کہ اسکو رخصت کرتے وقت احسان سے رخصت کرے یعنی کچھ اور بھی اسکے ساتھ حسن سلوک کرے چنانچہ دوسری جگہ نہ لینے کے متعلق فرمایا ہے۔ وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ط (النساء - ۲۰) اگر تم نے بی بی کو بہت سارا مال بھی دیدیا ہو تو بھی اس سے کچھ واپس نہ لینا چاہیئے۔ یہ چھوٹی سی بات نہین کیونکہ ممکن نہین کہ انسان بغیر کسی مجبوری کے عورت کو بھی الگ کرے اور ساتھ اسکے مال بھی دے یہ طلاق کے ناجایز استعمال پر ایک اور روک ہے۔

علاوہ ازین قرآن کریم بار بار تقوے کی ہدایتون سے بھرا پڑا ہے اور کوئی سچا مسلمان یہ نہین کر سکتا کہ ان ہدایتونکی کچھ بھی پروا نہ کرے۔ قرآن شریف مین جس قدر احکام یا اجازتین یا ممانعتین دیگئی ہین وہ سب تقوی کی شرط سے مشروط ہین اور دراصل تقوی ہی ایک چیز ہے جو انسان کو کمال تک پہنچانیوالی ہے ورنہ اگر تقوی نہین تو سخت سے سخت قاعدے اور روکین بھی کچھ نہین کر سکتین۔ خدا کی سچی اور حکیم کتاب نے یہ راہ اختیار نہین کیا کہ چند ظاہری قواعد اور بیرونی پابندیون پر ہی سارا انحصار کر دے کیونکہ صرف اتنی بات سے انسان اس حقیقی پاکیزگی تک نہین پہنچ سکتا جو اسکی زندگی کا اصل مقصد ہے بلکہ جہان کسی قاعدہ کو بیان کیا ہے اسکے ساتھ ہی تقوی کی رعایت

www.aaiil.org

کی شرط لگادی ہے تاکہ تقوے کو اختیار کرکے انسان اس قاعدہ یا اجازت کی بداستعمالی سے بچ سکے۔ مذہب اسلام صرف ظاہری قواعد کی پابندی پر خوش نہین ہوتا کیونکہ یہ محض چھلکا ہے بلکہ اصل بات جو وہ چاہتا ہے وہ دل کی حقیقی پاکیزگی اور سچی تقوے اور طہارت ہے جو احکام شریعت کا مغز ہے پس خواہ زندگی کے کسی پہلو کے متعلق کوئی حکم ہو کھانے پینے کے متعلق یا چلنے پھرنے بیٹھنے اٹھنے کیمتعلق کام کرنے یا آرام کرنیکے متعلق نکاح یا طلاق کے متعلق ہر ایک حکم کے ساتھ تقوے کی شرط لگا دیگئی ہے۔ اگر انسان تقوے کے ساتھ کوئی کام کریگا تو وہ کبھی خدا کے احکام کو نہ توڑے گا اور نہ بنی نوع کو نقصان پہنچانیکی راہ اختیار کریگا۔ یہ امر کہ ہر ایک امر اور نہی اور اجازت کے ساتھ تقوی کی شرط لگائی گئی ہے قرآن کریم کی خصوصیت ہے اور دنیا کی کوئی اور کتاب خواہ وہ انسانی ہو اور خواہ الہامی ہونیکا دعوے رکھتی ہو یہ خصوصیت اپنے اندر نہین رکھتی۔ پس یہ نہایت ضروری امر ہے کہ جب ہم مثلاً اسلام کے قانون طلاق پر بحث کرین تو اس امر کو مدنظر رکھین کہ اسکا بڑا بھاری پہلو شرط تقوے بھی ہے پس جو شخص تقوے کے خلاف اپنی کسی نفسانی خواہش کیلئے اس اجازت سے اسکے منشاء کے خلاف فایدہ اٹھانا چاہتا ہے وہ اسلام کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے اور اسکی اس خلاف ورزی سے اسلامی قانون طلاق پر کوئی اعتراض وارد نہین ہو سکتا۔ جہان یہ غور کرنا ہے کہ اسلام نے طلاق کی اجازت دی ہے وہان یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ اس اجازت کو کس شرط کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے اور اس شرط کو الگ کرکے اسلامی قانون پر اعتراض کرنا احمقانہ ہے کیونکہ جبتک طلاق کا قانون تقوے کی شرط کے ساتھ مشروط ہے اسکی بداستعمالی رکی رہیگی اسلام مسلمانوں سے نہین چاہتا کہ وہ قرآن کریم کے ایک حصہ پر عمل کرین اور دوسرے حصہ کو چھوڑ دین پس ایک حصہ کو لیکر جو اعتراض کیا جاتا ہے وہ اسلام پر اعتراض نہین بلکہ ان مسلمانون پر اعتراض ہے جو قرآن کریم پر عمل نہین کرتے۔ کسی اصول کی بداستعمالی کے وقت اعتراض اس اصول پر نہین کرنا چاہیئے بلکہ اس شخص پر اعتراض ہوگا جسنے بداستعمالی کی +

ایک اور امر بھی قابل غور ہے طلاق کو قرآن کریم نے تسریح باحسان کے نام سے پکارا ہے یعنی نیکی اور مروت کے ساتھ بی بی کو رخصت کرنا۔ حالانکہ مخالفین جس قسم کی طلاق کی اجازت اسلام مین سمجھتے ہین اسکے ظاہر کرنیکے لیے کوئی ایسے لفظ ہونے چاہیئے تھے جیسے گھر سے نکالدینا یا چھوڑ دینا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کریم تو یہ چاہتا ہے کہ اگر طلاق ہی دینی ہو تو پھر بی بی کو نیکی اور مروت سے رخصت کیا جاوے لیکن اگر کوئی شخص بلاوجہ ایک نیک بی بی کو گھر سے نکالتا ہے تو اسکی اس کارروائی پر احسان کا لفظ کبھی صادق آ ہی نہین سکتا کیونکہ اس نے تو بجائے نیکی اور مروت کے اسکے ساتھ شرارت اور ظلم کیا۔ چونکہ قرآن کریم کے الفاظ خدائے حکیم کے منہ کے لفظ ہین اسلیئے ان الفاظ مین ہی کتابوں کے مضمون بھرے ہوئے ہین اور ایک غور کرنیوالی طبیعت جب خدا رہنمائی کرے بہت جلد اس نتیجہ پر پہونچ سکتی ہے کہ ایک خاص لفظ کے ایک خاص موقعہ پر رکھنے مین کیا حکمت ہے آخر اس جگہ جو طلاق کا

www.aaiil.org

مفہوم ادا کرنیکے لیے قرآن کریم نے الفاظ تسریح باحسان استعمال کیے تو یہ ایک اتفاقی امر نہین بلکہ عین اس مفہوم کے ادا کرنیکے لیے یہ الفاظ رکھے گئے ہین جس مفہوم کا ادا کرنا اس جگہ مقصود ہے۔ جب اللہ تعالے نے طلاق کا نام تسریح باحسان رکھا ہے تو کوئی طلاق اسلامی شریعت کے رو سے صحیح طلاق نہین ہو سکتی جبتک اسمین نیکی اور حسن نہ پایا جائے اور یہ اسیصورت مین ہوگا جب طلاق میان بی بی کے فایدہ کیلیے ہو کیونکہ طلاق مین نیکی صرف یہی ہو سکتی ہے کہ وہ کسی ضرر کے دور کرنیکا علاج ہو اور اگر کسی ضرر کا دور کرنا مقصود نہین تو پھر ایسی طلاق تسریح باحسان کے نام سے پکارے جانے کی حقدار بھی نہین پس قرآن کریم کے اس لفظ کو اختیار کرنیسے ہم اس صحیح نتیجہ پر پہونچ سکتے ہین کہ اسلام مین طلاق کی اجازت صرف دفع ضرر کیلیے ہے یہ نتیجہ لفظ احسان سے نکلتا ہے اور اسکی مؤید شہادت لفظ تسریح کے معنو پر غور کرنیسے پیدا ہوتی ہے کیونکہ تسریح کے معنے ہین اونٹون یا چارپایون کا چراگاہ کیطرف لیجانا۔ اسلیے جب استعارۃً یہ لفظ انسان کے متعلق بولا جائیگا تو اس سے یہ مراد ہوگی کہ ایک انسان کو ایک ضرر کیحالت سے نکالکر اچھی حالت کیطرف لیجانا کیونکہ مویشی جب بھوکے ہوتے ہین تب ہی انکو چراگاہ کیطرف لیجاتے ہین پس اس جگہ لفظ تسریح کے استعمال سے قرآن کریم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ایک عورت جو کسی تنگی یا مصیبت کیحالت مین ہے اسکو اس حالت مین نہین رکھنا چاہئے بلکہ اسے نیکی اور مروت کے ساتھ رخصت کرنا چاہیئے تا وہ دوسری جگہ نکاح کرکے آرام کے ساتھ زندگی بسر کرسکے پس ہر دو الفاظ یعنی تسریح اور احسان کے معنو پر غور کرنیسے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم یہ ہدایت فرماتا ہے کہ جب مرد اور عورت مین کوئی ایسی صورت تنازعہ کی پیدا ہو جائے جو ان دونون یا ایک کی تنگی اور تکلیف کا موجب ہو تو اس صورت مین طلاق ہی مفید ہے اور طلاق کے بغیر ضرر دور نہین ہو سکتا ان امور پر غور کرنیسے انصاف پسند طبیعتین دیکھ سکتی ہین کہ اسلام پر یہ کسقدر جھوٹا الزام ہے کہ اسلام بلا وجہ طلاق کی اجازت دیتا ہے۔

یہ نتیجہ صرف الفاظ تسریح باحسان کے معنو مین غور کرنیسے پیدا ہوا ہے اسسے پہلے جو الفاظ استعمال ہوئے ہین یعنی امساک بمعروف (نیک برتاؤ کے ساتھ زوجیت مین رکھنا) وہ بھی اسیکے مؤید ہین اس جگہ قرآن کریم یہ بیان فرماتا ہے کہ جب طلاق کے واقعات پیدا ہو جائین تو تم یکمرتبہ طلاق مت دو بلکہ پہلے دو دفعہ دو طہرون مین طلاق دو۔ پھر اسکے بعد انسان کے لیے دو راہ کھلے ہین پہلی راہ جو متقدم اور افضل ہے کیونکہ اسی کا پہلے بیان بھی کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ پھر خوب سوچو کہ آیا تم ایسی حالت مین بی بی کو رکھ سکتے ہو اسکے ساتھ نیکی سے برتاؤ کرو یعنی اسپر کسی قسم کا ظلم نہ ہو یا وہ کسی طرح کی تنگی اور تکلیف کیحالت مین نہ رہے اگر یہ ممکن ہے تو یہی راہ اختیار کرو اور اگر یہ نہین کرسکتے تو پھر دوسری راہ تمہارے لیے یہ ہے کہ نیکی اور مروت کے ساتھ اسے رخصت کردو۔ پہلی شق کو مقدم کرنے اور دوسری کو مؤخر کرنیسے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ دوسری شق صرف ایسی صورت مین اختیار کرنی چاہیئے جب پہلی ممکن نہ ہو

www.aaiil.org

گویا طلاق تب اختیار کرنی چاہیئے جب میان بی بی کا برتاؤ نیکی اور سلوک کا نہ رہے جو نکاح کا اصل مقصد حاصل کرنیکے لیے ضروری ہے ایکدوسرے موقعہ پر بعینہٖ ایسے ہی الفاظ مین قرآن کریم نے طلاق کا ذکر فرمایا ہے۔ فرماتا ہے۔ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا (البقرۃ۔ رکوع ۲۹۔ آیت ۲۳۲) ترجمہ جب تمنے عورتونکو دو بار طلاق دیدی اور انکی عدت پوری ہونیکو آئی تو یا تو نیک سلوک کے ساتھ انکو اپنی زوجیت مین رکھو یا تکمیل طلاق کرکے انکو نیکی کے ساتھ رخصت کرو مگر ایسی طرح انکو اپنی زوجیت مین نہ رکھو جس سے انکو ایذا پہونچے جسکا نتیجہ یہ ہو کہ تم زیادتی کرنے لگو" ان الفاظ مین گویا اللہ تعالے نے طلاق کا فلسفہ بیان فرمایا ہے پہلے یہ تاکید فرماکر کہ انکو نیک سلوک کے ساتھ رکھو پھر دوبارہ یہی اعادہ کیا ہے اور تاکیداً فرمایا ہے کہ ایسا ہرگز نہ ہو کہ تمہارا انکو زوجیت مین رکھنا انکے لیے ایذا دہی کا موجب ہو اور تم تا انصافی کرنیوالے ہو۔ گویا یہ پسند فرمایا ہے کہ بجائے اسکے کہ عورت کو ایسی صورت مین گھر مین رکھا جائے کہ وہ اسکی تکلیف دہی کا موجب ہو۔ بہتر یہی ہے کہ تم انکے ساتھ نیکی کرکے ان کو رخصت کردو۔ گویا کسی صورت مین عورت پر ظلم یا اسکی ایذا دہی روا نہین رکھی اور نہ ہی یہ پسند کیا ہے کہ گھر جو خوشی اور آرام کی جگہ ہونی چاہیئے روز کے جھگڑون اور فساد اور تکلیفون اور ایذا کی جگہ ہو جاوے۔ تین احکام اس ایک آیت مین ہین۔ اول اور سب سے مقدم یہ ہے کہ اگر کوئی فساد پیدا ہو کر دو دفعہ طلاق ہو بھی چکی ہے اور ابھی رجوع کا وقت باقی ہے تو تم رجوع کرلو ایسی صورت مین کہ ان کو نیک سلوک اور فیاضانہ برتاؤ کے ساتھ رکھ سکو یعنے انکے چھوٹے چھوٹے قصورون اور کمزوریون سے درگذر کرو اور چھوٹے چھوٹے اختلافات کو کوئی وقعت نہ دو۔ لیکن اگر یہ نہ کرسکو تو پھر تم انکے ساتھ یہ نیکی کرسکتے ہو کہ احسان کے ساتھ انکو رخصت کردو۔ اور پھر ایکدفعہ فرمایا کہ اصل منشا صرف یہی ہے کہ عورتونکے ساتھ یا تو نیکی سے سلوک کیا جاوے اور یا اگر کوئی ایسے واقعات پیدا ہوگئے ہین کہ میان بی بی مین اتفاق اور ایکدوسرے کے ساتھ حسن معاشرت کی کوئی صورت نہین رہی تو پھر طلاق ہی بہتر ہے۔ کیونکہ جب نکاح کی غرض ہی مفقود ہوگئی تو پھر فریقین کو اسبات پر مجبور کرنا کہ وہ ظاہر طور پر اکٹھے رہین حالانکہ دراصل وہ بالکل الگ ہوچکے ہوئے ہین محض ظلم ہے۔ ایسی صورت مین زندگی ایک مصیبت ہوجاتی ہے اور اس دکھ اور تکلیف کا اثر نہ صرف میان بی بی پر ہی ہوتا ہے بلکہ آیندہ نسل بھی اس سے متاثر ہوکر سوسائیٹی کیلیئے بجائے مفید ہونیکے مضر ہوتی ہے۔ ایسی ہی صورتونمین قرآن کریم طلاق کا حکم دیتا ہے اور اس حکم مین انسانونکی بہتری اور نیکی اور عفت کا پاس ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اگر اسلام مین طلاق کے متعلق کوئی آزادی ہے جسکا الزام دیا جاتا ہے تو وہ یہی آزادی ہے کہ جب میان بی بی مین حسن معاشرت کسی صورت مین نہ رہ سکے تو اسوقت انکی علیحدگی کا حکم ہے۔ عیسائیت جو اپنے قانون طلاق پر فخر رکھتی ہے اسنے ایسے موقعہ کیلیئے کونسا علاج تجویز کیا ہے بس یہی کہ مرد اور عورت دلونمین جتنا چاہین بُعد

www.aaiil.org

اختیار کر چکے ہون مگر ظاہری طور پر انکو جکڑا رکھنا چاہیئے خواہ کیسے ہی بد نتایج اس سے پیدا ہون۔

اس غلط فہمی کے سبب جو عموماً اسلام کے قانون طلاق کے متعلق پیدا ہوئی ہوئی ہے اُس بات کو مکرر بیان کرتا ہون کہ باوجود اس آزادی کے جو طلاق کے معاملہ مین قرآن کریم نے دی ہے اس بات پر اس کتاب حکیم نے بار بار زور دیا ہے کہ جہانتک ممکن ہو اصلاح کی فکر کرنی چاہیئے اور طلاق سے حتے الوسع بچنا چاہیئے۔ خصوصاً مردونکو یہ نصیحت کیگئی ہے کہ اگر انکو طبائع مزاج بھی بعض باتین بیش آجائین تو انہین چاہیئے کہ حوصلہ اور وسعت اخلاق سے انکی برداشت کرین کیونکہ جب اللہ تعالے نے ان کو قوی مین مضبوط بنایا ہے تو انکو بھی بڑا حوصلہ دکھانا چاہیئے چنانچہ ایک جگہ عورتون کے متعلق خاوندون کو یہ حکم دیا گیا ہے وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ ... فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ط (النساء۔ رکوع ۳۔ آیت ۱۹) اور بیبیونکے ساتھ حسن سلوک سے رہو اور اگر تمکو کسی وجہ سے بی بی ناپسند ہو تو بھی اسکو نیک سلوک کے ساتھ ہی اپنی زوجیت مین رکھو کیونکہ عجب نہین کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالے اسی مین بہت سی خیر و برکت دے" اب اس آیت مین مردونکو بالخصوص اللہ تعالے نے یہ حکم دیا ہے کہ اگر ان کو بی بی ناپسند بھی ہو تو بھی وہ اپنی ناپسندیدگی پر غالب آنے کی کوشش کرین اور اگر وہ ایسا کرینگے تو یہی بات انکے لیے خیر و برکت کا موجب ہو جائیگی اور انکی ناپسندیدگی بھی دور ہو جاوے گی۔ پھر اسی سورت مین آگے چلکر فرمایا۔ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ط وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ط وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ط وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ... وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ط وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا (النساء۔ رکوع ۱۹۔ آیت ۱۲۸ و ۱۳۰) اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کیطرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو ان دونو پر کوئی گناہ نہین کہ آپس مین عمدہ طور پر صلح کر لین اور صلح بہت اچھی چیز ہے اور تھوڑا بہت بخل تو انسان کی طبیعت مین ہوتا ہی ہے (اسکی چندان پروا نہ کرنی چاہیئے) اور اگر ایک دوسرے کے ساتھ نیک سلوک کرو اور سخت گیری سے بچے رہو تو اللہ تعالے تمہارے تمام کاموں سے باخبر ہے (اسکے مطابق ہی تمہین نیک اجر دیگا) ..... اور اگر (میان بی بی مین کوئی صلح کی صورت بن نہ پڑے اور) ایکدوسرے سے جدا ہو جائین تو اللہ تعالے ان دونو کو غنی کر دیگا (یعنے انکے لیے کوئی بہتر صورت پیدا کر دیگا) اور اللہ تعالے بڑی وسعت والا اور حکمت والا ہے" اسجگہ الصلح خیر کہکر تمام غلط فہمیونکا ازالہ فرما دیا ہے یعنی اللہ تعالے کے نزدیک بہت پسندیدہ طریق تو یہی ہے کہ صلح ہی کر لیجاوے اور علیحدگی کی اجازت صرف اسیصورت مین ہے۔ جب اصلاح کی کوئی صورت بن نہ پڑے کیا اسقدر صراحت کے باوجود بھی قرآن کریم پر کوئی عقلمند یہ الزام دیگا کہ وہ طلاق کی کھلی اجازت دیتا ہے۔ جب مرد چاہے عورت کو گھر سے باہر نکالدے۔ ہرگز نہین بلکہ جیسا کہ مین

www.aaiil.org

بار بار کہہ چکا ہون اصل منشا تعلیم قرآنی کا یہی ہے کہ طلاق منع نہین مگر مجبوری کی حالت مین اسے اختیار کرنا چاہیئے۔ ان آیات کے اخیری الفاظ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ طلاق کی اجازت اس غرض کیلیئے ہے کہ وہ بہتری کا باعث ہو نہ اسلیے کہ کسی فریق کے نقصان کا ذریعہ اسے ٹھہرایا جائے کیونکہ اخیر مین یہ فرمایا ہے کہ جب واقعی طلاق کی ضرورت محسوس ہو جائے تو پھر طلاق واقع ہونی چاہیئے کیونکہ اللہ تعالے جو بڑی وسعت اور حکمت والا ہے نئے اور عمدہ تعلق ہر دو کے لیے ایسے پیدا کر سکتا ہے جو انکی بہتری اور آرام کا موجب ہون اور میان بی بی دونونکو غنی کر سکتا ہے۔ درحقیقت اگر غور سے دیکھا جائے تو ہر جگہ جہان طلاق کی اجازت دی ہے قرآن کریم نے مقدم اسی بات کو کیا ہے کہ پہلے صلح کی کوشش کرنی چاہیئے اور اگر باہمی اتفاق سے رہنے کی کوئی صورت پیدا ہو جائے تو وہی اختیار کرنی چاہیئے اور طلاق کو ہمیشہ پیچھے بیان کیا ہے تا کلام الہی کا یہ منشا معلوم ہو جائے کہ طلاق کی اجازت انہین صورتون مین ہے جب صلح کی کوئی صورت بن نہ پڑے چنانچہ اس آیت مذکورہ بالا مین صاف طور پر یہ بتایا گیا ہے کہ جہان کسی قدر فساد کی صورت پیدا بھی ہو جائے اور فریقین مین بے رغبتی یا ناپسندیدگی معلوم ہوتی ہو تو بھی پہلے یہی کوشش کرنی چاہیئے کہ صلح ہو جائے کیونکہ افضل صلح ہی ہے۔ پھر جہان دو حکم مقرر کرنیکا حکم دیا گیا ہے وہان بیان بھی یہی کیا ہے کہ وہ فریقین کے درمیان کوئی صلح کی صورت پیدا کرین اور طلاق کا ذکر بھی نہین کیا اگرچہ اس مین کسی کو شک نہین ہو سکتا کہ طلاق بھی انکے اختیار کے اندر ہے پھر جہان تین طلاقین دینے کا حکم دیا ہے وہان بھی دو دفعہ امساک بالمعروف کو ہی مقدم کیا ہے غرضیکہ اسقدر صراحت سے یہ بات بیان کیگئی ہے کہ ایک حق پسند طبیعت کو یقین آجاتا ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم یہ ہرگز نہین کہ مرد جب چاہے طلاق دیدے بلکہ یہ پاک کتاب طلاق سے اُس حد تک روکتی ہے جہانتک روکنا انسانی طاقت کے اندر ہے۔

یہ تمام شہادت طلاق کے بارہ مین مینے صرف قرآن شریف سے پیش کی ہے اور اسکو پڑھنے کے بعد حاجت باقی نہین رہتی کہ احادیث کا بھی حوالہ دیا جاوے مگر مین مناسب سمجھتا ہون کہ اس بحث کو ختم کرنیسے پہلے دو تین احادیث بھی بیان کردون ایک حدیث کا حوالہ پہلے بھی دیا جا چکا ہے یعنی ابغض الحلال الی اللہ الطلاق پھر ایک اور حدیث مین آیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایما امراۃ سالت زوجھا الطلاق فی غیر ما باس فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ۔ یعنی جو عورت بغیر کسی ضرر یا تکلیف کے اپنے خاوند سے طلاق مانگیگی اسپر جنت کی خوشبو حرام ہے پھر ایک اور حدیث مین فرمایا ہے:۔ لعن اللہ الذواقین والذواقات۔ یہی حدیث دوسرے الفاظ مین یون بیان کیگئی ہے:۔ ان اللہ لا یحب الذواقین والذواقات۔ مگر مآل ایک ہی ہے۔ یعنی اللہ تعالے لعنت کرتا ہے یا محبت نہین کرتا ان مردونسے جو نفسانی خواہشات کیخاطر بار بار نکاح کرتے اور طلاق دیتے ہین اور ان عورتونسے جو نفسانی خواہشات کیخاطر بار بار نکاح کرتی اور طلاق لیتی ہین۔ اس

www.aaiil.org

حدیث کو بیان کرنیکے بعد صاحب حجت البالغہ نے لکھا ہے کہ اس قسم کے مرد اور عورتین زانی اور زانیہ ہوتے ہین؛

ایک اور اعتراض جو اسلام کے قانون طلاق پر کیا جاتا ہے یہ ہے کہ اسلامی شریعت کے رو سے عورت کو طلاق لینے کا کوئی حق حاصل نہین۔ اسلام مین جس قدر صراحت سے عورت کے حقوق اس معاملہ مین مذکور ہین انکے ہوتے ہوئے ایسی غلط فہمی کیونکر پیدا ہوگئی اسکا مین کچھ جواب نہین دے سکتا مگر تعجب یہ ہے کہ مسٹر ولاور حسین باوجود اپنے اسلام کے بلکہ اسلام کی ترقی کے حامی ہونیکے دعوے کے بھی یہ کہتا ہے کہ جہان اسلامی قانون طلاق مرد کو کھلی اجازت طلاق کی دیتا ہے۔ عورت کو خواہ اسپر کتنا ہی ظلم ہو ایسا حق نہین دیتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معترض کو تمام اسلامی مسایل سے ایک سی ہی ناواقفیت ہے پھر یہ کسقدر حماقت ہے کہ باوجود جہالت کے اعتراض پر اعتراض کیے چلے جاتے ہین اعتراض سے پہلے کسیقدر قرآن شریف اور حدیث شریف سے واقفیت تو پیدا کرلی ہوتی۔ اس اعتراض کی تردید کیلیے اگر اور کوئی ثبوت ہم نہ بھی دین تو وہی احادیث کافی ہین جن کے حوالے اس سے پہلے فقرہ مین دیئے جاچکے ہین مثلاً اسی حدیث پر غور کرو کہ:- ایما امراۃ سالت زوجہا الطلاق فی غیر ما باس فحرام علیہا رایحۃ الجنۃ۔ یعنی جو عورت بغیر کسی ضرر یا تکلیف کے اپنے خاوند سے طلاق طلب کریگی اسپر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو طلاق مانگنے کا حق حاصل ہے اور اگر بلا وجہ وہ طلاق لے سکتی ہے جسکی ممانعت اس حدیث مین کیگئی ہے تو کافی وجہ کے ہوتے ہوئے اسے طلاق لینے سے کونسی چیز مانع ہوسکتی ہے ایسا ہی دوسری حدیث مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان اللہ لا یحب الذواقین والذواقات۔ اس مین جیسے ان مردونکو ملامت اور ممانعت کی گئی ہے جو بلا وجہ بار بار طلاقین دیتے اور نکاح کرتے ہین ایسا ہی ان عورتون کو بھی ملامت اور ممانعت کی گئی ہے جو بلا وجہ بار بار طلاقین لیتی اور نکاح کرتی ہین۔ اس حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جیسا ناجایز استعمال طلاق کا مرد کرسکتے ہین ایسا ہی عورتین بھی کرسکتی ہین اور ذواقین اور ذواقات کے متعلق ایک ہی حکم بیان فرمایا ہے۔ اس سے بڑھکر وضاحت اور کونسے الفاظ سے ہوسکتی ہے اگر عورتین طلاق نہ لے سکتین تو یقیناً ان عورتونکا وجود ہی دنیا مین نہ ہوتا جنکو ذواقات کے نام سے پکارا گیا ہے مگر حدیث شریف کے الفاظ مردون اور عورتونکو ایک ہی حیثیت مین بیان کرتے ہین جس سے بتمام تر صفائی یہ ثبوت ملتا ہے کہ جیسے مردونکو ضرورت اور مجبوری کے وقت طلاق دینے کا حق شریعت اسلام نے دیا ہے ویسے ہی عورتونکو بھی ضرورت اور مجبوری کیوقت طلاق لینے کا حق دیا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ اکثر ان صورتونمین جب طلاق کی صورت پیدا ہوسکتی ہے اسلام نے وہ راہ تجویز کیا ہے جس سے کلی اختیار نہ مرد کے ہاتھ مین رہتا ہے نہ عورت کے ہاتھ مین۔ طلاق کی کثیر وجوہات آخر مرد و عورت مین نااتفاقی کی صورت پیدا کرتی ہین اور اگر نااتفاقی کوئی نہین تو طلاق کی ضرورت بھی پیش نہین آئیگی مگر نااتفاقی کیصورت مین

www.aaiil.org

قرآن کریم نے نہایت صاف الفاظ مین یہ فرمادیا ہے کہ حکم مقرر کرنے چاہئے جن مین سے ایک مرد کے کنبہ سے ہو اور ایک عورت کے کنبہ سے اور انہین کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوگا جیسا کہ اس مقدمہ طلاق سے بھی ثابت ہوتا ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ کے سامنے آیا تھا جس مین آپنے حکم مقرر ہوجانیکے بعد مرد اور عورت دونونکو مخاطب کرکے فرمایا تھا کہ اب جو فیصلہ حکم کرین خواہ وہ صلح کا ہو اور خواہ طلاق کا تم دونونکو قبول کرنا ہوگا۔ اب یہ طریقہ حکم مقرر کرنیکا کئی وجوہ کے لحاظ سے نہایت ہی پسندیدہ طریق ہے کیونکہ اول تو مرد و عورت دونونکے اختیار پر ایک روک واقع ہوجاتی ہے اور کلی طور پر انکے ہاتھ مین یہ بات نہین رہتی بلکہ جو حکم مقرر کیے جاوین انکے ہاتھ مین کل اختیار آجاتا ہے اور اس سے طلاق کے قانون کی بے استعمالی بڑی حد تک رک سکتی ہے۔ دوسرے طرف عدالتونمین چارہ جوئی کرنیسے دونون فریق بچ جاتے ہین اور اسلیے صلح کی امید بھی زیادہ ہوتی ہے اور اخراجات عدالت سے بھی بسکدوشی حاصل ہوجاتی ہے۔ یہ ایک روزمرہ تجربہ کی بات ہے کہ جونہی خانگی تنازعہ کیصورت سے نکلکر ایک تنازعہ کی نوبت عدالت تک پہنچتی ہے تو فریقین ایکدوسرے کے خلاف قانونی ثبوت پیدا کرنیکے لیے ہر طرح کے حیلونسے کام لیتے ہین جس سے کدورت باہمی اور بھی بڑھ جاتی ہے اور اصلاح قریبًا ناممکن ہوجاتی ہے۔ تیسرا فایدہ یہ ہے کہ حکم خاوند اور عورت کے کنبہ مین سے ہونیکے سبب اصلی واقعات سے زیادہ باخبر بھی ہونگے اور انکا فیصلہ بھی ایسا ہی ہوگا جس سے ہر دو فریق کی بہتری متصور ہو کیونکہ وہ اس امر پر عدالت کی طرح مجبور نہین کہ کسی قانونی نکتہ پر فیصلہ کا مدار رکھین بلکہ عام اغراض نکاح اور فریقین کی بہتری کو مدنظر رکھکر عمدہ فیصلہ کرسکتے ہین اب یہ کسقدر جھوٹ ثابت ہوا۔۔۔ کہ مرد کے ہاتھ مین ہی کل اختیار طلاق کا ہے اور عورت بالکل بیدست و پا ہے مین یقین کرتا ہون کہ کوئی سمجھدار آدمی ان باتونسے واقفیت حاصل کرنیکے بعد کبھی اسلام پر ایسا بیہودہ اعتراض نہین کریگا۔

اس سے بھی صاف لفظ قرآن شریف مین اور موجود ہین جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرد اگر عورت کیطرف سے بے رغبتی کرے یا اسپر ظلم کرے یا جھگڑے اور فساد کی صورت ہو تو عورت طلاق لے سکتی ہے ان آیات کا جنمین یہ ذکر ہے پہلے ایک اور بحث کرتے ہوئے حوالہ دیا جاچکا ہے، مگر اس مضمون کی اہمیت کیخاطر مین انکو دوبارہ نقل کرتا ہون۔ اللہ تعالے اپنی حکیم کتاب مین فرماتا ہے۔ وان امراۃ خافت من بعلہا نشوزًا او اعراضًا فلا جناح علیہما ان یصلحا بینہما صلحًا والصلح خیر۔ اور اسکے بعد فرماتا ہے۔ وان یتفرقا یغن اللہ کلًا من سعتہ۔ (النساء۔ رکوع ۱۹۔ آیت ۱۲۸۔ ۱۳۰۔) ان آیات کا ترجمہ حافظ نذیر احمد نے ان الفاظ مین کیا ہے "اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کیطرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو میان بی بی دونون مین کسی پر کچھ گناہ نہین کہ اصلاح کی کوئی بات ٹھہراکر آپس مین صلح کرلین اور صلح بہرحال بہتر ہے۔۔۔۔ اور اگر میان بی بی مین اصلاح کی کوئی صورت نہ بن پڑے اور ایکدوسرے سے جدا ہوجائین تو اللہ اپنے خزانہ غیب

www.aaiil.org

سے بے نیاز کر دیگا" اس جگہ اللہ تعالے نے وہ صورت بیان کی ہے جب مرد کی طرف سے زیادتی ہو یا بے رغبتی ہو اور یہ ارشاد فرمانے کے بعد کہ پہلے کوئی صلح کی تجویز کرین کیونکہ صلح ہی بہتر ہے فرمایا کہ اگر صلح نہین ہو سکتی تو پھر انکے حق مین طلاق ہی بہتر ہے اور طلاق سے اللہ تعالے دونونکے مفید مطلب کوئی صورت پیدا کر دیگا۔ اب اس سے صریح نص عورت کے حق طلاق پر اور کیا ہو سکتی ہے کیونکہ ان الفاظ مین وہی صورت اللہ تعالے نے بیان فرمائی ہے جب عورت پر زیادتی ہو اور اسکا اخیر علاج طلاق ہی بتایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے حدیث تو ایک طرف رہی مسٹر ولاور حسین کو کبھی قرآن شریف پڑھنے کا اتفاق بھی نہین ہوا۔ پھر یہ کیسی حماقت ہے کہ قرآن شریف کے قانون طلاق کی بجائے جس مین عورت کے لیے چارہ جوئی کی ویسی ہی راہ موجود ہے جیسے مرد کیلیے معترض مسلمانونکے لیے انگریزی قانون طلاق پسند کرتا ہے جسمین عورت پر خواہ کتنا ہی ظلم ہو اسے طلاق کا حق نہین پہنچتا۔ اسلام پر یہ بیجا اور جھوٹا اعتراض کہ عورت پر تشدد اور ظلم کیحالت مین بھی عورت کو طلاق نہین مل سکتی اور عیسائیت کی یہ بیجا اور جھوٹی تعریف کہ اسکا قانون طلاق عمدہ ہے یہ کس قسم کا اسلام ہے۔

اس مفصل بحث کے بعد کچھ ضرورت باقی نہین رہی کہ مین ان تمام نظایر کو پیش کرون جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین وقوع مین آئین اور جن کا تذکرہ اتفاقاً احادیث مین آگیا ہے اتنا کہدینا کافی ہے کہ ناموافقت مزاج تشدد اور ظلم وغیرہ اسباب کیوجہ سے عورتین طلاق حاصل کر سکتی تھین کیونکہ یہ حق صاف الفاظ مین انکو قرآن کریم مین دیا گیا تھا اور خود وہ حدیثین جو عورتون کو قانون طلاق کے ناجایز استعمال سے روکتی ہین یہی ثابت کرتی ہین۔ نہ ہی مینے کھینچ تان کر یہ مضمون قرآن کریم کے الفاظ سے نکالا ہے بلکہ صاف اور سیدھے الفاظ ہین جن کا ترجمہ خود انگریزون اور دوسرے لوگون نے یہی کیا ہے اور تمام مسلمان فاضلون کا ہمیشہ سے اسی بات پر اتفاق رہا ہے۔ یہ بھی سچ نہین کہ عورت بغیر قاضی کے طلاق حاصل نہین کر سکتی بلکہ عموماً ایسے واقعات طلاق کے عدالتونسے باہر ہی ہوتے تھے اور ہوتے ہین چنانچہ خلع کے باب مین صحیح بخاری مین یہ صاف الفاظ موجود ہین کہ واجاز عمر الخلع دون السلطان یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے خلع کی اجازت بلا وساطت سلطان یعنی حاکم کے دی۔ قرآن کریم مین اسکے متعلق صرف وہی احکام موجود نہین جو اوپر ذکر کئے گئے بلکہ بہت جگہ اس مضمون کو اس پاک کتاب نے ادا فرمایا ہے۔ اور اسی لیئے کسی مسلمان نے آجتک اس مسئلے مین اختلاف نہین کیا سوائے ایسے اختلاف کے جو ناواقفیت سے پیدا ہوا ہو۔ چنانچہ کہین تو یہ فرمایا کہ عاشروھن بالمعروف بیبیونکے ساتھ بہت نیکی کا سلوک کرو اور کہین یہ حکم دیا فامسکوھن بمعروف یعنی اگر عورتونکو اپنی زوجیت مین رکھو تو نیک برتاؤ کے ساتھ رکھو۔ اور پھر فرمایا ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا ومن یفعل ذالک فقد ظلم نفسہ ولا تتخذوا ایات اللہ ھزوا۔ (البقرۃ۔ رکوع ۲۹۔ آیت ۲۳۲) اور ایذا دہی کیلیے انکو اپنی

www.aaiil.org

زوجیت مین نہ رکھنا کہ اپنر زیادتی کرنے لگو اور جو ایسا کریگا وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور اللہ کے احکام کو ہنسی کھیل نہ سمجھو" اس جگہ قرآن کریم متنبہ فرماتا ہے کہ یہ جو احکام عورتونکے متعلق دیئے گئے ہین یہ کوئی ہنسی کھیل نہین کہ انکی خلاف ورزی پر گرفت نہ ہو گویا مسلمانونکو ہدایت فرماتا ہے کہ ان احکام کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے اور جو کوئی خلاف ورزی کرے اسے مستوجب سزا قرار دیا جاوے۔ پس قرآن کریم کے نزدیک یہ امر سخت ممنوع ہے کہ عورتونکو ایسی صورت مین رکھا جاوے کہ اپنر کسی قسم کا ظلم یا تشدد ہو یا انکو کسی طرح ایذا دیجاوے ایسی صورت مین اگر حسن سلوک کا برتاؤ کسی طرح پر ممکن نہ ہو تو طلاق کا حکم ہے۔ ایسا ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام۔ یعنی اسلام روا نہین رکھتا کہ کسی انسان کو کسی طرح کا دکھ دیا جاوے۔ پس جب دوسرے انسانونکو دکھ دینے سے روکا گیا ہے تو بیبیان سب سے پہلے حقدار ہین کہ انکو دکھ نہ دیا جاوے بلکہ یہانتک فرمایا ہے کہ خیرکم خیرکم باھلہ۔ یعنی اچھا وہی ہے جو اپنے اہل سے اچھا ہے۔ میری سمجھ مین بالفعل اسقدر بحث اس مضمون پر کافی ہے ضرورت ہوئی تو آیندہ اور بحث اسپر کی جاوے گی +

اسلام

(بجواب سیل صاحب)

پادری سیل صاحب جنہون نے کتاب "فیتھ آف اسلام" یعنے مذہب اسلام لکھی ہے اب پھر بیدار ہوئے ہین اور ایک سلسلہ مضامین کا اسلام پر مدراس کرسچن کالج میگزین مین شروع کیا ہے اس سلسلہ کے دو مضامین ہمنے پڑھے ہین اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پادریصاحب نے اسی اندھے تعصب سے اس مضمون مین کام لیا ہے جو ہمیشہ سے انکے پیشہ کا رویہ رہا ہے اور وہی اعتراض اس مضمون مین دوبارہ لکھے ہین جن کا نہ صرف مسلمانونکی طرف سے جواب ہو چکا ہے بلکہ جنکی غلطی کو اس زمانہ مین خود عیسائی محققین بھی تسلیم کر چکے ہین اس مضمون مین پادریصاحب نے یہ دعوے کیا ہے کہ عرب کی حالت مین ایک عظیم الشان تبدیلی واقع ہونیکے سامان پہلے ہی پیدا ہو چکے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کوئی ایسی بات نہین لائے جو پہلے سے موجود نہ ہو اور یہ بھی لکھا ہے کہ مسلمان مورخین آپکی بعثت سے پہلے زمانہ کو

www.aaiil.org

ایام جاہلیت کہنے مین غلطی پر ہین - ابتدائے مضمون مین وہ لکھتا ہے "مسلمان مورخ عرب مین (حضرت) محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی آمد سے پہلے زمانے کو ایام جاہلیت کے نام سے پکارتے ہین اور یون اس کا مقابلہ اس روشنی اور تہذیب کے زمانیکے ساتھ کرتے ہین جو انکا دعوے ہے کہ آپکے وجود سے عرب مین آئی لیکن عیسائی اور یہودی حاکمونکے ماتحت عرب کے بعض حصے ایسے ہی مہذب تھے جیسے کہ بعد مین وہ کبھی ہوئے ہون - بنی عربی (صلے اللہ علیہ وسلم) کی پیدایش سے پہلے دو صدیان عربونکا واسطہ یہودیونسے پڑ گیا تھا اور ایک ناقص عیسائیت نے بھی تہذیب کا نیک اثر انپر ڈالا تھا - فن تحریر کا علم انکو حاصل تھا اور فن شاعری اپنے اوج پر تھا - اسلام سے پہلے کے اشعار اعلے درجہ کی قابلیت اور کمال شاعری ظاہر کرتے ہین - یہ سچ ہے کہ تاریخ اور فلسفہ اور علوم کی دوسری شاخونمین زبان عربی کا وسیع استعمال اسلام کے سبب سے ہوا مگر یہ خیال غلط ہے کہ ان ایام مین جن کو غلطی سے ایام جاہلیت کہا جاتا ہے کوئی عربی علم ادب موجود نہ تھا" ایسا ہی اسی مضمون کے اثنا مین متفرق مقامات مین وہ لکھتا ہے کہ "توحید کا مسئلہ کوئی ایسا مسئلہ نہ تھا جو (حضرت) محمد (مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم) نے ہی عرب مین پھیلایا ہو اور پہلے اسکے کسی کو اسکا علم بھی نہ ہو - اگر آپ یہودیونسے نہ ملے ہوتے تو یہ امر شکی ہے کہ پھر بھی آپ کی تعلیم توحید ایسی ہی زبردست ہوتی - مگر اس مین کچھ شک نہین کہ یہودیونکے تعلقات سے آپکی طبیعت کا شامی میلان ترقی کر گیا" اسلام اس امر کا دعوے کرتا ہے کہ اسکی بنا اللہ تعالے کی خاص وحی ہے مگر درحقیقت اس مذہب نے اپنے آپ کو عربونکے پرانے قصون اور رواجون پر اور ایسے دوسرے امور پر جنکے ماخذ یہودی اور عیسائی تھے قایم کیا - (حضرت) محمد (مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم) سب سے پہلے عرب نہ تھے جنہون نے بت پرستی کے خلاف وعظ کیا ہو اور خدا تعالی کی توحید کا اقرار کیا ہو کیونکہ آپکے ظہور سے تھوڑے ہی دن پہلے ان لوگون نے جنکو حنیف کہا جاتا ہے ابراہیمی مذہب یا ملت مین اطمینان پایا تھا - انمین سے بعض تو عیسائی ہو گئے اور بعض موحد رہے - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے پچھلے ایام مین یہ دعوے کیا تھا کہ آپ کا مشن یہ ہے کہ عربونکو انکے جد اعلے یعنے حضرت ابراہیم کے مذہب پر قایم کرین چھٹی صدی کے آغاز مین عربی سوسائیٹی کی حالت فی الجملہ لامذہبی کی سی تھی اور پولٹکل طور پر اسکے اجزا کے الگ الگ ہو جانیکا خطرہ بہت ہی قریب نظر آتا تھا - آپنے یہ دیکھا کہ صرف ایک نئی مذہبی بنا پر ہی ملک مین اتفاق اور مضبوطی پیدا ہو سکتی ہے خواہ کچھ ہی ہو یہ بہت ضروری معلوم ہوتا تھا کہ مکہ نئے زمانہ کا نہ صرف مذہبی مرکز ہی ہو بلکہ قومی مرکز بھی ہو - یہ تھی سوسائیٹی کی حالت جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حنیفونکے خیالات سے متاثر ہو کر اور کم و بیش یہودیون کے خیالات سے واقفیت حاصل کر کے یہ محسوس کیا کہ آپ پیام رسالت کے پہونچانے کیلیے بلائے گئے ہین"

www.aaiil.org

یہ وہ باتین ہین جن کے وجود قبل از بعثت نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پادری سیل اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ عربی سوسائٹی مین خود بخود ہی وہ حالات پیدا ہو گئے تھے جو عرب کیحالت مین تبدیلی کرنیکا موجب ہوئے جسقدر اعتراض ان عبارتونمین آئے ہین اُن مین سے ضروری ضروری اعتراضونکو لیکر مین ان پر بحث کرون گا۔ سب سے اول تو پادری سیل کا یہ اعتراض ہے کہ آپکی بعثت سے پہلے زمانہ کو زمانہ جاہلیت کیون کہا جاتا ہے اسکے نزدیک اس زمانہ مین عرب کے اندر تہذیب اور روشنی موجود تھی اور دلیل اس کی یہ ہے کہ عرب لوگ شاعری مین کمال رکھتے تھے اور فن تحریر سے بھی اُنکو واقفیت تھی مگر سب سے بڑھکر یہ کہ ایک ناقص عیسائیت کے نیک نمونہ اور تہذیب کے اثر کے نیچے وہ آچکے تھے۔ پادریصاحب کو بڑا دھوکہ لگا ہوا ہے (اور اگر وہ خود دھوکہ خوردہ نہین تو عمداً لوگونکو دھوکہ دے رہے ہین) کیونکہ وہ تہذیب کا معیار عمدہ شاعری کو ٹھہراتے ہین۔ شاعری کا پرجوش شوق اور دوسرے تمام علوم سے ناواقفیت تو اس بات کا ثبوت ہے کہ قوم ابھی تک بچپن کے زمانے مین ہے اور تہذیب سے اس نے حصہ نہین لیا۔ تمام اقوام قبل اسکے کہ وہ مہذب کہلانیکا حق رکھین اس حالتین سے ہوگذری ہین جس حالت مین اسلام سے پہلے عربی سوسائٹی تھی مگر پادریصاحبان کا منطق بھی الگ ہی ہے کہ خود اس بات کو تسلیم کرکے کہ علوم کی کسی شاخ مین بھی انکو دسترس نہ تھا صرف انکی شاعری سے انکے اعلے درجہ کے مہذب اور روشن خیال ہونیکا نتیجہ نکالتے ہین اور پھر یہ بھی نہین سوچا کہ ان اشعار کی زبان خواہ کیسی ہی خوبصورت ہو مگر اسکا دائرہ اسی حدتک محدود تھا جس حدتک ایسے انسان کا خیال جاسکتا ہے جسنے ابھی تہذیب سے حصہ نہین لیا۔ کیونکہ ان مین یا تو میدان جنگ کی بہادریونکی تعریف ہے یا کسی کی فیاضی اور مہمان نوازی کی یا گھوڑون اور اونٹونکی یا خشک پہاڑیون اور ریتیلے جنگلونکے سنسان نظارے اور یا عورتون کی خوبصورتی۔

اس بات کے ثابت کرنیکے لیے کہ اسلام سے قبل عرب مین تہذیب کی روشنی موجود تھی اور ویسی ہی موجود تھی جیسے اسلام کے بعد جیسا کہ پادریصاحب کا خیال ہے انکا یہ فرض تھا کہ یہ ثابت کرتے کہ علوم مین عربونکی ترقی اس درجہ تک پہونچی ہوئی تھی۔ تمدن اور معاشرت مین یہ یہ عجیب قوانین انکے ہان موجود تھے۔ ملکی حالات انکے فلان اعلے اصول پر مبنی تھے اور مذہبی پہلو مین وہ اس علو تک پہنچ چکے تھے۔ اگر وہ ان باتو پر غور کرتے جنکا ہونا تہذیب کے لیئے ضروری ہے اور پھر اسکے بعد عرب کی تاریخ پر ایک نظر ڈالتے تو اپنے دعوے بے دلیل کی بیہودگی کے خود ہی قایل ہوجاتے اور انکو پتہ لگ جاتا کہ تہذیب کے معاملہ مین عربونکی حالت نہایت پستی مین تھی۔ مین اس سے انکار نہین کرتا کہ ان مین کوئی بھی نیک اخلاق یا عمدہ وصف نہ پائے جاتے تھے کیونکہ مہمان نوازی۔ آزادی کی محبت۔ دلیری اور جوانمردی۔ قومی وفاداری۔ فیاضی۔ اور سخاوت وغیرہ کئی اوصاف مین وہ اپنی نظیر نہ رکھتے تھے مگر فرداً فرداً ان اوصاف کے پائے جانیکا نام تہذیب نہین رکھا جاسکتا اور علاوہ بریں جہان یہ نیکیان

موجود تھیں اس کے ساتھ ہی وہ بدیان بھی تھین جو انکے نیک اثر کو کالعدم کر دیتی تھین۔ اگر کسی غریب مسافر کے ساتھ اعلے درجہ کی مہمان نوازی کا سلوک ہوتا تھا اور عزیز سے عزیز چیز بھی اسکی خاطر قربان کر دیجاتی تھی تو دوسری طرف یہ بات بھی موجود تھی کہ ایک بے گناہ راہ چلنے والیکو وہ لوٹ لیتے تھے اور اسکے کپڑے تک بھی نہ چھوڑتے تھے۔ اگر قومی وفاداری کا وصف پایا جاتا تھا تو ساتھ ہی یہ عیب بھی تھا کہ ایک فرد کو ذرہ سا نقصان پہنچنے پر قومین جنگ ہو جاتی اور جبتک انمین سے ایک صفحہ ہستی سے نابود نہ ہو جاتی جنگ کا خاتمہ نہ ہوتا تھا ایسا ہی کینہ وری مین وہ لوگ حد سے گذرے ہوئے تھے۔ مگر ان باتو نسے کسی قوم کے مہذب یا غیر مہذب ہونیکا فیصلہ نہین ہو سکتا یہ نیک اوصاف اس اندھیری رات مین جو اسلام سے پہلے ملک عرب پر چھائی ہوئی تھی روشنی کی نہایت ہی کمزور شعاعونکی طرح کبھی نظر آجاتے تھے اور کبھی پھر نظر سے گم ہو جاتے تھے۔

علوم اور فنون کے متعلق تو شاید پادری سیل صاحب کو بھی اس سے انکار نہین ہو سکتا کہ سوائے شاعری کے جو تمام جاہل قومون مین پائی جاتی ہے وہ قطعًا جاہل تھے۔ فن تحریر ان مین تھا مگر کبھی ضروری واقعات کو معرض تحریر مین نہین لایا گیا اور علم تاریخ کے موٹے سے موٹے مفہوم کو بھی وہ نہ سمجھتے تھے سوائے اسکے کہ شعرونمین کسیقدر نام یا واقعات تاریخی یا نسب نامے وغیرہ محفوظ رہ گئے ہین اور انکے محفوظ رہنے کی وجہ بھی انکا تحریر مین آنا نہین بلکہ قوت حافظہ کا زبردست ہونا ہے جسکی وجہ سے ہزارون ہزار شعر عام طور پر انکے درمیان شہرت پا گئے تھے اور ضایع ہونیسے بچ رہے تھے۔ جہانتک مجھے علم ہے ایام جاہلیت کی ایک بھی نثر کی تصنیف نہین پائی جاتی۔ فلسفہ۔ ریاضی۔ ہیئت وغیرہ تمام علوم سے وہ محض نابلد تھے اور جس طرز پر انکی زندگی واقع ہوئی تھی ان علوم سے انکا واقف ہونا بھی مشکل ہی تھا۔

اسکے بعد اب یہ امر غور کرنیکے قابل ہے کہ آیا عرب جاہلیت کی پولٹیکل حالت ایسی تھی کہ ہم اسے ایک مہذب ملک کہہ سکین یا کم از کم جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہ ملک تہذیب کا اثر قبول کرنیکے لیے تیار تھا۔ اس ملک مین باقاعدہ گورنمنٹ کوئی نہ تھی اور نہ کوئی انتظام یا امن کی صورت ہی تھی۔ ہر ایک قوم مین ایک الگ سردار تھا اور وہ بھی صرف اس غرض کیلیے کہ دوسری قوم سے لڑائی کیوقت وہی انکو آگے لیجانیوالا ہو حقیقی معنونمین کوئی گورنمنٹ موجود نہ تھی۔ انکا قانون طاقت ہی تھا اور جو شخص تلوار چلانے مین افضل ہوتا اسی کی بات بھی مانی جاتی تھی لیکن ایک فرد سے لیکر کل قوم تک حکومت کا جوا نہ اٹھا سکتے تھے اور آزاد ہی رہنا چاہتے تھے باہمی اقوام مین جنگونکا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ اور کوئی صورت ایسی نہ تھی جس سے یہ امید ہو سکے کہ یہ اقوام کبھی ایک ہو کر تہذیب کے اثر کے نیچے آنیکو تیار ہین ولیم میور جو ایسا ہی متعصب عیسائی اور اسلام کا ایسا ہی بیباک دشمن ہے جیسے سیل مگر تاریخی واقعات کے قبول یا رد کرنے مین موخر الذکر سے بہت زیادہ احتیاط سے کام لیتا ہے۔ وہ بھی اپنی سوانح عمری آنحضرت

www.aaiil.org

صلے اللہ علیہ وسلم کے دیباچہ مین لکھتا ہے کہ "سب سے پہلی خصوصیت جو ہماری توجہ کو کھینچتی ہے وہ عربون کا بیشمار جتھون مین تقسیم ہونا ہے جو ایک ہی زبان کے بولنے والے اور اپنے حالات اور اطوار مین قریبًا یکسان ہین مگر ہر ایک بجائے خود خود مختار ہے کبھی اپنی حالت پر قانع نہین اور اکثر ایکدوسرے کے ساتھ جنگ مین مشغول ہین بلکہ جہان رشتہ داری کی وجہ سے یا کسی فائدہ کیغرض سے ایک قوم کے دوسری سے تعلقات بھی پیدا ہوئے ہین وہان بھی چھوٹی چھوٹی باتونپر تعلقات کو قطع کرنے اور جنگ کرنے کیلیے ہر وقت تیار بیٹھے ہین یہی حالت اسلام کے زمانہ تک چلی آئی ہے کہ کبھی کوئی سی دو قومون مین باہم اتفاق ہوا بھی تو چند دنونمین ہی وہ خطرناک جنگ مین مبتلا ہوگئی ہین اور تمام کوششین جو اسلام سے پہلے انکے ایک کرنیکے لیے کی گئین وہ بے سود اور ناکام ثابت ہوئین" اسکے بعد اب غور کرنا چاہیئے کہ وہ کیسی عظیم الشان طاقت تھی جس نے ان سب بکھرے ہوئے اجزا کو یون ایک کیا کہ گویا وہ کبھی الگ تھے ہی نہین۔ چنانچہ اس وحدت کو اللہ تعالے نے قرآن کریم مین اپنی عظیم الشان نعمتونمین سے ایک نعمت کے طور بیان فرمایا ہے جیساکہ وہ فرماتا ہے:۔ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۔ (آل عمران۔ رکوع ۱۱۔ آیت ۱۰۳) یعنے اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب تم ایکدوسرے کے دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلون مین الفت پیدا کی اور تم اسکے فضل سے بھائیونکی طرح ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تھے (یعنی ہمیشہ کیلیے باہمی خانہ جنگیون مین مبتلا رہتے تھے) اب خدا نے تمکو اس سے بچالیا۔

مگر اصل بات یہ ہے اور سیل صاحب اس سے ناواقف نہین بلکہ وہ عمدًا اسکے بیان کرنیسے اعراض کرتا ہے کہ جب مسلمان مورخین زمانہ قبل بعثت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایام جاہلیت کے نام سے پکارتے ہین تو انکا منشا یہ بیان کرنیکا ہوتا ہے کہ عرب لوگ اخلاقی اور تمدنی قوانین سے محض ناآشنا۔ اور حقیقی مذہب سے جاہل تھے اور علوم فنون کی ناواقفیت مقصود بالذات نہین اگرچہ وہ بھی اسمین شامل ہے اسبات کو مدنظر رکھکر شاید سیل صاحب کو بھی انکار نہ ہوگا کہ وہ اس زمانہ کو زمانہ جاہلیت کے نام سے پکارنے مین بالکل حق پر ہین۔ شاعری نے انکو اخلاقی یا تمدنی قوانین نہین دیدیئے تھے اور نہ ہی شعرگوئی سے انکی مذہبی جہالت دور ہوگئی تھی۔ خود پادری صاحب کو اقرار ہے کہ عربون مین زندہ لڑکی کو دفن کرنیکی وحشیانہ رسم جاری تھی اور ایک ایک عورت کا کئی خاوندونسے تعلق ہوتا تھا۔ عرب مین قوانین نکاح کے متعلق یہ درجہ کی آزادی تھی نہ نکاح کرنیمین کوئی روک تھی اور نہ طلاق دینے مین کوئی روک تھی۔ خاوند جب چاہتا عورت کو چھوڑ سکتا تھا۔ عورتونکی حالت بہت گری ہوئی تھی۔ اور بعض وقت انسے جو سلوک ہوتا تھا وہ انسان سمجھکر نہ ہوتا تھا بلکہ انکو جایداد کا ایک حصہ تصور کرلیا جاتا تھا۔ اور باقی جایداد کے ساتھ وہ ورثہ مین جاتی تھین۔ اور وارث اگر چاہتا تو ..... انسے نکاح کرلیتا۔ خواہ وہ اسبات پر رضامند ہون

www.aaiil.org

یا نہ ہون اسی قبیح رسم سے وہ وحشیانہ رسم بھی پیدا ہوگئی تھی کہ بیٹے کا باپ کی عورتونسے نکاح کرلینا جسکے روکنے کے لیے قرآن شریف کو حرمت علیکم امھاتکم کہنا پڑا۔ زنا کی کثرت حد سے گذری ہوئی تھی۔ شراب خوری ایسی عام تھی جیسے اس زمانہ مین انگلستان مین ہے قمار بازی کی یہ حالت تھی کہ جائیداد کو ہار دینے کے بعد اپنی آزادی بدنے سے بھی دریغ نہ کرتے اور غلامی اختیار کرتے تھے مین سیل صاحب سے پوچھتا ہون کہ کیا یہ سوسائیٹی اس قابل ہے کہ اسکا نام سوسائیٹی رکھا جاوے چہ جائیکہ اندھے تعصب سے اسکو مہذب سوسائیٹی کہا جاوے۔ پادریصاحب کو جاہلیت کے عربونسے کچھ مناسبت معلوم ہوتی ہے جو آپ اسقدر انکی حمایت مین تاریخ اور اپنے ہی بھائیونکی تحریرونکو بالائے طاق رکھ رہے ہین۔ اس زمانہ کو جس مین ہر قسم کی وحشیانہ اور قبیح رسوم زور پر تھین ایام جاہلیت کہنا۔۔۔ پادریصاحب کو برا معلوم ہوتا ہے اسلیئے نہین کہ واقع مین وہ ایام جاہلیت نہین تھے۔ بلکہ اسلیئے کہ ایسا کہنے سے اسلام کی عظمت کا قایل ہونا پڑتا ہے +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جو مذہبی عقاید عرب کے لوگونکے تھے اونسے اس سے بھی زیادہ صاف شہادت انکی جہالت اور توہم پرستی کی ملتی ہے انکے مذہب مین نہ صرف بتونکی پرستش ہی چلی آتی تھی بلکہ قدرتی طاقتون مثلاً ہوا وغیرہ اور سورج چاند ستارونکی پرستش بھی ہوتی تھی اور اس سے بھی بڑھکر یہ کہ پتھرون درختون اور ڈھیرونکی پرستش کیجاتی تھی "جہان کہین ان کو اچھا پتھر نظر آتا اسکو سجدہ کرتے اور اگر یہ نہ ہوتا تو ریت کے ایک ڈھیر پر اونٹنی کا دودھ دوہ کر اسکی پرستش کرتے"۔ انسانونکی قربانیان بھی انکے درمیان ہوتی تھین ہر ایک ضروری کام کے کرنیسے پہلے وہ اپنے بتونکی مرضی معلوم کرنیکے لیے تیرونکے ذریعہ فال نکالتے تھے ان سب توہم پرستیونکے باوجود وہ لوگ لامذہب بھی تھے اور انکے اندر وہ لوگ بھی تھے جو قیامت کے منکر تھے اور انکا مذہب یہی تھا کہ انسان کی زندگی کی غایت کھانا پینا ہی ہے۔ جو لوگ حیات بعد از موت کے قایل تھے انکا یہ دستور تھا کہ جب کوئی انمین سے مرجاتا تو اسکی قبر پر ایک اونٹ کو باندھ دیتے اور اسکو بھوکا پیاسا رکھکر مارتے کہ تا قیامت کے دن مردہ اسی پر سوار ہو۔ یہ بھی ان کا عقیدہ تھا کہ مردہ کی روح قبر اُلو کی شکل مین اڑتی پھرتی رہتی ہے اور اگر مردہ مقتول ہو تو وہ اسقنی اسقنی پکارتا رہتا ہے جبتک کہ مقتول کا قصاص نہ لیا جاوے۔ یہ اکثر کہا جاتا ہے کہ وہ خدا پر بھی ایمان لاتے تھے مگر انکا خدا کی ہستی پر ایمان محض لفظ ہی لفظ تھے عملی طور پر وہ خدا کو کچھ نہین مانتے تھے کیونکہ انکا خیال تھا کہ اللہ تعالے نے تمام کامونکی انجام دہی مختلف بتون اور دیویون دیوتاؤنکے سپرد کر رکھی ہے اور اسلیئے خدا کی پرستش کی یا اس سے دعا مانگنے کی کوئی ضرورت نہین بلکہ بتونکی طرف ہی ہر حالت مین رجوع کرنا چاہیئے۔ القصہ انکا قومی مذہب سخت بت پرستی اور پرلے درجہ کی وحشیانہ توہم پرستی تھی۔

یہ تھی عرب کی مذہبی اور یہ انکی تمدنی اور اخلاقی حالت۔ ان پادریصاحبان کے سوا جنکے قوے روحانی انسان پرستی

www.aaiil.org

سے بالکل مرچکے ہین اور کوئی شخص ان حالات پر غور کرکے یہ نہین کہہ سکتا کہ ان حالات کو جاہلیت کے نام سے پکارنے مین مسلمانون نے غلطی کی۔ اخلاقی تمدنی اور مذہبی پہلوؤن سے عرب پر بدکاری اور توہم پرستی کی ایک سخت تاریک رات چھائی ہوئی تھی جس مین سیاہ ابر نے رات کی تاریکی کو اور بھی بڑھا دیا تھا۔ عرب کی شاعری اس گھٹاٹوپ تاریکی کے اندر صرف ایسی تھی جیسے کہین سے بادل کا ٹکڑا پھٹ کر ایک دھیمے ستارے کی روشنی نظر آجاتی ہے۔ اس ستارے کو پادری سیل صاحب نے شمس نصف النہار بنا کر دکھانیکی کوشش کی ہے۔

پھر پادریصاحب نے بار بار ایک ناقص عیسائیت کے نیک اثر کا ذکر کیا ہے مگر ابھی تک تو اس بات کا بھی جھگڑا ہے کہ آیا کامل عیسائیت دنیا پر کوئی تہذیب کا نیک اثر ڈال سکتی ہے جب پادریصاحب اس جھگڑے کا تصفیہ کر دکھائینگے تو پھر ناقص عیسائیت کے نیک اثر کا فیصلہ بھی آسانی سے ہوجائیگا۔ دوسری صدی عیسائی تک جو کلیسیا کی حالت تاریخ سے معلوم ہوتی ہے اس سے تو پادریصاحب کے دعوی کی سخت تردید ہوتی ہے۔ اور اگر موجودہ عیسائیت کو بھی عیسائیت ہی سمجھا جائے خواہ کامل ہو یا ناقص اسکی شہادت بھی پادریصاحب کے خلاف ہی ہے۔ ایک اثر عیسائی مذہب کا بتیک عام طور پر تسلیم کیا گیا ہے پادریصاحب چاہین تو اسے نیک اثر کہہ لین اور وہ یہ ہے کہ اسکے وجود سے دنیا مین شرابخوری قمار بازی اور رنڈی بازی بہت پھیلی ہے اور جہان اسکا قدم گیا ہے وہان یہ تینون بدکاریان لازم طور پر ساتھ گئی ہین۔ اس بارے مین کہ آیا ایام جاہلیت مین جو عرب مین شرابخوری اور قمار بازی کی کثرت ہوگئی تھی وہ بھی اسی مذہب کی طفیل تھی مین ابھی تک کچھ نہین کہہ سکتا کیونکہ اس معاملہ مین مین نے پوری تحقیقات نہین کی۔ البتہ حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ کا ایک قول باسورتھ سمتھ نے دوزی کی سند پر نقل کیا ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعی عرب مین عیسائیت کی شرابخوری کی شہرت پہلے زمانے مین بھی تھی اور قرین قیاس ہے کہ عیسائیت کے آنیسے اس بدی مین عرب نے اور بھی ترقی کی ہو۔ باسورتھ سمتھ عرب مین عیسائیت کیحالت پر بحث کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "حضرت علی اسبات کے کہنے مین حق پر معلوم ہوتے ہین کہ بنی تغلب عیسائی نہین انہون نے عیسائیت سے سوائے شرابخوری کے اور کچھ نہین لیا"۔ جاہلیت مین عیسائی شاعر بھی تھے اور انکے شعر ونسے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اگر عرب سے بڑھ کر نہین تو عرب کے برابر ضرور بدکاریون مین غرق تھے۔ میور جیسے متعصب عیسائی کو یہ کہنا پڑا ہے کہ "ساتوین صدی کی عیسائیت نہایت گری ہوئی اور فاسقانہ حالت مین تھی۔ مختلف فرقونکے جھگڑون سے یہ کسی کام کی نہ رہ گئی تھی۔ اور ابتدائی زمانہ کے پاک ایمان کی بجائے وحشیانہ توہم پرستی اس مین رائج ہوگئی تھی"۔ اب اسکا فیصلہ پادریصاحبان آپ مین کرین کہ عیسائیت کی وہ حالت تھی جسکا اقرار میور نے کیا ہے یا وہ جواب سیل بنا کر دکھانا چاہتا ہے۔ سیل نے یہ بھی لکھا ہے کہ عیسائیت کا یہ نیک اثر بعض غیر عیسائی عربون پر

www.aaiil.org

بھی پڑا تھا جن کو حنیف کہتے ہین جنہون نے بت پرستی سے توبہ کرکے صرف اللہ کی پرستش اختیار کرلی تھی اگر پادریصاحب حنیفون کا پیدا ہونا یہودیت کا نتیجہ بتاتے تو انکا دعوے بظاہر نظر قرین قیاس بھی معلوم ہوتا مگر انکے عقائد کو عیسائیت کا اثر بتانا یہ پادریصاحب کی خوش فہمی ہے۔ عیسائیت خصوصًا اس زمانے مین جس کا ذکر پادریصاحب کر رہے ہین خود اللہ کے نام سے بے خبر تھی کیونکہ جس خدا کی پرستش عیسائی کرتے تھے وہ ایک مرا ہوا انسان تھا۔ اور مختلف عیسائی فرقونکے باہمی تمام جھگڑے یسوع اور اسکی الوہیت کے متعلق تھے نہ اللہ تعالے کی ہستی کے متعلق۔ عیسائیت شروع سے لوگونکو خدا کی طرف نہین بلاتی رہی بلکہ یسوع کیطرف بلاتی رہی ہے اور اسکا تمام زور یسوع پر ہی خرچ ہوا ہے۔ خدا کا تو شاید کبھی بھول کر ہی عیسائی صاحبان نام لیتے ہونگے۔ یہی وجہ تھی کہ عرب مین عیسائیت ناکام رہی کیونکہ جہان عربون نے بتون اور دوسری اشیاء کو چھوٹے چھوٹے خدا بنا رکھا تھا۔ عیسائی مذہب ایک مردہ انسان خدا کے طور پر پیش کرتا تھا اور کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ لوگ اپنے پرانے بتون کو چھوڑکر ایک نئے بت کے پیچھے لگتے الغرض باوجود عیسائی مذہب کے عرب مین موجود ہونیکے عرب اسی جہالت اور تاریکی کے گڑھے مین پڑے رہے جس مین وہ پڑے ہوئے تھے بلکہ شاید کچھ اور بھی پستی کی طرف ہی انکی حالت چلی گئی۔

اب اس حصہ بحث کا سب سے ضروری سوال پیش ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے عرب مین وہ حالات پیدا ہوچکے تھے جنہون نے عرب کیحالت مین ایک ایسی تبدیلی پیدا کی جو اپنی عظمت اور کمال اور سرعت مین دنیا کی کسی قوم مین نظیر نہین رکھتی اور یہ محض ایک اتفاقی امر تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی عین اسیوقت بت پرستی کے خلاف وعظ شروع کردیا یا کہ اس عظیم الشان تبدیلی کے ظاہر ہونے کی پہلے سے کوئی علامت موجود نہ تھی اور کوئی غور کرنیوالی طبیعت عرب کیحالت پر غور کرکے اس نتیجہ پر نہ پہنچ سکتی تھی کہ یہ وحشی قوم یکایک اس اوج ترقی پر پہنچ سکتی ہے اور اسکا ظہور صرف ایک ہی کامل انسان کے انفاس طیبہ اور قوت قدسی کی برکت سے ہوا۔ عرب کی جو حالت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے تھی اسکو مین بیان کرچکا ہون اور اس حیرت انگیز تبدیلی کو اچھی طرح سمجھنے کیلیے اب مین یہ بیان کرونگا کہ آپ سے پہلے ملک مین اتفاق پیدا کرنے اور اسکی اخلاقی تمدنی اور مذہبی حالت کی اصلاح کرنیکے لیے کس کس قسم کی کوششین ہوچکی تھین۔ بعد اسکے کہ عرب حضرت اسمٰعیلؑ کے پاک مذہب کو چھوڑکر بت پرستی پر جم گئے تین بڑی تحریکین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے انکی اصلاح کیلیے ہوچکی تھین یعنی اول یہودیون کی کوشش دوم عیسائیونکی کوشش اور تیسرے حنیفونکی جنمین سے تیسری کوشش ایک نہایت کمزور کوشش تھی۔ اور پہلی دو طاقتور اور زبردست کوششین تھین جنکے ساتھ حکومت کا رعب بھی تھا۔ ان تینونکا مین الگ الگ ذکر کرونگا

www.aaiil.org

سب سے پہلی کوشش یہودی مذہب کیطرف سے تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تقریباً سات سو سال پہلے یہودی عرب مین آباد ہوگئے تھے اور غالباً بخت النصر کی تکلیف دہی کیوجہ سے اس ملک مین انہین مامن تلاش کرنا پڑا۔ سب سے پہلے وہ خیبر مین آباد ہوئے جہان حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانے تک وہ آباد رہے پہلے جلاوطنونکے بعد طیطوس اور ہیڈرین کیوقت مین اور بہت سے یہودیون نے عرب مین پناہ لی۔ جب انکے قدم اس جگہ جم گئے تو انھون نے یہودی مذہب کی تبلیغ اہل عرب کو شروع کی۔ ان کا مذہب خالص توحید تھی اسلئے بہت بڑھکر فوقیت رکھتا تھا۔ علاوہ ازین بنی اسرائیل اور عرب دو بھائیونکی طرح تھے کیونکہ عرب بنی اسمٰعیل تھے۔ اور اس طرح پر دونون کے جداعلےٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے ایسی قرابت کی صورت مین عرب کا سلوک بنی اسرائیل سے وہ نہ ہوسکتا تھا جو اجنبیونکے ساتھ وہ کرتے تھے۔ یہود کو اول اول اپنی کوششون مین کامیابی بھی ہوئی۔ کیونکہ کئی امور مین پہلے بھی انکا اشتراک تھا۔ لیکن یہودی مذہب کے اندر سے وہ قوت زایل ہوتی گئی جو مذہب مین ایک روح کے طور پر ہو نیسے دوسرونکو اپنی طرف کھینچنے کا ذریعہ ہوتی ہے چنانچہ ابتدا مین بعض عرب اقوام کے اندر یہودی مذہب کو قبولیت حاصل ہوئی مگر یہ سلسلہ جاری نہ رہا۔ اور عرب کی عام حالت مین یہودی مذہب کے اثر سے کچھ بھی تغیر واقع نہ ہوا۔ اور وہ اسی جہالت اور توہم پرستی مین غرق رہے جس مین یہودیونکے آنیسے پہلے وہ غرق تھے۔

یہودیت کی ناکامی کے بعد عیسائیت کا دورہ شروع ہوا۔ تیسری صدی عیسائی مین جب اندرونی فسادون کے سبب سے ایک فرقہ کو دوسرے سے اذیت پہنچنے لگی تو بہت سے عیسائیون نے ملک عرب مین آکر پناہ لی۔ اور ممکن ہے کہ اس سے پہلے بھی یہان عیسائی موجود ہون کیونکہ پولوس نے بھی عرب مین آنیکا ذکر کیا ہے مذہب عیسوی شروع سے ہی اپنے پھیلانیکے لیے مضبوط اور باقاعدہ ذرایع اختیار کرتا رہا ہے مگر باوجود تمام کوششونکے عرب مین عیسائیت کو کبھی ترقی نہین ہوئی۔ حالانکہ کئی صوبون مین اسکی حکومت بھی ہوگئی تھی۔ اور اُدھر قسطنطنیہ کے عیسائی قیصر کا دباؤ بھی عرب پر پڑتا تھا۔ اور دوسری طرف نجاشی شاہ حبش کا جو وہ بھی عیسائی تھا بلحاظ قرب اور تعلقات تجارتی وغیرہ اسباب کے عرب پر اثر تھا۔ غسان کی سلطنت جو شمال مین واقع تھی اور حیرا کی سلطنت جو شمال مشرق مین واقع تھی یہ بھی دونون عیسائی سلطنتین تھین۔ جنوب مین ایک مدت تک عیسائیت کا تسلط رہا تھا اور اسطرح چار ونطرف سے عرب پر عیسائیت کا اثر پڑ رہا تھا اور اُدھر وعظ کا سلسلہ بھی باقاعدہ جاری تھا۔ مگر یہ تمام طاقتین اور تمام اسباب ناکام ثابت ہوئے اور عرب کیحالت کو کچھ بھی نہ سنوار سکے۔ پوری پانچ صدیان اسلام سے پہلے عیسائی مذہب کو ملی تھین۔ کہ وہ عرب مین اپنے آپ کو قایم کرے اور عربونکو اخلاقی پستی سے نکالکر اوج ترقی پر لاوے مگران پانچ صدیونمین بھی عیسائی مذہب کچھ

www.aaiil.org

نہ کر سکا کیونکہ عرب کی بت پرستی اور وحشانہ حالتین ایسا قوم مین اثر کر چکی تھین کہ کوئی انسانی کوشش انکے دور کرنے مین کامیاب نہ ہو سکتی تھی - چنانچہ میور لکھتا ہے کہ "عیسائی مذہب کے پانچسو برس کے وسط کے بعد خال خال عیسائی ہمین نظر آتے ہین جیسے نجران مین بنی حارث - یمامہ مین بنی حنیفہ اور تیمہ مین بنی طے - اور انکے سوائے اور کوئی نظر نہین آتا"

اسطرح پر دنیا کے دو بڑے مذہب عرب کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرنے ناکام ثابت ہو چکے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے تھوڑا عرصہ پہلے ایک اور فرقہ بھی پیدا ہو گیا تھا جنکو حنیف کہتے ہین جو نہ یہودی مذہب کو مانتے تھے اور نہ عیسائی مذہب کو بلکہ خدا تعالے کی توحید کے قایل تھے اور بت پرستی اور دوسری چیزونکی پرستش کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے - یہ تیسری کوشش عرب کیحالت کو اصلاح پر لانیکی تھی جس مین کسی دوسرے مذہب کو قبول نہ کرنا تھا بلکہ صرف بت پرستی کو چھوڑ کر ایک ہی خدا کا اقرار کرنا ضروری تھا اور ان لوگونکو باقی رسوم عرب سے بھی چندان تعلق نہ تھا وہ یہ کہتے تھے کہ ہم اصل ابراہیمی مذہب کے پیرو ہین اس وقت اس بحث کی ضرورت نہین کہ آیا ان لوگونپر یہودی مذہب کا اثر ہوا تھا یا عیسائی مذہب کا میری غرض صرف اسقدر ہے کہ یہ ایک تیسری تحریک اصلاح کی خود ملک عرب کے اندر پیدا ہوئی تھی اور یہودیت اور عیسائیت کیطرح بیرونی تحریک نہ تھی اور اسکی غرض یہ بھی نہ تھی کہ ملک کے رواجون اور رسمونکو توڑے بلکہ صرف بت پرستی کی اصلاح کرنا انکا مقصود تھا - اور توحید کیطرف لوگونکو بلاتے تھے - مگر انکو بھی وہی ناکامی ہوئی جو انسے پہلے دو بڑے مذہبونکو ہو چکی تھی اور اسلیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کیوقت عرب اسی پستی کی حالتین گرے ہوئے تھے جس مین وہ ہمیشہ سے پہلے آتے تھے اور کسی تحریک اصلاح سے انکی حالت مین کوئی بھی تغیر بہتری کی طرف نہ آیا تھا -

الغرض اصلاح کی تمام کوششین عرب کیحالت بدلنے مین بالکل ناکام ثابت ہوئین - یہودی مذہب کی خالص توحید اور اسکی پابندی شریعت عیسائی مذہب کا مسئلہ کفارہ اور اسکے ساتھ عملی زندگی مین آزادی حنیفونکا ابراہیمی مذہب اور اسکے ساتھ عرب کی پرانی رسوم اور رواج انمین سے کوئی بات بھی عربونکے لیے باعث کشش ثابت نہ ہوئی ان سب کوششونکی ناکامی ایک غور کرنیوالی طبیعت کو اس نتیجہ پہنچاتی ہے کہ عرب کی اصلاح قریبًا ناممکن سی ہو گئی تھی حالانکہ انکا اپنا مذہب بمقابلہ ان مذہبونکے جنکی طرفسے یہ کوششین کیجاتی تھین نہایت گری ہوئی حالت مین تھا - تعجب ہے کہ عیسائی صاحبان ہر بات مین تاریخ کے خلاف پہلو اختیار کرتے ہین وہ کہتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا تھا کہ عرب اسوقت ایک تبدیلی قبول کرنیکے لیے تیار ہے اور صرف اشارے کی ہی ضرورت ہے حالانکہ تاریخ صاف بتاتی ہے کہ اگر آنحضرت معمولی انسانی دور اندیشی سے کام لیتے

www.aaiil.org

تو وہ دیکھ سکتے تھے کہ ان لوگونکی اصلاح کا بیڑا اٹھانا ایک ناممکن امر کے حصول کیلیئے ہاتھ ڈالنا ہے کیونکہ اصلاح کی کوئی صورت بھی انکے لیے کارگر ثابت نہ ہوئی تھی پس ایسے وقت مین اصلاح کا بیڑا اٹھانا ایک انسان کا کام نہ تھا بلکہ اللہ تعالے کا خاص ارادہ تھا تا وہ دکھاوے کہ جہان بڑی سے بڑی انسانی طاقتین دولت اور حکومت کے ساتھ ناکام ہوئین وہان اسنے اپنے ایک عاجز بندے سے جسکا سارا جزیرہ نما دشمن تھا کیسا عظیم الشان کام کر دکھایا یہ بجائے خود اللہ تعالی کی ہستی کا عظیم الشان ثبوت ہے ان باتونکو کہ واقعی عرب کیحالت کسی اصلاح کی امید نہ دلاتی تھی میور صاحب نے بھی قبول کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جوانی کے ایام مین جزیرہ نمائے عرب کیحالت کسی تبدیلی یا ترقی کے قبول کرنیکے لایق نہ تھی شاید اس سے پہلے کسی زمانہ مین ان لوگونکی اصلاح سے اسقدر ناامیدی پیدا نہین ہوئی جیسی آپکے وقت مین بعض وقت جب ایک سبب کو ایک نتیجہ کے پیدا کرنیکے لیے ناکافی سمجھ لیا جاتا ہے تو اسکے لئے اور وجوہ اکٹھے کیے جاتے ہین مثلاً حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انکا اٹھنا تھا کہ ساتھ ہی سارے کا سارا عرب ایک نئے اور روحانی ایمان کیلیئے اٹھ کھڑا ہوا اور اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ عرب اسوقت ایک بڑی بھاری تبدیلی کیلیئے جوش مین تھا اور اسکے قبول کرنے کیلیے بالکل تیار تھا۔ ہمارے نزدیک جب ٹھنڈے دل کے ساتھ اسلام سے پہلے کی تاریخ کو مطالعہ کرتے ہین .. تاریخ اس نتیجہ کو جھٹلاتی ہے۔ پانچ صدیون تک عیسائیونکی لگاتار کوششون اور وعظ کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ چند آدمی بعض اقوام سے اس مذہب مین داخل ہوئے۔ یہودی مذہب جو اس سے بھی بڑھکر طاقتور تھا اسنے بھی متفرق زمانون مین تھوڑی تھوڑی کوشش کرکے چند لوگونکو اپنے اندر شامل کیا مگر یہودی مذہب تبلیغ مین بہت سست ہوگیا تھا اس طرح پر عرب کی مذہبی سطح پر عیسائیت کی کمزور سی کوشش کی کبھی کبھی کوئی چھوٹی سی لہر نمودار ہوتی تھی بعض وقت زیادہ گہری موجونمین یہودیت کا اثر نمودار ہوتا تھا۔ مگر اندرونی بت پرستی اور اسمٰعیلی توہم پرستی کی موجین نہایت بلند تھین۔" پھر دوسری جگہ وہی مصنف لکھتا ہے۔ کہ "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب کیحالت مذہبی تبدیلی کے قبول کرنیسے ایسی ہی دور پڑی ہوئی تھی جیسے باہمی اتفاق اور اتحاد پیدا کرنے سے دور تھی۔ عربونکے مذہب کی بنیاد ایسی سخت بت پرستی تھی جسکی جڑین نہایت گہری لگ چکی تھین۔ جسنے صدیونتک مصر اور شام کے عیسائیونکی تمام کوششونکا ایسا مقابلہ کیا تھا کہ گویا انکا اسپر کچھ اثر ہی نہ تھا۔" پس اس امر سے کسی طرح انکار کی گنجایش نہین بلکہ مخالفین نے بھی اس کا اقرار کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب مین کوئی واقعات ایسے پیدا نہین ہوچکے تھے جو اسکی حالت مین کسی تبدیلی کے پیدا ہونیکی امید دلاتے بلکہ برعکس اسکے تمام حالات ایسے تھے جنسے عرب کی اصلاح کا کام دن بدن مشکل سے مشکل

ہوتا چلا جاتا تھا - اور کوئی انسانی تجویز انکو راہ راست پر لانے مین کامیاب نہ ہوتی تھی -

ایسے وقت مین اللہ تعالے نے اپنے خاص ارادہ اور منشاء سے اس قوم کی دستگیری فرمائی - سیل کہتا ہے کہ اسلام خاص وحی الہی کو اپنی بنا قرار دیتا ہے مگر اسکا یہ دعوے سچا نہین اسکے نزدیک اسلام کا منبع یہودیون اور عیسائیونکی تحریرین ہین نہ کہ وحی الہی - مگر سوال یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کیلیے یہ ممکن تھا کہ وہ یہودیون اور عیسائیونکی روایتون سے چند باتین نقل کرکے اور عرب کی چند رسوم کو لیکر ملک عرب مین ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کردیتا انقلاب بھی جسکی نظیر دنیا مین نہین ملتی تو پھر خود یہودی اور عیسائی انہین روایتونکو اپنے ہاتھ مین لیکر اور طرح طرح کے حیلے اور کوششین کرکے کیون کامیاب نہ ہوسکے یہ کیونکر ہوگیا کہ یہودی اور عیسائی اپنی روایتون اور تحریرون کو لیکر صدیون تک برابر چلاتے رہے اور اپنی گورنمنٹون کا رعب بھی دکھاتے رہے مگر عرب کیحالت مین ایک سرمو کے برابر بھی فرق نہ آیا اسیطرح ایک یونیٹیرین مذہب بھی تو آخر عرب مین پیدا ہوا تھا جو عرب کی رسوم کو دور نہین کرنا چاہتا تھا بلکہ صرف بت پرستی کو دور کرکے توحید کو قایم کرنا چاہتا تھا اسے بھی اسی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا جو یہودی اور عیسائی اس سے پہلے دیکھ چکے تھے پس اگر یہودی اور عیسائی روایتونمین کوئی قوت قدسی موجود تھی تو یہ کیا ہوا کہ انکی قوت قدسی تو صدیون تک ظاہر نہ ہوئی اور ایک شخص نے جو انکے نزدیک جھوٹا ہے انہین روایتونکو چھوڑکر وہ پاکیزگی کی روح ایک قوم کی قوم مین پھونک دی جو دنیا مین اپنی نظیر آپ ہی ہے اور جہان صدیون تک انکی متفقہ کوششین ایک بدی کو بھی دور نہ کرسکین ایک اکیلے آدمی نے چند سال کے عرصہ مین ہی تمام بدیونکو جڑ سے اکھاڑ کر دکھادیا - پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہی ... باتین تھین جو صدیون تک یہودی اور عیسائی بھی کہتے چلے آئے تھے تو نتیجہ کے فرق سے ظاہر ہے کہ ان دونونکے منبع الگ الگ تھے - اور اس نتیجہ سے کسیکو انکار نہین ہوسکتا یہودیون اور عیسائیون کے منہ مین ان باتون نے کوئی نیک اثر نہ دکھایا اور کوئی پاکیزہ تبدیلی ..... پیدا نہ کی جس سے ظاہر ہے کہ انکی باتونکا سرچشمہ خود انسانی تھا مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منہ سے جب باتین نکلین تو انہون نے تمام دلونکے گندھو کر انکو صاف اور پاکیزہ کردیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ سرچشمہ جس سے آپ بولتے تھے الہی طاقت اور قدوسیت کا سرچشمہ تھا اور یہی باعث تھا کہ ان الفاظ نے وہ قوت قدسی دکھائی جو نہ یہود اور نہ عیسائیونکے الفاظ دکھا سکے تھے - یہودی عیسائی حنیف بھی توحید کیطرف ہی بلاتے تھے پر جس سرچشمہ سے انکا کلام نکلتا تھا وہ معمولی سرچشمہ تھا اور جب اسی توحید کیطرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بلایا تو اسکا اثر حیرت انگیز اور معجزنما ہوا کیونکہ آپکا سرچشمہ اللہ تعالے کی پاک اور خاص وحی تھی اور نتائج کا فرق منبعونکے فرق کو صاف بتاتا ہے - اگر سیل اور میور وہ یہ نہین اور اسبات پر ایمان لاتے ہین کہ خدا ہے جو اپنی پر حکمت مرضی

www.aaiil.org

اور اپنے طاقتور ارادہ کے مطابق کرتا ہے جو کچھ کرتا ہے تو انکو تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ منبع جس سے اسلام کی تعلیم نکلی اُس منبع سے بہت برتر اور پاک ہے جس سے یہودیون اور عیسائیونکے الفاظ نکلتے تھے۔ تعجب ہے کہ اس صریح ثبوت کے ہوتے ہوئے وہ اسلام کے الہی سرچشمہ سے ہونیسے انکار کرتے ہین کیا خدا تعالےٰ نے اپنے خاص منشار اور ارادہ سے یہ کام نہین کیا کہ جس پاک تبدیلی کے پیدا کرنے مین یہودی اور عیسائی ناکام ہون وہی عظیم الشان پاک تبدیلی بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ملک عرب مین ہو۔ غور کا مقام ہے کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صرف اسیقدر کرتے کہ کوئی کہانی یہودیونسے لیکر اور کوئی کہانی عیسائیونسے لیکر کچھ جوڑ توڑ کر لیتے تو جو کام یہودی اور عیسائی نہ کر سکے تھے وہ کیونکر اسے ایک حیرت انگیز طریق مین کر دکھاتے۔ پھر غور کرو کہ یہودیون اور عیسائیون کے ساتھ حکومت اور طاقت بھی تھی مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بالکل اکیلے تھے اور چاروںطرف سے انکو دکھ دیا جاتا تھا۔ پھر یہ بھی غور کرو کہ یہودیون اور عیسائیونکو غیر قوم نے تبلیغ مذہب سے روکا نہیں بلکہ انکو پوری آزادی تھی کہ جس طرح چاہین تبلیغ کرین مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اکھٹا تھا کہ ساتھ ہی چاروںطرف سے مخالفت کا شور اٹھ کھڑا ہوا یہانتک کہ وہ لوگ جو پہلے مصلح بنکر دکھاتے تھے وہ بھی انہین بت پرستونکے ساتھ ملگئے اور انکی بت پرستی اور بدکاریونکے حامی بنکر اسلام کو جڑسے کاٹنا چاہا۔ اب ایک شخص جسکے چاروںطرف دشمن ہی دشمن ہون جو اسکے خون کے پیاسے ہون اور دنیا مین اس کا حامی کوئی بھی نہ ہو۔ اگر خدا بھی اسکا حامی نہ ہو تو وہ کیونکر کامیاب ہوسکتا ہے۔ کامیاب ہونا تو ایک طرف وہ تو ایکدن بھی اپنے دشمنونسے محفوظ نہین رہ سکتا۔۔۔ اگر انسانونسے بالاتر کوئی اور ہستی اسکی حافظ اور ناصر نہ ہو۔ اور کیونکر وہ ان لوگونکو جو اسکے اور حقیقی پاکیزگی کے دشمن ہوگئے ہین راہ راست پر لاسکتا ہے اگر اسکے الفاظ مین خدائی طاقت اور الہی جذبہ نہ ہو۔ عیسائیون نے بہت سا وقت اس بات کے ثابت کرنیمین خرچ کیا ہے (اور مین دیکھتا ہون کہ انکی یہ تمام محنت اکارت گئی ہے اور انکا وقت محض ضایع ہوا ہے) کہ قرآن کریم کا فلان قصہ فلان یہودی یا عیسائی تحریر سے ملتا ہے۔ اگر ہم تطابق کو مان بھی لین تو اس سے کوئی نتیجہ خیز بات پیدا نہین ہوتی۔ اسلام کا سرچشمہ معلوم کرنیکے لیے اسکی تعلیم کے نتیجہ کو دیکھو اور یہودی اور عیسائی تعلیم کے نتیجہ سے مقابلہ کرو۔ کیونکہ اس مین شک نہین کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اگر اسلامی تعلیم کا ماخذ یہودی اور عیسائی تحریرین ہوتین تو اسکا اثر کم سے کم ان اصلی تحریرونسے کم ہونا چاہیئے تھا مگر یہودیون اور عیسائیونکو جو عرب مین ناکامی ہوئی اور اسلام کی عظیم الشان کامیابی کچھ اور ہی بتاتی ہین۔ اور انسے یہ قطعی اور یقینی شہادت پیدا ہوتی ہے کہ اسلام کا منبع یہودیون اور عیسائیون کی تحریرونسے بہت برتر اور اعلےٰ اور پاک ہے +

برہمو سماج کی ناکامی

بابو پرتاب چندر موزمدار کی موت سے برہمو سماج کی متزلزل عمارت کو ایک اور سخت صدمہ پہونچا ہے۔ بابو صاحب کیشب چندر سین کی زندگی مین بھی انکے دایان بازو تھے اور اسکی موت کے بعد اگرچہ وہ باقاعدہ انکی گدی پر نہین بٹھائے گئے مگر کیشب کے ساتھ گہرے تعلق اور اپنی ذاتی قابلیت اور شہرت کے باعث وہ برہمو سماج مین لیڈر ہی سمجھے جاتے تھے انکی ساری عمر برہمو سماج کی تائید مین ہی صرف ہوئی مگر آخر عمر مین برہمو سماج کی ناکامی اور روحانی تنزل کے سبب سے انکو رنج اور مایوسی نے آگھیرا اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے تھا کیونکہ آخر کامیابی کے ساتھ اٹھنا اللہ تعالے نے انبیا کے ساتھ ہی مخصوص رکھا ہے اور جس شخص کو اس ذات پاک سے تعلق نہین اسکا انجام ہمیشہ ناکامی اور رنج مین ہی ہوتا ہے۔ میگزین الیسٹ اینڈ ویسٹ مین انکا ایک آخری مضمون شائع ہوا ہے جس مین انہون نے برہمو سماج کے از سر نو بنانیکی تجویز کی تھی اس مضمون مین یہ لکھا ہے کہ "کیشب چندر سین سے بعض گہرے تعلقات رکھنے والے روحانی طرز کے آدمی ہین۔ مگر انکے باہمی اختلافات اور ایکدوسرے کی تحقیر اسقدر گہری جڑ پکڑ گئے ہین کہ سارے کا سارا سلسلہ اکثر دفعہ سخت بربادی اور تباہی کے کنارے تک پہونچ چکا ہے۔ بسبب ان عداوتونکے جو اسکے نام کے حواریون مین پیدا ہو رہی ہین ایک لمبے تجربہ نے آخر برہمو سماج کو اسبات کا بھی قایل کر دیا ہے کہ عبادت کے ظاہری افعال کے بغیر روحانیت کا حاصل ہونا ناممکن ہے۔ چنانچہ اسی مضمون مین یہ بھی لکھا گیا ہے کہ "نئے قواعد برہمو سماج کے تمام ممبرون کو کیشب کی رسوم اور افعال کا ایسا سخت پابند کرتے ہین کہ پرانے معنون مین آزادی تو بیان ہی چھوڑنی ہی پڑی ہے"

ابتدا سے ہی برہمو سماج کو خوش قسمتی سے بڑے بڑے قابل لیڈر ملتے رہے ہین بنا اسکی راجہ رام موہن رائے نے رکھی پھر اسکے بعد کیشب چندر سین اور دیبندرناتھ ٹگور اسکے لیڈر رہے اور اگرچہ بابو پرتاب چندران جیسی قابلیت نہ رکھتا تھا مگر اپنے وقت مین اس نے بھی سماج کی بہت خدمت کی ہے مگر باوجود اس عظیم الشان علمی طاقت کے جو برہمو سماج کو اپنے لیڈرونکی قابلیت کے سبب حاصل رہی ہے اس فرقہ کا اثر کبھی کسی بڑی تعداد پر نہین ہوا اور اب آخر کار ناکامی اسے صاف منہ دکھا رہی ہے۔ اگر کوئی مذہب صرف کسی لیڈر کی قابلیت اور ذہانت کے باعث کامیاب ہو سکتا تو برہمو سماج بڑی کامیابی کا مستحق تھا۔ مگر برہمو سماج کے اصل اصول مین بعض ایسے نقص ہین کہ یہ مذہب نہ کبھی روحانیت کے سچے سرچشمہ تک پہونچ سکتا ہے اور نہ ہی سچی کامیابی حاصل کر سکتا ہے اور اسکے لیڈرونکی بڑی بڑی فاضلانہ تقریرون اور تحریرون کا انجام کار بے اثر ثابت ہونا صاف بتا رہا ہے کہ وہ

www.aaiil.org

روحانی کشش اور الہی جذبہ انکے اندر ہرگز نہ تھا جو خدا کے مرسلون اور مامورون مین ہوتا ہے اور جہان یہ موجود تھا قابلیت اور ذہانت کچھ کام سب سے بڑی اصولی غلطی جس مین برہمو سماج پھنسا ہوا ہے انکار وحی ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ خدا یتعالے کے اعلے درجہ کی روحانی برکات سے محض ناواقف ہے اور اس تعلق کو سمجھ بھی نہین سکتا جو خدا کے پیارونکو اپنے مولا اور آقا سے ہوتا ہے اس روحانیت سے بے بہرہ ہونیکو آخر خود برہمو سماج نے اپنے زوال کا سبب بھی سمجھ لیا ہے مگر افسوس ہے کہ اسکی اصل وجہ کیطرف توجہ نہین کرتے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو برہمو سماج کی اس غلطی کا موجب خود بعض وہ مذاہب ہوئے ہین جو زمانہ موجودہ مین وحی سے انکار کرتے ہین اور زمانہ گذشتہ کے متعلق وحی کو تسلیم کرتے ہین کیونکہ انکی اپنی بنا تو وحی پر رکھی گئی تھی مگر اب بسبب اللہ تعالے سے دور جا پڑنیکے وہ اس نعمت سے محروم کیے گئے ہین اور انکی محرومی ہی آخر انکے انکار کا باعث ہوگئی ہے اسی انکار کی بنا پر برہمو دون نے وحی الہی سے قطعی انکار کر دیا ہے کیونکہ انکی دلیل یہ ہے کہ اگر خدا گذشتہ زمانون مین اپنے بندونسے ہمکلام ہوتا تھا تو اب بھی اسکی ہمکلامی کا دروازہ بند نہین ہو سکتا اور اگر اس زمانہ مین اللہ تعالے وحی نہین کرتا تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پہلے بھی اسنے کبھی وحی نہین کی پس اگر اس نے اپنی مرضی بذریعہ وحی کے اپنے بندونپر ظاہر نہین کی تو عقل انسانی ہی انسان کی رہبر ہونی چاہیئے اور اسلیے مذہب کی بنا بھی عقل پر ہی رکھنی چاہیئے گویا جو بزرگی اللہ تعالے کیلیئے تھی وہ عقل انسانی کو دیگئی! اور یہی وجہ برہمو سماج کی روحانیت سے محرومی کی ہے کیونکہ جو مذہب انسان کو خدا یتعالے کے اتنا قریب نہین کرتا کہ اسے خدا یتعالے سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہو اور وہ اپنی عاجزانہ دعاؤن اور التجاؤنکا اللہ تعالے کیطرف سے جواب پاوے اور غموم ہموم کیوقت مین اسکے شیرین کلام سے اسکی تسلی ہو وہ مذہب مذہب نہین بلکہ خشک لفظ ہین..... جو کبھی سرسبز نہین ہو سکتے۔ روحانیت کے بارے مین آریہ سماج برہمو سماج سے بھی دور جا پڑا ہے۔ کیونکہ اوسنے خشک لفاظی کو ہی اپنا اصلی مقصد سمجھ لیا ہے اور اسی پر انکی ہمت صرف ہوتی ہے اور حقیقی پاکیزگی یا حق سے یا اللہ تعالے کا قرب حاصل کرنے سے ان لوگونکو تعلق نہین بلکہ مقربین بارگاہ الہی کو گالیان دینا شب و روز انکا کام ہے پس یہ مذہب یعنی آریہ سماج بھی کبھی سرسبز نہین ہو سکتا اور اگرچہ چند دن تک برہمو سماج کی طرح بہت جوش و خروش رہیگا مگر یہ یقینی امر ہے کہ آخر کار برہمو سماج سے بھی بڑھکر ناکامی اور نامرادی اسے ہوگی کیونکہ جو مذہب اللہ تعالے سے تعلق پیدا کرنیکی کوئی راہ نہین بتاتا وہ کامیاب نہین ہو سکتا +

مشنری اخبار

اکثر مشنری اخبارونکی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ پادریصاحبان کی تحریرین اکثر ایسی سطحی اور لغو اعتراضات سے پر ہوتی

ہین کہ انکے جواب کی کوئی ضرورت نہین ہوتی۔ مگر بعض وقت کوئی غلط فہمی رفع کرنیکے لیے انکا حوالہ دینا ضروری ہوجاتا ہے۔ انگریزی نور افشان مین ۲۳ جون کے پرچہ مین دو ایڈیٹوریل نوٹ ریویو آف ریلیجنز کے متعلق ہین جن مین سے ایک مین تعدد ازدواج کے مضمون پر بعض اعتراض کیئے گئے ہین۔ چار لمبے مضمونون مین سے جو اس مضمون پر اس رسالہ کے چار مختلف نمبرون مین مارچ سے شروع ہوکر جون تک ختم ہوئے ہین معترض نے صرف ایک کا حوالہ دیا ہے اور شاید یہ بھی سارا نہ پڑھا ہو۔ مگر یہ کوئی تعجب کی بات نہین کیونکہ پادریصاحبان کا کام یہ نہین کہ کوئی مدلل جواب دین بلکہ ایک کام کا کرنا انہون نے اپنا فرض منصبی سمجھا ہوا ہے خواہ اسکے لیے کوئی دلیل ہو یا نہ ہو وہ انہون نے کرنا ہے اسی لیے وہ مخالف کے دلایل کو پڑھنے کے بغیر بھی جواب خوب دیسکتے ہین مگر اس معاملہ مین پادریصاحب نے یسوع مسیح سے بھی بڑھکر قدم مارا ہے کیونکہ یسوع نے تو کبھی تعدد ازدواج کی مخالفت نہین کی مگر پادریصاحب نے اس مقدس رواج کی مخالفت کا بیڑا اٹھایا ہے۔ شروع مین ہی مین یہ بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہون کہ رسالہ ہذا کے وہ تمام مضامین جن پر کسی دوسرے کا نام نہ لکھا ہوا ہو وہ ایڈیٹر کے اپنے ہوتے ہین اور اسلیئے پادریصاحبان اپنی عیسائیانہ فیاضی سے مضمون لکھنے والونکو جتنا چاہین کوسا کریں نہ یہ کہ بلاوجہ ہر بات مین حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے آقا اور مرشد کو گالیان دیکر ہمارے دلونکو دکھ پہنچاوین۔

نور افشان کے ایڈیٹر نے لکھا ہے کہ تعدد ازدواج کے مضمون مین جواب کوئی نہین دیا گیا صرف دلاور حسین کو گالیان نکالی ہوئی ہین اسکا فیصلہ مین ناظرین پر چھوڑتا ہون! اس نوٹ مین دو اعتراض کیے گئے ہین۔ اور کم انکم یہ اعتراض پادریصاحب کرنیکی جرات نہ کرتے اگر وہ میرے سارے مضمون کو پڑھ لیتے! انکا پہلا اعتراض یہ ہے کہ جن دلایل سے بعض آدمیونکی ضرورت ایک سے زیادہ بیوی کیلیے دکھائی گئی ہے انہین دلایل سے بعض عورتونکی ضرورت ایک سے زیادہ خاوند کیلیے ثابت ہوسکتی ہے! اس سے زیادہ ناسمجھی کا اعتراض تعدد ازدواج پر قیاس مین نہین آسکتا۔ اسکا دفیعہ مین نے سب سے پہلے مضمون مین خود ہی کر دیا تھا اگر پادریصاحب اسکو پڑھ لیتے تو اخبار کی اسقدر سیطرن سیاہ کرنیکی ضرورت انکو پیش نہ آتی۔ مینے یہ ثابت کر دیا تھا کہ ایک مرد کی ایک سے زیادہ بیویان ہونیسے نکاح کے اغراض کے حصول مین سوسائیٹی کو مدد ملتی ہے مگر ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہونا اغراض نکاح کے بالکل مخالف پڑا ہوا ہے پھر اگر ایک مرد کی کئی بیویان ہین تو جو اولاد پیدا ہوگی ان سب کے ماں اور باپ ایسے ہی متعین ہونگے جیسے ایک بیوی والے مرد کے بچے ہونگے۔ مگر برعکس اسکے اگر ایک عورت کے کئی خاوند ہون تو تعیین والدین ہرگز نہین ہوسکتی۔ اور اسطرح سے نکاح کی سب سے بڑی غرض جو تعیین والدین ہے مفقود ہوجاتی ہے۔ پس ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہونے مفہوم نکاح کے بالکل خلاف ہے۔ اور تعدد ازدواج کی بحث مین اس بحث کو چھیڑنا پادریصاحبان کی ناسمجھی ہے۔ پھر یہ بھی دکھایا گیا تھا کہ ایک مرد کی ایک سے زیادہ بیویان ہونیکی جو سب سے بڑی ضرورت ہے وہ عورت کیلیے ایک سے زیادہ خاوند

www.aaiil.org

رکھنے کی دلیل ہرگز نہین بلکہ اسکی تردید کرتی ہے کیونکہ عورتونکے ساتھ بعض عوارض ایسے لگے ہوئے ہین جیسے حیض حمل اور وضع حمل کہ جنکے باعث عورتین اکثر اوقات زن وشوی کے تعلقات کے قابل نہین ہوتین مگر مردونکے ساتھ ایسے کوئی عوارض نہین لگے ہوئے ہین اگر پادریصاحب یہ ثابت کردیتے کہ وہ عوارض جو ہمنے عورتونکے ساتھ لگے ہوئے بیان کیئے ہین۔ وہ یسوع مسیح کے کفارہ سے عورتونسے منتقل ہوکر مردونکی طرف آگئے ہین تو مین بڑی خوشی کے ساتھ انسے اس بارہین متفق ہونگا کہ انکی عورتین بیشک ایک سے زیادہ خاوند کرین اور اب بھی کون مانع ہے کیونکہ پادری ٹیلر صاحب نے پادریونکے ایک مجمع کو ہی ایکدفعہ ان الفاظ مین شرم دلائی تھی کہ تم مسلمانونکے ایک سے زیادہ بیویان رکھنے پر اعتراض کرتے ہو حالانکہ تمہاری عورتونکی یہ حالت ہے کہ وہ کئی کئی خاوند رکھتی ہین۔ بہرحال قرآنشریف نے تعدد ازدواج کے قانون کو اگر جایز رکھا ہے تو اسوجہ پر کہ عورتونکے ساتھ وہ عوارض مخصوص ہین اگر پادریصاحب یہ دکھادین کہ وہ عوارض اب عورتونسے مخصوص نہین رہے بلکہ مردون اور عورتونمین مشترک ہوگئے ہین اور یا مردونسے ہی مخصوص ہوگئے ہین تو مین اپنی غلطی کو تسلیم کرلونگا اور اسصورتمین پادری صاحب قرآن کریم پر ایک واقعی اعتراض کرکے عیسائیت کی ایک ایسی خدمت کرینگے جس سے ہمیشہ کیلیئے عیسائیونمین انکی قدر کیجاویگی۔ مین پادریصاحب کے جواب کا منتظر رہونگا۔

اسی مضمون مین مینے قرآنشریف کی آیات کے حوالہ سے یہ بھی دکھایا تھا کہ قرآنشریف مسلمانونکو تاکید فرماتا ہی کہ اپنی عورتونسے پورے انصاف اور عدل سے سلوک کیا کرین مگر پادریصاحب نے بغیر قرآن کریم پڑھنے کے یہ کہدیا ہی کہ ان آیات کو ہم کیا کرین جب قرآن شریف مین وہ قانون طلاق بھی موجود ہے جسکے روسے مرد جب چاہے عورت کو طلاق دیسکتا ہے مگر عورت کیلیئے طلاق حاصل کرنیکی کوئی راہ ہی نہین اس اعتراض کے جواب مین مضمون طلاق کا جو اس پرچہ مین لکھا گیا ہے حوالہ دیتا ہون اور دعوے سے کہتا ہون کہ قرآن کریم نے صریح الفاظ مین عورت کو طلاق حاصل کرنیکا حق دیا ہے اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی دعوے سے کہتا ہون کہ حضرت مسیح کے الفاظ مین جو انجیل مین موجود ہین عورتکو طلاق حاصل کرنیکا کوئی حق نہین دیا گیا اور ہرگز نہین دیا گیا۔ پادریصاحبان کو شرم کرنی چاہیئے کہ جو اعتراض اپنے پر وارد ہوتا ہے اسے دوسرونپر کرتے ہین حالانکہ انپر وہ وارد نہین ہوتا اگر وہ ایسے اعتراض کرنیسے رک جاتے جو خود انہین پر آتے ہین تو انکے اخبارات کا اکثر حصہ سیاہ نکلنے کی بجائے سفید نکلتا۔ ان پادریصاحبان کو وہ رائے بھی پڑھنی چاہیئے جو انکے اپنے ملک کے بڑے بڑے فاضل آنکے متعلق رکھتے ہین۔ پروفیسر سٹارمشنریونکے باہر بھیجنے کے متعلق لکھتا ہی کہ "یہ بڑی سخت غلطی ہی ایک افریقہ کا باشندہ اپنی جھونپڑی مین افریقہ کی زندگی کی طرز پر رہنے والا بہت اچھا ہی بہ نسبت اس حالت کے جب ایک انگریز مشنری جاکر وہان اپنا مذہب اپنی سطحی تہذیب اور اپنی شراب پھیلاتا ہی۔ ہم یہ خیال کرتے ہین کہ ہم خدا کے برگزیدہ ہین نہین جسقدر ہم دخل بیجا دیتے ہین ویسی آجتک دنیا مین کوئی قوم ہوئی ہی نہین گھر مین ہین تو ہم لوگونکی باتونمین ناحق دخل دیتے باہر ہین تو ہماری یہی حالت ہے غرضیکہ جہان کہین ہم ہین ہمارا کام بیجا دستاندازی کرنا ہوگیا ہے اور اسکی وجہ صرف زر اور زر پرستی ہی

www.aalil.org

رویا والہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۲- جون- یشفی الناس من الامراض- ترجمہ- لوگونکو بیماریونسے نجات دیتا ہے اور دیگا یعنی خدا یتعالے بنوتکو ہماری دعاؤنسے بیماریونسے نجات دیگا + ۹- جون- انی معلک ومع اھلک ومع کل من احبک- ۱۳- جون- صبحکے وقت پانچ سطرین فارسی مین لکھی ہوئی دیکھین جو نظم اور نثر ملی جلی تھین انمین سے آخری سطر یہ ہے- **تو در منزل ما چو بار بار آئی- خدا ابر رحمت بارید بانے**

۱۶- جون- قبل از نماز صبح- رویا- مین اپنے مکان مین کمرے کے اندر کھڑا ہون اسوقت دیکھا کہ باہر ایک عورت زمین پر بیٹھی ہے جو مخالفانہ رنگ مین ہے- وہ بہت بری حالتمین ہے اور اسکے سر کے بال مقراض سے کٹے ہوئے ہین کوئی زیور نہین اور نہایت ردی اور مکروہ حالت مین ہے اور سر پر ایک میلا کپڑا پگڑی کیطرح لپیٹا ہوا ہے اسکے ساتھ بات کرنیسے مجھے کراہت آتی ہے نماز عصر کا وقت ہے مین جلدی سے اٹھا ہون کہ نماز کیلئے چلا جاؤن کچھ کپڑے مینے ساتھ لیے ہین کہ نیچے جاکر پہن لونگا یہ جلدی اسلیے کی کہ اس عورت کو میرے ساتھ بات کرنیکا موقعہ نہ ملے پس مینے جلدی کے سبب پگڑی کو ہاتھ مین لیا اور پشمینہ کی سرخ چادر اوپر لے لی اور کمرے سے نکلا جب مین اسکے برابر سے گذرا تو میرے منہ سے یہ الفاظ نکلے یا آسمان سے یہ آواز آئی کہ لعنۃ اللہ علے الکاذبین- ساتھ ہی یہ الہام ہوا- کہ "اسپر آفت پڑی آفت پڑی" اور دیکھا کہ وہ عورت ایک نہایت ذلیل شکل مین کوڑھیونکی طرح بیٹھی ہے (نوٹ- یہ وہی عورت معلوم ہوتی ہے جسکے متعلق پہلے بھی الہام شائع ہو چکا ہے کہ مین اس عورت کو سزا دونگا-)

۱۹- جون- فرمایا ہماری جماعت کے چار آدمیونمین سے جو اس جگہ باغ مین بیمار ہوئے تھے ایک کے متعلق یہ الہام ہوا ہے "خدا نے اسکو اچھا کرنا ہی نہین تھا- بے نیازی کے کام ہین اعجاز المسیح" یعنی اسکی موت تو تقدیر مبرم کیطرح تھی- مگر خدا یتعالے نے یہ مسیح کا اعجاز ظاہر کیا ہے کہ اسکو ٹالدیا یہ اسکی بے نیازی ہے- (نوٹ- چار بیمارونمین سے ایک میان محمد اسحاق صاحبزادہ جناب میرزا ناصر نواب صاحب تھے جنکی مرض کیحالت ظاہری نظر مین واقعی مایوسی کی حد تک پہنچ چکی تھی- چنانچہ انہین ایام مین ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اس جگہ تھے انہون نے بھی اسکی مرض کا نہایت خطرناک ہونا کئی احباب کے سامنے بیانکیا- خدا یتعالی کی قدرت بھی عجیب ہے کہ ادھر طبی نظر سے یہ مایوسی اور ادھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا پر جو اسکی شفا کے لئے آپنے کی یہ الہام ہوا جو اسی رسالہ کے گذشتہ..... نمبر مین چھپ چکا ہے- سلام قولا من رب رحیم- پر خدا کا رحم ہے کوئی بھی اس سے ڈر نہین + ایک ہی وقت کی یہ دونون باتین ہین جسکی شاہد یہان کی کل جماعت ہے اور خود میرزا یعقوب بیگ صاحب بھی اسکے گواہ ہین الہام الٰہی سے بھی یہی ظاہر ہوتا تھا- کہ بیماری تو واقعی خطرناک حالت تک پہنچ چکی ہے پر خدا کا رحم ہے سو آخر خدا نے اپنی اس وحی کے مطابق اس بچہ کو از سر نو زندگی بخشی-)

www.aaiil.org

اور قابل قدر ہین۔ اور مین آپکو بھی اس قابل قدر پرچہ کا ایڈیٹر ہونیکی حیثیت سے مبارکباد دیتا ہون۔ مینے ابتک کوئی ایسی کتاب یا پرچہ نہین پڑھا جس مین اسلام کی حمایت اس طاقتور اور زبردست ہاتھ سے کی گئی ہو جیسے آپکے اس رسالہ مین کیجاتی ہے" یہ ایک ایسے آدمی کی شہادت ہے جسے ہمارے سلسلہ سے اسوقت تک کوئی تعلق نہین اور وہ محض ہماری تحریرون کا دوسری تحریرون سے مقابلہ کرکے اس نتیجہ پر پہنچا ہے مگر خدا جانے مسلمانون نے عناد کو کیون اس حد تک بڑھا دیا کہ اس سلسلہ کا نام بھی آجانے سے تحریر کو نہین پڑھتے۔ اگر شقاوت یہ کام ان سے نہین کرا رہی تو اور کیا ہے۔ اسی پنجاب مین ایک اور رسالہ مذہبی اردو مین نکلتا ہے جو اکثر ہمارے مضامین کو اور حضرت اقدس کی تحریرونکو لفظ بلفظ نقل کر دیتا ہے۔ مگر چونکہ وہ اس رسالہ کا یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام ظاہر نہین کرتا اسلیے ہزارون خوشی سے ان تحریرونکو پڑھتے ہین مگر ایک حد تک جماعت کی اپنی کم توجہی بھی اسکا باعث ہے۔ اگر ہمارے احباب پورے زور اور کوشش سے دوسرے لوگونکو توجہ دلاوین تو بہت سے سعید فطرت بخوشی رسالہ کی خریداری کیلیے تیار معلوم ہونگے مگر جسصورت مین جماعت کی اپنی یہ حالت ہے کہ دو تین لاکھ آدمیونمین سے سولہ سو یا سترہ سو خریدار ہین تو دوسرونپر اسکا اثر کیا پڑ سکتا ہے مین کبھی یقین نہین کر سکتا کہ اتنی بڑی جماعت مین اگر کوشش کیجائے تو خود جماعت کے اندر ہی دس بیس ہزار رسالہ کی اشاعت نہ ہو جائے اور اس کثرت اشاعت کے ساتھ دوسرے لوگونمین توجہ خود ہو گی کیا کل جماعت مین صرف سترہ سو آدمی ہی ایسے ہین جو ۲۰ ر ماہوار رسالہ کی خریداری کیلیے دیسکتے ہین نہین بلکہ بے توجہی ہے بعض مخلصین بیشک رات دن ساعی رہتے ہین مگر ابھی انکی تعداد بہت تھوڑی ہے خدا کرے کہ انکا سایہ اسسے بھی بڑھکر جوش دوسرونکے دلونمین ڈالے آمین۔ منیجر رسالہ

۲۔ جون ۱۹۰۵ء۔ **رؤیا**۔ ایک بڑا دریا ہے اس مین سے کوئی چیز نکلی جس مین سے شعلے نکلتے ہین اور وہ چیز اسطرح میرے سامنے آئی جیسے دریا بطور تحفہ کے کوئی چیز پیش کرتا ہے اسے مینے لیلیا تو وہ ایک ٹوپی مچھلی کی کھال کی بنی ہوئی تھی اور مینے اسے سر پر رکھ لیا۔ اسکے بعد پھر ایک اور چیز دریا نے پیش کی جو مچھلی کے چمڑے کا بنا ہوا ایک چغہ ہے وہ بھی مینے لیلیا۔ (فرمایا۔ دریا سے مراد کوئی بڑا ذیشان آدمی یا اہل علم و فضل و کمال ہوتا ہے اور اسکے تحفہ دینے سے مراد حلقہ خادمون مین داخل ہونا یا معتقد ہونا یا رجوع لانا یا مالی خدمت کرنا ہے (واللہ اعلم) ۱۲۔ جولائی ۱۹۰۵ء۔ **الہام**۔ روحانی عالم کا دروازہ تیرے پر کھولا گیا۔ فبصرك اليوم حديد۔

مدرسہ:۔ اسوقت مدرسہ کے متعلق مین قوم کے سامنے دو قسم کی ضرورت پیش کرتا ہون۔ ایک موجودہ مدرسہ کا استحکام اور دوسرا کالج بنانیکی کوشش پہلی ضرورت کیلیے مین جماعت کو یہ توجہ دلاتا ہون کہ ایک ہزار روپیہ کے قریب عمارت پر خرچ ہو کر مدرسہ کی مالی حالت بہت نازک ہو گئی ہے۔ ہر جگہ کی جماعت اور ہر ایک احمدی کا فرض ہے کہ بہت جلد بکمشت چند دنسے ایک ہزار روپے کی کو پورا کر دین۔ اور بقایا دار احباب اپنے اپنے بقایا بھی بہت جلد ارسال فرما دین۔ کالج کیلیے مینے یہ تجویز کی تھی کہ اگر ہر ایک

www.aaiil.org

"معاونین میگزین"

پچھلے پرچہ میں بعض ان احباب کا شکریہ ادا کیا گیا تھا جنہوں نے محض ابتغاء لمرضاۃ اللہ حضرت اقدس ع کے حکم کی تعمیل میں حسب توفیق و استطاعت خود کم و بیش روپیہ اعانت کا بھیجا تھا۔ چونکہ اعانت کا روپیہ بھیجنے کے علاوہ خود خریدار بننا اور دیگر خریدار پیدا کرنا بھی رسالہ ہذا کی کثرت اشاعت کا خاص ذریعہ و موجب ہے لہذا اس دفعہ ایسے جدید خریدار پیدا کرنیوالوں کے اسماء بقید تعداد خریداران کے جو انہوں نے دیئے خاص شکریہ کے ساتھ درج ذیل کیے جاتے ہیں اور دعا ہے کہ اللہ تعالے دیگر برادران و احباب کو بھی توفیق بخشے کہ وہ بھی اس کار خیر میں حصہ لیکر ثواب و حسنات دارین حاصل کریں۔ آمین۔

(۱) منشی ذوالفقار علیخان صاحب انسپکٹر آبکاری میرٹھ۔ ۹۔ (۲) میاں عبدالرشید صاحب میرٹھ۔ ۳۔ (۳) چودھری عبدالعزیز صاحب بٹالوی۔ ۷۔ (۴) میاں دولت خان صاحب بٹالہ ضلع امرتسر۔ یک۔ (۵) حکیم محمد حسین صاحب قریشی لاہور۔ یک۔ (۶) میاں غلام دستگیر صاحب میڈیکل سٹوڈنٹ لاہور۔ ۲۔ (۷) بابو برکت علی صاحب کلرک محکمہ تھرگز۔ یک۔ (۸) صوفی محمد عظیم صاحب لاہور۔ ۲۔ (۹) مولوی محمد حسین صاحب نمبردار پرم جیت پور۔ یک۔ (۱۰) میاں ابوالفتح عبدالقادر صاحب پورنیا۔ ۵۔ (۱۱) جناب خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر لاہور۔ ۲۔ (۱۲) میاں برکت علی صاحب ملازم "الحکم" یک۔ (۱۳) حافظ روشن علی صاحب قادیان۔ یک۔ (۱۴) میاں الہی بخش صاحب قادیان۔ یک۔ (۱۵) میاں نظام الدین صاحب بھٹ غلام نبی۔ یک۔ (۱۶) منشی عبدالمجید صاحب کپورتھلہ۔ یک۔ (۱۷) ماسٹر ہدایت اللہ صاحب جہلم۔ ۶۔ (۱۸) حکیم فضل دین صاحب قادیان۔ یک۔ (۱۹) میر محمد سعید صاحب مدرس حیدرآباد دکن۔ یک۔ (۲۰) میاں محمد الدین صاحب مستری قادیان۔ یک۔ (۲۱) میاں محمد حیات صاحب سکنہ پیرکوٹ۔ ۳۔ (۲۲) میاں نورالدین صاحب پارچہ فروش ستنا۔ ۴۔ (۲۳) ڈاکٹر سید ستار شاہ صاحب رعیہ۔ یک۔ (۲۴) جناب ڈاکٹر عباد اللہ صاحب امرتسر۔ ۶۔ (۲۵) مولوی عزیز بخش صاحب ڈیرہ غازیخان۔ ۲۔ (۲۶) بابو برکت علی صاحب کلرک شملہ۔ ۶۔ (۲۷) سید سرور شاہ صاحب باشندہ ضلع ہزارہ۔ یک۔ (۲۸) چودھری محمد نواب خانصاحب محصیلدار گجرات۔ ۳۔ (۲۹) حافظ محمد عیسے صاحب نقشہ نویس مردان۔ یک۔ (۳۰) مولوی عبدالحق صاحب سیدوالہ۔ ۵۔ (۳۱) میاں رحمت اللہ صاحب بنگہ۔ ۴۔ (۳۲) قاضی محمد یوسف طالبعلم پشاور۔ ۴۔ (۳۳) بابو محمد عثمان صاحب ہیڈ ڈرافس مین الہ آباد۔ یک۔ (۳۴) سید محمد علیشاہ صاحب مدرس لسپور۔ ۳۔ (۳۵) منشی غلام نبی صاحب بھلوڑا ۴۔ (۳۶) حکیم محمد عمر خانصاحب فیروزپور۔ ۲۔ (۳۷) منشی محمد شیر خان صاحب سردارپور ضلع شاہپور۔ یک۔ (۳۸) مولوی غلام امام صاحب منی پور آسام۔ یک عدم گنجائش (باقی آئندہ) (مینیجر

www.aaiil.org

Sabbath

آؤ لوگو کہ یہین نور خدا پاؤ گے لو تمہین طور تسلی کا بتایا ہمنے

ریویو آف ریلیجنز

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۴ بابت ماہ اگست ۱۹۰۵ء نمبر ۸

فہرست مضامین

غلامی ۲۹۱

۱- اسلام سے پہلے غلامی کیحالت۔ ۲۹۱/۲۹۸

۲- اسلام مین غلامون سے سلوک ۲۹۸/۳۰۹

اسلام (۲) ۳۰۹-۳۲۴

..... بجواب پادری ٹیل۔ (متعلق اسلام ۱۲)

انگلستان مین اخلاق اور مذہب کا زوال ۳۲۴/۳۲۸

زلزلون کی پیشگوئیان ۳۲۸-۳۳۰

رؤیا والہامات حضرت مسیح موعودؑ ۳۳۰-

نظام سے شایع ہوا + چندہ سالانہ عہ

www.aaiil.org

شکایت

میرا دل گوارا نہ کرتا تھا کہ ایک شایع شدہ تحریر کے ذریعہ سے اپنے بھائیونکی شکایت کرون مگر واقعات نے اس تحریر کیلیے مجھے مجبور کیا ہے اور مین یہ بھی دیکھتا ہون کہ چونکہ یہ میرا ذاتی معاملہ نہین بلکہ قوم کا بھی نقصان ہو رہا ہے اسلیے ضروری ہے کہ قوم کو اس حالت کی اطلاع دون۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ء مین حضرت مسیح موعودؑ نے نہایت پرزور الفاظ مین اپنی تمام جماعت کو اس رسالہ کی خریداری اور اعانت کے لیئے تحریک کی تھی اور یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ اس رسالہ کی تعداد اشاعت اپنی جماعت مین کم از کم دسہزار ہونی چاہیئے۔ چنانچہ آپکے اس مبارک ارشاد کے آخری لفظ یہ تھے کہ "اگر بیعت کرنیوالے اپنی بیعت کی حقیقت پر قایم رہ کر اس بارہ مین کوشش کرین تو دسہزار خریدار کا پیدا ہونا بڑی بات نہین ہے بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد خریداری بہت کم ہے"۔ مگر اسوقت مین اس شکایت کو پیش نہین کرتا کہ کیون دسہزار کی جگہ ابتک دوہزار بھی تعداد پوری نہین ہوئی۔ افسوس یہ ہے کہ بعض صاحبان جنہون نے اسوقت خریداری منظور کی۔ تھوڑے دنونکے بعد انکا جوش یہانتک ٹھنڈا ہو گیا کہ چھوٹے چھوٹے عذرونپر رسالہ بند کرنا شروع کر دیا خیر یہ بھی اچھا ہوا۔ مگر بہت سے احباب ایسے ہین کہ رسالہ خریدتے بھی رہے لیکن جب قیمت طلب کی گئی تو جواب دیا مین یہ نہین کہتا کہ واقعی انکا یہ منشا رہے کہ قیمت بھی ادا نہ کرین۔ مگر ایک شخص کو جسکے سپرد یہ ذمہ داری کا کام ہو یہی قیاس کرنا پڑتا ہے اول تو خود قیمتونکے دفتر مین موصول ہونیکا انتظار کیا جاتا ہے پھر بعد انتظار کے اطلاعی پوسٹ کارڈ بھیجے جاتے ہین کہ فلان تاریخ تک قیمت دفتر مین آجانی چاہیئے ورنہ پرچہ کو وی پی کر کے قیمت وصول کیجاویگی۔ ان کارڈونکا جواب تو عموماً کچھ نہین دیا جاتا مگر جب اسقدر احتیاط کے بعد وی پی کیے جاتے ہین تو نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ دو تہائی وی پی انکاری ہو کر آتے ہین اور یون دفتر کو سخت نقصان پہنچایا جاتا ہے اگر کسی صاحب کو اپنے حساب مین کوئی غلطی معلوم ہو یا روپیہ موجود نہ ہو تو کسقدر سیدھی بات ہے کہ اطلاعی کارڈ کے پہنچتے ہی جواب لکھدیا کرین۔ ایک ایک وی پی کے انکاری ہونیمین دو دو آنہ کا نقصان دفتر کو ہوتا ہے اور یون اگر ہر مہینہ مین سو وی پی بھی انکاری ہو کر آوے تو ساڑھے باران روپے ماہوار یا ڈیڑھسو روپیہ سالانہ کا یہ نقصان ہے۔ کیا قوم اس نقصان کو ہلکا سمجھکر گوارا کرتی ہے؟ اگر نہین تو سب احباب کو چاہیئے کہ اس نقص کے رفع کرنے مین کوشش کرین جس صورتمین خصوصیت سے دفتر سے اطلاعی کارڈ قبل وی پی بھیجنے کے روانہ ہوتے ہین تو سوا اسکے اور کیا ہے کہ محض سستی سے یا عمداً دفتر کو نقصان پہنچایا جاتا ہے اگر کوئی اور مزید احتیاط دفتر کیطرف سے ہونی چاہیئے تو مین اسکے سننے کا منتظر ہون اور اسپر عمل کرونگا۔ کیونکہ مجھے اسقدر قومی نقصان سے سخت رنج پہنچتا ہے۔ اگر کوئی وجہ عذر ہو تو چاہیئے کہ فی الفور کارڈ کے پہنچنے کے ساتھ اس سے مطلع کر دیا کرین

محمد علی منیجر

www.aaiil.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

غلامی

۱ — اسلام سے پہلے غلامی کی حالت

جن لوگون نے غلامی کے خلاف لکھا ہے انہون نے اسکی ایسی تقبیح کی ہے اور اسے سرتاپا ایسا خوبیون سے خالی اور مضرات سے پُر ثابت کرکے دکھانیکی کوشش کی ہے کہ جو شخص ٹھنڈے دل سے اور جوش سے خالی ہوکر اس مضمون پر قلم اٹھاوے اور جسکا مقصد یہ ہو کہ ہر شے کی تہ تک پہنچے اور بدی پر اسوقت بھی لعنت بھیجنے کیلیے تیار ہو جب وہ نیکی کا لباس پہن کر نکلے اور نیکی کی اس وقت بھی تعریف کرنیکے لیے آمادہ ہو جب دنیا اس نیکی کو برا سمجھ رہی ہو۔ اس کا یہ فرض ہے کہ ابتدا مین ہی اس غلط فہمی کو دور کرے کہ غلامی کا رواج سراسر لغو اور فضول تھا جس سے فایدہ کوئی نہ تھا بلکہ سراسر نقصان ہی نقصان تھا مین اس رائے کے ساتھ اتفاق نہین کرتا۔ حق یہ ہے کہ انسانی سوسائیٹی اپنی تدریجی ترقی مین ایسی حالتون سے ہوگذری ہے کہ ان حالات کے ماتحت غلام بنانے مین نہ صرف وہ حق پر ہی تھی بلکہ ضروری تھا غور کرو تو دل مین ایک دہشت سی پیدا کرتے ہین مگر تاہم بہت سی اغراض ترقی کیلیے ان کا جاری رہنا ضروری ہے۔ جس وقت ایک فتحیاب جرنیل بڑے بڑے جہازون کو جن پر ہزارہا انسان ملک کے چیدہ اور بہادر نوجوان موجود ہوتے ہین ایک دم مین غرق کرکے سمندر کی تہ مین پہنچا دیتا ہے یا ایک بڑے شہر پر گولہ باری کرکے بیشمار بے گناہ عورتون اور بچون کو [illegible] دیتا ہے تو کبھی اسکی آنکھ مین ایک آنسو بھی نہین آتا۔ مگر ہر حال بیرحم انسان ہے وہ لوگ جو اپنی رحمدلی کے سبب [illegible] واقعات کو سن کر کانپ اٹھتے ہین وہی

www.aaiil.org

دوسرے موقعہ پر ہزارہا انسانون کو اپنے ہاتھ سے قتل کرکے یا اپنی آنکھون کے سامنے قتل ہوتے دیکھکر کبھی لرزہ نہین کھاتے بلکہ بسا اوقات خوش ہوتے ہین۔ جنگون کا ہونا انسانی سوسائیٹی کی ضروریات مین سے رہا ہے اور ابتک یہی حال ہے۔

جون جون انسانی گذشتہ تاریخ کو مطالعہ کیا جاوے یہ معلوم ہوگا کہ لڑائیان انسان کی ابتدائی ترقی مین اس کی موجودہ حالت سے بڑھکر ضروری رہی ہین اور انہین جنگون کے لوازمات مین سے ہی غلامی بھی ہے یا تھی بلکہ درحقیقت غلامی کا رواج انسانی ترقی مین ایک عظیم مرحلہ تھا کیونکہ اس رواج کے ساتھ وہ بیرحمی جاتی رہی جس کے رو سے کل کے کل اسیر جو کسی دوسری قوم کے ساتھ جنگ مین ہاتھ لگے ہون قتل کیے جاتے تھے۔ چنانچہ ایک عیسائی مصنف لکھتا ہے "مگر اس بات کو ابھی تک لوگون نے اچھی طرح نہین سمجھا کہ پچھلی تمدنی تدریجی ترقی مین جنگ ایک ضروری فرض کو ادا کرنیوالی تھی۔ اول اس لحاظ سے کہ جنگ کا اصلی مقصد یہ تھا کہ متفرق قومین ایک ہوجاوین اور اس لحاظ سے یہ ضروری تھا کہ مخالفین مین سے جو لوگ پکڑے جاوین وہ ایک ماتحتی کی حالت مین رکھے جاوین تا دوبارہ اس قوم کو سر اٹھانے کی طاقت نہ ہو اور یون جنگ کا اصل مقصد حاصل ہو۔ دویم اس لحاظ سے کہ یہ مسلم امر ہے کہ ابتدا مین انسانی سوسائیٹی مین محنت اور مشقت کے کامون سے گریز کیا جاتا ہے اور عموماً آرام طلبی زیادہ ہوتی ہے پس جب ایک قوم کے لوگ اپنے مخالف لوگونکے درمیان آکر رہینگے تو وہ سوائے مجبوری کے کبھی کام نہ کرین گے اسلیے ضروری ہوا کہ انکو غلام بناکر ان سے کام لیا جاوے۔ اس دوسرے امر کے متعلق اس قدر کہدینا کافی ہے کہ دنیا کی کسی قوم مین بھی خود بخود اور خوشی سے محنت کو اختیار نہین کیا گیا۔ بلکہ ہر ایک ملک مین جس کا ہمین علم ہے یہی نظر آتا ہے کہ زبردستون نے مجبور کرکے زیردستون کو کام پر لگایا ہے اور ان سے محنت شاقہ کے کام لیے ہین اور آخر جب مدت تک یہ مجبوری چلی آئی تو پھر اس قوم کی عادت مین وہ امر داخل ہوگیا امر اول کے لحاظ سے آزاد آدمی لازماً جنگ پیشہ تھے اور غلام محنت کا کام کرنیوالے لوگ تھے اور یہ دونون گروہ ایک دوسرے کے لیے بطور معاون تھے اور ایک کا وجود دوسرے کے سہارے اور آسایش کیلیے اور اسکے کام پر لگا رہنے کیلیے ضروری تھا۔ اور یون بغیر مقابلے اور جھگڑے کے وہ دونون ایکدوسرے کے معاون ہوکر انسانی سوسائیٹی کی ترقی کے ذریعے تھے۔"

اسیران جنگ کے قتل کی بجائے انکے غلام بنا لینے کے رواج کی تدریجی ترقی اسرائیلی شریعت مین واضح طور پر نظر آتی ہے۔ اسیران جنگ کو الگ چھوڑکر اول تو یہی حکم ہے کہ "جو کوئی فقط خداوند کے سوا کسی معبود کے لیے قربانی کرے وہ عذاب سے مار ڈالا جاوے" (خروج ۲۲/۲۰)۔ ایسا ہی استثنا ۱۳-آیت ۱۲-۱۸ مین یہ حکم ہے کہ جس شہر کے لوگ غیر معبودونکی پرستش کرنیوالے ہون "تو تو اس شہر کے باشندونکو تلوار کی دھار سے ضرور

www.aaiil.org

قتل کریگا اور اس کی ساری لوٹ کو وہان کے کوچے کے بیچ و بیچ اکھٹا کریگا اور اس شہر کو اور وہین کی لوٹ کو خداوند اپنے خدا کے لیے آگ سے جلا دیگا اور وہ ہمیشہ کو ایک ٹیلا ہوگا پھر بنایا نہ جائیگا" پھر استثنا ۲۰/۱۶-۱۷ مین یہ لکھا ہے "لیکن ان قومون کے شہرون مین جنہین خداوند تیرا خدا تیری میراث کر دیتا ہے کسی چیز کو جو سانس لیتی ہے جیتا نہ چھوڑیو بلکہ تو ان کو حرم کیجیو حتی اور اموری اور کنعانی اور فرزی اور حوی اور یبوسی جیسا خداوند تیرے خدا نے تجھے حکم کیا ہے" یہ احکام عمل مین بھی آتے رہے چنانچہ گنتی ۲۱/۳ مین مذکور ہے "چنانچہ خداوند نے اسرائیل کی آواز سنی اور کنعانیون کو گرفتار کر دیا اور انہون نے انہین اور ان کی بستیون کو حرم کر دیا" (حرم کر دینے سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک جاندار شے کو ہلاک کر کے تباہ کر دینا) پھر قاضیون ۱/۱۷ مین لکھا ہے "اور انہون نے ان کنعانیون کو جو صفت مین رہتے تھے جامارا اور شہر کو حرم کر دیا" ایسا ہی دیکھو قاضیون ۲۱/۱۰-۱۲ جہان لکھا ہے "اور انہین حکم دیا کہ سیس جلعاد کے باشندون کو جا کے عورتون اور بچون سمیت قتل کرو" یشوع ۶/۲۱ "پھر انہون نے اس شہر کو اس سب سمیت جو اس مین تھا بھونک دیا" اسموئیل ۱۵/۳ "سو اب تو جا اور عمالیق کو مار اور سب جو کچھ کہ ان کا ہے یک لخت حرم کر اور ان پر رحم مت کر بلکہ مرد اور عورت ننھے بچے اور شیر خوار اور بیل بھیڑ اور اونٹ اور گدھے تک سب کو قتل کر" ا تواریخ ۴/۴۱ "اور معونیم کو جو وہان ملے قتل کیا ایسا کہ وے آج کے دن تک نابود ہین" معلوم نہین ان پادریصاحبان کو ایسے ایسے واقعات پڑھ کر کچھ شرم آتی ہے یا نہین جو اسلام پر اسلیئے اعتراض کرتے ہین کہ اپنی حفاظت کیلیئے بھی تلوار کیون اٹھائی گئی۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ ہے اسرائیلی شریعت کو غور کی نگاہ سے پڑھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آہستہ آہستہ اسیران جنگ کو بجائے قتل کرنیکے غلامی مین لینے کا نرم قانون بھی مروج ہونا شروع ہو گیا تھا اور یون ان کی زندگی بچ کر وہ اپنے آقا کی خدمت مین زندگی بسر کرتے اسی لیے غلامی کا قانون بھی حضرت موسےٰ کی شریعت مین پایا جاتا ہے مگر عام رسم اس زمانہ کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ مردون کو قتل کر دیا جاتا اور عورتون اور بچون کو غلام بنا لیا جاتا دیکھو استثنا باب ۲۰- آیت ۱۰-۱۴- مگر اسرائیلیون کے درمیان صرف جنگ ہی غلام بنانے کا ذریعہ نہ تھی بلکہ وہ دوسری قومونکے ساتھ غلامون کی خرید و فروخت بھی کرتے تھے اور بعض ایسی اقوام انکے قریب قریب آباد تھین جو غلامی کی تجارت مین بہت مشہور تھین۔ اس ذریعہ سے غلامون کی کثرت ہو گئی۔

مگر اسرائیلیون مین غلام کیحالت ایسی خراب نہ تھی جیسا دوسری بعض قدیم اقوام کے اندر کل شامی قومونکے درمیان غلام کو خاندان کا ایک ممبر سمجھا گیا ہے اور اسی لیے ان اقوام کے اندر آقا کا سلوک غلام کے ساتھ عموماً نرم رہا ہے۔ اگرچہ مالک کو مملوک پر ہر طرح سے اختیار حاصل تھا مگر وہ اسکو جان سے نہین مار سکتا تھا صرف ایک استثنا تھی جو خروج باب ۲۱- آیت ۲۰-۲۱- مین مذکور ہے "اور اگر کوئی اپنے غلام یا لونڈی کو لاٹھیان مارے

اور اسے اور سب کچھ جو اس شہر مین سے اور وہان کے مواشی کو تلوار کی دھار سے نیست و نابود کریگا

www.aaiil.org

اور وہ لاٹھیان کھاتی ہوئی مرجائے۔ تو اسے سزا دیجائے لیکن اگر وہ ایک دن یا دو دن جیوے تو اسے سزا نہ دیجائے اسلیے کہ وہ اسکا مال ہے" اگر آزاد آدمی کسی دوسرے کے غلام یا لونڈی کو مار دیتا تو صرف خونبہا مالک کو دینا ہوتا تھا (خروج باب ۲۱۔ آیت ۳۲)۔ جو غلام قوم اسرائیل کے تھے اُنسے غیر اسرائیلیونکی نسبت عمدہ سلوک ہوتا تھا۔ چھ سال غلام رہنے کے بعد وہ بغیر فدیہ دینے کے آزاد سمجھے جاتے تھے (خروج باب ۱۔ آیت ۲) مگر عبرانی لونڈی کے ساتھ غیر اسرائیلی غلام شادی نہ کرسکتا تھا اور مالک یا مالک کا بیٹا ہی اسپر تصرف کرسکتا تھا۔ اسرائیلی غلام جب چھ سال بعد آزاد ہوتا تو مالک کو یہ بھی حکم تھا کہ اسے جاتے وقت کچھ ساتھ بھی دے (استثنا باب ۱۵ آیت ۱۳ و ۱۴) مگر دوسرے غلاموں کو ان حقوق مین سے کوئی حق حاصل نہ تھا۔ ماں اس کو عبادت مین شریک کرلیا جاتا سو اسکی اصل وجہ یہ تھی کہ وہ کسی اور طرح پر پرستش کرنیکا مجاز ہی نہ تھا۔ بہرحال یون خاندان مین شامل ہوجانیسے غلام کو فائدہ ضرور پہونچتا تھا۔

یونانیون اور رومیون مین غلامی کے متعلق بھی چند لفظ بے موقعہ نہ ہونگے۔ یونان مین ایران جنگ کے علاوہ کئی طرحسے لوگ غلام بنائے جاتے تھے آزاد مان باپ اپنے بچے کو بیچکر غلام بنا دیتے تھے اسکے علاوہ اور غلام بھی بازار مین بکنے کیلیے ہر وقت موجود رہتے تھے۔ چور اگر یا زبردستی چھین کر بھی غلام بنا لیے جاتے تھے۔ یونانی تہذیب کے بڑے بڑے مرکزون مین غلامونکی تعداد بہت بڑھی ہوئی تھی۔ ایتھنز مین ۲۱۰۰۰۰ اصل باشندونکی آبادی مین چار لاکھ غلامون کا ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ کارنتھ مین چار لاکھ ساٹھ ہزار۔ ایجاینا مین چار لاکھ ستر ہزار غلامونکی تعداد بتائی جاتی ہے۔ بعض مورخون نے ان اعداد مین کسی قدر مبالغہ بیان کیا ہے مگر کم سے کم اندازہ جو غلامونکی آبادی کا کیا گیا ہے اسکے رو سے بھی غلامونکی آبادی آزاد آبادی سے تگنی بیان کیجاتی ہے۔

رومیونکے درمیان غلامی کا اصل منبع جنگ ہی تھی۔ مگر جون جون دولت بڑھتی گئی غلامونسے خدمت لینے کی ضرورت بھی زیادہ ہوتی گئی اور یہ ضرورت دو طرحسے پوری ہوتی رہی یعنی ایک حدتک اسیران جنگ کی تعداد مین یوماً فیوماً ترقی ہوتی گئی اور دوسرے طرف غلامی کی تجارت شروع ہوکر خرید کے ذریعہ سے غلام آنے لگے۔ انسکلوپیڈیا برٹینیکا مین لکھا ہے کہ "ایپیرس مین ایمیلیس پالس کے فتوحات کے بعد ایک لاکھ پچاس ہزار قیدی بیچے گئے۔ دو اور مقامونپر بھی جنگ کے قیدیونکی تعداد اسیقدر بیان کی گئی ہے۔ جنرل نے ایک ہی موقعہ پر ترسیٹھ ہزار قیدی فروخت کئے آگسٹس نے سلاسی کے ملک مین چوالیس ہزار قیدی گرفتار کیے۔ قحط اور تکلیفون اور اکھاڑونکی ہلاکت کے بعد بھی یہودی جنگ مین ستانوے ہزار غلام بنائے گئے" ایکسو چھیالیس قبل مسیح اور ۱۳۵ عیسوی کے درمیان کے زمانے مین بحساب اوسط ہر ایک آزاد کے لیے تین غلام تھے یعنے کل آزاد آبادی انسٹھ لاکھ چوالیس ہزار اور غلامونکی آبادی دو کروڑ آٹھ لاکھ تیئیس ہزار تھی۔ امرا کے پاس غلامونکی ایک خاصی فوج

www.aaiil.org

جمع ہوتی تھی۔ اگسٹس کے زمانے مین ایک شخص چار ہزار ایک سو سولہ غلام چھوڑ مرا۔ معلوم ہوتا ہے یونان اور اٹلی مین اس زمانے مین وسیع پیمانے پر غلامی کی تجارت ہوتی تھی۔

رومی سلطنت کی نسبت یونان مین غلامون کی حالت اچھی تھی مگر یونان مین بھی ان غلامون کے علاوہ جنہیں گھر کے کام لیے جاتے تھے دوسرے غلامون سے سخت محنت لیجاتی تھی۔ جو غلام زراعت کے کام مین لگائے جاتے تھے انکو اکثر زنجیرین ڈالکر کام پر لگایا جاتا تھا۔ اور ان سے محض چارپایونکا سا سلوک ہوتا تھا۔ غلامون اور عورتونکی شہادت ان کو سخت اذیت پہنچا کر لیجاتی تھی۔ اگر غلام کا کوئی عضو کاٹ دیا جاتا یا اسے کوئی ضرب شدید پہنچائی جاتی تو غلام کو کوئی حق نہ پہونچتا بلکہ اس کا معاوضہ مالک کو دلایا جاتا تھا۔ رومی قانون کے بموجب مالک کو مملوک پر پورا حق حاصل تھا یعنی جو چاہے اسے کرے یہانتک کہ اسے جان سے مار ڈالنے کا بھی اسے حق حاصل تھا۔ جب غلامونکی تعداد ترقی کر گئی تو چونکہ انکے کام کی نگرانی کا انتظام عمدہ نہ ہو سکتا تھا اسلیے یہ تجویز کی گئی کہ کام کے وقت غلام کو زنجیرین ڈالدیجاوین۔ اور یہ قاعدہ یہانتک وسیع ہوا کہ دروازہ پر جو غلام محافظ ہوتا اسکو بھی زنجیرین ڈالدیجاتین۔ اس مین شک نہین کہ بعض اوقات غلامونسے نیک سلوک بھی کیا جاتا تھا۔ مگر غلامونکی عام حالت نہایت ہی ذلیل اور بری تھی۔ ہلکی سزا جو غلامونکو دیجاتی تھی وہ یہ تھی کہ قصبہ سے نکالکر انکو دیہات مین مزدوری کے کام پر لگایا جاتا اور سخت سزا یہ تھی کہ انکو کارخانون یا کانون وغیرہ مین کام کرنیکے لیے بھیجدیا جاتا جہان مرد اور عورتین ملے جلے قریبًا ننگے زنجیرونسے بندھے ہوئے ..... سپاہیونکی حفاظت اور کوڑون کے نیچے کام کرتے تھے۔ اگسٹس کے زمانے مین ویڈیس پالیو کا ذکر ہے کہ وہ نہایت چھوٹے چھوٹے قصورون پر بلکہ اتفاقی غلطی کیوجہ سے بھی اپنے غلامونکو بحری اژدہاؤن کے آگے ڈالتا تھا۔

رومی سلطنت کے اندر ہی عیسائی مذہب بھی پیدا ہوا۔ اور اگر اسکا مشن غلامونسے حسن سلوک کا ہوتا تو سب سے اول یہی ملک تھا جو اس کی ایسی تعلیم کا محتاج تھا۔ کیونکہ جسقدر غلامونکی حالت رومی سلطنت مین ابتر ہو رہی تھی ایسی اور کہین نہ تھی انکے ساتھ سخت سے سخت اور ظالمانہ سلوک ہوتا تھا۔ پس ایک مصلح کا پہلا فرض ایسی حالت مین یہ تھا کہ اگر انکی آزادی پر نہین تو کم سے کم انکے ساتھ حسن سلوک پر ہی زور دیتا۔ اور ان مظالم کو جو غلامونپر ہو رہے تھے کھول کھولکر بیان کرتا۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح کے اقوال مین جو اسی زمانہ مین وعظ کر رہے تھے ایک لفظ بھی ایسا نہین پایا جاتا جس سے غلامونپر ظلم کے متعلق انکا اظہار ناپسندیدگی کا پایا جاتا ہو۔ کم سے کم جو اقوال آپکے اناجیل مین درج ہین ان مین ایک لفظ بھی غلامونکے ساتھ حسن سلوک کے بارے مین نہین۔ اور نہ ہی مالکون کو ان بیرحمیون اور ظلمونسے روکا گیا جو وہ غلامونپر کرتے تھے۔ تعجب ہے کہ سر ولیم میور جیسا مورخ اسلام پر یہ الزام دے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے غلامی کو دور نہین کیا در آنحالیکہ اسے علم ہے کہ بانی عیسائیت نے اپنے سارے وعظون مین ایک دفعہ بھی ان مظالم سے لوگونکو نہین روکا جو اس کی آنکھوں کے

www.aaiil.org

سامنے غلامون پر ہوتے تھے۔ حضرت مسیح کی اس خاموشی کا عیسائی مذہب پر یہ اثر ہوا کہ بحیثیت مذہب غلامون ..... پر ظلم اور ان کی گری ہوئی اور ذلیل حالت سے اس نے کبھی نفرت ظاہر نہین کی۔ عیسائی صاحبان کا یہ دعوے ہے کہ چونکہ عیسائی مذہب نے بڑی بھاری تبدیلی جو دنیا مین کی وہ یہ تھی کہ سب انسان آپس مین بھائی ہین اس لیے اسی تعلیم کا بالواسطہ اثر غلامون کی حالت پر بھی پڑا اور اسکے ثبوت مین یہ امر پیش کیا جاتا ہے کہ عیسائیت کے زور پکڑنے کے ساتھ رومی سلطنت مین غلامونکے ساتھ نرمی کا سلوک دن بدن بڑھتا گیا مگر اول تو پہلا دعوے ہی غلط ہے۔ یہ بات کہ سب انسان بھائی ہین۔ تمام انبیاء کی تعلیم مشترک ہے اور مسیح سے پہلے سب نبیون نے یہی تعلیم دی اور جب سے خدا نے شریعت دنیا مین نازل فرمائی ہے اسکے دو حصے ہی قرار دیئے ہین یعنی اللہ تعالے کے ساتھ پاک تعلق اور اسکی مخلوق سے نیک سلوک۔ عیسائیت نے ہرگز اس بارے مین کوئی نئی تعلیم نہین دی۔ باقی رہا رومی سلطنت مین غلامونکی حالت کا تدریجًا بہتر ہوتے جانا سو اسکا عیسائیت سے کچھ تعلق نہین۔ یہ اصلاح تو عیسائی مذہب کے زور پکڑنیسے مدت پہلے شروع ہو چکی تھی۔ دوسری صدی عیسائی مین جب ابھی عیسائی مذہب کو اپنی زندگی کا فکر ہی پڑا ہوا تھا۔ قانون کا میلان آزادی کیطرف شروع ہو گیا تھا۔ لڑکون کے بیچنے وغیرہ کے رواج بند ہو چکے تھے کسی انسان کو غلامی کے لیے چرانا ایسا سنگین جرم قرار دیا جا چکا تھا کہ جس کی سزا موت تھی۔ مالک سے غلام کو جان سے مار ڈالنے کا اختیار چھین لیا گیا تھا۔ اور یہ ہیڈرین کے زمانے کا ذکر ہے جو ۱۱۷ عیسوی مین تخت پر بیٹھا اس سے بہت مدت پہلے شہنشاہ نیرو نے جو ۵۴ عیسوی مین تخت نشین ہوا عدالتونکو یہ ہدایت کی تھی کہ غلامون پر جو ظلم کیے جاتے ہین ان کے متعلق استغاثون کی سماعت کیجاوے۔ اب یہ سب تبدیلیان جو قانون غلامی مین واقع ہو رہی تھین یہ زمانہ کی اپنی رفتار کا نتیجہ تھین اور عیسائی مذہب کو انسے کچھ بھی تعلق نہین کیونکہ عیسائی مذہب کی اپنی بنیاد ابھی متزلزل تھی اور اسکا اثر پڑنا شروع نہ ہوا تھا۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ عیسائی مذہب بجائے اپنے گرد و پیش کے خیالات پر اثر ڈالنے کے ہمیشہ دوسرون کے خیالات سے متاثر ہوتا رہا ہے۔ اسکے بنیادی اصول ہی اکثر ان کفار قوم سے لیے گئے ہین جن کے درمیان یہ مذہب پیدا ہوا پھر اسکا اثر دوسرے رواجون پر کیا ہوتا تھا خصوصًا اس حالت مین جب اسکے بانی کے منہ سے ایک لفظ بھی غلامی کے دور کرنے یا غلامونسے حسن سلوک کرنیکے متعلق نہ نکلا ہو۔

نیک اثر تو ایک طرف رہا یہان تو تاریخ کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو تغیر خود رفتار زمانہ سے غلامون کی بہتری کا پیدا ہو رہا تھا اسکو عیسائی مذہب نے ترقی دینے کی بجائے بہت کچھ روکا۔ چنانچہ رومی عیسائی بادشاہونکے بعض قوانین سے یہ ترقی معکوس صاف معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً بچونکی فروخت کو روکنے کا قانون پہلے پاس ہو چکا تھا مگر قسطنطین نے اس قانون کو منسوخ کر کے پھر اس بات کو مروج کر دیا کہ آزاد

www.aaiil.org

والدین اپنے بچونکو بیچ کر غلام بنا سکین - یہ جو کہا جاتا ہے کہ بہت سی غلامی کی سختیان عیسائیت کی ترقی سے دور ہوگئین اس کی اصل حقیقت مین پہلے بیان کر چکا ہون کہ اصلاح تو پہلے ہی شروع ہو چکی تھی اور اسی رفتار سے تدریجًا ہوتی چلی گئی اور عیسائیت نے اس مین کوئی خاص حصہ نہین لیا نہ ہی کوئی خدمت قابل تعریف کی ہے - باقی رہی عیسائیت کی وعظ کہ تمام انسان بھائی ہین جس سے بڑے لمبے چوڑے نتیجے نکالے جاتے ہین سو یہ محض خشک الفاظ ہی رہے ہین اس کے ثبوت کیلیئے ایک عیسائی کی شہادت کو پیش کرتا ہون "مذہبی اخوت جیسی آج کل اسلام مین ایک واقعی طاقت ہے ایسی ہی یہودیون مین بھی ایک واقعی طاقت تھی - اور عیسائیت کی مذہبی اخوت کے ادعا کی طرح خالی دعوے ہی دعوے اور خشک لفظ ہی نہین تھے" (دیکھو انسکلوپیڈیا ببلیکا کالم نمبر ۴۶۵۸) اور پھر جب ہم غلامونکے بارے مین اس سنگدلی اور بیرحمی کو دیکھتے ہین جس کا اظہار کھلا طور پر نہین ہوتا تھا - اور جو پورے زور شور کے ساتھ چیٹین کے وقت تک جاری رہی تو اور بھی اس دعوے کی حماقت کی شہادت ملتی ہے -

ایک طرف قدیم زمانے کی دو بڑی مہذب اقوام یعنی رومیون اور یونانیون مین اور دوسری طرف قدیم زمانیکے دو بڑے مذہبون یعنی یہودیت اور عیسائیت مین غلامونکی حالت پر غور کرنیکے بعد ہم اس قابل ہین کہ ان مضرات کو سمجھ سکین جو رواج غلامی سے پیدا ہوتے تھے - کیونکہ جہان ایکطرف قدیم سوسائیٹی ثابت ہے - دوسری طرف اسکی بعض قباحتین بھی صاف نظر آتی ہین جن کے دور کرنیکے بغیر غلامی انسانونکے لیے واقعی لعنت کہی جا سکتی ہے - غور سے معلوم ہوتا ہے کہ غلامونکو اول تو جاہل اور تمام علوم سے محض نابلد رکھا جاتا تھا - پھر انکے ساتھ سخت ظلم کا برتاؤ کیا جاتا تھا - پھر یہ بھی سمجھا جاتا تھا کہ وہ ایسی مخلوق ہے جو صرف حقیر کام کرنیکے لیے اور ذلت مین زندگی بسر کرنیکے لیے پیدا ہوئی ہے اور انکو محض حیوانونکی طرح سمجھا جاتا تھا - دوسری طرف مالک کو مملوک پر کلی اختیارات حاصل ہونیکی وجہ سے مالک ایک چھوٹے سے ظالم بادشاہ کی طرح ہوتا تھا پس اخلاقی لحاظ سے اور ایک حد تک تمدنی پہلو مین غلامی کے رواج کا اثر بہت ہی برا تھا اور سب سے بڑی اور ضروری اصلاح جسکا یہ رواج محتاج تھا وہ مالک اور مملوک کے تعلقات کے متعلق تھی - اس مین شک نہین کہ نسبتًا اسرائیلی شریعت مین بہت کچھ نرمی غلامونکے ساتھ کی گئی تھی - مگر عام اثر غلامی کا یہ ہو گیا تھا کہ مالک کے ساتھ سخت دلی اور مملوک کے ساتھ ذلت لگی ہوئی تھی - عیسائی مذہب نے باوجود ان بڑے بڑے دعوونکے جو آج پادریصاحبان منبرونپر چڑھ کر کر رہے ہین - ان مضرات کے روکنے یا انکی اصلاح کی کوئی تدبیر نہ بتائی - اسلیے مین ان دوسری اصلاحونکو بیان کرنیسے پہلے جو غلامی مین اسلامی قانون اور ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کین - یہ بیان کرونگا کہ غلامونکے ساتھ کیسا حسن سلوک اس پاک شریعت نے چاہا ہے - آقا اور غلام کے باہمی تعلقات مین عظیم الشان اصلاح اسلام نے کی ہے

www.aaiil.org

اور اسی ایک اصلاح نے غلامی کی تمام بدیون اور مضرات کو جڑ سے کاٹ دیا اور خاص اغراض کیلئے ایک نہایت ہی محدود دایرے مین غلامی کی برداشت کرکے حسن سلوک کے متعلق ایسی شرایط لگادین جنھون نے غلامی کی تمام اخلاقی اور تمدنی مضرات کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا۔

۲ - اسلام مین غلامون سے سلوک

یہ ایک امر واقع ہے جس کی تصدیق روزمرہ واقعات سے ہو رہی ہے کہ مسلمانون مین مالک اور مملوک کا تعلق مغرب مین آقا اور نوکر کے تعلق سے بدرجہا بہتر ہے جو لوگ صاحب مرتبہ یا صاحب ثروت ہین وہ غریب لوگونکو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہین مگر یہ حقارت ان مغربی اقوام مین سب سے بڑھی ہوئی ہے جنکو اس بات پر فخر ہے کہ ہم غلامی کے رواج سے آزاد ہو چکے ہین اس مین شک نہین کہ غلامی کے نام کو تو انہون نے دور کر دیا ہے مگر اس کی حقیقت اب بھی آقا اور نوکر کے تعلقات مین ویسے ہی پائی جاتی ہے۔ اور نام کی تبدیلی سے حقیقت مین کوئی تبدیلی واقع نہین ہوئی۔ ایک مہذب یورپین جب ایک غیر قوم کے آدمی کو ملازم رکھتا ہے تو وہ اسے ایک وحشی سے بھی بدتر سمجھکر سلوک کرتا ہے خصوصاً اس حالت مین جب ملازم کا کام ادنیٰ درجہ کا ہو۔ اور جہانتک سختی اور سلوک کا سوال ہے کوئی شخص امتیاز نہین کر سکتا کہ صاحب کا سلوک اپنے نوکر سے اچھا ہے یا قدیم زمانے مین ایک رومی مالک کا تعلق اپنے غلام سے اچھا تھا۔ شاید ہی کوئی موسم گرما ایسا گذرتا ہوگا جب یہ آواز ہمارے کانون مین نہ پڑتی ہو کہ ایک غریب پنکھا قلی کو صاحب بہادر نے مار مار کر صرف اسلیے ہلاک کر دیا کہ اس بدقسمت کو تھک کر ذرا اونگھ آگئی تھی اس حالت مین مین نہین سمجھتا کہ رومی مالک کو وہ کونسا اختیار اپنے غلام پر حاصل تھا جو اب ایک مہذب عیسائی کو اپنے نوکر پر حاصل نہین یا کونسی بدسلوکی وہ کرتا تھا جو اب نہین کیجاتی اور گالیان دینا یا معمولی طور پر مار لینا تو کوئی بات ہی نہین۔ مہذب یورپین اقوام کو غلامی کے موقوف کرنے پر اسوقت تک فخر نہین کرنا چاہیئے جبتک کہ حقیقت غلامی یعنی نوکر و نیچر ظلم اور انکے ساتھ بدسلوکی سے وہ نجات حاصل نہ کرلین۔ اگر غلامی کے موقوف کرنے مین بڑی غرض یہ تھی کہ جو ظلم ایک مالک مملوک سے خدمت لینے مین کر سکتا ہے۔ انکو روکا جاوے اور ان لوگونکو جو غلام کہلاتے ہین ان کی ذلیل حالت سے نکالکر دوسرے انسانونکی طرح انکو سمجھا جاوے تو مین دعوے سے کہتا ہون کہ یورپ مین سے ابھی تک غلامی کا رواج دور نہین ہوا اور ابھی تک یورپ نے وہ مقصد حاصل نہین کیا جو اسلام اس سے تیرہ سو سال پہلے حاصل

www.aaiil.org

کر چکا ہے کیا یہ سچ نہین کہ یورپ مین لوگ دیسی ملازمون کو جن سے وہ خدمت کا کام لیتے ہین وحشیون سے اچھا نہین سمجھتے؟ پھر اتنی بات سے کیا فرق ہو جائیگا کہ وہ ان کا نام غلام نہین بلکہ خادم رکھتے ہین۔ آقا اور خادم کے سچے تعلقات کو سمجھنے مین یورپ ابھی اسلام سے باوجود تیرہ صدیان گذر جانیکے بہت پیچھے ہے۔ جو ذلت قدیم اقوام مین غلام کے نام سے لگی ہوئی تھی۔ اور پھر عیسائی نوآبادیون کی غلامی مین لگی رہی اور جو ذلت آج بھی غریب اور کم حیثیت آدمیونکی کی جاتی ہے اسلام نے اس کو غلامی کے نام سے قطعاً دور کر دیا اور نہ صرف لفظون مین ہی بلکہ عملی طور پر اسے جڑ سے کاٹ دیا اسلام کے ظہور سے آقا اور خادم یا مالک اور مملوک کے تعلقات سچے برادرانہ تعلقات سے بدل گئے۔ آقا اپنے غلام کی محنت کے کامون مین ..... شریک ہونے لگا اور غلام اپنے آقا کی وجاہت اور عزت مین شریک ہو گیا۔ یہ صرف انہین آقاؤن کی حالت نہ تھی جو سوسائیٹی کے درمیانی یا نچلے درجہ مین تھے بلکہ معزز سے معزز اور دولتمند سے دولتمند آقاؤن کا بھی یہی حال تھا۔

سب سے پہلے ہمین قرآن شریف کی تعلیم پر غور کرنا چاہیئے کہ وہ غلامونکے ساتھ کیسا سلوک چاہتا ہے اس بارے مین مندرجہ ذیل آیت قرآن کریم مین وارد ہوئی ہے۔ واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا وبذی القربی والیتمی والمسکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا (النساء - ع ۶ - آیۃ ۳۹) یعنے اللہ ہی کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور احسان کرو ماں باپ کے ساتھ اور قرابت والون اور یتیمون اور محتاجون اور قرابت والے پڑوسیون اور اجنبی پڑوسیون اور پاس کے بیٹھنے والون اور مسافرون اور لونڈی غلامونکے ساتھ جو تمہارے قبضے مین ہین اللہ ان لوگون کو دوست نہین رکھتا جو اترائین (یعنی دوسرونکے حقوق کی پروا نہ کرین) اور بڑائی مارتے پھرین (یعنی دوسرونکو حقیر سمجھین)۔ اس آیت شریف مین دو قسم کے احکام ایک ہی جگہ اکٹھے کر کے بیان کیے گئے ہین یعنی اللہ تعالے کی عبادت اور اسکی مخلوق سے نیکی اور اس دوسرے حصے مین بعض وہ لوگ جنکے ساتھ انسان کو نیکی کرنی چاہیئے مخصوص کر کے بیان کیے گئے ہین تاکہ انکی طرف زیادہ توجہ ہو۔ ان دونون احکام کو ایک ہی جگہ بیان کرنیسے یہ مقصود ہے کہ جیسا اللہ تعالے کی عبادت کرنا اور اسکا کوئی شریک نہ ٹھہرانا۔ اسلام لانیکے لیے ضروری ہے ویسا ہی مخلوق کے ساتھ نیکی کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ یہی دو شریعت کے بھاری اجزا ہین یعنی اللہ تعالے سے سچا تعلق پیدا کرنا اور اسکی مخلوق سے نیکی کرنا۔

پس جہان انجیل غلامونکے ساتھ نیک سلوک کرنیکے متعلق ایک لفظ بھی نہین کہتی۔ قرآن کریم اسے ایسا ضروری قرار دیتا ہے جیسا والدین سے نیکی کرنا کیونکہ ایک سے ہی الفاظ مین دونون احکام بیان کیے گئے ہین

www.aaiil.org

یہ اس قدر صاف حکم غلامون سے نیکی کرنے کا ہے جس سے کوئی دشمن اسلام بھی انکار نہین کرسکتا چنانچہ سیونے اپنی ڈکشنری آف اسلام مین اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ "یہ بالکل صاف امر ہے کہ قرآن شریف اور احادیث مین غلامون کے ساتھ نیکی کرنے کی بڑے زور سے تاکید کی گئی ہے"۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ غلام کو قرآن کریم الفاظ ما ملکت ایمانکم سے ہی عموماً بیان فرماتا ہے جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سوائے ان لوگونکے جو کفار کے ساتھ لڑائیون مین مسلمانونکے ہاتھ لگے تھے اور کوئی غلام نہین بنایا جاسکتا تھا مگر اس حصہ پر ہم بعد مین بحث کرینگے۔ اس آیت کے آخری الفاظ مین اسی حسن سلوک کے حکم کو پھر موکد کیا ہے یہ فرماکر کہ تمہارے تمام افعال کی غرض تو یہ ہونی چاہیئے کہ تم اپنے حقیقی آقا کے پیارے بن جاؤ لیکن یاد رکھو کہ تم خدا کے پیارے کبھی نہین بن سکتے جبتک تم دوسرے لوگونکے حقوق کی پوری نگہداشت نہ کروگے اور دوسرے لوگونکو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا نہ چھوڑوگے۔

اس کے علاوہ دینی اخوت کا سلسلہ جو اسلام نے قایم کیا وہ بجائے خود ایک زبردست محرک نیک سلوک کا تھا۔ آزاد عورتون اور غلامون کے درمیان اور آزاد مردون اور لونڈیون کے درمیان نکاح جایز قرار دیے گئے۔ ایک مشرکہ آزاد عورت اور مسلمان لونڈی مین نکاح کے وقت ترجیح لونڈی کو دیگئی۔ اور ایک مشرک مرد اور مسلمان غلام مین ترجیح غلام کو دیگئی۔ بات بات پر غلامون کو آزاد کرنیکا حکم دیا گیا اور اسے بعض گناہونکا کفارہ قرار دیکر یہ سمجھایا گیا کہ غلامونکے ساتھ نیکی کرنا اور انکو آزاد کرنا اللہ تعالےٰ کے نزدیک بہت ہی محبوب فعل ہے لونڈی اگر نکاح کے بعد فحش کی مرتکب ہو تو اس کی سزا آزاد عورت سے نصف رکھی گئی۔ غلامونکے نکاح کرنیکا خاص طور پر حکم دیا گیا۔ چنانچہ فرمایا۔ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا... فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (النور۔ رکوع ۴ آیت ۳۲) اور تم مین سے جنکے ازواج نہین ان کے نکاح کردو اور اپنے غلامون اور لونڈیون مین سے جو نیک بخت ہون ان کے بھی نکاح کرو۔ اگر یہ لوگ محتاج ہونگے تو اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے انہین غنی کردیگا۔ قبل از اسلام جو بدیان عرب مین لونڈی غلامونکے معاملے مین تھین ان سب کو دور کیا گیا۔ منجملہ انکے ایک یہ بدرسم بھی تھی کہ لونڈیون سے بدکاری کرا کر اس مال سے فایدہ اٹھاتے جسکی خاص طور پر ممانعت قرآن شریف مین کیگئی ہے۔

یہ ہین قرآن شریف کے احکام۔ ان مین سب سے پہلے یہ امر دیکھنا چاہیئے کہ ان احکام سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے متبعین نے کیا سمجھا اور انپر کیونکر عمل کیا۔ اس غرض کے لیے احادیث مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور آپکے عمل کو سب سے پہلے دیکھنا چاہیئے احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو زور ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے غلامونکے ساتھ حسن سلوک کرنے پر دیا ہے اور جو خود اس حسن سلوک کا

www.aaiil.org

نمونہ دکھایا ہے اس سے اگر موازنہ کیا جائے تو یہی کہنا پڑے گا کہ کسی دوسرے مصلح نے آپکے بالمقابل کچھ بھی نہین کیا
سب سے پہلے مین صحیح بخاری کی احادیث کو بیان کرتا ہون اور پھر دوسری متفرق احادیث کو۔ رسول کریم صلے اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین۔ ان اخوانکم خولکم جعلہم اللہ تحت ایدیکم فمن کان اخوہ تحت یدہ فلیطعمہ مما یاکل ولیلبسہ مما
یلبس ولا تکلفوہم ما یغلبہم فان کلفتموہم ما یغلبہم فاعینوہم۔ یعنی تمہارے بھائی ہی تمہارے خدمتگار ہین۔
اللہ نے انہین تمہارے نیچے رکھا ہے پس جس شخص کا بھائی اسکے ہاتھ کے نیچے ہو اسے چاہیئے کہ جو چیز آپ کھاتا
ہے اسی مین سے اسے بھی کھلاوے اور جو پوشاک آپ پہنتا ہے اسی مین سے اسے بھی پہناوے اور انپر کوئی ایسا
بوجھ نہ ڈالو جو انکی طاقت سے زیادہ ہو اور اگر انکی طاقت سے زیادہ کام انکو دو تو پھر انکو مدد بھی دو + بتاؤ کہ کونسا ایسا
اور السانون کا ہمدرد پیدا ہوا ہے یا کونسا مصلح ہے جسنے ایسی کامل اخوت آقا اور غلام مین پیدا کی ہو جو صرف
الفاظ تک ہی محدود نہین بلکہ عملی رنگ مین ہے کہ مالک اور مملوک کا ایک سا ہی لباس اور ایک سی خوراک ہو۔
یہی نہین بلکہ غلامونکی حالت بہت ہی قابل رشک معلوم ہوتی ہے۔ جب ہم آپکے یہ پیارے الفاظ پڑھتے ہین
والذی نفسی بیدہ لولا الجہاد فی سبیل اللہ والحج وبرّ امّی لاحببت ان اموت وانا مملوک۔ قسم ہے اس ذات پاک
کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے کہ اگر اللہ کی راہ مین جہاد اور حج اور ماں کے ساتھ نیکی نہ ہوتی تو مین پسند کرتا
کہ غلامی کی حالت مین ہی مرون + پھر غلام محض حیوان کی طرح ایک گونگا کارکن نہین بلکہ وہ اپنے آقا کا سچا مشیر
قرار دیا گیا ہے۔ قال اذا نصح العبد سیدہ واحسن عبادۃ ربہ کان لہ اجرہ مرتین۔ یعنی جو غلام اپنے آقا کو نیک
صلاح دیتا ہے اور اپنے پروردگار کی عبادت عمدہ کرتا ہے اسکو دوہرا اجر ملتا ہے۔ غلامون لونڈیونکے ساتھ حسن
سلوک صرف اسی حد تک محدود نہین رکھا گیا کہ ان سے کام لیا جائے اور انکے ساتھ نیکی کی جاوے بلکہ انکی عمدہ پرورش
کے لیے بھی جناب رسالتمآب علیہ الصلوۃ والسلام نے خاص طور پر ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ لونڈیونکے متعلق یہ ہدایت
فرمائی۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ایما رجل کانت لہ جاریۃ اوبہا فاحسن تغلیمہا واعتقہا وتزوجہا فلہ
اجران۔ فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کے پاس لونڈی ہو پھر وہ اسکی تادیب کرے یعنی اسے
اعلے درجہ کے نیک اخلاق کی تربیت دے اور اسکو نہایت عمدہ تعلیم دے پھر اسکے بعد اسکو آزاد کرے اور اس سے نکاح
کرے اسکے لیے دوہرا اجر ہے! اس حدیث کیطرف مین خصوصیت سے اُن کوتہ نظرونکو توجہ دلاتا ہون جو یہ کہا
کرتے ہین کہ اسلام عورت کو جاہل رکھنا چاہتا ہے وہ غور کرین کہ آزاد عورتین تو ایک طرف رہین اسلام تو لونڈیون
کے متعلق بھی یہ حکم دیتا ہے کہ انکو نہایت عمدہ تعلیم اور تربیت دیجاوے! اسی حدیث سے نہایت صفائی سے یہ
بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کا منشاء غلامون اور لونڈیون کو کس درجہ تک ترقی دینے کا ہے۔
بہت سی اور حدیثین ہین جن مین غلامونکے ساتھ حسن سلوک کے بارے مین تاکید کیگئی ہے۔ ان مین سے

www.aaiil.org

مشکوۃ کی بعض حدیثون کا ترجمہ لین صاحب نے اپنے ترجمہ الف لیلہ کے نوٹون مین دیا ہے! ور انہین کو ہیونے اپنی ڈکشنری آف اسلام مین نقل کیا ہے ان مین سے بعض کا اردو ترجمہ مین یہان دیتا ہون۔ "اپنے غلامونکو اس کھانے مین سے کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور وہ لباس پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو اور انکو ایسا کام کرنیکو نہ دو جو انکی طاقت سے بڑھکر ہو" "جو شخص اپنے غلام کو بلا وجہ مارتا ہے یا اسکے مُنہ پہ مارتا ہے اسکا کفارہ یہ ہے کہ وہ اسے آزاد کرے" "جو شخص اپنے غلام سے سختی کرتا ہے وہ جنت مین داخل نہین ہوگا" "جو شخص ماں اور بیٹے مین جدائی پیدا کرتا ہے (یعنی لونڈی کو بیچکر) اللہ تعالے قیامت کے دن اسے اپنے دوستونسے جدا کریگا"

ان تمام احادیث سے نہایت صاف اور یقینی شہادت اس بات کی ملتی ہے کہ مذہب اسلام مین غلام کو غلام سمجھا ہی نہین گیا بلکہ اسکے کام کو الگ چھوڑکر جو اسکے سپرد کیا گیا ہے وہ ہر طرح سے اپنے مالک کے برابر سمجھا گیا ہے تیرہ سو سال گذر چکے ہین جب پہلے ایک سچے ہمدرد بنی نوع انسان نے یہ ہدایتین جاری کین اور نہ صرف جاری کین بلکہ انپر عمل کیا اور کرایا۔ مگر آج باوجود تیرہ سو سال کے گذر جانیکے اور باوجود بڑے بڑے ہمدردی کے دعوونکے کسی شخص مین اسقدر اخلاقی جرأت بھی نہین جو ان ہدایتونپر عمل کرنا تو ایک طرف رہا نوکرونکے متعلق اسی قسم کی ہدایتین دینے کی جرأت کرے۔ اب مین چند اور حدیثین نقل کرتا ہون تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کسقدر تاکید غلامون اور لونڈیون کے ساتھ حسن سلوک کے متعلق کی ہے۔ ایک روایت مین آیا ہے کہ مرض الموت مین آپکے منہ مین یہ الفاظ تھے۔ اتقوا اللہ فی الصلوۃ وفی ما ملکت ایمانکم۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ ان دو چیزونکا خاص طور پر خیال رکھو یعنی قیام نماز اور غلامون لونڈیونکے ساتھ حسن سلوک۔ اس حدیث سے کیسی صفائی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپکے دل مین انسانونکے ساتھ اور خصوصًا اس جماعت کے ساتھ جسکو دنیا کی سب قومون نے ذلیل سمجھا اور ابتک ذلیل سمجھ رہی ہین یعنی ... غلام اور خادم کیسا سچی ہمدردی کا جوش تھا اور کسقدر انکی بہتری کا فکر آپکو تھا کہ اخیر وقت مین بھی یہی لفظ آپکے مُنہ سے نکلے۔ آپ کیا چاہتے تھے ایک اثر سے پتہ لگتا ہے۔ فرمایا لقد اوصانی جبرئیل بالرفق بالرقیق حتی ظننت ان الناس لا تستعبد ولا تستخدم میرے دوست جبرائیل نے غلامونکے ساتھ نرمی کا سلوک کرنیکے لیے مجھے اسقدر وصیت کی کہ مینے گمان کیا کہ آیندہ کوئی غلام ..... نہین بنایا جانا چاہیے۔ جو لوگ ان صاف شہادتونکے ہوتے ہوئے بلا سوچے سمجھے اسلام پر یہ اعتراض کر دیتے ہین کہ غلامی شریعت اسلامی کا ایسا ضروری جزو ہے کہ اسکو جدا کرنیسے شریعت درہم برہم ہو جاتی ہے انکو کم سے کم یہ حدیث پڑھکر ضرور شرم کرنی چاہیئے کیونکہ اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامونکے ساتھ نرمی کا اصل مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ غلامونکو آزاد کر دیا جاوے اور آیندہ غلام بنانیسے لوگونکو روکا جاوے ایک شخص کا ذکر ہے کہ ایکدفعہ آپکے پاس آیا اور آپسے پوچھا کہ مین کتنی مرتبہ اپنے غلام کو معاف کیا کرون آپنے منہ پھیر لیا

www.aaiil.org

اور کوئی جواب اسکے سوال کا نہ دیا وہ دوسری دفعہ اور پھر تیسری دفعہ سامنے آیا اور یہی سوال دہرایا اور آنحضرت نے اسی طرح بغیر جواب دینے کے منہ پھیر لیا۔ چوتھی مرتبہ جب اسنے یہ سوال کیا تو آپنے فرمایا۔ اعف عن عبدک سبعین مرۃ فی کل یوم اذا اردت نوال الاجر والثواب۔ اگر تو اجر اور ثواب حاصل کرنا چاہتا ہے تو ہر روز ستر دفعہ اپنے غلام کو معاف کیا کر۔ مین پوچھتا ہون کہ کیا آج ان اقوام مین جو مہذب کہلاتی ہین ایک آدمی بھی ایسا ہے جو اپنے خدمتگار کو باوجود اسکے قصور کے ستر دفعہ معاف کر سکے مگر اسلام مین غلامون کے متعلق واقعی ایسا عملدرآمد ہوا۔ آپ کا دل یہ بھی گوارا نہ کر سکتا تھا کہ غلام کو غلام پکارا جاوے کیونکہ اس نام مین حقارت پائی جاتی تھی اور آپ پسند نہ کرتے تھے کہ کسی قسم کی بھی تحقیر انکی کیجاوے چنانچہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے یہ حدیث روایت کی ہے لایقل احدکم عبدی امتی ولیقل فتای وفتاتی وغلامی۔ چاہئے کہ تم یہ نہ کہو کہ اے میرے غلام یا اے میری لونڈی بلکہ یون کہو کہ اے میرے فتا یا اے میری فتاۃ یا اے میرے غلام (یہ لفظ ہر ایک جوانمرد اور جوان عورت پر بولے جاتے ہین۔ غلام کا لفظ بھی اسی طرح بولا جاتا ہے عربی مین غلام کا مفہوم عبد سے ادا ہوتا ہی) عبد اور امۃ کہنے سے اسلیے روکا کہ یہ الفاظ عموماً لونڈیون اور غلامون پر ہی بولے جاتے تھے اور وہ الفاظ جنکے بولنے کی ہدایت کی ہے وہ عام ہین۔ آزاد مردون اور عورتون پر بھی بولے جاتے ہین۔

اس کے بعد مین یہ بیان کرون گا کہ ان ہدایات پر عمل بھی کیا جاتا تھا یا نہین اور اگر کیا جاتا تھا تو کس حد تک۔ مگر قبل اسکے کہ مین عمل کی نظیرین پیش کرون ایک شبہ کا ازالہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اگر غلامونکو اسقدر حقوق دیئے گئے تھے اور انکی اسقدر رعایت ضروری تھی جیسا کہ حدیثونسے پتہ لگتا ہے تو پھر مالک اور مملوک مین فرق ہی کیا تھا اسکا جواب خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث مین موجود ہے اور یہ حدیث بھی صحیح بخاری مین مذکور ہے چنانچہ فرمایا۔ کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ فالامیر الذی علی الناس راع وہو مسئول عنہم والرجل راع علی اہل بیتہ وہو مسئول عنہم والمراۃ راعیۃ علی بیت بعلہا وولدہ وھی مسئولۃ عنہم والعبد راع علی مال سیدہ وہو مسئول عنہ۔ یعنی تم مین سے ہر ایک حاکم ہے اور اس سے اپنی رعیت کے متعلق سوال کیا جاوے گا۔ پس امیر لوگونپر حاکم ہے اور اس سے ان لوگونکے متعلق پوچھا جائیگا اور آدمی اپنے گھر کے لوگون پر حاکم ہے اور اس سے انکے متعلق پوچھا جائیگا۔ اور عورت اپنے خاوند کے گھر پر اور اس کی اولاد پر حاکم ہے اور اس سے انکے متعلق پوچھا جائیگا۔ اور غلام اپنے آقا کے مال پر حاکم ہے اور اس سے اسکے متعلق پوچھا جاوے گا۔ اس حدیث کے رو سے ہر ایک شخص کے سپرد جدا جدا کام ہے اور ایک رنگ مین ایک شخص حاکم ہے اور دوسرے رنگ مین وہی محکوم ہے۔ اسلام ایسی مساوات کی تعلیم نہین دیتا جس سے چھوٹون بڑون کا امتیاز ہی اٹھ جاوے اور دنیا کے کاروبار بند ہو جاوین بلکہ ایک ایسی اخوت قایم کرتا ہے کہ

www.aaiil.org

کام بھی سب کے الگ الگ رہین اور سوسائیٹی مین بڑے بھی ہون اور چھوٹے بھی مگر اسکے ساتھ ہی ان مین انسان اور بھر بھائی ہونیکی حیثیت سے ایک مساوات بھی ہو۔ نہ ہی کام مقرر کرنیسے اسلام کی پاک تعلیم کا یہ منشا ہے کہ آقا غلام کے کام کو ذلیل سمجھکر اسے ہاتھ نہ لگاوے اور آقا کا کام غلام کی عزت سے بڑھکر سمجھا جاوے بلکہ یہ بھی حکم ہے کہ ضرورت کے وقت آقا غلام کے کام مین اسکی مدد کرے اور جو فوائد آقا اٹھاتا ہے غلام کو اسنے محروم نہ رکھا جاوے ہان آقا کو یہ چاہیئے کہ وہ اپنے غلام سے نیکی اور احسان کرے اور غلام کا فرض ہے کہ وہ اپنے آقا کی سچے دل سے فرمانبرداری کرے وہ اپنے اپنے مفوضہ کامونکو بجالاوین۔ باقی امورمین وہ مساوی ہین

اب مین چند مثالین بیان کرتا ہون۔ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نہ صرف معلم ہی تھے بلکہ ہر بات مین خود ایک پاک نمونہ بھی تھے یہی وجہ تھی کہ آپکی تعلیم کا وہ زبردست اثر آپکے صحابہ اور مسلمانونپر ہوا۔ یہ جو آپنے فرمایا تھا کہ میرے دوست جبرائیل نے یہانتک غلامونکے ساتھ مجھے حسن سلوک کی تاکید کی ہے کہ میرا گمان ہوا کہ غلام بنانا ہی نہ چاہیئے یہ واقعی آپکے دل کی سچی خواہش اور تڑپ تھی۔ اور یہی آپکی غلامونکے ساتھ نیکی کی تعلیم کا اصل مقصد تھا اور آپ تدریجاً دنیا کو اسیطرف مائل کر رہے تھے۔ چنانچہ ان سب باتونکا ثبوت آپکے اپنے عمل سے ملتا ہے کہ آپنے کبھی کوئی غلام نہین رکھا بلکہ جونہی کبھی کوئی غلام آپکے ملک مین آیا تو آپنے اسے فوراً آزاد کردیا اس سے زیادہ واضح ثبوت آپکی دلی خواہش کا اور کیا ملسکتا ہے۔ مگر اس مضمون پر یہ بحث کا موقعہ نہین۔ غلام تو آپ سب آزاد کرتے رہے ہان آپ کے خادم تھے اور چودہ یا پندرہ آدمیونکے نام لیے گئے ہین جنہون نے وقتاً فوقتاً آپ کی خدمت کا شرف حاصل کیا۔ علاوہ انکے آپکے صحابہ اور متبعین مین سے ہر ایک شخص اسے اپنے لیے باعث فخر و عزت سمجھتا کہ کوئی کام آپ اسے فرمائین۔ پھر آپکی پوزیشن دنیاوی لحاظ سے بھی اعلے درجہ کی تھی۔ مدینہ مین آپ گویا ایک چھوٹی سی جمہوری سلطنت کے اعلیٰ افسر تھے اور پھر بعد مین آپ کل عرب کے شہنشاہ ہوگئے۔ مگر باوجود ان سب باتونکے آپ خود اپنے کپڑے مرمت کرلیتے۔ بکریونکو دوہ لیتے اور اپنی بیویونکو گھر کے کام کاج مین مدد دیتے تھے۔ جب کھانا کھانے بیٹھتے تو آپ ایک خادم کی طرح بیٹھتے۔ اور دوسرونکا کام کرنیکے لیے ہمیشہ اٹھنے کو تیار رہتے سوار ہوتے تو کسی اور کو اپنے پیچھے بٹھا لیتے۔ حضرت انس نے آپکے خادمونکے ساتھ نیکی کے کئی واقعات بیان کیے ہین۔ چنانچہ وہ فرماتے ہین کہ مین دس سال تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت کرتا رہا اس عرصہ مین کبھی آپنے مجھکو اف تک نہین کہا۔ جب مینے کوئی کام کیا تو مجھے یہ نہین کہا کہ یہ کام تمنے کیون کیا اور اگر کوئی کام نہین کیا تو یہ نہین کہا کہ یہ کیون نہین کیا۔ اور آپکا سلوک تمام دنیا سے بڑھکر اچھا تھا۔ حضرت عایشہ رضی اللہ تعالے عنہا فرماتی ہین کہ آنحضرت صلعم نے کبھی کسی خادم کو یا کسی عورت کو نہین مارا +

www.aaiil.org

آپکے صادق محب اور مخلص بھی آپکے نقش قدم پر ہی چلتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپنے اسیران جنگ مین سے ایک اسیر ایک صحابی ابو الہیثم رضی اللہ تعالے عنہ کو بطور غلام کے دیا اور اسے نصیحت کی کہ اس سے نیک سلوک کرے۔ ابو الہیثم اس غلام کو لیکر گھر گیا اور اپنی بی بی کو کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ غلام دیا ہے اور ساتھ یہ وصیت کی ہے کہ اس سے حسن سلوک کرنا۔ بی بی نے کہا کہ اس نصیحت پر تم پورا عمل کیونکر کر سکتے ہو سوائے اسکے کہ غلام کو آزاد کر دو۔ چنانچہ ابو الہیثم نے وہ غلام اسیوقت آزاد کر دیا

زنباع نے اپنے ایک غلام کو ایک لونڈی کے ساتھ پایا اور اسکا ناک کاٹ ڈالا غلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا آپنے پوچھا کہ کسنے تیرا یہ حال کیا ہے غلام نے کہا زنباع نے۔ چنانچہ اسیوقت زنباع کو طلب کیا گیا اسنے جو دیکھا تھا بیان کیا۔ آنحضرت نے غلام کو فرمایا کہ جا تو آزاد ہے پھر غلام نے کہا یا رسول اللہ مین کس کا مولی کہلاؤنگا۔ (یعنی میرا معاون اور مددگار کون ہوگا) آپنے فرمایا خدا اور اسکے رسول کا مولی۔ چنانچہ اسی وعدے کے مطابق آپ جبتک جیتے رہے اسکی مدد کرتے رہے آپکی وفات کے بعد وہ حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور وہ واقعہ آپکو یاد دلایا اسپر حضرت ابوبکر رض نے اسکے اور اسکے عیال کیلیے گذارہ مقرر کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد وہ حضرت عمر رض کے پاس حاضر ہوا آپنے پوچھا تو کہان جانا چاہتا ہے عرض کیا مصر مین۔ اسپر حضرت عمر نے حاکم مصر کے نام حکم لکھدیا کہ اسکو اسکے گذارہ کیلیے زمین دیدو۔ سبحان اللہ کیسا پاک وعدہ تھا اور کیسا پاک ایفا اسکا ہوا +

ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہین کہ مین ایکدفعہ اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ ناگہان مینے اپنے پیچھے سے یہ آواز سنی۔ ابو مسعود یاد رکھو کہ جسقدر طاقتور حاکم تم اسپر ہو اس سے زیادہ طاقتور حاکم خدا تمپر ہے۔ ابو مسعود فرماتے ہین جب مینے پیچھے پھر کر دیکھا تو آنحضرت صلعم تھے مینے عرض کیا یا رسول اللہ مینے اسیوقت اسکو خدا کیلیے آزاد کر دیا آپنے فرمایا اگر تم اسے آزاد نکرتے تو تم آگ مین پڑتے +

حضرت ابو ہریرہ رض کے متعلق روایت ہے کہ آپنے ایکدفعہ دیکھا کہ ایک آدمی سوار ہے اور اس کا غلام اسکے پیچھے پیچھے بھاگ رہا ہے آپنے فرمایا اسے اپنے پیچھے بٹھالو کیونکہ یہ تمہارا بھائی ہے اور اس کی روح بھی تمہاری روح کی طرح ہے۔

معرور کہتے ہین مینے ابو ذر رض کو دیکھا کہ ایک نیا عمدہ لباس پہنا ہوا ہے اور آپکے غلام نے بھی ویسا ہی نیا اور عمدہ لباس پہنا ہوا ہے۔ مینے پوچھا تو فرمایا کہ ایکدفعہ مینے ایک آدمی (اس سے مراد آپکا غلام ہے) کو گالیان نکالین اسنے میری شکایت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کی آپنے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تمنے اسکی ماں پر عیب لگایا اور پھر فرمایا کہ تمہارے غلام اور نوکر چاکر تمہارے بھائی ہین پس جس شخص کا بھائی

www.aaiil.org

اسکے ہاتھ کے نیچے ہو اسے چاہیئے کہ اپنے کھانیسے اسے کھلاوے اور اپنے لباس سے کپڑا پہناوے۔ تم اپنے غلامونکو ایسا کام نہ دو جو انکی طاقت سے زیادہ ہو اور اگر دو تو پھر اسکے کرنے مین خود مدد دو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ پیارا قول نقل کیا گیا ہے کہ مین شرمندہ ہوتا ہون جب مین ایسے آدمی کو غلام بنا کر رکھتا ہون جو کہتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالے عنہ کے متعلق روایت ہے کہ آپنے ایک غلام کی نافرمانی کیوجہ سے اسکا کان مروڑا اور پھر اپنے فعل سے توبہ کی اور اسی غلام کو کہا کہ تو بھی اسی طرح میرا کان مروڑ۔ مگر اسنے انکار کیا۔ آپنے اصرار کیا تو اسنے آہستہ آہستہ کان مروڑنا شروع کیا آپنے کہا زور سے مروڑ کیونکہ مین قیامت کے دن کی سزا برداشت نہین کر سکتا۔ غلام نے جواب دیا اے میرے آقا جس دن سے تو ڈرتا ہے اسی دن سے مین بھی ڈرتا ہون۔

حضرت زین العابدین کا ذکر ہے کہ ایکدفعہ انکے ایک غلام نے بھیڑ کو پکڑتے ہوئے اسکی ایک ٹانگ توڑدی انہون نے کہا کہ تو نے کیون ایسا کیا کہا آپکو غصہ دلانیکے لیے آپ نے فرمایا جس نے تجھے یہ تعلیم دی مین اسے غصہ دلاؤنگا یعنی شیطان کو جا اور تو خدا کے لیے آزاد ہے۔

غلامون یا آزاد کردہ غلامونکو بڑے بڑے عہدے دیئے جاتے تھے اسامہ کو جو حضرت زید کے بیٹے تھے خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک فوج کا افسر بنایا۔ قبل اس کے کہ یہ فوج روانہ ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالے عنہ کو لوگون نے کہا کہ آپ کسی اور بڑے آدمی کو افسر بنائین مگر آپ بہت ناراض ہوئے کہ جو کام میرے پیارے محبوب اور آقا نے کیا ہے مین اسے منسوخ کرون۔ جب فوج کی روانگی کا وقت آیا تو آپ اسامہ کے ساتھ ساتھ پیدل روانہ ہوئے اور وہ سوار تھے انہون نے عرض کی کہ اے خلیفہ رسول اللہ یا آپ بھی سوار ہو جاوین اور یا مجھے اجازت دین کہ مین بھی پیدل چلون مگر آپنے نہ مانا اور کچھ دیر تک نصیحت کرتے ہوئے اسی طرح ساتھ گئے۔ جب حضرت عمر نے مصر کی فتح کا ارادہ کیا تو اول صلح کا پیغام دیکر ایک جماعت حاکم مصر کے پاس بھیجی جسکا سردار عبادہ رض کو قرار دیا جو حبشی تھے اور حبشی اس زمانے مین بطور غلامونکے فروخت ہوتے تھے جب یہ جماعت حاکم مصر کے سامنے آئی تو اس نے کہا کہ اس حبشی کو باہر نکالدو۔ انہون نے کہا یہی تو ہمارا سردار ہے اور جو کچھ یہ کہیگا یا کریگا اسیکے ہم پابند ہین۔ مقوقس حیران ہوا اور پوچھا تمنے ایک حبشی کو اپنا سردار کیونکر بنا لیا انہون نے کہا سرداری ہمارے درمیان قومیت یا رنگ پر نہین بلکہ فضیلت پر ہے سو یہ ہم سب مین سے افضل الرائے ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ جیسے عظیم الشان بادشاہ کا جو سلوک اپنے غلامونسے تھا وہ ظاہر کرتا ہے

www.aaiil.org

کہ غلامون کی ابتدائی اسلامی سوسائیٹی مین کیا حیثیت تھی اور وہ لوگ کس طرح پر اپنے پیارے نبی کے لفظون پر عمل کرتے تھے۔ جب حضرت ابو عبیدہؓ نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا اور شہر کے لوگ تنگ آ گئے تو انہون نے اس شرط پر شہر حوالہ کر دینے کا وعدہ کیا کہ خود حضرت عمرؓ آکر شرایط صلح طے کرین۔ ابو عبیدہ نے امیر المومنین کو لکھا تو آپ فی الفور روانہ ہو گئے۔ آپکے ساتھ آپ کا غلام بھی تھا مگر سواری کیلیے اونٹ صرف ایک ہی تھا اسلیئے خلیفہ اور غلام باری باری اسپر چڑھتے اور جس کی باری نہ ہوتی وہ پیدل ہمراہ دوڑتا۔ جب آپ ابو عبیدہ کے ڈیرے کے قریب پہنچے تو اتفاقاً غلام کی باری سواری کی آگئی۔ آپ اتر کھڑے ہوئے اور غلام کو سوار کیا اور آپ پیدل ہمراہ بھاگتے تھے اور تمام نظرین آپکی طرف لگی ہوئی تھین۔ ابو عبیدہ نے اس بات سے ڈر کر کہ امیر المومنین کو اس طرح پیدل بھاگتا ہوا دیکھ کر یروشلم کے اہالی پر برا اثر نہ ہو اور مبادا جنگ رخ پلٹ دے عرض کیا کہ تمام نظرین آپکی طرف لگی ہوئی ہین اس صورت مین یہ مناسب نہین کہ آپ کا غلام تو سوار ہو اور آپ نوکرونکی طرح ساتھ ساتھ بھاگین۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ اس بات کو سن کر غضب مین آئے اور فرمایا کہ تجھ سے پہلے ایسا مجھے کسینے نہین کہا اور یہ تیری بات مسلمانون پر لعنت لانیوالی ہے ہم سب لوگونسے زیادہ ذلیل اور حقیر اور سب سے تھوڑے تھے۔ خدا نے اسلام کے ذریعے ہمین بڑائی اور عزت دی۔ اور اگر ہم ان راہونسے الگ چلکر عزت تلاش کرینگے۔ جو راہین اسلام نے ہمین سکھائی ہین تو پھر خدا ہمین ذلیل کریگا۔ جس سے آپ کا یہ مطلب تھا کہ اسلام نے تو یہ تعلیم دی ہے کہ تم اپنی عزت اسی مین سمجھو کہ اپنے غلامونکو اپنے برابر رکھو۔ اگر ہم اس مساوات مین اپنی ذلت سمجھنے لگین گے تو پھر خدا ہمین ذلیل کریگا کیونکہ اسکی بتائی ہوئی راہ کو ہم چھوڑینگے مین پوچھتا ہون کہ آیا آج بھی دنیا مین کوئی ایسا فاتح موجود ہے یا کوئی چھوٹی سی چھوٹی ریاست کا حکمران ایسا موجود ہے یا کوئی شخص جو کسی بڑے عہدے پر ممتاز ہو ایسا ہے کہ وہ اخلاقی جرات دکھا سکے جو حضرت عمر نے دکھائی یا نیک سلوک کا وہ نمونہ دکھا سکے جو ایک بڑے شہنشاہ نے دکھایا۔ کیا حضرت عمر اس امر سے ناواقف تھے کہ ایک نئے فتح ہوئے ہوئے ملک پر رعب کا قایم رکھنا کسقدر ضروری ہے۔ نہین وہ خوب سمجھتے تھے بلکہ جیسا وہ ان معاملات کو سمجھتے تھے ایسا کوئی نہ سمجھتا تھا۔ مگر اسلام کے احکام کی سچی عظمت انکے دل مین تھی وہ صدق دل سے جانتے تھے کہ ہر ایک عزت اور شوکت انہین راہونپر چلنے سے ملے گی اور اگر پچھلے زمانے مین مسلمانون نے غلامون اور نوکرونکے ساتھ اس طریق برتاؤ کو چھوڑ دیا تو یہ وہی بات ہے جو حضرت عمر نے کہی تھی انہون نے اسلامی راہون کو چھوڑکر اور راہونسے عزت تلاش کی پس وہ عزت کو کھو بیٹھے۔ اب بھی جو مسلمان غیر مسلمان اقوام کے نقش قدم پر چلکر دنیا مین معزز بننا چاہتے ہین اور اسلام کی راہونکو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہین انہین یہی بات یاد رکھنی چاہیئے۔

www.aaiil.org

مگر باوجود ان غلطیونکے جن مین مسلمان پڑگئے ہین اور مرور زمانہ سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے دور جا پڑے ہین یہ امر قابل غور ہے کہ آپکی نیک تعلیم ایسی انکے خونونکے اندر رچ گئی یا یون کہو کہ آپ کی قوت قدسی ایسی اپنر غالب آئی کہ اب بھی مسلمانون کا سلوک اپنے نوکرون اور غلامون سے غیر اقوام کے سلوک کی نسبت بدرجہا بہتر ہے اور یہ شکر کا مقام ہے کہ ہمین اس کا ثبوت دینے کی کوئی ضرورت نہین خود عیسائیون نے اسکو تسلیم کر لیا ہے۔ لین الف لیلہ کے انگریزی ترجمہ کے نوٹون مین لکھتا ہے اور یہ وہ شخص ہے جو مدتون مصر مین رہا اور مسلمانون کے حالات کو غور کی نظر سے دیکھتا رہا وہ کہتا ہے کہ مسلمانون مین غلامون کے ساتھ عموماً نیک سلوک کیا جاتا ہے دوسرے ممالک کی نسبت وہ لکھتا ہے کہ جن سیاحون نے دوسرے اسلامی ممالک مین سفر کیا ہے ان کی شہادت مسلمانون کی اپنے غلامونکے ساتھ حسن سلوک کے متعلق بہت ہی قابل اطمینان ہے اور پھر لکھتا ہے کہ قرآن شریف اور احادیث مین جو ہدایتین غلامونکے ساتھ حسن سلوک کے متعلق ہین عموماً ان سب پر یا انکے زیادہ حصہ پر مسلمان لوگ عمل کرتے ہین جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام کی تعلیم غلامونسے حسن سلوک کے متعلق عیسائیونکے گال کے طمانچہ کی تعلیم کیطرح نہین کہ سراہتے سراہتے ہزارہا کاغذ سیاہ کر دین اور جب عمل دیکھین تو ایک بھی عامل دنیا مین نظر نہ آئے۔ یہ تو ایک غیر متعصب عیسائی ہے مگر پادری ہیو کو بھی یہ امر تسلیم کرنا پڑا ہے جیسا کہ وہ لکھتا ہے کہ "مسلمان ممالک مین غلامونکے ساتھ سلوک بہت اچھا ہے۔ بمقابلہ اس سلوک کے جو امریکہ مین کیا جاتا ہے جہان غلامی کا رواج عیسائی اقوام کے نیچے رہا" مگر پادری صاحب پیرون کو کیون ملزم کرتے ہین جب انکے مرشد کی تعلیم مین ایک لفظ بھی غلامونکے ساتھ حسن سلوک کے متعلق نہین پایا جاتا ایسا ہی انسکلوپیڈیا ببلیکا مین ایک عیسائی مضمون نویس مسلمانون کے درمیان غلامی کے رواج پر لکھتا ہوا کہتا ہے "مشرقی اسلامی ممالک کی غلامی عموماً کھیت مین مزدورونکی طرح کام کرنیکی غلامی نہین بلکہ گھر کے کاروبار کے متعلق ہے۔ غلام کو خاندان کے ایک ممبر کیطرح سمجھا جاتا ہے اور اسکے ساتھ محبت اور نرمی سے سلوک کیا جاتا ہے۔ قرآن شریف غلامونکے ساتھ نرمی اور مہربانی سے سلوک کرنیکی روح پھونکتا ہے اور غلام آزاد کرنیکی ترغیب دیتا ہے"

اب اس اسلامی تعلیم اور ان واقعات تفصیلی کو پیش کرنیکے بعد مین اپنے منصف مزاج ناظرین سے یہ سوال کرتا ہون کہ یہ غلامی جسکے رواج کو ایک حد تک اسلام نے یک لخت روک نہین دیا کیا یہ ایسی غلامی ہے کہ اس لفظ کے معمولی مفہوم کے رو سے جو دنیا مین سمجھا جاتا ہے اسکو غلامی کہہ سکین۔ نہین بلکہ جہانتک آجکل کے نوکرونکے ساتھ سلوک دیکھا جاتا ہے۔ مین سمجھتا ہون کہ اسوقت دنیا مین جس قدر لوگ خادم کے نام سے موسوم ہین وہ ایک اسلامی غلام پر رشک کرینگے اور اس خادمی کیحالت سے اُس غلامی کی

www.aaiil.org

حالت کو بدرجہا بہتر سمجھینگے۔ غلامی کے عام مفہوم کے رو سے تو یہ کہنا بھی جایز نہین کہ ایک حد تک اسلام نے غلامی کی اجازت دی کیونکہ ہر ایک بدی جو اس سے پیدا ہوتی تھی اسلام کی تعلیم نے اس بدی کو جڑ سے کاٹ دیا۔ جو اپنے آقا کے برابر ہے اسکو غلام کیون کہا جائیگا۔ اور یہ مساوات اور خاندان کے ایک ممبر کیطرح ہونا صرف لفظ ہی لفظ نہ تھے۔ بلکہ عمل سے ہی یہ دونون باتین ظاہر ہوتی تھین۔ جو کھانا آقا کھائے وہی غلام کھائے جو لباس مالک پہنے وہی مملوک پہنے جہان وہ رہے اسی جگہ غلام بھی رہے۔ طاقت سے زیادہ کام نہ دینا کبھی سختی سے اسے مخاطب نہ کرنا اور نہ ہی مارنا۔ اس سے بڑھکر کونسی اصلاح کی دنیا خواہشمند ہوسکتی تھی یہ زمانہ لفظ پرست ہے اور بجائے مغز کے چھلکے پر خوش ہوجاتا ہے۔ نام کو تو غلامی موقوف کردیگئی مگر افسوس ہے کہ غلامی کی حقیقت ابھی تک مہذب ممالک مین اسی طرح موجود ہے۔ عنقریب دنیا دیکھ لیگی کہ جبتک خادمون کے ساتھ وہ رفق اور نیکی کا طریق نہ برتا جائیگا جسکی تعلیم تیرہ سو سال ہوئے ایک انسانون کے سچے ہمدرد اور خدا کے برگزیدون مین سے سب سے بڑے برگزیدہ نے دی تھی تب تک غلامونکی موقوفی لفظی موقوفی ہے اور حقیقتاً اس سے وہ اصلاح نہین ہوئی جو دنیا کی اخلاقی ترقی کے لیے ضروری ہے۔ اسلام کی تعلیم ہی وہ عملی تعلیم ہے جس پر دنیا چل سکتی ہے۔ اور جسپر چلکر انسان انسانونکے لیے مفید اور خدا کا سچا بندہ بن سکتا ہے + (باقی آیندہ)

اسلام (۲)

بجواب پادری سیل

یہ عجیب بات ہے کہ سیل جیسا مشہور پادری اسلام کا مشہور دشمن قرآن کریم سے اسقدر بیخبر ہو حالانکہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات لکھتے وقت اس بات کا اعتراف بھی کرتا ہے کہ "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سب سے عمدہ سوانح عمری قرآن شریف ہے"۔ اسی بات کو میور نے بھی اپنی کتاب مین تسلیم کیا ہے کہ آنحضرت کے واقعات زندگی کی کنجی قرآن شریف ہی ہے۔ مگر اگر یہ لوگ قرآن کریم کو کچھ بھی تدبر سے اور

www.aaiil.org

تعصب سے الگ ہوکر پڑھتے تو ایسے لچر اعتراض انکی قلم سے کبھی نہ نکلتے۔ مثلاً سیل صاحب مسلمان مورخین کو اس بات کا الزام دیتے ہین کہ انہون نے یونہی اس پاک تبدیلی کی عظمت کو بڑھانیکے لیے جو آپکے وجود مقدس کے ذریعہ سے عرب مین ہوئی زمانہ قبل بعثت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام ایام جاہلیت رکھدیا ہے۔ اس بیچارہ کو اتنی خبر نہین کہ یہ خیال مسلمان مورخین کو نہین سوجھا بلکہ یہ تو وہ دعوے ہے جو قرآن شریف نے نہایت پر زور الفاظ مین کیا ہے یعنی یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسوقت تشریف لائے جب عرب پر سخت جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی اور پھر اسوقت اس دنیا سے اللہ تعالے کیطرف اٹھائے گئے جب ایک کامل اور لاانظیر تبدیلی ظہور مین آچکی تھی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی اس دلیل پر خدا کے پاک کلام نے بہت زور دیا ہے اور اس بات کو بار بار بیان کیا ہے کہ آپ کے آنیسے پہلے عرب سخت جہالت اور تاریکی اور غلطیون اور مردگی کی حالت مین پڑے ہوئے تھے چنانچہ قرآن شریف مین بکثرت ایسی آیات موجود ہین جن مین کفار عرب کو جاہل وغیرہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور اس سے بھی بڑھکر یہ کہ جس بات سے سیل انکار کرتا ہے اسکو خود قرآن شریف نے نہ ایک دفعہ نہ دو دفعہ بلکہ کم ازکم تین دفعہ بیان فرمایا ہے۔ یعنی زمانہ قبل بعثت نبوی کا نام ایام جاہلیت رکھا ہے چنانچہ سورہ مائدہ کے ساتوین رکوع مین فرماتا ہے۔ افحکم الجاہلیۃ یبغون۔ یعنی کیا یہ لوگ اسوقت مین زمانہ جاہلیت کا حکم چاہتے ہین۔ پھر سورہ احزاب رکوع ۴ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو مخاطب کرکے فرماتا ہے۔ ولا تبرجن تبرج الجاہلیۃ الاولی۔ یعنی اگلے زمانہ جاہلیت کے بناؤ سنگار دکھاتی نہ پھرو۔ پھر سورہ فتح رکوع ۳ مین فرماتا ہے۔ اذ جعل الذین کفروا فی قلوبہم الحمیۃ حمیۃ الجاہلیۃ۔ یعنی جب کافرون نے اپنے دلون مین ضد ٹھان لی اور ضد بھی ایام جاہلیت کی سی ضد۔ پس ان تمام موقعونسے بصراحت تمام مترشح ثابت ہے کہ زمانہ قبل بعثت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام خود قرآن شریف نے ہی ایام جاہلیت رکھا ہے۔

انکے علاوہ دوسری آیات قرآن شریف سے ثابت ہے کہ کس طرح کفار کو انکی غلطیون اور جہالتون اور فاسد عقیدون اور بدکاریونکے سبب سے قرآن کریم نے ملزم کیا ہے چنانچہ سورہ جمعہ کے ابتدا مین اللہ تعالے مومنون پر اپنے احسان جتاتا ہوا یون بیان فرماتا ہے۔ ہو الذی بعث فی الامیین رسولا منہم یتلوا علیہم آیتہ ویزکیہم و یعلمہم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین۔ ترجمہ "وہی خدا ہے جسنے (عرب کے) جاہلون مین ان ہی مین سے رسول بناکر بھیجا کہ وہ انکو خدا کی آیتین پڑھ پڑھ کر سناتے اور انکو (ہر ایک قسم کی گندگی اور آلایش سے) پاک کرتے اور انکو کتاب (الہی) پڑھاتے اور حکمت کی باتین سکھاتے۔ ورنہ اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح غلطیون اور گمراہی مین مبتلا تھے"۔ مشرکین عرب کی یہ حالت بیان فرماکر پھر آگے اہل کتاب کی حالت یون بیان فرمائی ہے۔ مثل الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوہا کمثل الحمار یحمل اسفارا۔ یعنے جن لوگون پر تورات لادی گئی۔ پھر

www.aaiil.org

انہون نے اسکو نہ اٹھایا یعنی اسپر کاربند نہ ہوئے انکی مثال گدھے کی مثال ہے جسپر کتابین لدی ہین"۔ عیسائی بھی اس سے باہر نہین کیونکہ توراۃ کی اشاعت تو وہ یہودیونسے بدرجہا بڑھکر کرتے ہین مگر عمل اسکے ایک لفظ پر بھی نہین حالانکہ یہود کچھ تو عمل کرتے ہین۔ اسی آیت سے اسوقت کے اہل کتاب کیحالت ظاہر ہوتی ہے۔ پھر بہت سی اور آیات مین عرب کی پہلی حالت کو چارپایونکی حالت سے مشابہت دیگئی ہے جیساکہ سورہ الاعراف رکوع ۲۲ مین اولئک کالانعام بل ہم اضل۔ یعنی یہ لوگ چارپایونکی مثل ہین بلکہ انسے بھی گئے گذرے ہوئے۔ اور سورہ فرقان رکوع ۴ مین۔ ان ہم الا کالانعام بل ہم اضل سبیلا۔ جسکے معنے وہی ہین جو اوپر کی آیت کے مذکور ہوے۔ اگر قرآن شریف عرب کی اس وحشیانہ حالت کو بیان نہ فرماتا اور مسلمان مورخین خود اپنی طرف سے یہ باتین لکھدیتے تو انکی صحت بھی بیشک بغیر قوی دلایل کے قبول کرنیکے لایق نہ ہوتی۔ مگر قرآنشریف نے یہ باتین ان لوگونکے مُنہ کہین۔ جنکی حالت کو بیان کیا ہے اور انکی اشاعت اسیوقت مین عام طور پر ہوچکی تھی۔ اگرچہ آج ان مشرکین کے وکیل سیل صاحب انکی طرف سے یہ جواب دیتے ہین کہ عرب دراصل جاہل اور وحشی نہ تھے۔ مگر خود ان ملزمون نے قرآنشریف کے بار بار کے دعوونکے جواب مین کبھی یہ بیان نہین دیا۔ انکا جواب صرف یہی تھا جو قرآن شریف نے صحیح طور پر بیان بھی کردیا ہے۔ نتبع ما الفینا علیہ اباءنا۔ کہ ہم تو اسیطریق پر چلتے ہین جسپر چلتے ہوئے ہمنے اپنے بڑونکو دیکھا ہے جسکے ساتھ ہی انکو انکی غلطی پر متنبہ کرنیکے لیے یہ بھی بیان فرمادیا گیا ہے:۔ اولوکان اباءہم لایعقلون شیئاً ولایہتدون۔ یعنی اگرچہ انکے بڑے بالکل جاہل تھے اور راہ راست پر نہ چلتے تھے قرآنشریف نہ صرف عرب کی حالت کو ہی ایسی گری ہوئی بیان کرتا ہے بلکہ اسکا دعوے یہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کل زمین ہی مردہ ہوچکی تھی۔ اور روئے زمین کی تمام قومین بگڑ چکی تھین۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتہا۔ جان لو کہ کل زمین مردہ ہوچکی تھی اور اب خدا اسے از سرِ نو زندہ کریگا۔ دوسری جگہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے زمانے کو رات سے مشابہت دیگئی ہے۔ اور آپ کے زمانیکو دن کہا گیا ہے۔ اسیوجہ سے کہ آپ سے پہلے جہالت کی سخت تاریکی دنیا پر چھائی ہوئی تھی اور آپکے آنیسے وہ ظلمت دور ہوگئی۔ اور نور کا غلبہ ہوگیا۔ پھر ایک جگہ یہ بھی فرماتا ہے کہ ظہر الفساد فی البر والبحر۔ یعنی روئے زمین پر ایک عام فساد پھیل گیا۔ کیا خشکی مین اور کیا سمندر مین۔ ان تمام آیات سے کھلا کھلا ثبوت ملتا ہے کہ قرآنشریف نے ابتدا مین ہی یہ دعوے کیا تھا کہ میرا نازل ہونا ایک ایسے وقت مین ہے جب چارونطرف بدکاری اور جہالت کی گھنگھور گھٹائین چھاگئی ہین۔ اور نہ صرف قرآن کریم مین اسکا مذکور ہونا اسکی صحت پر دلالت کرتا ہے بلکہ تاریخ بھی اسپر شاہد ہے۔ بعض عیسائی صاحبان کا یہ عذر ہے کہ بیشک دنیا کی حالت تو ایسی ہی ابتر تھی مگر عیسائی مذہب اس سے مستثنی تھا۔ یہ خود انکی اپنی ناواقفیت ہے۔ عیسائی مذہب مین فساد اور بدکاری دوسری

www.aaiil.org

صدی عیسائی سے ہی شروع ہوگئی تھی اور پھر جون جون کلیسیا کی ظاہری شان وشوکت بڑھتی گئی اسکی اندرونی پاکیزگی گھٹتی گئی یہانتک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اسکی حالت پورے طور پر خراب ہوچکی تھی اس سے بہت مدت پہلے عیسائیت کیحالت یہ تھی کہ اسکے اپنے فرقے ایکدوسرے کے خلاف اس سے زیادہ تندی اور وحشیانہ جوش دکھاتے تھے جیساکہ ایک وحشی انسان کے بالمقابل دکھاتا ہے اور ایک بشپ لکھتا ہے کہ اندرونی فسادوں کے سبب سے آسمانی سلطنت پوری ابتری بلکہ عین دوزخ کا نمونہ ہورہی تھی۔

پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسوقت تشریف لائے جب دنیا ایک مصلح کی سخت محتاج تھی یہ آپکی صداقت پر ایک بڑی بھاری دلیل ہے اور قرآنشریف نے بھی اسکو مذکور فرمایا ہے۔ چنانچہ سورہ ال عمران کے ابتدا میں ہی فرماتا ہے۔ الم اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم نزل علیک الکتب بالحق۔ یعنی اللہ وہ خدا ہے جسکے سوا کوئی معبود نہین وہ خود زندہ اور اسکے وجود سے ہر ایک شے زندہ ہے وہ اپنی ذات مین بغیر کسی دوسرے کے سہارے کے قایم اور اس سے ہر ایک شے قایم ہے اسنے تجھ پر حق اور ضرورت حقہ کے ساتھ یہ کتاب اتاری ہے ایسا ہی دوسری جگہ فرمایا۔ وبالحق انزلناہ وبالحق نزل ہمنے حق کے ساتھ اس کتاب کو اتارا۔ اور ضرورت حقہ کیوقت وہ نازل ہوئی ہے۔ درحقیقت جو ضرورت مصلح کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کیوقت دنیا کو تھی ایسی ضرورت کسی نبی کیوقت مین نہین تھی اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے اس دلیل کو بار بار بیان فرمایا ہے۔ مین پوچھتا ہون کہ کیا حضرت مسیح علیہ السلام کیوقت مین ایسی ضرورت تھی؟ مین امید کرتا ہون کہ سیل صاحب صفائی سے اسکا جواب دینگے۔ حضرت مسیح رومی سلطنت مین پیدا ہوئے اور مین اس بات کا انصاف پادریصاحب پر ہی چھوڑتا ہون کہ آیا تہذیب اور روشنی اسوقت کی رومی سلطنت مین زیادہ تھی یا ایام جاہلیت کی عرب مین کیونکہ انکی اپنی بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ جسقدر کوئی قوم زیادہ مہذب اور ترقی یافتہ ہو اسیقدر اس مین مصلح کی ضرورت کم ہوتی ہے۔ پادریصاحب عرب کی تمدنی اخلاقی اور ملکی حالت کا مقابلہ رومی سلطنت سے کرین اور ایک سچائی سے پیار کرنیوالے کی طرح صفائی سے حق کا کھلا کھلا اظہار کرین کہ دونون ملکون مین سے کس مین مصلح کیضرورت زیادہ تھی۔

اسلام پر قلم فرسائی کرتے ہوئے پادریصاحب نے یہودی مذہب کے عرب پر نیک اثر کا بہت کچھ ذکر کیا ہے مگر میرا سوال یہ ہے کہ یہ نیک اثر والا مذہب وہی یہودی مذہب تھا جسکی اصلاح کیلئے حضرت مسیح مبعوث ہوئے تھے اور آخر اسکی اصلاح سے ہاتھ دھوکر کسی اور طرف روانہ ہوئے جسے ہم کشمیر کہتے ہین تم چاہو تو آسمان کہہ لو کسقدر حیرت اور تعجب کا مقام ہے کہ پادریصاحب ایکطرف تو یہ کہین اور اسی پر انکے ایمان کا دارومدار ہو کہ یہودی مذہب حضرت مسیح کی پیدایش کے وقت بگڑ چکا ہوا تھا اور دوسری طرف یہ دعوی

www.aaiil.org

کرین کہ یہ بگڑا ہوا مذہب چھ سو سال اور بگڑنے اور حضرت مسیح کی اصلاح کو رد کرنیکے بعد بھی عرب پر نیک اثر ڈال رہا تھا۔ مجھے تعجب اس بات سے آتا ہے کہ پادریصاحب کا دل کس طرح مطمئن ہوا کہ اسلام کی دشمنی کیخاطر ایک ایسا کلمہ منہ سے نکالین جو انکے اپنے عقیدہ اور مذہب کی جڑ کاٹتا ہے اور جسکو وہ یقیناً جھوٹا سمجھتے ہین اگر اپنے مذہب کو سچا سمجھتے ہون۔ کیا انکا وہی ایمان ہے جو قدیم عیسائیون کا تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر الزام قایم کرنیکے لیے جو جھوٹ گھڑ لیا جاوے درست ہے اور پھر یہ لوگ یہ بھی دعوے کرتے ہین کہ ہم نیکی اور راستی کے معلم ہین!

اس سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا کہ یہودی کیا تمدن کے لحاظ سے اور کیا اخلاقی پہلو سے ایام جاہلیت کے عرب سے بدرجہا بہتر تھے۔ پھر اس غلط بیانی سے کیا حاصل ہو سکتا ہے کہ عرب بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ایک مہذب ملک تھا۔ کیونکہ بہرحال یہ تو مانا جائیگا کہ جن لوگونکے درمیان حضرت مسیح پیدا ہوئے وہ عرب سے زیادہ مہذب تھے پس اگر عرب کے مہذب ہونیسے آنحضرت کی نبوت پر حملہ کرنا مقصود ہے تو یہودیونکے تہذیب یافتہ ہونیکا واقعہ جس سے کسیکو انکار کی گنجایش ہی نہین یسوع کی مسیحیت کو جڑ سے کاٹتا ہے۔ جس آدمی کو کچھ بھی انصاف اور راستی کا پاس ہو وہ دیکھ سکتا ہے کہ دونون صورتونمین ایک ہی اصول کی پابندی چاہیئے۔ اگر کسی ملک کے مہذب ہونیسے ہی ایک نبی کی نبوت کا دعوے غلط ہو سکتا ہے تو پہلے حضرت مسیح کے منجانب اللہ ہونیسے عیسائیونکو انکار کرنا چاہیئے۔ یہودیونکو جنکی طرف مسیح علیہ السلام آئے تھے۔ حضرت مسیح نے کوئی نئی تمدنی یا اخلاقی تعلیم نہین دی بلکہ جسقدر انکی تعلیم تھی اس سب کا ماخذ یہودیونکی کتابین ہی ہین۔

مگر جو فرق ان دو قومونکی حالت مین دکھایا گیا ہے اس سے نہایت مفید نتائج پیدا ہوتے ہین جس قوم کیطرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے وہ مدت دراز سے بت پرستی اور دوسری چیزونکی پرستش مین ایسی غرق شدہ تھی کہ کوئی انسانی طاقت انکو اس بت پرستی سے باہر نہ نکال سکتی تھی۔ اور یہودیون اور عیسائیونکی تمام کوششین ناکام ثابت ہوئی تھین ان کے تمدنی اور اخلاقی قوانین اگر کچھ تھے۔ تو بالکل وحشیانہ اور وہ پرلے درجہ کی بدکاریون اور فسق و فجور مین گرفتار تھے انکی اصلاح سے تمام انسانی طاقتین مایوس ہو چکی تھین انکے بالمقابل حضرت مسیح کے مخاطب یہودی تھے جنکا اگر عربونکی حالت سے مقابلہ کیا جائے تو یہی کہنا چاہیئے کہ انکو کسی اصلاح کی ضرورت ہی نہ تھی۔ ملکی حالت انکی بینتک کمزور تھی۔ اور وہ ایک دوسری سلطنت کے ماتحت تھے مگر حضرت مسیح انکی گردنون کو دوسری حکومت کے جوے سے آزاد کرانے نہ آئے تھے۔ اگرچہ ابتدا مین معلوم ہوتا ہے کہ انکے دل مین ایسا خیال پیدا ہوا تھا۔ خدا کے سوا وہ لوگ

www.aalii.org

کسی کی پرستش نہ کرتے تھے اور نہ صرف خود ہی توحید پر ایمان لاتے تھے بلکہ اپنی گرد و پیش کی قومونکو بھی خدا کی توحید کیطرف بلاتے تھے۔ یہی مسئلہ توحید ہی تھا جسکے سبب سے وہ دوسری تمام قومونپر ممتاز تھے پھر انکے پاس اس زمانہ کی ضرورت کے مطابق شریعت بھی موجود تھی اور لکھی ہوئی موجود تھی ان مین تعلیم دینے والے وہ لوگ موجود تھے جنکے متعلق خود حضرت مسیح نے اقرار کیا کہ فقیہ اور فریسی موسی کی گدی پر بیٹھے ہین۔ اب اگر اس قوم کیحالت کا موازنہ ایام جاہلیت کے عربونسے کیا جاوے تو یہی کہنا پڑیگا کہ ضرورت زمانہ کے لحاظ سے یہودیونکے تمدنی اور اخلاقی قانون بالکل مکمل تھے۔

یہ تو ان دونون نبیونکی ضرورت مین فرق ہے اب اس تبدیلی پر بھی غور کرو جو انہون نے دنیا مین کرکے دکھائی۔ یہ دوسری دلیل ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ہے۔ عرب کی بت پرستی جو انکی خونون مین رچی ہوئی تھی جڑ سے کٹ گئی اور اسکی بجائے خدائے واحد کی پرستش قایم ہوگئی۔ پہلی وحشیانہ اور کمینہ خصلتین سب نیکیونسے تبدیل ہوگئین۔ جن پاکیزہ اور خوبصورت اور پرمعنی الفاظ مین قرآن کریم نے اس حیرت انگیز تبدیلی کو بیان کیا ہے دوسرا کوئی نہین کرسکتا۔ پہلے اس کتاب پاک نے انکی وہ حالت بیان کی ہے جب وہ محض بہایم کی طرح تھے جسکے متعلق چند آیات پہلے نقل کیجا چکی ہین۔ بڑا لمبا عرصہ نہین گذرتا بلکہ تیئیس سال مین ہی وہ کل کا کل نقشہ ایسا بدل جاتا ہے کہ کوئی نہین کہہ سکتا کہ یہ نئی قوم اسی جاہل اور خونریز قوم سے بنی ہے۔ دشمنی اور تباغض کی آگ جو صدیونسے انمین جل رہی تھی اور جسکے شعلے ہزارونجانونکو کھا چکے تھے ایسی بجھ گئی کہ اسکا نام و نشان بھی باقی نہ رہ گیا۔ جو قومین ہمیشہ ایکدوسرے سے جنگ کرتی رہی تھین وہ ایسی بھائی بھائی بن گئین کہ گویا کبھی ان مین دشمنی پیدا ہی نہ ہوئی تھی اور ایک ایسی وحدت کل قوم مین نظر آنے لگی کہ گویا اسکے اجزا پہلے کبھی الگ الگ ہوئے ہی نہین تھے۔ اس حیرت انگیز تبدیلی کو خدا کی پاک کتاب ان الفاظ مین بیان فرماتی ہے:- واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا کذلک یبین اللہ لکم ایتہ لعلکم تہتدون۔ (آل عمران۔ رکوع ۱۱۔ آیت ۱۰۲) اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب تم ایکدوسرے کے دشمن جانی تھے پھر اللہ نے تمہارے دلون مین الفت پیدا کی یہانتک کہ تم اسکے فضل سے بھائی بن گئے اور تم ایک آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے (جو تمہین سب کے سب کو بھسم کرجانیکو تیار تھی) پھر خدا نے ہی تمکو اس آگ سے بچایا۔ اسی طرح اللہ تعالے اپنی آیات کھول کھول کر تمہارے لیے بیان کرتا ہے تاکہ تم راہ راست پر آجاؤ۔ یہ حیرت انگیز اتحاد اور یگانگت عرب کی سرکش اقوام مین ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے اور دنیا کی تاریخ مین اس کی ایک بھی نظیر نہین ملتی۔

www.aaiil.org

یہ اس عظیم الشان تبدیلی کا ایک پہلو تھا جو آپکے وجود مبارک سے ظہور پذیر ہوئی۔ مذہبی اور اعتقادی تبدیلی اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے وہ لوگ جو مدتوں سے نہ صرف بتون اور آسمان و زمین کی طاقتونکی پرستش کرتے چلے آتے تھے بلکہ جو حیوانون۔ درختون۔ پتھرون اور ریت کے ڈھیرونکے سامنے بھی سربسجود ہو جاتے تھے۔ اور ان مین الٰہی طاقت کا ہونا مانتے تھے۔ ان سب بیہودگیون کو چھوڑکر نہ صرف اللہ تعالیٰ کی توحید پر ہی قایم ہو گئے بلکہ توحید اور صفات الٰہی کے ان باریک مراتب تک پہنچگئے جسکی نظیر دنیا کی کسی قوم مین نہین پائی جاتی۔ صرف بتونکی پرستش کو چھوڑ دینا ہی انکے نزدیک شرک سے بچنا نہ تھا بلکہ جبتک انہون نے اپنے نفس کی تمام خواہشات کو ترک نہ کر دیا اور ہر ایک طاقت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہی نہ سمجھ لیا تب تک انہون نے اپنے آپکو خدا کی توحید پر قایم نہین سمجھا۔ پھر ان کا یہ ایمان طرح طرح کی ابتلاؤن اور امتحانون سے آزمایا گیا مگر آزمایشونکی تندہواؤنکا ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ ان کی تعریف مین اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا۔ یعنی ان کا ایمان صرف زبان کے اقرار تک ہی نہین رہا بلکہ جب وہ آزمایشونکی چکی مین پیسے گئے تو انہون نے بے نظیر استقامت دکھائی۔ وہی لوگ جو اپنے دیوتاؤنکو خدا کی بیٹیان کہا کرتے تھے اب دنیا مین خالص توحید کے معلم ہو گئے وہ کامل توحید جسکا نقشہ سورہ اخلاص مین کھینچا گیا ہے۔ قل ہو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد نیز اس آیتہ شریفہ مین جو آیۃ الکرسی کے نام سے موسوم ہے۔ اور دوسرے موقعونپر بھی۔

سب سے زیادہ حیرت انگیز بات اس تبدیلی مین جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عرب مین کر دکھائی اسکا ہر پہلو سے کامل ہونا ہی آپکے وجود سے عرب کی کایا ہی پلٹ گئی اور کل کا کل نقشہ بدل گیا۔ کیا انکے عقاید اور اعمال۔ کیا انکے تمدنی اور اخلاقی قوانین اور انکی ملکی حالت۔ ہر ایک بات مین ایک عظیم الشان تغیر آگیا۔ میخواری اور عیاشی کی مجالس کا نام و نشان نہ رہا۔ اور انکی بجائے ذکر الٰہی کی مجالس قایم ہوئین۔ جو لوگ رات شرابخوری مین گنواتے تھے جیساکہ آج کل بھی یورپ مین دستور ہے انکی راتین اب خدا کے آگے قیام و سجود مین صرف ہوتین شرابخوری کے پانچ اوقات پانچ نمازون سے بدل گئے۔ ہنسی ٹھٹھے کی بجائے نمازون مین خضوع و خشوع پیدا ہوا اور خوف الٰہی سے گریہ و بکا غالب ہوا۔ ہر ایک تاریکی دور ہو گئی اور نور کی شعاعین پوری قوت کے ساتھ چمک اٹھین۔ بدی کا ہر ایک خیال دور ہو کر نیکی کی محبت پیدا ہو گئی۔ اسیکا ذکر قرآن شریف سورہ الحجرات مین فرماتا ہے:۔ ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان (الحجرات رکوع ۱) یعنی خدا نے تمہین ایمان کی محبت دیدی ہے اور تمہارے دلون مین اسکے لیے ایک کشش پیدا کر دی ہے اور کفر اور فسق و فجور اور نافرمانی سے تمکو نفرت دلادی ہے۔ عباد الرحمان کا جو نقشہ قرآن کریم نے سورہ فرقان کے خاتمہ پر کھینچا ہے وہ گویا صحابہ رضی اللہ عنہم کی حالتونکا ہی ایک نقشہ ہے۔ اسی سورۃ مین پہلے انکی جاہلیت

www.aalim.org

کی حالت کو یون بیان فرماتا ہے کہ وہ چارپایونکی طرح بلکہ چارپایو نسے بھی گئے گذرے ہین اور پھر فرمایا کہ اب انکی تاریکی کا زمانہ دور ہوکر اپر روشنی کا دن چڑھیگا اور اسکو ایک نشان بھی قرار دیا ہے کہ کس طرح خدا تعالے نے اپنے خاص ارادہ اور طاقت سے ایک ظلمت مین پڑی ہوئی قوم کو یہ روشنی عطا فرمائی۔ یہ نشان ہی صداقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جنکے وجود مبارک اور انفاس طیبہ اور قوت قدسی سے یہ عظیم الشان تبدیلی ظہور مین آئی۔ پھر صحابہ کی اس تبدیل شدہ حالت کو یون بیان فرمایا ہے:۔ وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ہونا واذا خاطبہم الجہلون قالوا سلما + والذین یبیتون لربہم سجدا وقیاما + والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جہنم ان عذابہا کان غراما + انہا ساءت مستقرا ومقاما + والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما + والذین لا یدعون مع اللہ الہا اخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذلک یلق اثاما۔ یضعف لہ العذاب یوم القیمۃ ویخلد فیہ مہانا + الا من تاب وامن وعمل عملا صالحا فاولئک یبدل اللہ سیاتہم حسنت وکان اللہ غفورا رحیما + ومن تاب وعمل صالحا فانہ یتوب الی اللہ متابا + والذین لا یشہدون الزور واذا مروا باللغو مروا کراما + والذین اذا ذکروا بایت ربہم لم یخروا علیہا صما وعمیانا + والذین یقولون ربنا ہب لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما + ان آیات کا مفہوم یہ ہے کہ خدائے رحمان کے خاص بندے وہ ہین جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہین اور جب جاہل (انکو ایذا پہونچانیکی غرض سے) انسے خطاب کرتے ہین تو وہ جواب مین بھلائی کی بات کہتے ہین (اور ایذا کے مقابل ایذا نہین پہونچاتے) اور جو راتو نکو اس حالت مین گذارتے ہین کہ اپنے پروردگار کے آگے کبھی سجدے مین گرے ہوئے اپنی عبودیت کا اعتراف کرتے اور کبھی کھڑے اسکی حمد و ثنا کر رہے ہین (یعنی رات کے ان اوقات مین خضوع وخشوع کے ساتھ نماز و نمین مشغول ہین جن اوقات مین پہلے شرابخوری اور عیاشی اور فسق و فجور کی مجلسون مین ہوتے تھے) اور جو دعائین مانگتے رہتے ہین کہ اے ہمارے پروردگار عذاب دوزخ کو (جو تیری نافرمانی اور تجھ سے علیحدگی مین پیدا ہوتا ہے) ہم سے دور رکھیو کیونکہ دوزخ کا عذاب بڑی مصیبت ہے اور وہ ٹھہرنے اور قیام کرنیکے لیے بری جگہ ہے۔ اور جو جب خرچ کرتے ہین تو نہ فضول خرچی ہی کرتے ہین (جیسا کہ ایام جاہلیت مین دنیاوی فخر اور نمود کے لیے اپنے سارے مال و متاع کو ضایع کر دیتے تھے) اور نہ بخل ہی کرتے ہین (جیسا کہ پہلے کرتے تھے) بلکہ (افراط و تفریط کو چھوڑ کر) میانی راہ پر چلتے ہین۔ اور جو خدا کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہین پکارتے اور نہ ناحق کسی نفس کو جسے خدا نے حرام کر رکھا ہے قتل کرتے ہین (حالانکہ جاہلیت مین انکا کام ہی خونریزی تھا) اور نہ زنا ہی کرتے ہین (جسے پہلے گناہ ہی نہ سمجھا جاتا تھا) اور جو کوئی ایسا فعل کریگا وہ اپنے گناہ کا خمیازہ بھگتے گا۔ کہ قیامت کے دن اسکو

www.aaiil.org

دوہرا عذاب دیا جائیگا اور وہ ذلیل و خوار اسی مین پڑا رہیگا۔ مگر جس نے توبہ کی اور (جہالت مین گناہ کرنیکے بعد) ایمان لایا اور ایسے کام کیے جو ہر قسم کے فساد سے خالی ہین تو ایسے لوگونکی بدیونکو (جو وہ کیا کرتے تھے) خدا نیکیو نسے بدلدیگا (اور وہ آیندہ بدی کے ارتکاب سے محفوظ رہینگے) اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے اور جو شخص توبہ کرے اور (توبہ کے بعد) ایسے عمل کرے جو نیک اور فساد سے خالی ہین تو وہ حقیقت مین خدا کیطرف سچا رجوع لاتا ہے۔ اور (خدا کے خاص بندے وہ ہین) جو جھوٹی گواہی نہین دیتے۔ اور جب اتفاقاً بیہودہ مشغلونکے پاس ہوکر گذرین تو کریم لوگونکی طرح گذر جاتے ہین (گویا انہین ان باتونسے کوئی تعلق ہی نہین) اور جب ان کو انکے پروردگار کی آیتین سناکر نصیحت کیجاتی ہے تو گونگے اور بہرے ہوکر انپر نہین گر پڑتے اور جو لوگ دعائین مانگتے رہتے ہین کہ اے ہمارے پروردگار ہمکو ہماری بیبیون اور اولاد سے آنکھونکی ٹھنڈک عطا فرما۔ اور ہمکو پرہیزگارون کا پیشوا بنا۔

ان آیات مین انہی عربون کی حالت کا ایک دوسرا نقشہ کھینچا گیا ہے جنکی پہلی حالت کا نقشہ یہ تھا۔ کہ وہ چارپایونکی طرح ہین یعنی جن کو محض کھانے پینے سے ہی غرض ہے اور وہ خدا سے ایسے دور پڑے ہوئے ہین جیسے چارپائے۔ اور یہ پاک تبدیلی ایک کامل انسان کے ذریعہ سے دنیا مین ہوئی کہ مدتونکے بگڑے ہوؤنکو ایسا سنوارا کہ آیندہ نسلونکے تمام راستبازونکے لیے وہ نمونہ اور پیشوا ٹھہرے۔ اب مین پوچھتا ہون کہ کسی مذہب کو اختیار کرنیسے ہماری اصلی غرض کیا ہے؟ جو شخص یہ کہتا ہے کہ مذہب کی غرض صرف یہ ہے کہ آیندہ جہان مین وہمی طور پر ہماری نجات ہوجاوے وہ غلطی کرتا ہے۔ سچی نجات جسکا حصول ہم مذہب کے ذریعہ چاہتے ہین صرف یہ ہے کہ ہماری زندگیون مین ایک پاک تبدیلی واقع ہوکر اسی دنیا مین ہمین نجات حاصل ہوجائے۔ اور یہی مذہب کی سچائی کا امتیازی نشان ہے کہ وہ آیندہ کے وعدو پر نہین ٹالتا بلکہ اسی جگہ انسان کو بدکاری اور گندگی سے نجات دے کر ایک پاک تبدیلی اسکے اندر پیدا کر دیتا ہے اب اس امتیازی نشان کے ساتھ اسلام نہین بلکہ کل مذاہب کو پرکھو اور کل دنیا کے مذہبی پیشواؤن کی زندگیونکا مطالعہ کرو۔ اور مین دعوے سے کہتا ہون کہ اس کامل اور پاک تبدیلی کا کوئی نمونہ تم ہرگز پیش نہین کرسکتے جو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہوئی سیل ہو یا کوئی اور پادری صاحب ہون اگر وہ ایک بھی نظیر اسکی پیش کردین کہ عرب کی طرح کوئی قوم ایسی ذلت کیحالت مین گری ہوئی اور ایسی غلیظون اور بدکاریون مین مبتلا تھی اور اسقدر تھوڑے عرصہ مین کسی مصلح نے اسکی ایسی کایا پلٹ دی اور اسکو روحانی اور اخلاقی اور تمدنی پہلوؤن سے ایسا اوج کمال پر پہونچا دیا تو بیشک اسلام کو دوسرے مذاہب پر کوئی ترجیح نہ ہوگی اور اسکے مقدس بانی کو اسپر درود اور سلام ہو دوسرے مصلحونپر کوئی فضیلت نہ ہوگی۔ مگر مینے جسقدر اس سوال پر غور کیا ہے اسیقدر

www.aalil.org

زیادہ صفائی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے اندر ایک کامل تبدیلی پاکیزگی کیطرف پیدا کرنیوالا صرف ایک ہی نبی ہے یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم۔ نہ ہی حضرت موسے اور نہ ہی حضرت عیسے علیہما السلام نے ایسی پاک تبدیلی اپنی اقوام مین پیدا کر کے دکھائی اگرچہ ہم ان دونونکو خدا کے سچے نبی اور برگزیدہ مانتے ہین مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی سب سے بڑھی ہوئی تھی اور یہ تمام انبیاء علیہم السلام اولین اور آخرین پر آپکی فضیلت ہے مین تو دلایل اور واقعات کو چاہتا ہون کسی دوسرے نبی یا مصلح کی زندگی مین ایسی عظیم الشان ایسی کامل اور ایسی خلاف امید تبدیلی کا کوئی نمونہ دکھاؤ اور مجھے اس امر کے تسلیم کرنے مین کوئی انکار نہ ہوگا کہ وہ نبی یا مصلح بھی خدا کیطرف سے تھا۔ مگر اے عیسائی صاحبان آپ بھی غور کرین ہان جنکے دلونمین کچھ بھی انصاف اور خداترسی باقی ہے وہ غور کرین کہ اس کامل اور عظیم الشان انسان کو جس کی پاک تبدیلی کی کوئی نظیر دنیا مین نہین ملتی مفتری اور کذاب کہا جاتا ہے کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی ظلم ہے کہ وہ شخص جو تمام نسل انسانی کا فخر ہے اسکو برا کہا جاوے اور برے ناموںسے یاد کیا جاوے اور ایک ضعیف انسان کو جسکی زندگی مین اس تبدیلی کے عشر عشیر کا بھی ثبوت نہین ملتا۔ خدا بنایا جاوے۔ ہمارے تمہارے درمیان ایک نہایت آسان راہ فیصلہ کی ہے اور وہ یہ کہ تم اس تبدیلی کی نظیر حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی سے نکالکر دکھاؤ۔ ہم انکی بھی وہی فضیلت مان لینگے مگر یاد رکھو کہ اگر ساری عمرین بھی تاریخ کی ورق گردانی مین خرچ کردو تو اس تبدیلی کی نظیر دنیا کے کسی کونے مین تمکو نہ مل سکے گی پس خداترسی اختیار کرو اور سچائی سے مت بھاگو۔

اسکے بالمقابل اب یہ دیکھنا ہے کہ یسوع نے کونسی تبدیلی یہودیون مین کی۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم نے اسکا مقابلہ اس تبدیلی سے کرنا ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کی تھی یعنی ایک قوم کو اس حالت مین پانا جسپر چار پایونکا لفظ صادق آسکے اور جسکی حالت ظہر الفساد فی البر والبحر کی مصداق ہو اور اسکو اس مرتبہ اور اوج کمال تک پہونچانا جسکا سچا نقشہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ مین کھینچا گیا ہے۔ اب میرا سوال پادری سیل صاحب سے یہ ہے کہ وہ ایمانداری سے اور موت اور اسکے بعد جو ابدی کے دن کو مدنظر رکھکر یہ بتائین کہ کیا حضرت مسیح نے یہودیونکو اس گری ہوئی حالت مین پایا جسمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عربونکو پایا تھا؟ کیا وہ بھی عرب کیطرح سخت بت پرست اور مشرک تھے؟ یا کیا سچی بات یہ ہے کہ وہ صدیو سے توحید پر قایم بلکہ توحید کے واعظ چلے آتے تھے اور بت پرستی اور انسان پرستی سے نفرت رکھتے تھے اور پھر کیا انکے درمیان اعلے درجہ کے تمدنی اور اخلاقی قوانین لکھے ہوئے موجود تھے یا عرب کیطرح وہ ان سب امورمین جاہل تھے؟ سیل صاحب یہ بھی ایمانداری سے بتاوین کہ کیا یہ سچ نہین کہ جو اخلاقی تعلیم حضرت مسیح نے دی وہ انکے درمیان ہمیشہ سے چلی آتی تھی؟ یہ تو ان قومونکی حالت مین فرق تھا۔ اب دوسری طرف اس بات کو بھی دیکھنا چاہیئے کہ

www.aaiil.org

اس قوم کی حالت مین جس کے لیے حضرت مسیح آئے اور جس کو کوئی نئی بات سکھانیوالی نہ تھی کیونکہ انکے پاس ضرورت زمانہ کے مطابق ایک کامل شریعت موجود تھی کیا تغیر واقع ہوا۔ اس جگہ ہمین اور بھی حیرانی ہوتی ہے کہ حالانکہ حضرت مسیح کا منشا انکی پرانی رسوم اور شریعت کو دور کرنیکا تھا اور نہ ہی انکی کوئی نئی تعلیم تھی جو یہودیونکی تعلیم کے مخالف ہوتی پھر بھی حضرت مسیح نے قوم یہود پر کوئی نمایان اثر پیدا نہین کیا۔ چہ جائیکہ عرب جیسی عظیم الشان تبدیلی کا نام لیا جاوے۔ اگر ایک شخص تاریخ کو ہاتھ مین لیکر حضرت مسیح کے آنیسے پہلے قوم یہود کے حالات کو مطالعہ کرے اور پھر آپ کی موت کے بعد انکے حالات پر غور کرے تو وہ قطعًا پتہ نہین لگا سکتا کہ انکے درمیان کوئی مصلح بھی پیدا ہوا تھا کیونکہ کوئی نمایان فرق یا کوئی ترقی اس قوم کیحالت مین نظر نہین آتی۔ طالبان حق دیکھ سکتے ہین کہ مین یہ کسی مذہبی تعصب کیوجہ سے نہین کہتا کیونکہ ہم بھی حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا سچا نبی مانتے ہین بلکہ واقعات اور تاریخ سے یہی ثابت ہوتا ہے اور نہ صرف انکی زندگی مین ہی حضرت مسیح کی تعلیم کا کوئی اثر یہودیونپر نہین ہوا۔ بلکہ کم ازکم سو سال گذر جانے تک بھی یہودیون نے حضرت مسیح علیہ السلام کو بلحاظ دشمن کے بھی کوئی وقعت نہین دی۔ ہان جب اصل تعلیم مسیح کی گم ہوگئی اور ایک بت پرست قوم کے اصول کو لیکر ایک نیا سلسلہ آپکے نام پر قایم کیا گیا اسوقت یہودیونکو اسطرف خیال آیا کیونکہ یہ نیا سلسلہ حضرت مسیح کی تعلیم کے ایسا ہی خلاف تھا۔ جیسا بنی اسرائیل کے کل نبیونکی متفقہ تعلیم کے۔ حضرت مسیح کی زندگی کے واقعات اناجیل مین جنکو عیسائی صاحبان الہامی مانا کرتے تھے اور ان واقعات سے ہرگز ثابت نہین ہوتا کہ یہودیون مین بھی کوئی عظیم الشان تبدیلی آپکی تعلیم سے پیدا ہوئی تھی۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسی گمنامی کی حالت مین آپ دنیا مین آئے تھے ویسی ہی گمنامی کی حالت مین اس دنیا سے نہین مگر اس ملک سے ضرور کوچ کر گئے۔ قوم یہود مین آپکی تعلیم سے کوئی روحانیت پیدا نہین ہوئی۔ بلکہ بظاہر ایک ناکامی کی حالت مین ہی گذر گئے۔ (اگرچہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ وہ کامیابی جو ایک سچے نبی کو ہونی چاہیئے وہ آپکو دوسری اسرائیلی اقوام مین حاصل ہوئی جو کشمیر اور افغانستان مین آباد ہوچکی تھین) یہی وجہ ہے کہ یہودیون نے اپنی روایات اور کتب اور تاریخ مین مدت تک حضرت مسیح کا ذکر بھی نہین کیا گویا وہ اسکے آنے اور نہ آنے کو برابر سمجھتے تھے۔ اب خدا کے لیے کوئی غور کرنیوالا ہو کہ کہان یہ گمنامی اور ناکامی کہ ایک پڑھی پڑھائی قوم کیحالت کو بھی سنوار نہ سکے اور کہان وہ حیرت انگیز تبدیلی کہ وحشی ہونیکی حالت سے نکالکر کمال انسانی کے اوج پر پہونچا دیا۔ اے عیسائی صاحبان خدا سے خوف کرکے آپ بتاوین کہ ان مین سے کسکو الوہیت کا مظہر اتم اور فخر ولد آدم کہنا چاہیئے تم اسکا جو چاہو نام رکھ لو مگر یاد رکھو کہ جو اسکے احسان دنیا پر ہین تم انکا انکار نہین کرسکتے اور جو پاک تبدیلی اسنے پیدا کر دکھائی تم اسکی کوئی نظیر پیش نہین کرسکتے۔

www.aaiil.org

اس سورج کی روشنی تو تمہارے سروں پر پڑ رہی ہے پھر تمہیں اس سے کیا فایدہ کہ اس روشنی کے سرچشمہ کو تاریکی کا سرچشمہ کہو اور خود تاریکی سے باہر نہ نکلو کیونکہ واقعات سے سیل اور میور بھی انکار نہیں کر سکتے ہیں پیروی تو اسکی کرنی چاہیئے جو ہمیں پاکیزگی عطا کر سکتا ہے۔ پس دیکھ لو کہ دنیا میں زیادہ پاکیزگی پھیلانیوالا اور اپنے مشن میں بڑا کامیاب کون ہے۔ اگر تیرہ سو سال کے تعصب کو الگ کر دو تو تم اسکی عظمت کو صبح صبح دیکھلو گے اور اپنی روحوں کے اندر اس پاک انسان کی پاکیزگی کے اثر کو محسوس کر لو گے۔

لیکن اگر یہ کہا جاوے کہ یہودیوں نے اسکی تعلیم کو ہی قبول نہ کیا تو اس سے اسکا اثر کیا پڑتا تو اول سوال تو یہ ہے کہ یہ بھی تو کامی ہے کہ جس قوم کیلیے بھیجے گئے تھے اسی نے تعلیم قبول کرنیسے انکار کر دیا لیکن اس سوال کو چھوڑ کر بھی کوئی عظیم الشان تبدیلی ان معدودے چند اشخاص کی حالت میں نظر نہیں آتی۔ جنہوں نے آپکے مشن کو قبول کر لیا تھا۔ ایک پاکیزہ اور تبدیل شدہ زندگی کی پہلی علامت یہ ہے کہ ایسے شخص میں استقامت پیدا ہو جائے کیونکہ جس شخص میں اتنی طاقت نہیں کہ تھوڑی سی آزمایش کا مقابلہ کر سکے وہ بدی کی عظیم الشان طاقتوں کا کیونکر مقابلہ کر سکیگا۔ یاد رکھو کہ جس شخص کا ایمان کچا ہے اسکے عمل بھی اسی حالت میں ہیں۔ جبتک ایک آدمی خدا کی محبت کی کٹھالی میں نہ ڈالا جاوے اور جبتک وہ ابتلاؤں کی تیز آگ سے صاف بچکر نہ نکل آوے اسوقت تک اسکی روح سفلی تعلقات سے الگ نہیں ہو سکتی اور نہ حقیقی پاکیزگی تک پہنچ سکتی ہے اور ایسے شخص کی تبدیلی بھی ناتمام ہے۔ اب جب ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی حالت کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ سخت سے سخت ابتلاؤں میں ڈالے گئے اور آزمایشوں کی چکیوں میں پیسے گئے مگر وہ صحیح سلامت اور کامیاب نکلے ابتدا میں انکو جو تکلیفیں دی گئیں انکے ذکر سے بھی بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ مکہ میں بعض وقت انکی یہ حالت ہوتی تھی کہ سخت گرمی میں دوپہر کے وقت جلتی ہوئی ریت اور پتھر وغیرہ انکو ننگے ڈالدیا جاتا اور اسپر کوڑوں سے پیٹا جاتا مگر اسوقت بھی جب وہ گرمی کی شدت اور پیاس کی تیزی اور مار کی سختی سے نیم مردہ ہو جاتے تب بھی انکے مُنہ سے یہی لفظ نکلتے کہ لا الہ الا اللہ۔ پھر ان مصیبتوں کے بعد انکو اپنا وطن چھوڑ کر ایکدوسرے ملک میں پناہ لینی پڑی اور گھر بار سب چھوڑنے پڑے پھر بھی انہوں نے ثابت قدمی دکھائی۔ آخر جب یہ جلاوطن واپس آئے تو کفار کیطرف سے اور بھی بڑھکر دکھ دیا جانے لگا چنانچہ پھر دوسری دفعہ سب کے سب ہجرت کر کے مدینہ میں پہونچے اور یہاں فاقہ کشی اور سخت محنتوں سے گذارہ کیا لیکن اسلام پر ویسے ہی ثابت قدم رہے۔ مگر یہاں انکی مصیبتوں کا انتہا نہیں ہوا۔ بلکہ اب کفار پہلے سے بھی تند ہو کر انکو نابود کرنیکے درپے ہوئے اور ان تاجر پیشہ کاروں کو جنکو تیرہ سال دکھ اٹھاتے ہو گئے تھے اور کبھی کسی کے سامنے نہ زبان کھولی

www.aaiil.org

تھی اور نہ ہاتھ اٹھایا تھا۔ اب اپنی حفاظت کے لیے بالمقابل جنگ کرنا پڑا۔ مگر انہون نے اپنے پیارے نبی کے ساتھ کو نہ چھوڑا اور ہر ایک تکلیف اور ہر ایک مصیبت کو گوارا کیا۔ گھر چھوڑے مال چھوڑے۔ مارین کھائین اور آخر جانین بھی دین اللھم صل علے محمد وآل محمد واصحاب محمد وبارک وسلم انک حمید مجید۔ یون شروع سے لیکر یعنی اسوقت سے جب انہون نے پہلے اسلام کو قبول کیا اخیر تک تکلیفین ہی تکلیفین انکی راہ مین رہین مگر وہ استقامت انہون نے دکھائی جو ایک غور کرنیوالی طبیعت کو حیرت مین ڈالدیتی ہے وہ مصایب کے مقابلہ سے تھکے نہین بلکہ ایک چوتھائی صدی کی انہین حالتون مین گذاری مگر اس حق کو چھوڑنا جسکو وہ بصیرت سے قبول کر چکے تھے انکے لیے موت سے بدتر تھا جس ایمان پر انہون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قبول کیا تھا۔ اسی ایمان پر انکا خاتمہ بھی ہوا۔ دنیا مین ایسی نظیرین تو ہونگی کہ مذہب کی بنا پر لوگون نے موت کو قبول کیا اور اپنے مذہبی عقاید کو نہ چھوڑا مگر ایسی حالتون کا ہم اندازہ نہین لگا سکتے کیونکہ ہم نہین جانتے کہ اگر انکی مصیبتون کو لمبا کیا جاتا تو وہ قایم رہتے یا پھر جاتے۔ بعض وقت فوری جوش سے انسان بہت کچھ کر گذرتا ہے۔ لیکن یہ نظیر کہ شروع سے لیکر آخر تک مصایب کا مقابلہ ہو اور مصایب بھی وہ جو دن بدن بڑھ رہے ہون اور تیئیس سال کا لمبا زمانہ انہین مصایب مین گذر جائے اور پھر بھی ایمان مین ذرہ بھر تزلزل نہ ہو۔ اسکی نظیر دنیا مین کوئی نہین اور ہرگز نہین۔

اس حیرت انگیز استقامت کا مقابلہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے دکھائی حضرت مسیح کے عام مریدون سے بلکہ خاص حواریون سے ہی کرو۔ اور افسوس سے کہنا پڑے گا کہ اس استقامت کی بو بھی انمین نہین پائی جاتی۔ اور نہ ہی انہون نے اپنے مرشد سے وفاداری کا کوئی ثبوت دیا ہے اول تو حضرت مسیح ایک ایسی گورنمنٹ کے ماتحت تھے جو ایک نہایت منتظم گورنمنٹ تھی جسکے نیچے مذہبی بنا پر کسیکو دکھ نہ دیا جاسکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہودیونکو یہ جرات نہ ہوئی کہ آپکو یونہی مار ڈالتے بلکہ عدالت کے سامنے پیش کرنا پڑا اور خود حضرت مسیح نے بعض اوقات ایسے کام کیے ہین جنسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابتدا مین ایک مظلوم کے رنگ مین نہ تھے۔ مثلاً یوحنا ۲-۱۵ کو پڑھو کہ کس طرح انہون نے خرید وفروخت کرنیوالونکی میزونکو الٹا دیا اور انکو مار کر ہیکل سے باہر نکالدیا۔ ایسے شخص کے پیرونکو کسیکے دکھ پہونچانیکا کیا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ ہان دس یا باران آدمیون نے تخت ملنے کے وعدے پر اپنے کاروبار چھوڑ دیئے تھے مگر اسبات کا ثبوت نہین ملتا کہ مچھلی پکڑنے والے جالونکے سوا اور..... کوئی جائیداد بھی وہ چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ ایک ہی واقعہ حضرت مسیح کو ساری عمر مین ایسا پیش آیا تھا جب انکے مریدونکو کسیقدر استقامت دکھانی چاہیئے تھی مگر وہ موقعہ بھی ایسا نہ تھا کہ انہین اپنی جانون کا کوئی خطرہ ہوتا۔ مگر اس نازک وقت مین جب حضرت مسیح علیہ السلام

www.aaiil.org

کو حوالات مین کر دیا گیا۔ آپکے خاص الخاص حواری پطرس نے بھی یہ نمونہ دکھایا کہ ذراسی بات پر یہ جھوٹ بولدیا کہ مین مسیح کا مرید نہین بلکہ اسکو جانتا بھی نہین۔ کیا یہی استقامت اور تبدیلی ہے جسکی بنا پر حضرت مسیح کو خدا بنایا جاتا ہے؟ اور یہی وہ لوگ ہین جن کو گناہ سے نجات یافتہ کہا جاتا ہے؟

مین اس بات سے انکار نہین کرتا۔ کہ حضرت مسیح نے اپنے چند حواریون مین جو انکلیون پر گئے جا سکتے ہین کسیقدر تبدیلی پیدا کی ہو۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ جہان ایک ایسی ادھوری اور محدود تبدیلی کے پیدا کرنیوالے کو خدا یا خدا کا بیٹا بنایا جاتا ہے۔ اس فخر نسل انسانی کو جسکی تبدیلی کی اسکی کیفیت اور کمیت کے لحاظ سے دنیا مین کوئی نظیر نہین جھوٹا نبی کہا جاتا ہے۔ پادریصاحب اور انکے ہم عقیدہ لوگونکو چاہیئے کہ انصاف کرین اور واقعات کی بنا پر کسیکو سچا یا جھوٹا کہین۔ ان دونون بزرگ نبیون مین مقابلہ کرو اور واقعات کے رو سے جو افضل ہے اسے افضل کہو۔ اگر حضرت مسیح علیہ السلام نے یہودیونکو اس سے بدتر حالت مین پایا تھا جس حالت مین ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے عربونکو پایا۔ اور پھر ان مین اس سے بڑھکر پاک تبدیلی پیدا کر دکھائی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عرب مین کی۔ تو ہمین مسیح کو افضل ماننے سے کوئی انکار نہین لیکن اگر تاریخ اور واقعات سے اسکے خلاف ثبوت ملے یعنے عرب کی پہلی حالت یہودیون سے بہت بدتر اور انکی دوسری حالت یہودیونکی دوسری حالت سے بہت افضل ثابت ہو جیسا کہ مین دکھا چکا ہون تو پھر عیسائی صاحبان کو چاہیئے کہ تعصب اور طرفداری کو چھوڑکر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کو تسلیم کرین۔ مین نہین جانتا کہ پادری سیل صاحب ان بیّن دلایل سے کچھ فایدہ اٹھائینگے یا نہین لیکن جو معیار صداقت اور فضیلت کا مینے یہان بیان کیا ہے اس سے کسی سمجھدار آدمی کو انکار نہین ہو سکتا۔ ہان اگر عیسائی صاحبان کوئی اور معیار انبیاء کی صداقت اور فضیلت کا پیش کر سکتے ہین جسکے رو سے توریت کے تمام انبیاء اور مسیح علیہ السلام کی نبوت کو پرکھ سکتے ہون اور انکے حق و باطل ہونیکو بین طور پر سمجھ سکتے ہون تو ہم اس معیار سے بھی یہ ثابت کر دینگے کہ فضیلت ایک ہی کیلئے ہے۔ جس معیار سے چاہو دیکھ لو اور وہ ایک حضرت محمد مصطفے احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہین۔

جو معیار فضیلت مینے پیش کیا ہے۔ وہ نہایت صاف ہے کیونکہ جو شخص خود اللہ تعالےٰ سے اعلے درجہ کا صاف اور پاک اور مضبوط تعلق نہین رکھتا وہ دوسرونکو حقیقی پاکیزگی پر کیونکر قایم کر سکتا ہے اور انکا تعلق اللہ تعالےٰ کے ساتھ کیونکر قایم کر سکتا ہے۔ پس جو تبدیلی کوئی شخص پیدا کرتا ہے۔ وہی اسکی صداقت اور فضیلت پر دلیل ہے۔ پس اگر دلایل سے کام لیا جاوے تو کوئی فلاسفر۔ کوئی ہمدرد بنی نوع کوئی مصلح کوئی نبی ایسا نہین جو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی برابری کا دعوے کر سکے اور یون کل

www.aaiil.org

نسل انسانی پر آپکی فضیلت ثابت ہے۔ اس معیار سے بڑے بڑے لمبے مذہبی مباحثات کا چند لفظون مین ہی فیصلہ ہو جاتا ہے لیکن اگر کسی معیار کے رو سے ہم کسی مدعی کی صداقت کو نہ پرکھین بلکہ ہر بات مین اس کی نیت اور ارادہ پر حملہ کرین تو کونسا نبی ہے جو اعتراضون سے بچ سکتا ہے۔ پادری سیل صاحب دہریونکی کتابون سے ناواقف نہین جنہون نے حضرت مسیح پر اسقدر حملے کیے ہین کہ اور کسی نبی پر اتنے اور ایسے سخت حملے نہین ہوئے مین یہ تو نہین کہتا کہ جو پادری صاحبان اسلام پر قلم اٹھاتے ہین وہ بھی واقعی دہریہ ہی ہین لیکن اگر ان کی تحریرون مین ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کی بجائے حضرت مسیح علیہ السلام کا نام درج کر دیا جائے تو یہ تحریرین بعینہ دہریونکی تحریرین بن جائین گی۔ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر پادری سیل کا یہ اعتراض صحیح ہے کہ چونکہ چند لوگ جو حنیف کہلاتے تھے اور بت پرستی کے مخالف تھے آپ سے پہلے پیدا ہو چکے تھے اور اسلیے ضروری ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دعوے وحی الہی کی بنا پر نہ تھا بلکہ حنیفونکی طرف دیکھکر ہی آپنے بھی دعوے کر دیا تھا تو حضرت مسیح تو اور بھی قابل الزام ٹھہرتے ہین کیونکہ آپ سے پہلے ایک عظیم الشان فرقہ جو اسین کے نام سے پکارا جاتا ہے موجود تھا جسکی تمام تعلیم وہی تھی جو بعد مین حضرت مسیح نے دینی شروع کی جس سے وہی طرز استدلال اختیار کرکے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح نے بھی اس فرقہ کی طرف دیکھکر اور انہین کی تعلیم چرا کر خود وعظ کرنا شروع کر دیا تھا۔ اگر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض پادریصاحب کرتے ہین کہ آپکو کسی فرضی راہب سے یہودیون اور عیسائیون کی تعلیم کا پتہ لگ گیا تھا تو حضرت مسیح پر یہ الزام ثابت شدہ ہے کہ آپنے توریت اور دوسری یہودیون کی کتابونکو سبقاً سبقاً استاد سے پڑھا تھا اور آپکی تمام تعلیم انہین تحریرون سے لی گئی ہے۔ مین پادری سیل صاحب کو یقین دلاتا ہون کہ اگر وہ حضرت مسیح کی زندگی اسی طرز پر اور ویسے ہی خیالات کو دل مین لیکر لکھنا شروع کرے تو جو کچھ وہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ثابت کرنا چاہتا ہے اس سے بھی بدتر حضرت مسیح کو پائے گا +

اصل بات یہ ہے کہ پادریصاحبان کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور فضیلت کی یہ نمایان دلیل کہ آپنے وہ تبدیلی پیدا کی جو اور کسی نے نہین کی کھٹکتی رہتی ہے اور اسلیے اسکے اثر کو کم کرنیکے لیے اس طرح کے فضول عذر تراشتے رہتے ہین کہ عرب پہلے سے ہی اس عظیم الشان تبدیلی کے قبول کرنیکے لیے تیار تھا۔ اگر پادری صاحب کو ان جھوٹے اور بے بنیاد دعوون سے کچھ تسلی بھی ملتی ہے اور آپکی لاانظیر کامیابی کے لیے ظاہری وجہ انکے نزدیک پیدا ہو جاتی ہے تو اس سے انکو فائدہ کیا کیونکہ پہلے تو انہین اس بات کا فکر چاہیے کہ حضرت مسیح کیون ناکام رہے اور کیون انکو وہ کامیابی نصیب نہ ہوئی جو انکے نزدیک ایک جھوٹے کو ہوئی۔ یہ مذہب کی حمایت نہین بلکہ مذہب سے ہنسی ہے کہ جو ناکام ہو اسے خدا بنایا جائے۔ اور جو کامیاب ہو اسے جھوٹا کہا جائے یہ تو خدا پر اعتراض ہے کہ وہ چپکا بیٹھا دیکھتا رہا یا اس مین اسقدر طاقت نہ تھی کہ ایک جھوٹے کی کامیابی کو روک سکتا اور اپنے بیٹے کو تھوڑی سی مدد دیکر کامیاب کر سکتا! اے پادریصاحبان

www.aaiil.org

کب تک حق سے گریز کروگے اور باطل کی تائید کروگے۔ خدا سے ہنسی مت کرو۔ وہ وہ طاقتور خدا ہے جو مفتری کو اپنے وعدوں کے مطابق پیس ڈالتا ہے اور ہلاک کر دیتا ہے اور اسے نامراد رکھتا ہے اور جھوٹا اس سے وہ تائید کبھی نہین پاتا جو سچا پاتا ہے۔ اور بہر حال اگر تم کسی کی کامیابی کی کوئی وجہ بھی تلاش کرلوگے تو آخر اسکی کامیابی تو کامیابی ہی رہیگی! اور جو ناکام ہوا ہے اسکی ناکامی کی کوئی وجہ اس ناکامی کو کامیابی سے تبدیلی نہین کر سکتی۔ آخر کس کے ارادے کے مطابق وہ عظیم الشان تبدیلی عرب مین واقع ہوئی اور کس نے یہ چاہا کہ اس قسم کی نمایان کامیابی سوائے اس ایک کے اور کسی کو حاصل نہ ہو؟ کیا خدا کے سوا کسی اور کے ارادے کے مطابق یہ کام ہو رہے تھے! احمق آدمی نہین جانتا ہے کہ جس حق کو وہ چھپانا چاہتا ہے آخر وہ ظاہر اور کامیاب ہوکر رہیگا۔ (باقی آیندہ)

انگلستان مین اخلاق اور مذہب کا زوال

میری کوریلی کی کتاب "آزاد رائین" حال مین شایع ہوئی ہے اور انگریزی پریس مین اسکی بہت کچھ مخالفت اسوجہ پر ہوئی ہے کہ عیسائی ممالک کی موجودہ مہذب سوسائیٹی کے بعض حالات اس نے کھولکر بیان کر دیئے ہین اور آج کل کے مہذب مورخین کی طرح عیبون کا اخفا نہین کیا۔ دو بڑی باتین جو اس مین بیان کی گئی ہین وہ بدکاری کی کثرت اور مذہب کا زوال ہین اور ان دونون امور مین کتاب کی مصنف کے بیان مین کسی قسم کا مبالغہ نہین پایا جاتا۔ کیونکہ بڑے بڑے لوگون نے اس سے بھی بدتر نقشہ مہذب سوسائیٹی کا کھینچا ہے۔ ایک جملہ اس کتاب پر یہ بھی کیا گیا ہے کہ اسکی طرز تحریر سخت ہے۔ مگر جہان سوسائیٹی اپنے بعض عیبوں کا اخفا کرنا چاہتی ہو وان کا اظہار ضرور ہے کہ سخت معلوم ہو۔ انگلستان مین مذہبی عقاید کے زوال کے متعلق پہلے یہ دو سوال کیے گئے ہین "کیا تم اس مذہب پر دل وجان سے ایمان رکھتے ہو جسکے پیرو ہونیکا تم زبانی اقرار کرتے ہو؟ کیا یہ سچ نہین کہ تم اسکے ایک لفظ پر بھی ایمان نہین لاتے اور صرف رسم ورواج کے طور پر اسکے پیرو بنے ہوئے ہو؟ ان سوالون کا جواب دیتے ہوئے عام حالت یون بیان کی گئی ہے۔

"تم جو ایمان نہین لاتے مگر رسم ورواج کی خاطر جھوٹا اقرار ایمان لانیکا کرتے ہو۔ سوچو کہ تم کیا ہو۔ تم اپنے آپکو نیک اور معزز سمجھتے ہو مگر واقعات واقعات ہی ہین اور تم ایمان کا دعوے کرنے مین کذاب ہو۔ دن کی صاف روشنی تمپر پڑتی ہے اور تمکو منافق جانتی ہے تم ایک بدبخت انسان ہو جو رسم کی دیوانہ وار تقلید مین خدا کو بھی دھوکا دینے کی نکمی کوشش کر رہے ہو۔ مرد ہو یا عورت جو کوئی تم ہو جھوٹ بولنے سے شرم کرو۔ صاف طور پر اقرار کرو کہ تم

ایمان نہین لاتے پھر کم از کم اس صاف گوئی کے لیے تمہاری عزت کیجائیگی رسم کیخاطر یہ نہ دکھاؤ کہ ہمارے مذہبی خیالات اس فرقہ کیطرف مایل ہین یا اُس فرقہ کیطرف پھر ہم تمہین کذاب یا منافق نہ کہین گے" یہ حالت صرف عوام کی ہی نہین بلکہ کلیسیا اور اسکے عہدہ دارونکی حالت جو پیشوایان مذہب کہلاتے ہین اس سے بھی بدتر بیان کیگئی ہے" یہ بالکل سچ ہے کہ ہمارے اکثر گرجے مسیح کی اصلی تعلیم کے بالکل مخالف پڑے ہوئے ہین اور یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ ہم اپنی روزانہ زندگیون مین ٹھیک اس طرز پر چل رہے ہین جس پر مسیح نہایت سخت الفاظ مین لعنت بھیجتا۔ عوام کیحالت کو مدنظر رکھکر یہ کہدینا تو آسان ہے کہ لندن کافر ہورہا ہے لیکن اگر پادریون اور پیشوایان مذہب کو کافر کہا جائے تو یہ بالکل درست ہوگا ان بڑے بڑے عہدہ داران کلیسیا کی حالت پر غور کرو جو اس عقیدہ کے ایک لفظ پر بھی ایمان نہین لاتے جسکا اقرار وہ زبانی کرتے ہین اور جو ہر روز مسیح کے ساتھ دھوکا بازی کرکے روپیہ کے وصول کرنے مین یہودا اسکریوطی کا کام کرتے ہین ان دین کے خادمونکی حالت پر غور کرو جو اپنی روزمرہ زندگیونکے ہر ایک لفظ اور فعل مین اصل عیسائیت سے الٹ چل رہے ہین ان جبون والے منافقونکو دیکھو جو دوسرونکو وعظ کرتے ہین مگر خود اسکے ایک لفظ پر بھی عمل کرنیکی کوشش بھی نہین کرتے ان بے ایمان اور دنیادار پادریونکو دیکھو جو دولتمندون اور ارلڈونکے گھرون مین ہمیشہ دیکھے جاتے ہین نہایت عمدہ پوشاک پہنے ہوئے اور عمدہ عمدہ کھانے کھاتے ہین اور پھر ہوسائیٹی کی بدکاریونکا ایسے مزے لیکر ذکر کرتے ہین جیسے کوئی عام رند جو دوسرے کی بیوی کو نیکی کی راہ سے پھیرکر اغوا کرتا ہے۔ ان کینہ ور تنگدل بھگڑالو چھوٹے چھوٹے گرجا گھرونکے پادریونکی حالت پر غور کرو جو اپنے اہل محلہ کو بجائے احسان ادائیگی حقوق ہمسائیگی نیکی اور وحدت کا سبق دینے کے انکو ایکدوسرے سے لڑواتے ہین اور کافر و نشے بدتر بلکہ خالص وحشیانہ سلوک ان سے کرتے ہین"

اس مین شک نہین کہ کلیسا ان باتونکے کہنے کو برا سمجھتی ہے بلکہ بعض لوگ انکو مبالغہ سمجھتے ہین مگر میرا خیال ہے کہ جو بیحیائی اور بدکاری اس نام کے مقدس دائرے کے اندر ہوتی ہے اسکا پورا پورا اظہار نہ ہی ہوا ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔ روزمرہ ہم امریکا اور انگلستان کی اخبارون مین پادریونکی بدمستی شرابخوری اور زناکاری کے قصے پڑھتے ہین یہان ہندوستان مین ہی ایک پادریصاحب جو بھیڑ کہلاتا اور بھیڑیئے کا کام کرنا پسند کرتے ہین پکڑے گئے کیونکہ انکے متعلق یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ یتیم لڑکیون سے جو انکے سپرد تھین بدفعلی کرتے رہے اور عجیب بات یہ ہے کہ یہ سترھوین غریب لڑکی تھی جسکی عصمت پر حملہ ہوا اور اگر پادریصاحب اپنے وحشیانہ جذبات کو سولہ تک ہی محدود رکھتے تو کون انکے تقدس مآب ہونے مین شک کرسکتا تھا۔ سو یہ کمتر ہوتا ہے کہ اصل حقیقت ظاہر ہو۔ انگلستان مین جو ایسے واقعات پبلک ہوئے ہین انکے متعلق میری کوریلی لکھتی ہے" جب عام

www.aaiil.org

طور پر بدنامی کا یہ بہہ داغ ایک پادری کے دامن پر لگتا ہے تو زیادہ شرم اور مایوسی اور افسوس کا مقام ہوتا ہے۔ جب ہم ان طبقون مین ان لوگونکے حالات کو دیکھتے ہین اور اکثر ایسے حالات ہمارے دیکھنے مین آتے رہتے ہین جو بجائے زندگی کی پاکیزگی اور چال چلن کی صفائی کا نمونہ دکھانیکے اپنے آپکو اور اپنے اعلے مرتبہ کو بدترین سیہ کاریون سے جو جاہل سے جاہل وحشی مین بھی بری معلوم ہوتی ہین ذلیل کرتے ہین تو سخت ہی افسوس اور حیرت ہوتی ہے کہ یہ لوگ جنسے یہ امید رکھی جاتی ہے کہ وہ غلط کار انسانونکو سیدھی راہ پر لائین ان کی اپنی یہ حالت ہے۔ گذشتہ چند سالون مین بہت سے آدمیونکی ایسی مثالین ملتی ہین جو کلیسیا کے عہدہ دارون مین تھے اور جنہون نے عمداً شوخی اور بدمستی سے عزت اور نیکی کے ہر ایک پاک قانون کو توڑا اور انکی یہ سیہ کاریان اور بھی بیباک معلوم ہوتی ہین۔ جب ہم انکے سفید (چہرون نہین بلکہ) عقاید کو دیکھتے ہین"۔

روحانیت کی یہ گری ہوئی حالت کیون پیدا ہوئی ہے اسلیے کہ دنیا اور دولت کی محبت بڑھ گئی ہے اور یہ ایسی بیماری ہے جو عیسائی ممالک مین اعلے سے لیکر ادنے تک کو لگی ہوئی ہے یہ بالکل سچ ہے کہ انسان کے دلمین دو معبودون کی محبت نہین ہوسکتی۔ یا خدا کی پرستش کیلیے جگہ ہوگی اور یا دولت کے دیوتا کی پرستش کیلیے۔ عیسائی دنیا کی کل توجہ اور عقد ہمت اسوقت دولت کے جمع کرنے اور دنیوی آسایشونکے حصول مین لگی ہوئی ہے چنانچہ کتاب زیر ریویو کی مصنف لکھتی ہے "ایک نظر ان متکبرونکی طرف اٹھاکر دیکھو جو خداوند کے خادم کہلاتے ہین۔ اور پہلے درجہ کے خود پرست جھگڑالو لڑاکے تنگ خیال ہین یعنی پوپ اور اسکے بڑے بڑے عہدیدار یا کنٹربری کا لاٹ پادری۔ اور اسکے بشپ ڈین۔ ڈین اور چھوٹے چھوٹے عہدیدار۔ یہ لاکھون فرقے اور یہ امیرانہ ٹھاٹھ والے اور دنیا کے طلبگار جو یہ کہتے ہین کہ ہم انجیل کی وعظ کرنیکے لیے بلائے گئے ہین ان سے پوچھو کہ تمہارے پاس تمہارے ایمان لانیکی کونسی شہادت ہے۔ اور کونسی شہادت اس امر کی ہے کہ تم اسی آقا کے پیرو ہو جو عیاشی کو کبھی پسند نہین کرتا تھا اور جسکے پاس سر رکھنے کیلیے بھی جگہ نہ تھی۔ اور تم عام لوگو! تم کیونکر یہ دعوے کرسکتے ہو کہ تم اس غریب اور معمولی انسان کے پرستار ہو جبکہ تم اپنی زندگی کے ہر ایک فعل سے یہ ثابت کر رہے ہو کہ تم زمین اور آسمان کی سب چیزونسے زیادہ دولت سے پیار کرتے ہو اگر تم جو کروڑہا روپے کے مالک ہو کبھی دین کیلیے خرچ بھی کرتے ہو تو صرف اسقدر اور اس غرض سے کہ تمہاری شہرت ہو اور تمہارا نام بڑا ہو۔ کیون تم اتوار کے دن اپنے منافق سرونکو یسوع کے نام کے آگے جھکاتے ہو جو بظاہر ایک بڑھئی کا بیٹا تھا اور بڑھئی کا کام کرتا تھا! اور حالانکہ تم ایسے کام کرنیوالون اور مزدوری پیشہ لوگونکو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہو اور جب فقیر تمہارے دروازے پر آتا ہے تو اسے لات مار کر نکالدیتے ہو"۔

بدکاری کے پھیل جانیکو عیسائی اور غیر عیسائی سب نے مانا ہے مگر اس کتاب کی مصنف اعلے درجہ کی سوسائٹی مین اسکے بہت ہی زیادہ پھیلجانے پر نہایت افسوس کرتی ہے "مگر تمدن کے دایرے مین سب سے بڑی بدبختی یہ ہے

www.aaiil.org

کہ بدکاری کا ارتکاب دن بدن زیادہ کھلے طور پر ہونا شروع ہوگیا ہے! اور معاہدہ نکاح سے نہایت بیحیائی سے بیوفائی دکھائی جاتی ہے اس بارے مین انگریزونکے سب سے اعلے طبقہ کی سوسائیٹی سب سے بڑھی ہوئی ہے اور اس زمانہ کی سب سے بڑی مثالین اس مین ملتی ہین۔ یورپ یا امریکہ مین جو کچھ ہی کہ خدا سے دوری اور رندگی کی زندگیان بسر کیجاتی ہون ہمین کرنا یہ ماننا پڑتا ہے کہ گریٹ برٹن مین وہ لوگ موجود ہین جو تاریخی طور پر اپنے نامونکی عزت اور اپنی وجاہت کے سبب سے تمام ملک مین مشہور ہین جو اپنے گھر مین اپنی بیویونسے زنا ہوتا ہوا دیکھکر بھی نہایت بزدلی سے خاموشی اختیار کرتے ہین۔ اور دوسرون کے لڑکون کو اپنے لڑکے تسلیم کرتے ہین حالانکہ انکو خوب علم ہوتا ہے کہ وہ بچے ولد الزنا ہین۔ ہم نے ایک بڑے ذی رتبہ امیر کا حال سنا ہے جو ایکدوسرے آدمی کی عورت سے زنا کرتا تھا اور جب اس بات کا چرچا عام ہوگیا تو دیوث خاوند نے اس بیحیائی پر پردہ ڈالنے کے عوض ساٹھ ہزار پونڈ کی رقم قبول کی اور اسی بات پر بالکل خاموشی ہوگئی۔ اور اب وہ دونون فریق اعلے درجہ کی سوسائیٹی مین اس سے بھی زیادہ عزت اور ادب کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہین جیسے کہ وہ پاک اور بے عیب ہونیکی حالت مین دیکھے جاتے اس لیڈی کی تصویر جسکی زناکاری کی قیمت ساٹھ ہزار پونڈ لی گئی تھی بالتصویر تحریرون مین عموماً دیکھی جاتی ہے اور اسکے نیچے یہ موزون الفاظ درج ہوتے ہین کہ وہ عفت اور پاکیزگی کی ایک مجسم تصویر اور سفید کبوتری ہے۔ اس بیحیائی کے قصے مین اصل ملزم سے بھی بڑھکر وہ قیشنیبل لوگ قابل الزام ہین جو انکے اس چال چلن کو

اسکے علاوہ اس کتاب مین اور بہت سی چھوٹی چھوٹی بدیون کا ذکر ہے جیسے مہمان نوازی کا مفقود ہونا۔ گھر کے اندر کی خوشحالی کا زوال۔ فاخرہ لباس کا جنون۔ عورتونکا اجرت دیکر اخبارون مین اپنے متعلق یہ شایع کرانا کہ فلان عورت نہایت خوبصورت اور جوان اور دلفریب ہے اخبارونکی گندہ حالت جو کالمونپر کالم یہی بیان کرنے مین سیاہ کردیتی ہین کہ فلان ناچ یا عیش کی مجلس مین فلان عورت کا لباس ایسا اعلے اور ایسا چمکیلا اور ایسا دلکش تھا اور اسنے فلان فلان جواہرات یا زیورات پہنے ہوئے تھے۔ دولت اور دنیا کی محبت۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر مین سمجھتا ہون کہ یہ تمام بدیان انہین دو کے فروع ہین جو مینے ابتدا مین بیان کی ہین اور اسلیے اپنر تفصیل سے لکھنے کی کچھ حاجت نہین اگر وہ دو عیب دور ہوجائین یعنی ایمان اور اخلاق کا زوال تو چھوٹے چھوٹے نقص خود ہی دور ہوجاوینگے۔ درحقیقت وہ چیز جسکی اسوقت مہذب سوسائیٹی کو سخت ضرورت ہے وہ خدا تعالے پر پاک اور سادہ اور یقینی ایمان ہے۔ وہ ایمان جس کی روشنی کی شعاعین ہر ایک ظلمت کو دور کردین اور دل کو تمام بدخواہشات سے پاک کردین۔ وہ ایمان جو زندہ اور طاقتور خدا کا چہرہ اسی دنیا مین دکھادے۔ جبتک اللہ تعالے پر ایسا ایمان پیدا نہ ہوگا اور اس پاک ذات سے ایسا مضبوط اور خالص تعلق نہ ہوگا حقیقی پاکیزگی کبھی حاصل نہین ہوسکتی۔ مغربی دنیا کا مذہب رواجی اسکو عیسائی مذہب ہی کہلو۔ خدا تعالے پر ایسا ایمان پیدا کرنے اور اسکے

www.aaiil.org

ساتھ ایسا تعلق قایم کرنے اور اسکی ایسی محبت اور عظمت دل مین قایم کرنیسے قاصر ہے اور یہی جڑ سب بدکاریونکی ہے دنیا مین دو ہی قسم کی کشش ہے یعنی ایک خدا کی اور دوسرے دنیا کی محبت اور آسایش اور روپے کی کشش۔ عیسائی دنیا اسوقت بلکل اس دوسری کشش کے نیچے آئی ہوئی ہے اور تمام افعال مین اور اقوال مین اور ارادون مین انکے مدنظر دنیا اور دنیا کی آسایش ہی ہے۔ اسلیے یورپ مین سوسایٹی کی یہ حالت ہے جس سے خدا کا تعلق بالکل کٹ چکا ہے اور دنیا کا تعلق دن بدن بڑھ رہا ہے۔ خدا کا نام اتوار کے دن وعظ مین لینے کیلیے رکھا ہوا ہے۔ اور دل مین خدا کی محبت بالکل نہین کیونکہ دل دنیا کی محبت سے پُر ہے اور خدا کی محبت کے لیئے اس مین کوئی جگہ خالی نہین۔

اگر کوئی یورپ مین طالب حق ہے تو اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ صرف اسلام ہی وہ پاک مذہب ہے جو دل کو گناہ اور جذبات سے آزاد کرتا ہے اور اس دنیا کی محبت کی آگ پر پانی ڈالتا ہے یہی وہ مذہب ہے جو خدا کی راہ دکھاتا ہے اور انسان کو ان تمام برکات کا وارث بنا دیتا ہے جو پہلے راستبازونکو دیگئین۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ اسلام ہی وہ ایک مذہب ہے جو گناہ سے نجات کا سچا راہ بتاتا ہے اور وہ راہ یہ ہے کہ وہ اپنی عجیب تاثیر والی تعلیم سے اور اللہ تعالی کی سنتی پر خارق عادت نشانونسے اور دعاؤنکی قبولیت سے ذات باری پر وہ پختہ اور یقینی ایمان پیدا کرتا ہے جسکے سامنے بدی کی طاقت کمزور ہو کر نابود ہو جاتی ہے کیونکہ جب انسان اس یقینی ایمان سے جسپر اسلام اسکو پہونچاتا ہے یہ جانتا ہے کہ خدا ہی جو دل کے بھیدونکو جانتا اور انسان کو اسکی بدکاری اور احکام الہی کی خلاف ورزی پر گرفت کر سکتا ہے۔ اور اسکی طاقت کے بالمقابل سب طاقتین ہیچ ہین تو وہ کبھی نہ خیفہ اور نہ ظاہرا اسکی خلاف ورزی مین قدم رکھ سکتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر اسنے ایسا کیا تو خدا کے غضب کی آگ اسکو بھسم کر جائیگی۔ یہ وہ پاک اور مضبوط ایمان ہے جسکی اسوقت یورپ کو بلکہ کل دنیا کو ضرورت ہے اور اسکے سوائے دنیا کی نجات کہین نہین۔

زلزلون کی پیش گوئیان

ولایت کے میگزین آکلٹ ریویو مین ایک مضمون ۴ اپریل والے زلزلے کے متعلق شایع ہوا ہے جس مین یہ لکھا گیا ہے کہ زلزلے عموماً چاند گرہن یا سورج گرہن کے بعد آتے ہین اور فلان فلان ستارے فلان فلان برج مین ہون تو اسوقت آتے ہین چنانچہ یہ دعوے کیا گیا ہے کہ اسی بنا پر زیڈکیل کی جنتری مین جو اکتوبر ۱۹۰۳ء مین شایع ہوئی تھی۔ یہ لکھا گیا تھا کہ ۴۰ درجہ طول بلد کے قریب مارچ کے اخیر یا اپریل کے ابتدا مین ایک تیز دھکہ زلزلہ کا محسوس ہوگا۔ مین اس وقت یہ بحث نہین کرون گا کہ آیا واقعی سیارون کا کوئی اثر زمین پر ہے یا نہین اور اس اثر سے زلزلے

www.aaiil.org

پیدا ہو سکتے ہین یا نہین بلکہ مین ایک اور امر کی طرف ناظرین کو توجہ دلانا چاہتا ہون - زیڈکیل کی جنتری اکتوبر ۱۹۰۳ء مین شایع ہوئی اور اس مین کسی ملک کا نام نہین کہ فلان ملک مین زلزلہ آئیگا! اسی طول بلد یعنی ۴۷ درجہ مین بہت سے ممالک واقع ہین اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ اصل مرکز زلزلہ کا جہان اس کی تباہی سب سے زیادہ ہوئی ہے کانگڑہ تھا جو ۷۶ - اور ۷۷ درجہ طول بلد شرقی کے درمیان واقع ہے! اس جنتری کی اشاعت سے دس ماہ پہلے ایک شخص نے خدا سے الہام پاکر یہ اخبار مین شایع کیا تھا کہ ایک دھکہ زلزلہ کا اس ملک مین محسوس ہونیوالا ہے اور پھر اس پہلی اشاعت کے پانچ ماہ بعد یعنی اس جنتری سے پانچ ماہ پہلے یہ پھر شایع کیا کہ اس ملک کے ایک بڑے حصہ مین مکانات بالکل زمین سے ملجائینگے اور نیست و نابود ہو جائینگے جیسا کہ الہام الہی عفت الدیار محلہا و مقامہا سے پایا جاتا ہے (مفصل ان پیش گوئیون کے لیے دیکھو نمبر ۵ و نمبر ۴) یہ عجیب بات ہے کہ سیارون کے اثر کے لیے تو لوگون کو بہت توجہ ہے اور اس قسم کے بیانات کو بغیر سوچے سمجھے قبول بھی کر لیتے ہین مگر وہ امر جس سے اللہ تعالے کی ہستی اور اسکے تصرف تام اور علم کامل اور قدرت کاملہ پر ایک یقینی اور قطعی ثبوت ملتا ہے اسکی طرف توجہ نہین کرتے بلکہ اس کا ذکر بھی کیا جائے تو پیٹھ پھیر دیتے ہین - کیا الہام الہی مین قبل اس کے کہ سیارون کا اجتماع معلوم ہو سکے یا جنتری مین شایع ہو - زلزلہ کی خبر نہین دیگئی - اور پھر زیڈکیل کی جنتری کی خبر ہے بھی مہمل کیونکہ اس مین صرف اسقدر لکھا ہے کہ ایک تیز دھکہ زلزلے کا محسوس ہوگا - مگر تیز دھکے دنیا مین ہمیشہ اور ہر ملک مین کم و بیش آتے ہی رہتے ہین - مثلاً ۴ اپریل کے پنجاب کے زلزلے کو کیا خصوصیت ہے یقینی طور پر تیز دھکے نیوزیلینڈ بندرعباس - سوئٹزرلینڈ - فرانس - اٹلی - ویلز - ٹرکی وغیرہ ممالک مین محسوس ہوئے - جن مین سے کوئی بھی اس طول بلد پر واقع نہین جس کا ذکر زیڈکیل کی جنتری مین ہے اور نہ ہی یہ تیز دھکے اسوقت پر محسوس ہوئے - ایسا ہی تیز دھکے زلزلے کے ۴ - اپریل کے بعد کئی دفعہ محسوس ہو چکے ہین اس لیے تیز دھکہ کہدینا کوئی علم نہین دیتا - مگر خدائے عالم الغیب نے جو وحی کی اس مین نہ صرف زلزلہ کا تیز دھکہ ہی بتایا گیا بلکہ ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا کہ اس قسم کا زلزلہ ہوگا کہ ایسا پنجاب مین پہلے کبھی نہین ہوا جس سے ایک حصہ ملک پنجاب مین عمارتین ہی نیست و نابود ہو جائین گی - اب یہ وہ بات ہے جسپر کوئی انسانی عقل احاطہ نہین کر سکتی خالی تیز دھکہ کہنا ایک مبہم لفظ ہے مگر وحی الہی نے کوئی ابہام باقی نہین چھوڑا بلکہ ایسے صاف الفاظ مین زلزلہ کی کیفیت کو بیان کر دیا جس سے بڑھکر صفائی ممکن نہین - علاوہ ازین ان امور کو کسی منجمانہ تحقیقات سے کوئی تعلق نہ تھا کیونکہ ہر جنتری سے ایک سال کے قریب پہلے یہ وحی شایع ہو چکی تھی پس اگر زیڈکیل کی جنتری مین شایع شدہ بیان سے سیارون کا کوئی اثر زمین پر ثابت ہوتا ہے تو اس وحی الہی سے نہایت بین اور واضح دلایل اللہ تعالے کی ہستی پر پیدا ہوتے ہین - کاش دنیا غور کرے -

www.aaiil.org

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اب جب منجم اور علم زلزلہ کے ماہر دو سو سال تک اس ملک میں کسی زلزلہ کے آنیسے انکار کر چکے ہیں وحی الٰہی اب بھی یہ خبر دیتی ہے کہ آیندہ ابھی کوئی اور مصیبت پہلی سے بھی بڑھ کر آنیوالی ہے۔ یہ کسقدر بین دلایل ہیں مگر جہاں لوگ زمینی علوم کی طرف جھکے ہوئے ہیں خدا کی باتونکی طرف انکو دھیان کرنا بھی مشکل ہوتا ہے +

رؤیا والہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۲- جون ۱۹۰۵ء- رؤیا- ایک بڑا دریا ہے۔ اس میں سے کوئی چیز نکلی جس میں سے شعلے نکلتے ہیں اور وہ چیز اس طرح میرے سامنے آئی جیسے دریا بطور تحفہ کے کوئی چیز پیش کرتا ہے اسے میں نے لیا تو وہ ایک ٹوپی مچھلی کی کھال کی بنی ہوئی تھی اور میں نے اسے سر پر رکھ لیا اسکے بعد پھر ایک اور چیز دریا نے پیش کی جو مچھلی کے چمڑے کا بنا ہوا ایک چغہ ہے وہ بھی میں نے لیا۔ (فرمایا دریا سے مراد کوئی بڑا ذیشان آدمی یا اہل علم و فضل و کمال ہوتا ہے اور اسکے تحفہ دینے سے مراد حلقہ خادموں میں داخل ہونا یا معتقد ہونا یا رجوع لانا یا مالی خدمت کرنا ہے واللہ اعلم)

۱۲- جولائی ۱۹۰۵ء- الہام- روحانی عالم کا دروازہ تیرے پر کھولا گیا- فبصرک الیوم حدید-

۲۶- " " " کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف- ترجمہ میں مخفی خزانہ تھا پھر میں چاہا کہ میں پہچانا جاؤں-

فرمایا صفات الٰہیہ کا ظہور ہے کسی زمانہ میں کوئی ایک صفت ظاہر ہوتی ہے اور کسی زمانہ میں پوشیدہ رہتی ہے۔ جب ایک اصلاح کا زمانہ دور پڑ جاتا ہے اور لوگوں میں خداشناسی نہیں رہتی تو اللہ تعالےٰ پھر اپنی معرفت کو ظاہر کرنیکے واسطے ایک ایسا آدمی پیدا کرتا ہے جسکے ذریعہ سے اسکی معرفت دنیا میں پھیلتی ہے لیکن جس زمانہ میں وہ مخفی ہوتا ہے اس زمانہ کے عابدوں کی عبادۃ اور زاہدوں کے زہد بھی ادھورے اور نکمے رہ جاتے ہیں۔ یہ الہام براہین احمدیہ میں بھی درج ہے لیکن اب پھر اسکے خاص ظہور کا وقت معلوم ہوتا ہے اسواسطے دوبارہ یہ الہام ہوا ہے +

۲۹- جولائی ۱۹۰۵ء- "محمد مفلح" (اس الہام میں حضرت مسیح موعود کو اس نئے نام سے خطاب کیا گیا ہے)

www.aaiil.org

۳۔ اگست۔ پہلے رؤیا دیکھی کہ ایک لفافہ کسی نے دیا ہے اس مین سے دو چار پیسے نکلے ہین۔ پھر وہ پیسے میرے سامنے رکھے ہوے بہت سارے ہو گئے ہین۔ اسکے بعد الہام ہوا:۔ "تیرے لیے میرا نام چمکا"

ریویو

بست سوال۔ شیخ الہ دین صاحب احمدی واعظ انجمن حمایت اسلام لاہور نے عیسائی مذہب پر بیس مضبوط اعتراض کیے ہین اور ان کا جواب عیسائی صاحبان سے طلب کیا ہے۔ ۲۰ صفحے۔ قیمت ا

سائنس و تعلیم۔ ایک نیا ماہوار رسالہ جولائی ۱۹۱۵ء سے لاہور سائنٹیفک و ٹیکنیکل ورکشاپ کیطرف سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ اسکے ایڈیٹر لالہ بہاری لال بھاٹیہ بی ایس سی ہین۔ غرض سائنس کی اشاعت ہے۔ قیمت سالانہ ۱۲ر۔ بمعہ انگریزی ضمیمہ۔ عہ ر

عصر جدید۔ اس ماہوار رسالے کا جو اڑھائی سال سے جاری ہے جولائی کا پرچہ بغرض ریویو موصول ہوا ہے۔ اس پرچے مین مختلف اہل علم اصحاب کی قلم کے مضامین مسلمانونکی اصلاح کے متعلق ہوتے ہین کاشکہ وہ اصلاح کی اس پٹری پر ہوتے جسپر بانی اسلام علیہ الصلوۃ والسلام نے چلایا تھا۔ اسکے ایڈیٹر خواجہ غلام الثقلین صاحب بی اے ہین۔ ۴۰۔ صفحے قیمت عہ سالانہ۔

مصادر مرکبہ۔ معروف بہ مرقع اردو۔ مصنفہ مولوی محمد عبدالمجید خانصاحب رامپوری۔ اس کتاب مین فاضل مصنف نے اردو زبان کے محاورات کو جمع کیا ہے اور ہر ایک محاورہ کی سند مین اشعار پیش کیے ہین۔ مدرسوں اور طالبعلمون کیلیئے نہایت مفید کتاب ہے۔ پہلا حصہ چھپ چکا ہے جسکی قیمت ۴ ہے اسکی چند کاپیان مدرسہ تعلیم الاسلام کے بک ڈپو مین موجود ہین جو صاحب چاہین منگوا کر دیکھ سکتے ہین۔

حیرت کی حیرانی۔ منشی عبدالعزیز صاحب کلارک دفتر نہر جمن غربی دہلی نے مرزا حیرت ایڈیٹر گزٹ دہلی کے ان اعتراضات کا جواب دیا ہے جو بذریعہ اخبار انہون نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کیے۔ اور جو دھوکا دہی مرزا حیرت نے کی ہے اسے بڑی قابلیت اور محنت سے کھولکر دکھایا ہے۔ بڑی خوبی یہ ہے کہ انکے تمام اعتراضونکا جواب انکی اپنی تحریر ونسے دیا ہے۔ ساڑھے نو جزو کا رسالہ قیمت صرف ۵ر احباب متعدد کاپیان خرید کر مفت تقسیم کرین اور رسالہ کی اشاعت مین منشی صاحب موصوف کو مدد دین۔ دوسرا حصہ اس کتاب کا زیر تصنیف ہے جس کی قیمت ۲ر ہے۔

www.aaiil.org

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۰۳

ہمارا مدرسہ

[illegible] بھی تک اس بات کیطرف توجہ نہین ہوئی کہ قادیان مین مدرسہ قائم کرنیکی [illegible] اور وہ کس حد [illegible] ین لاکھ کی جماعت مین کل یہی چالیس لڑکے ہی مدرسہ جانیکے قابل ہین افسوس سے کہنا پڑے گا کہ یہ جماعت کے پڑھنے والے بچون کا سوان حصہ بھی نہین۔ پھر میرے دوستو کس قدر افسوس کی جگہ ہے کہ آپ کا امام اپنی زندگی مین اپنے سامنے آپ لوگونکے بچونکے لیے ہان انکی دینی اور ساتھ ہی دنیوی بہبودی کیلیے بھی ایک مدرسہ قایم کرے اور آپ لوگ اپنے اپنے شہرونکے مدرسونکو اسپر ترجیح دین اگر اس مدرسہ کے قایم کرنیکی یہ غرض نہین کہ اپنی جماعت کے کل بچے اس جگہ تعلیم پاوین تو اس مدرسہ کا رکھنا بالکل فضول ہی اور ایک دکھاوے سے بڑھکر اسکی کوئی وقعت نہین۔ پھر کیون ایک دکھاوے کی خاطر قوم پر اسقدر بوجھ پڑے۔ اگر بورڈنگ ہوس مین جاکر بورڈرونکی تختیونکو دیکھو اور یہ تلاش کرنے لگو کہ لاہور امرتسر اور سیالکوٹ جیسے عظیم الشان شہرونمین سے کسقدر بچے یہان تعلیم کیلیے آئے ہین تو اس تکلیف کے اٹھانیکی کوئی ضرورت نہین مین آپکو بتادیتا ہون کہ ایک بھی لڑکا نہین کیا اس طرحسے قوم قوم بنیگی کیا احمدیونکی نئی نسل جو دنیا کے لیئے بطور ہادی اور رہبر کے ٹھہرنی ہے اسیطرحسے پیدا ہوگی کہ تمہارے بچے بھی دوسرے مسلمانون ہندوؤن عیسائیونکی طرح انہین مدرسونمین دنیا کے کیڑے بنے رہین اور دین کا خیال بھی انکے نزدیک نہ آئے کیا دین کو دنیا پر یہی ترجیح ہے کہ آپ لوگ اپنے بچونکو تعلیم کیلیے بھی یہان نہین بھیج سکتے حالانکہ معمولی دنیوی تعلیم بھی انکو یہان دیجاتی ہے۔ کسقدر افسوس کا مقام ہی کہ وہ انسان تمہارے درمیان موجود ہو جسکی نسبت تمہارا ایمان ہی کہ وہ وقت بھی آنیوالا ہی کہ بادشاہ اسکے کپڑونسے برکت ڈھونڈینگے اور تم اپنے بچونکو اسکے فیض صحبت اور اسکا چہرہ دیکھنے سے محروم رکھو۔ جو لوگ خود یہان آکر نہین رہ سکتے انکے لیے کیسا عمدہ موقعہ تھا۔ کہ وہ اپنے بچونکو یہان بھیجدیتے .... اگر قوم متفق ہوکر اپنے بچونکو اسجگہ تعلیم دینے پر آمادہ ہوجاوے تو چند دنون مین ہی چالیس سے چار ہزار تک بورڈرونکی تعداد پہنچ سکتی ہے اور اور انہی فیسونسے جو اب دوسرے مدرسونمین دیجاتی ہین اعلے درجہ کا سکول اور بورڈنگ ہوس ہی نہین بلکہ ایک عظیم الشان کالج تیار ہوسکتا ہی یہ وقت کام اور ترقی کا ہی سو غور کرو اور اتفاق سے وہ نمونہ قائم کرکے دکھاؤ جو دنیا کی قومونکو حیران کرنیوالا ہو۔ جس طرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے دنیا کو حیران کردیا تھا۔

اسکے ساتھ ہی مین یہ بھی کہنا چاہتا ہون کہ جن مساکین اور یتامی کی پرورش اس مدرسہ مین کیجاتی ہے انکی مدد کرکے بھی حصول ثواب کے مستحق ٹھہرو۔ یہ دو مدین مستقل آمد کا ذریعہ چاہتی ہین کیونکہ انکا خرچ اسوقت سو روپے ماہوار کے

www.aaiil.org

حکیم فضل دین صاحب نے اپنے مطبع ضیاء الاسلام مین منیجر میگزین کیلیے چھاپا +

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ✣ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۴ بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۵ء نمبر ۹

فہرست مضامین

غلامی ۳۴۱

غلاموں کی تدریجی آزادی سے احکام ۳۴۱/۳۴۲

اسلام (۳) ۳۴۳

بجواب پادری سیل (متعلق اسلام) ۳۴۳/۳۶۲

کیا کلیسا کے عہد یدار بائیبل کی حقانیت پر بحث کر سکتے ہیں؟ ۳۶۲/۳۶۳

رویا والہامات حضرت مسیح موعودؑ ۳۶۳/۳۶۴

ادیان ضلع گورداسپور مطبع ۲۰۔ ستمبر سنہ ۱۹۰۵ء کو ضیاء میگزین کے اہتمام سے شایع ہوا۔ چندہ سالانہ عاء

www.aaiil.org

سلسلہ کی اعانت کی تحریکیں

(۱) ابتدائے سال میں میں نے ہندوستان سے باہر میگزین کی مفت اشاعت کیلیے ایک تحریک کی تھی جسپر بعض احباب نے توجہ کی۔ پچھلے مہینے میں لاہور کی جماعت کیطرف سے حکیم محمد حسین صاحب قریشی نے یہ تجویز کی اور پھر اسپر عمل کرنے میں بھی سبقت کی جزاہم اللہ احسن الجزا۔ جسکو میں بدر میں شایع بھی کر چکا ہوں کہ تمام شہروں اور قصبونکی جماعتیں ایک معین تعداد رسالونکی اپنے ذمہ لے لیویں جو انکے خرچ پر باہر بھجوائے جاویں۔ اس تجویز کا اثر نہایت نیک ہوا اور لاہور۔ سیالکوٹ۔ میرٹھ۔ ڈیرہ غازیخاں اور کپورتھلہ کی جماعتوں نے اسکو پسند کر کے بعض نے چالیس چالیس اور بعض نے دس دس رسالوں کا اپنے خرچ پر باہر بھیجنا منظور کیا۔ مگر تعجب ہے کہ ان پانچ جماعتونکے سوا اور کسی جماعت کیطرف سے آواز نہیں آئی اسلیے دوبارہ تمام جماعتونکے کارکن ممبرونکی خدمت میں درخواست کیجاتی ہے کہ وہ بہت جلدی اسکا انتظام کریں ایک جماعت میں سے دس رسالونکا باہر بھیجنا صرف ۴۵ روپے سالانہ کا خرچ ہے جو پونے چار روپیہ ماہوار ہوتے ہیں اور تھوڑی سی کوشش سے اسقدر چندہ جمع ہو سکتا ہے۔ جماعت وزیرآباد اور حیدرآباد دکن سے بالخصوص یہ استدعا ہے کہ وہ لاہور اور سیالکوٹ کی طرح چالیس چالیس رسالونکا انتظام کریں۔

(۲) جاپان میں اشاعت اسلام کیطرف حضرت امام علیہ السلام کو خاص توجہ ہے اور آپکا منشاء ہے کہ ایک کتاب تیار کیجاوے جسمیں جامع طور پر اصول اسلام دکھائے جاویں یہ بھی فرمایا ہے کہ جبتک ایسی کتاب تیار ہو اسوقت تک میگزین کی متعدد کاپیاں ہی اشاعت کے لیئے باہر بھیجنی چاہئیں۔ بہت احباب نے اسطرف توجہ فرمائی ہے جنہوں نے ابھی تک نہیں کی انکی خدمت میں یہ التماس ہے کہ وہ جلد تر توجہ فرماویں۔

(۳) مدرسہ تعلیم الاسلام کیطرف احباب کی خاص توجہ بکار ہے میں گذشتہ اشاعت میں عرض کر چکا ہوں کہ حضرت مسیح موعود ع کیغرض اس مدرسہ کے قایم کرنیسے یہ تھی اور ہے کہ سب دوستونکے بچے اسجگہ رہکر وہ تعلیم حاصل کریں جو دوسرے مدرسونمیں کرتے ہیں تاکہ انکی دنیا کے ساتھ ساتھ انکا دین بھی سنورے مدرسہ کا سٹاف بحمد اللہ اسوقت نہایت اعلے درجہ کا ہے اور بورڈنگ ہوس کی نگرانی کا کام بھی ایک پرجوش اور مخلص نوجوان احمدی گریجوایٹ کے سپرد ہے۔ کارکنونکو ہر وقت یہی فکر ہے کہ اعلے درجہ کی دینی تعلیم کے ساتھ جو بلاشبہ اسجگہ رہکر میسر آسکتی ہے اعلے درجہ کی دنیوی تعلیم بھی ہو۔ اسلیے یہ نہایت ضروری ہے کہ احباب اپنے اپنے بچونکو جو دوسرے مدرسونمیں تعلیم پاتے ہیں اس مدرسہ میں بھیجیں تاکہ وہ حضرت مسیح موعود کی صحبت میں رہکر اور خدا تعالے کی ہستی کے ان نشانات کو دیکھکر جو بارش کیطرح برس رہے ہیں دنیا میں خدا کے سچے مخلصین اور مومنین کا نمونہ بنکر دکھاویں۔ صرف اسمیں

ع مدرسہ کی کامیابی ہے بلکہ سلسلہ کی کامیابی بھی اسی میں ہے کہ وہ قوم پیدا ہو جو خدا تعالیٰ کی ہستی کے نشانات کو دیکھکر جو اسوقت حضرت مسیح موعود ع کے ہاتھ پر ظاہر ہو رہے ہیں صحابہ کے ایمان کا نمونہ دنیا کو دکھاویں تا اس نمونہ کو دیکھکر دوسرے لوگ بھی اسلام کی صداقت کو ظاہر طور پر دیکھیں ع

ع ہماری اصلی غرض مدرسہ کے چلانیسے صرف یہی ہے۔ بہت خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اپنے عزیزونکو اس مبارک انسان کی صحبت میں رہنے کا موقعہ دیں +

www.aaiil.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

غلامی

۳۔ غلامون کی تدریجی آزادی کے احکام

جیساکہ بار بار ثابت کیا جاچکا ہے۔ قرآن کریم نے عرب کے تمدنی اور اخلاقی قوانین مین ایک کامل اور بے نظیر تبدیلی پیدا کی مدتون کی بدیان جو گویا جزو خون ہوچکی تھین آنحضرتؐ کے طاقتور الفاظ کے سامنے یون نیست و نابود ہوگئین جیسے ایک زبردست آندھی کے سامنے چھوٹے چھوٹے تنکے اڑجاتے ہین مگر غلامی ایک ایسی چیز تھی کہ جہان بعض پہلوون کے لحاظ سے برا کہہ سکتے ہین بعض وجوہات سے ابتدائی سوسائٹی مین اس رواج کا موجود ہونا ضروریات مین سے تھا اور یہ مین پہلے حصہ مضمون مین ثابت کرچکا ہون۔ علاوہ ازین یہ بھی دکھایا جاچکا ہے کہ اسیران جنگ یا مغلوب دشمن کو غلام بنا لینا خود اس قدیم رواج پر ایک عظیم الشان ترقی تھی جس کے رو سے ایسے لوگ کل کے کل ہلاک کردیئے جاتے تھے جس کا ذکر توریت مین بھی ہے۔

ان باتون کو چھوڑ کر غلامونکو یکدفعہ ہی آزاد کردینے مین اور بڑے بڑے مضرات تھے اور ایسی کارروائی مین نہ صرف آقاؤن کا ہی بہت بڑا نقصان تھا بلکہ اسکا اثر خود غلامونکی حالت پر بھی بہت برا ہوتا۔ اور سوسائٹی کے تمدن اور اخلاق کا تباہ کرنیوالا ہوتا۔ وہ لوگ جو پشتونسے غلام چلے آتے تھے ان مین سے نہ صرف آزادی کی روح ہی نکل چکی تھی بلکہ کام اور محنت مین بھی وہ مست ہوگئے تھے۔ ایسے لوگونکو خالی ہاتھ کھلا چھوڑ دینے کا نتیجہ یہ تھا کہ یا تو وہ اوارگی اور گدائی مین زندگیان بسر کرتے اور یا چوری ڈاکہ اور بدمعاشی کے پیشے اختیار کرتے اور مالکون کا لاکھون روپیون کا الگ نقصان تھا۔ کوئی عقلمند انسان ان حالات کے ماتحت غلامونکو یکمشت

www.aaiil.org

آزاد کرنے کا مشورہ نہین دے سکتا -

بلحاظ وجوہات بالا اور اور وجوہات کے لحاظ سے جو اسوقت پیش آئین اسلام نے اپنے مدنظر پہلا مقصد یہ رکھا کہ غلامون کی حالت بہتر کیجاوے فطرت انسانی کی پستی کا خیال ان کے دلون سے دور کیا جاوے اور سب سے بڑھکر یہ کہ ان کو کام اور محنت کرنیکے قابل بنایا جاوے اور پھر اسکے ساتھ ساتھ ہی انکو آہستہ آہستہ آزاد بھی کیا جاوے۔ یہی وجہ تھی کہ سب سے پہلے اسلام نے آقا اور غلام کے درمیان ایک کامل اخوت قایم کی تاکہ جو ذلت غلام کیطرف منسوب کیجاتی ہے وہ دور ہو جاوے اور اس ایک ہی دروازہ کے بند کرنے سے بہت سی بدیان رک جاوین۔ اس اخوت کا عملی طور پر ابتدائی مسلمانون نے کیا ثبوت دیا صحابہ کی تاریخ کے حوالے سے گذشتہ اشاعت مین دکھایا جا چکا ہے! اس بات کی تائید مین کہ واقعی اسلام کا یہ منشاء تھا کہ پہلے غلامونکی حالت سنوار کر پھر انکو آزاد کیا جاوے قرآن کریم اور حدیث شریف دونونسے ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے:- والذین یبتغون الکتب مما ملکت ایمانکم فکاتبوہم ان علمتم فیہم خیرا واتوہم من مال اللہ الذی اتکم (النور - رکوع ۴ - آیت ۳۳) اور ان لوگون مین سے جنکے تمہارے دائین ہاتھ مالک ہو چکے ہین یعنی تمہارے غلامون لونڈیون مین سے جو اس بات کے خواہان ہون کہ تم انکو آزادی کی لکھت دیدو۔ تو تم انکے ساتھ مکاتبت کر لیا کرو بشرطیکہ تم ان مین بھلائی کے آثار پاؤ اور آزاد کرتے وقت مال خدا مین سے جو اسنے تمکو دے رکھا ہے کچھ انکو بھی دیدیا کرو۔ اس آیت شریف مین مکاتبت کے لیے اللہ تعالے نے دو باتین ضروری قرار دی ہین اول یہ کہ غلام مین کچھ بھلائی نظر آتی ہو یعنی اسکی آزادی اس کی اپنی اور سوسائیٹی کی بہتری کا موجب ہو! ان الفاظ کی تشریح مین تفسیر کبیر مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ آپنے فرمایا کہ ان علمتم فیہم خیرا سے مراد یہ ہے کہ:- ان علمتم لہم حرفۃ فلا تدعوہم کلا علے الناس یعنی اگر تمہین معلوم ہو وہ کوئی ایسا حرفہ جانتے ہین جس سے وہ اپنا معاش پیدا کر سکتے ہین اور فرمایا کہ تم انکو ایسی حالت مین مت چھوڑو کہ وہ لوگونپر یعنی سوسائیٹی پر بوجھ ہون مطلب اسکا یہ ہے کہ غلام لونڈی سے مکاتبت کرتے وقت یہ دیکھ لیا کرو کہ وہ اپنے لیے روزی کمانیکے بھی قابل ہے اگر وہ اس لایق ہی نہین تو تمہارے اسکو آزاد کرنیکا یہ نتیجہ ہوگا کہ بجائے سوسائیٹی کا مفید ممبر ہونیکے وہ سوسائیٹی پر ایک بوجھ ہوگا اور اصل غرض آزادی کی مفقود ہو جاوے گی۔ دوسری بات جسکو مکاتبت کے ساتھ ضروری قرار دیا ہے یہ ہے کہ اسکو مفلس کرکے دنیا مین مت چھوڑو بلکہ کچھ مال بھی اسکو دیدو تاوہ کسی کام کے شروع کرنیکے قابل ہو جاوے ان دونون باتونکو مدنظر رکھکر بڑی صفائی سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اسلام کی اصل غرض کیا تھی! ایسا ہی صحیح بخاری کی ایک حدیث سے بھی

www.aaiil.org

معلوم ہوتا ہے کہ جو لونڈی یا غلام آزاد کیا جاوے ایسا ہونا چاہئے جو خوب کام کرتا ہے اور اپنے آقا کو خوش رکھتا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہین کہ مینے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ای الرقاب افضل یعنی آزاد کرنیکے لیے کونسا بردہ سب سے افضل ہے۔ فرمایا:۔ اغلاہا ثمنا وانفسہا عند اہلہا۔ یعنی جو سب سے زیادہ گران قیمت ہو اور مالک کے نزدیک سب سے زیادہ قابل قدر ہو۔ ان الفاظ مین آپنے غلامونکو بھی یہ سمجھا دیا کہ انکے لیے آزادی حاصل کرنے کی راہ یہی ہے کہ وہ اپنے آپکو بہت مفید اور قیمتی آدمی بنانے کی کوشش کرین کیونکہ جس غلام کی مالک کو زیادہ قدر ہوگی وہی سب سے پہلے آزادی کا مستحق بھی ہوگا۔ مین جب اسلام کی تعلیم کو دیکھتا ہون تو حیران ہوجاتا ہون کہ اسکے کل کے کل احکام کس قدر باریک اصول حکمت پر مبنی ہین۔ غلامون کی آزادی کا فتوے الفاظ مین دیدینا چندان مشکل نہین مگر اسلام صرف یہی نہ چاہتا تھا بلکہ اس کی اصل غرض غلامونکی حالت کو سنوارنا تھا کیونکہ مدتونکی غلامی سے انکی حالت بہت گر چکی ہوئی تھی اور پھر جوں جوں ان کی حالت سنورتی جائے اور وہ اپنے آپ کو مفید بناتے جاوین ساتھ ساتھ ان کی آزادی کا انتظام بھی فرمادیا۔ یہی بڑی وجہ تھی کہ اسلام نے یکمرتبہ ہی غلامونکی آزادی کا حکم نہین دیدیا بلکہ تدریجی آزادی کے قاعدہ کو جاری فرمایا۔ ورنہ وہ مذہب جس نے شراب جیسی بدی کو جس کی بیخ کنی کا آج دنیا مین کوئی علاج نہین ملتا ایک ہی لفظ مین ایسا بیخ و بن سے کاٹ دیا کہ اسکا نام و نشان بھی نہ رہا۔ اسکے آگے غلامونکو یکمرتبہ آزاد کردینا کیا مشکل تھا۔ اور اب آخر کار انیسوین صدی مین آکر جب عیسائیونکو غلامی کے دور کرنے کا خیال پیدا ہوا تو تدریجی آزادی کے اصول کو ہی اختیار کیا گیا۔ پس یہ کسقدر حماقت ہے کہ اسلام پر یہ اعتراض کیا جاوے کہ اس نے غلامی کو یک قلم کیون موقوف نہین کردیا۔

قبل اس کے جو مین اسلام کے ان احکام کو بیان کرون جن سے غلامونکی تدریجی آزادی ثابت ہوتی ہے۔ مین یہ بیان کرنا چاہتا ہون کہ اس بارے مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانونکے لئے ایک نمونہ قایم کرکے اپنی اصل غرض اور منشاء کو ظاہر کردیا ہے اور یہ فخر اور بزرگی ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی حاصل ہے۔ کہ آپنے ہر ایک امر پر پہلے خود عمل کرکے دکھایا تاکہ آپکے عمل سے یہ معلوم ہوجائے کہ آپ کا منشاء کیا تھا۔ اور اسی لیے مسلمانونکو اللہ تعالےٰ نے خاص طور پر لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ فرماکر یہ سمجھادیا کہ جو نمونہ تمہارے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قایم کرتے ہین اسی نمونہ پر تم سب کو چلنا چاہیئے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال کو حفاظت سے آنے والی نسلون تک پہونچادیا۔ اب جب غلامونکے بارے مین ہم آپ کے نمونہ کو تلاش کرتے ہین تو صحیح حدیثونسے اور آپ کی سیرۃ کی معتبر تاریخونسے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ہمیشہ اپنے

www.aalim.org

غلامونکو آزاد کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ مواہب لدنیہ مین بہت سارے غلامون اور لونڈیون کے نام لکھکر جنکو آپنے آزاد کیا تھا ابن جوزی کی سند پر یہ لکھا ہے کہ آپنے تینتالیس غلام اور گیارہ لونڈیون کو آزاد کیا۔ بعض مورخون نے آپ کے آزاد کردہ بردونکی تعداد کو اس سے بہت زیادہ لکھا ہے۔ مگر ہماری غرض کے لیئے صرف اسقدر بات کافی ہے کہ جو غلام آپکے قبضے مین آتا تھا آپ جلدی اسکو آزاد کر دیتے تھے آپکے اس نمونہ کو ہی دیکھکر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے غلامونکے آزاد کرنے مین بڑی بڑی ہمتین دکھائین اور جہانتک اسوقت کی تمدنی حالت برداشت کر سکتی تھی غلامونکو آزاد کرتے رہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی گہری دلی ہمدردی جو غلامونکے ساتھ تھی اور جو سچی تڑپ آپکے دل مین انکے آزاد کرنیکے لیئے تھی اسکا صحابہ پر اسقدر اثر تھا کہ وہ جانتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ بہت ہی خوش کرنیوالی بات ہے کہ غلام آزاد کیا جاوے۔ جب حضرت ابو ہریرہؓ نے اسلام قبول کیا۔ اور بیعت مین داخل ہوئے تو آپکے ساتھ آپ کا ایک غلام بھی آیا تھا جو اتفاقاً راستہ مین آپسے جدا ہو گیا۔ آپ بیعت سے فارغ ہو کر بیٹھے ہی تھے کہ غلام بھی آموجود ہوا۔ آپنے اسیوقت فرمایا کہ جا مین نے خدا کیلیئے تجھے آزاد کیا۔ گویا اپنے اس فعل سے اسوقت آپنے یہ ظاہر کیا کہ کس طرح آپ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر ایک قول اور فعل کی پیروی کرنیکے لیئے تیار تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس غلام اپنے آقاؤن کی شکایتونکو اس طرح لے کر آتے تھے گویا ان کا دل اس یقین سے بھرا ہوا تھا کہ آپ ہر حال مین ہمارے حامی ہونگے! اور ایسی شکایتونکا نتیجہ اکثر آقاؤنکے خلاف ہی ہوتا تھا کیونکہ آپ اکثر غلام کو آزاد کر دیتے۔ ابو مسعود رضؓ جیسے جلیل القدر صحابی نے جب اپنے غلام کو کسی قصور پر مارا تو اتفاقاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا۔ جب حضرت ابو مسعود کو یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت نے دیکھ لیا ہے تو پہلے لفظ جو آپکے مُنہ سے نکلے یہ تھے۔ کہ اے رسول خدا مینے اس غلام کو خدا کیلیئے آزاد کر دیا۔ آپنے فرمایا اور اگر تم آزاد نکرتے تو آگ مین ڈالے جاتے! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کو کسقدر یقین تھا۔ کہ آپ انسانونکے سچے ہمدرد اور غلامونکے سچے خیر خواہ ہین۔ آپ ہی کے نقش قدم پر قرون اولے کے مسلمان چلتے رہے کیونکہ انکے دلون مین ایسی آپ کی محبت اور عشق کی آگ روشن تھی کہ وہ کبھی گوارا نہ کر سکتے تھے کہ جو فعل رسول خدا کو پیارا تھا وہ اسے نہ کرین۔ چنانچہ خلفائے کے زمانہ مین غلامونکی تدریجی آزادی جاری رہی۔ باقی رہا یکمشت ان سب کو آزاد کرنا ہر ایک دانشمند دیکھ سکتا ہے کہ اس مین نہ آقاؤنکی نہ غلامونکی اور نہ ہی سوسائیٹی کی بھلائی تھی بلکہ سب کا نقصان تھا۔

اب مین ان احکام کو بیان کرونگا جو قرآن کریم مین اور حدیث نبوی مین غلامونکی تدریجی آزادی کے

www.aaiil.org

متعلق وارد ہوئے ہین۔ سب سے پہلے یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ قرآن شریف مین جو حکم غلامون لونڈیون کے ساتھ احسان کرنیکا مذکور ہوا ہے اسکی اصل غرض اور غایت بھی یہی تھی کہ رفتہ رفتہ غلامونکو آزاد کردیا جاوے یہ بات نہ صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اپنے عمل سے ہی ثابت ہے کہ آپ ہر ایک غلام کو جو آپکے قبضہ مین آتا تھا آزاد کردیتے تھے بلکہ آپکے اقوال سے بھی یہی بات واضح اور روشن ہے۔ مثلاً آپ کا وہ قول جو گذشتہ اشاعت مین بھی نقل کیا جاچکا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت جبرائیل نے غلامون کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی یہانتک مجھ کو تاکید کی کہ مین نے خیال کیا کہ کسی کو غلام ہی نہ بنایا یا رکھا جاوے ایک بین دلیل ہے اس بات پر کہ سب سے عمدہ سلوک غلامونکے ساتھ انکو آزاد کرنا ہی تھا۔ ایسا ہی وہ حدیث بھی نقل کی جاچکی ہے کہ جب ابوالہیثم رضی اللہ تعالے عنہ کو آپنے ایک غلام دیا اور ساتھ تاکید کی کہ اسکے ساتھ حسن سلوک کرنا تو اس کی بیوی نے کہا کہ اسکے ساتھ حسن سلوک تو ہم یہی کرسکتے ہین کہ اسکو آزاد کردین چنانچہ آزاد کر بھی دیا۔ ان تمام باتونسے وہ مدعا حاصل ہے جسکو ہم ثابت کرنا چاہتے ہین۔

جب ہم قرآن شریف کو پڑھتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ غلام کو آزاد کرنا اللہ تعالے کے نزدیک بہت ہی پیارا فعل ہے چنانچہ سورۃ البلد مین اللہ تعالے فرماتا ہے:- الم نجعل لہ عینین ولساناً وشفتین وہدیناہ النجدین فلا اقتحم العقبۃ وما ادرٰک ما العقبۃ فک رقبۃ۔ (البلد۔ ۸ - ۱۱) "کیا ہم نے انسان کو دو آنکھین اور زبان اور دو ہونٹ نہین دیئے اور اسکو (نیکی اور بدی کے) دونون رستے بھی دکھادیئے پھر بھی وہ گھاٹی مین سے ہوکر نہ نکلا اور تم کیا سمجھتے ہو کہ وہ دشوار گذار گھاٹی کیا ہے وہ ہے کسی کی گردن کا غلامی یا قرض کے پھندے سے چھڑادینا"۔ اس آیت شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے غلامونکے آزاد کرنیکو کسقدر ضروری قرار دیا ہے مگر ساتھ ہی اسکی مشکلات کو سمجھکر یہ بھی فرمادیا کہ غلامون کا آزاد کرنا کوئی آسان امر نہین بلکہ ایک نہایت مشکل امر ہے اور ایک دشوار گذار پہاڑی راہ پر چڑھنے کے برابر ہے۔

البقرۃ آیت ۱۷۷ مین اللہ تعالے فرماتا ہے۔ ولکن البر من آمن باللہ..... وآتی المال علے حبہ ذوی القربی ..... وفی الرقاب۔ کہ حقیقی پاکیزگی یہ ہے کہ انسان ایمان لائے اور پھر ساتھ اسکے اپنا مال خالص اللہ کی محبت کے لیے فلان فلان موقعہ پر خرچ کرے جس مین غلامونکا آزاد کرنا بھی شامل فرمایا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسی آیتین محض نصیحت کے پیرایہ مین نہین بلکہ ان مین صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگیون کا ایک نقشہ بھی کھینچا گیا ہے چنانچہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ نے بہت بہت غلام آزاد کیے نہ صرف یہ بلکہ خرید خرید کر بھی بہتونکو آزاد کیا چنانچہ ایک صحابی کا ذکر ہے کہ اسنے ایکسو غلام اسلام لانیکے

بعد آزاد کیا۔ اور حضرت ابوبکر نے مکہ مین چالیس ہزار درم غلامونکے خرید کر آزاد کرنے مین خرچ کیے۔ ان تمام باتونسے ثابت ہوتا ہے کہ غلامونکا آزاد کرنا اسلام نے مذہبی فرض قرار دیا ہے۔

نہ صرف افراد کو ہی یہ حکم تھا کہ وہ حسب طاقت اور بمقتضائے وقت غلام آزاد کرین۔ بلکہ صدقات کے روپے کا جو بیت المال مین جمع ہوتا تھا ایک ضروری خرچ غلامونکا آزاد کرنا بھی تھا۔ چنانچہ اللہ تعالے قرآن شریف مین فرماتا ہے:۔ انما الصدقت للفقراء والمسکین والعملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم (التوبۃ۔ رکوع ۸۔ آیت ۶۰) یعنی صدقات کا روپیہ فقیرون کا حق ہے اور محتاجونکا اور ان کارکنون کا جو اسکے وصول کرنے یا تقسیم کرنے پر مقرر ہین۔ اور مولفۃ القلوب کا اور نیز یہ روپیہ غلامونکے آزاد کرنے اور قرضدارون کے قرضے ادا کرنے مین اور اللہ کی راہ مین اور مسافرونکے لیئے خرچ کیا جاوے۔ یہ اللہ کے ٹھہرائے ہوئے حقوق ہین اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے اس آیت مین صدقات یعنی زکوۃ کے روپے کے مصارف مین سے ایک ضروری خرچ غلامونکے آزاد کرنیکا ٹھہرایا گیا ہے۔ گویا حکومت کا یہ فرض قرار دیا گیا ہے کہ وہ بھی ایک حصہ روپے کا غلامونکے آزاد کرنے مین صرف کرے۔ یہ حکم انسانی نہین بلکہ اللہ تعالے کیطرف سے ہے۔

علاوہ ان عام احکام کے بعض حالتون مین صاحب مقدور مسلمانونکے لیئے غلام کا آزاد کرنا جہان غلام ملسکے لازمی قرار دیا گیا ہے اور یہ تمام موقعے کسی نہ کسی گناہ کا کفارہ ہین۔ پہلا موقعہ وہ ہے جب ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو غلطی سے مار ڈالے اسوقت بردہ آزاد کرنیکا حکم ہے (النساء۔ ۹۴) دوسرا وہ موقعہ ہے جہان کوئی اپنی بیوی سے ظہار کر بیٹھے یعنی اپنی بیوی کو ماں کہدے اسے جھوٹ اور بیہودہ قرار دیا ہے اور ظہار کے بعد اگر پھر رجوع کرے تو اسکا کفارہ غلام کا آزاد کرنا رکھا ہے (المجادلہ ۳ و ۴) ان دونون صورتون مین غلام کا آزاد کرنا لازمی ہے لیکن اگر غلام نہ ملے تو پھر اور صورتین کفارہ کی بتائی گئی ہین۔ تیسرا موقعہ وہ ہے جب کوئی قسم کھا بیٹھے اور پھر اسکو پورا نہ کرے اسکا کفارہ یہ فرمایا کہ یا دس مسکینونکو کھانا کھلائے یا کپڑا پہنائے اور یا بردہ آزاد کرے۔ حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص روزہ رکھکر اسکو توڑ دے اسکا کفارہ بھی غلام کا آزاد کرنا ہے۔ یہ سب ایسے حکم ہین جن مین غلام کا آزاد کرنا ضروری ہے۔

احادیث مین بھی غلامون کے آزاد کرنے پر بہت زور دیا گیا ہے۔ صحیح بخاری مین ہے۔ ایما رجل اعتق امرأ مسلما استنقذ اللہ بکل عضو منہ عضوا منہ من النار یعنی جو شخص ایک مسلمان غلام کو

www.aaiil.org

آزاد کرے گا۔ اللہ تعالے اس غلام کے ہر ایک عضو کے بدلے آزاد کنندہ کے ہر ایک عضو کو آگ سے بچائیگا اس سے بڑھکر غلامون کی آزادی کے لیے اور کیا ترغیب ہوسکتی ہے۔ ایک اور حدیث کا مضمون یہ ہے۔ عن البراء ابن عازب قال جاء رجل الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال دلنی علی عمل یقربنی من الجنۃ ویبعدنی من النار فقال اعتق النسمۃ وفک الرقبۃ۔ یعنی براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہین کہ ایک آدمی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے وہ عمل بتائیے جو مجھے جنت سے نزدیک کرے اور دوزخ سے دور کرے فرمایا غلام کو آزاد کر اور گردن کو چھڑا۔ ایسا ہی ایک حدیث شریف مین آیا ہے کہ سب سے پیارا عمل خدا کے نزدیک غلام کا آزاد کرنا ہے۔ خاص خاص موقعونپر بھی غلام کے آزاد کرنے کا حکم تھا۔ چنانچہ بخاری مین ہے۔ عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما..... قالت امر النبی صلے اللہ علیہ وسلم بالعتاقۃ فی کسوف الشمس۔ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کے موقعہ پر غلامونکے آزاد کرنے کا حکم دیا۔

یہ تمام احکام جو قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے دکھائے گئے ہین صرف ترغیب و تحریص کے رنگ مین ہین اور اگرچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تاریخ سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان احکام کی ایسی پیروی کرتے تھے جیسے فرایض کی۔ مگر اسلام نے غلامونکے آزاد کرنیکا صرف یہی طریق نہین رکھا۔ بلکہ ایک اور صورت بھی بتائی ہے۔ جو ان تمام صورتون سے الگ ہے۔ کیونکہ ان تمام صورتون مین غلام کا آزاد کرنا صرف آقا کی مرضی پر منحصر ہے لیکن اسلام نے غلامونکو آزادی حاصل کرنیکا حق بھی دیا ہے۔ اس پر سورہ نور کی وہ آیت شاہد ہے جو پہلے بھی ایک موقعہ پر نقل کی جاچکی ہے:۔ والذین یبتغون الکتب مما ملکت ایمانکم فکاتبوہم ان علمتم فیہم خیرا واتوہم من مال اللہ الذی اتکم۔ (النور ۴ - ۳۳) ترجمہ اور تمہارے غلامون مین سے جو مکاتبت کے خواہان ہون تم انکے ساتھ مکاتبت کرلیا کرو۔ بشرطیکہ تم ان مین بہتری کے آثار پاؤ۔ اور مال خدا مین سے جو اس نے تم کو دے رکھا ہے کچھ انکو بھی دیدیا کرو۔ مکاتبت یون ہوتی تھی کہ آقا غلام کو کچھ روپے کی ادائیگی کے وعدے پر یہ لکھدیا کرتا تھا۔ کہ جب اسقدر روپیہ ادا ہوجائے تو غلام آزاد سمجھا جائے گا۔ اور اس اثنا مین غلام بجائے خود کام کرکے روپیہ کماتا اور وہی روپیہ مالک کو آزادی حاصل کرنیکے لیئے دیتا۔ اس آیت شریف مین یہ حکم ہے کہ جب تمہارا غلام مکاتبت کا خواہان ہو تو ضروری ہے کہ تم اس سے مکاتبت کرو۔ شرط صرف یہ ہے کہ وہ کچھ مفید کام کرنیکے قابل ہو۔ اور اس شرط کا ہونا اسلیئے ضروری تھا تاکہ

www.aaiil.org

غلام آزاد ہوکر سوسائیٹی کو بجائے فائدہ کے نقصان پہنچانیوالے نہ بنین۔ بلکہ صرف وہی آزاد ہون جو کچھہ کمانے کے قابل ہین۔

یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ جب غلام مکاتبہ چاہے تو آیا آقا پر واجب ہے کہ وہ مکاتبت لکھدے یا نہین۔ اول تو قرآن کریم کے الفاظ سے ہی اسکا وجوب معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس مین یہ حکم ہے کہ جب غلام مکاتبت کا خواہان ہو تو مکاتبت کر لیا کرو۔ احادیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ صحیح بخاری مین... باب المکاتب کے نیچے آیت مذکورہ بالا کو لکھنے کے بعد لکھا ہے:۔ وقال رَوح عن ابن جُرَیج قلت لعطاء اواجب علی اذا علمت لہ مالا ان اکاتبہ قال ما اراہ الا واجبا۔ وقال عمرو بن دینار قلت لعطاء تاثرہ عن احد قال لا ثم اخبرنی ان موسےٰ بن انس اخبرہ ان سیرین سال انسا المکاتبۃ وکان کثیر المال فابی فانطلق الی عمر رض فقال کاتبہ فابی فضربہ بالدرۃ و یتلو عمر فکاتبوہم ان علمتم فیہم خیرا فکاتبہ۔ یعنی روح سے روایت ہے کہ ابن جریج کہتے ہین کہ مینے عطا کو پوچھا کہ اگر مجھہ معلوم ہو کہ غلام مال دے سکتا ہے تو مکاتبہ کرنا مجھہ پر واجب ہے انہون نے جوابدیا کہ مین تو اسے واجب ہی سمجھتا ہون۔ اور عمرو بن دینار کہتے ہین مینے عطاء کو کہا کہ آپ کسی دوسرے سے یہ روایت کرتے ہین کہا نہین۔ پھر مجھے انہون نے خبر دی کہ موسےٰ بن انس نے انکو خبر دی کہ سیرین نے انس سے مکاتبہ کی خواہش کی اور وہ بہت مال والا تھا۔ انس نے انکار کیا تو سیرین حضرت عمر رض کے پاس چلے گئے آپنے انس کو بلاکر کہا کہ مکاتبہ کر لو۔ انہون نے پھر انکار کیا تو حضرت عمر رض نے انکو درہ کے ساتھہ مارنا شروع کیا اور آپ قرآن شریف کی یہ آیت پڑھتے تھے وکاتبوہم ان علمتم فیہم خیرا۔ پھر انس نے مکاتبہ لکھدیا مکاتبہ کا روپیہ عموماً باقساط ادا کیا جاتا تھا۔ اور بظاہر اس مین غلام کی ہی رعایت تھی۔ لیکن اگر اقساط مقرر کرنیکے بعد غلام کافی روپیہ ایک ہی وقت مین دے سکنے کے قابل ہو تو آقا مجبور تھا کہ اسے اسیوقت روپیہ لیکر آزاد کر دے۔ چنانچہ حضرت عمر رض کے سامنے ایسا ہی ایک فیصلہ ہوا تھا۔ کہ ایک عورت نے یکمشت مکاتبہ کا روپیہ لینے سے انکار کیا تو آپنے روپیہ بیت المال مین داخل کرکے غلام کو آزاد کر دیا اور عورت کو کہا کہ تو اب اپنا روپیہ خواہ باقساط لے اور خواہ یکمشت۔

ان مقدمات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسی صورت مین غلام آقا کو آزادی کے لیے مجبور کر سکتا تھا۔ مکاتبہ کی صورت مین سارا روپیہ غلام کو ادا نہ کرنا پڑتا تھا۔ بلکہ اکثر اوقات دوسرے لوگ روپیہ دیکر اسکی مدد کرتے اور بعض وقت قومی چندے بھی اس غرض کیلئے کیئے جاتے اور صدقات کے روپے مین سے بھی کچھ روپیہ دیدیا جاتا تھا۔ قرآن شریف کے اس حکم مین کہ واتوہم

www.aaiil.org

من مال اللہ الذی اٰتکم۔ صرف غلام کا آقا ہی مخاطب نہین بلکہ عام طور پر بھی مسلمانون کو ترغیب دیگئی ہے کہ جب غلام روپیہ دیکر آزادی حاصل کرنی چاہتا ہو تو تم بھی اسے کچھ دیدیا کرو۔ احادیث سے بھی یہ ثبوت ملتا ہے کہ مسلمانونکو چاہیئے غلامونکے چھوڑنے مین مدد کیا کرین۔ تفسیر کبیر مین اس آیت کی تفسیر کے نیچے یہ روایت لکھی ہے۔ ان رجلا قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم علمنی عملا یدخلنی الجنۃ قال لان کنت اقصرت الخطبۃ لقد اعظمت المسئلۃ اعتق النسمۃ وفک الرقبۃ فقال الیسا واحدا فقال لا عتق النسمۃ ان تنفرد بعتقھا و فک الرقبۃ ان تعین فی ثمنھا۔ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا مجھے وہ عمل سکھایئے جس سے مین جنت مین داخل ہوجاؤن۔ فرمایا اگرچہ تیری بات مختصر ہے مگر تیرا سوال بہت بڑا ہے۔ غلام کو آزاد کر اور گردن کو چھڑا۔ اسنے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ان دونون باتون کا ایک ہی مطلب نہین۔ فرمایا نہین۔ غلام کے آزاد کرنیسے یہ مراد ہے کہ تو اکیلا ہی اسکو آزاد کرے اور گردن کے چھڑانیسے یہ مراد ہے کہ تو اسکی قیمت کے ادا کرنے مین مدد کرے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی بہت سی مثالین موجود ہین جن مین خود آپنے اور آپکے ازواج مطہرات اور صحابہ کرام نے غلامونکو آزادی حاصل کرنے مین مالی مدد دی۔ چنانچہ سلمان فارسی کے مکاتبہ کی شرائط کو پورا کرنیکے لیئے آنحضرت نے خود اپنے ہاتھ سے تین سو درخت کھجور کا لگایا اور روپیہ کی ادائیگی یون ہوئی کہ آپنے صحابہ کو اسکا چندہ کرنیکے لیے حکم دیا چنانچہ چندہ کرکے وہ رقم ادا کی گئی۔ حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا نے بریرہ کے مکاتبہ کا کل روپیہ ادا کیا اور یہ حدیث صحیح بخاری مین موجود ہے فک رقبہ پر قرآن شریف نے خود بہت زور دیا ہے اور یون ہر پیرائے مین مسلمانونکو غلامونکی آزادی حاصل کرنے مین مدد دینے کی ترغیب دی ہے کہ خود غلام آزاد کرو۔ چندہ کرکے انکی قیمت ادا کرو اور بالآخر یہ کہ صدقات کے روپیے کا ایک حصہ اسی نیک کام مین صرف کرو۔ اگر پچھلے زمانے کے مسلمان ان ہدایتون پر اسی طرح عمل کرتے جیسے صحابہ کرام نے عمل کرکے دکھایا۔ تو اسلامی ممالک مین سے کبھی کا غلامی کا نام و نشان مٹ گیا ہوتا۔

بعض اور حالتین بھی تھین جن مین غلامونکا آزاد کرنا ضروری قرار دیا گیا تھا۔ اگر آقا غلام کو مارے تو اسکا کفارہ اسکا آزاد کرنا قرار دیا گیا۔ جب کبھی مار کی شکایت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پاس پہنچی تو آپنے فی الفور غلام کو آزاد کر دیا۔ خلفائے راشدین کا بھی اسی پر عمل رہا۔ چنانچہ امام مالک نے موطا مین یہ روایت لکھی ہے۔ کہ حضرت عمرؓ کے سامنے ایک لونڈی کی شکایت آئی جسکو اسکے آقا نے مارا تھا۔ تو آپنے اسے فی الفور آزاد کر دیا۔ ایسا ہی آزادی کا استحقاق اس صورت مین پیدا ہو جاتا تھا۔ جب لونڈی اور آقا کا تعلق ناجائز

www.aaiil.org

بیوی کی طرح ہوکر اس سے اولاد پیدا ہو۔ خاوند کی زندگی مین اس سے لونڈی کی طرح سلوک نہ ہونا تھا۔ اور اسکے مرنیکے بعد وہ آزاد سمجھی جاتی تھی۔ اگر ایک غلام کئی مالکونکی مشترکہ ملک ہو اور ان مین سے ایک بقدر اپنے حصّہ کے اسے آزاد کردے تو حکم تھا کہ اگر اُسے توفیق ہو تو وہ باقی مالکونکے حصّہ کی پوری قیمت ادا کرکے غلام کو بکلی آزاد کردے۔ ایسا ہی اگر آقا وصیت مین لکھدے کہ فلان غلام آزاد ہے تو ورثا اسکو آزاد کرنے کے لیے مجبور ہوتے۔

علاوہ ان غلامون کے جو اسلام سے پہلے مسلمانون کے قبضے مین آچکے تھے اور جنکی بہت بڑی تعداد ان احکام کے مطابق آزاد کردی گئی تھی اسیران جنگ تھے جو اسوقت کے قوانین جنگ کے لحاظ سے فاتحین کی غلامی مین آجاتے تھے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اکثر انکو بھی آزاد کردیا۔ اسّی آدمی جنھون نے فتح مکہ کیوقت مقابلہ کیا تھا اور جو گرفتار کرلیے گئے تھے سب کے سب آزاد کردیئے گئے۔ قوم ہوازن کے چھ ہزار قیدی مسلمانونکے ہاتھ لگے تھے۔ اور وہ کل کے کل بغیر فدیہ لینے کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آزاد کردیئے۔ اور یہی تعلیم قرآن شریف کی ہے کہ حتے الوسع اسیران جنگ کو احسان رکھکر یا فدیہ لیکر چھوڑ دیا جاوے۔ جیساکہ سورہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی آیت اما منا بعد و اما فداء سے ظاہر ہے یعنی جب تم دشمن کو قیدی بنالو تو پھر یا انہین احسان رکھکر چھوڑ دو اور یا فدیہ لیکر چھوڑ دو۔ قرآن کریم کی بات بات مین خدا سے ہونیکا ثبوت ملتا ہے۔ یہان بھی مقدم اسی بات کو رکھا ہے کہ احسان رکھکر چھوڑ دو۔ ہان اگر احسان رکھکر چھوڑنا مصلحت وقت نہ ہو اور اس سے دشمن کو ایسی تقویت پہونچتی ہو کہ اس سے پھر جنگ کا خطرہ ہو تو سوسایٹی کے امن کے لیے یہ ضروری سمجھا گیا اور ہر ایک دانشمند اسے ضروری سمجھے گا کہ یا تو قیدیون کا فدیہ لیکر انکو چھوڑا جاوے تا دشمن کو مالی کمزوری پہونچکر پھر وہ امن مین خلل نہ ڈال سکے اور اگر وہ فدیہ نہ دین تو ایسی صورت مین گویا وہ خود غلامی کو اختیار کرنیوالے ٹھہرینگے۔ چنانچہ جب ہوازن کے قیدی مسلمانونکے ہاتھ لگے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جیساکہ بخاری شریف کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کئی دن تک ان کا انتظار کرتے رہے کہ وہ آکر اپنے قیدی مانگین تو چھوڑ دیئے جاوین۔ چنانچہ جب آخر وہ چند دن دیر کرکے آئے اور اسوقت غلام تقسیم ہوچکے تھے۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھکر مسلمانون کو یون خطاب فرمایا۔ اما بعد فان اخوانکم جاؤنا تائبین وانی رایت ان ارد الیھم سبیھم فمن احب منکم ان یطیب ذلک فلیفعل ومن احب ان یکون علے حظہ حتے نعطیہ ایاہ من اول مایفیٔ اللہ علینا فلیفعل۔ فقال الناس طیبنا ذلک۔ تمہارے بھائی تایب ہوکر تمہارے ..... پاس آئے ہین کہ پھر جنگ نہ کرینگے اور مین مناسب سمجھتا

ہون کہ ان کے قیدی ان کو واپس کر دون پس تم مین سے جو کوئی بخوشی ان کو احسان رکھکر واپس کرنا چاہے تو کر دے اور جو یہ چاہے کہ اسکے معاوضہ مین کچھ لے کر چھوڑے تو وہ منتظر رہے جبتک خدا ہم کو کچھ دے۔ جس مین سے ہم اسے دیدین اسپر سب مسلمانون نے عرض کیا کہ ہم بخوشی ان کو مفت چھوڑتے ہین۔

اس تمام بحث سے ناظرین پر یہ عیان ہوچکا ہے کہ دو قسم کے غلام تھے جنکے ساتھ اسلام کو واسطہ پڑا۔ اور ان مین سے ہر ایک قسم کے لیے انکے مناسب حال آزادی کی راہین بھی الگ الگ تجویز کی گئین۔ قسم اول مین وہ غلام شامل تھے جو اسلام لانیسے پہلے مسلمانون کے قبضے مین آچکے ہوئے تھے اور جو مدتون سے بلکہ پشت در پشت غلامی مین چلے آتے تھے۔ دوسری قسم مین اسیران جنگ تھے جو لڑائیون مین مسلمانون کے ہاتھ لگے تھے۔ اور جو مروجہ قوانین جنگ کے رو سے غلام تھے۔ انکی غلامی صرف اسیوقت سے شروع ہوتی تھی جب وہ قید کر لیے جاتے تھے۔ قسم ثانی کے غلام چونکہ تمدنی رنگ مین آزاد لوگون کی طرح ہی تھے اسلیے انکے یکدفعہ ہی آزاد کر دینے سے سوسائیٹی کے تمدن پر کوئی بد اثر نہ پڑ سکتا تھا۔ انکی اپنی جایداد اپنے گھر اور مکان اپنی تجارتین اور حرفے سب ایسے ہی موجود تھے جیسے آزاد لوگونکے اور انکو آزاد کرنا صرف ان کو اپنی اصلی حالت پر بحال کر دینا تھا ان لوگون سے اگر کوئی خطرہ تھا تو صرف اسقدر کہ آزاد ہونیکے بعد وہ پھر ملک کے امن مین فساد نہ ڈالین پس ان کے لیے قرآن کریم نے یہ تجویز کی کہ اگر ان سے کوئی خطرہ نہ ہو اور وہ اطاعت اختیار کرین تو ان کے قیدی احسان رکھکر چھوڑ دیئے جاوین۔ جیسا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہوازن کے چھ ہزار قیدیون سے سلوک کیا کہ جب وہ تایب ہوکر آئے تو آپنے انکے کل کے کل قیدی یکدفعہ ہی آزاد کر دیئے۔ لیکن اگر ان سے خطرہ ہو تو پھر دو صورتین تھین یا تو وہ فدیہ دیکر آزادی حاصل کرین جیسا کہ دنیا کی کل اقوام مین اب بھی یہی دستور پایا جاتا ہے اور اگر وہ فدیہ نہ دین تو پھر غلامی مین رہین۔

مگر ان غلامونکو جو مدتون سے غلامی مین چلے آتے تھے قرآن کریم نے یکمشت ہی آزادی دیدینا مناسب نہین سمجھا۔ ان لوگونکے نہ کوئی گھر بار تھے نہ جایدادین تھین نہ کوئی تجارتین تھین اور نہ ہی عموماً کوئی ہنر انکو آتا تھا پس ان سب کے یکدفعہ آزاد کرنے مین نہ صرف مالکونکو ہی ناقابل برداشت نقصان اٹھانا پڑتا بلکہ ان کی اپنی حالت بھی اوپستی کی طرف چلی جاتی اور انکو ذلیل پیشے اختیار کرنے پڑتے اور سوسائیٹی کے تمدن پر اسکا بہت برا اثر پڑتا۔ نہ انکے رہنے کے لیے مکان ہوتے اور نہ روزی کمانے کا کوئی عمدہ ذریعہ انکے ہاتھ مین ہوتا۔ انکی اس [illegible] حالت کی اصلاح انکو فوری آزادی دینے سے نہین ہوسکتی تھی۔ پس ان کے لیے اسلام نے بھی دور اندیشی سے ایسا طریق سوچا جس سے انکی حالت بھی سنورنے لگی

www.aaiil.org

اور تدریجی طور پر انکو آزادی ملنی بھی شروع ہوگئی۔ وہ ذلت جو غلام کے نام سے لگی ہوئی تھی اور جو سب بدیون کی جڑ تھی وہ اخوت کو قایم کرکے نابود کردیگئی اور پھر انکو تعلیم دینے اور ہنر سکھانے کا اہتمام کیا گیا اور ساتھ ساتھ ان کی آزادی کا انتظام بھی کیا گیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو عجیب نمونہ اپنے کل غلامونکو آزاد کرنیکا دکھایا اسکا اور بھی نیک اثر ہوا۔ غلامونکی آزادی کی ضرورت مختلف طریقونسے سمجھائی گئی۔ اور بہت سی صورتون مین ان کا آزاد کرنا لازمی قرار دیا گیا۔ اِدھر صدقات کے روپے کا ایک حصّہ اس مصرف مین لگنا شروع ہوا۔ اُدھر غلام کے آزاد کرنیکو گناہ کا کفارہ قرار دیکر ہر ایک مسلمان کو یہ سمجھایا گیا کہ غلام کے آزاد کرنے مین ہی اللہ تعالے کی خوشنودی ہے مگر نہ صرف آزاد کرنے مین بلکہ اس سے نیکی اور احسان کرنے مین اور ہر طرح سے اسکی مدد کرنے مین۔ اور ان سب حکمونکے بعد یہ فرمایا گیا کہ جب غلام ہوشیار اور محنتی ہو اور مفید کام کرنیکے قابل ہو اور وہ آزادی حاصل کرنا چاہے تو مالک پر واجب ہوگا کہ وہ اسے اسموقعہ سے فایدہ اٹھانے دے اس طرح پر وہی لوگ غلامی مین رہ سکتے تھے جو بالکل نکمے اور بیکار تھے۔ غلامونکی حالت مین یہ اصلاحین نہ صرف اس زمانے مین بلکہ اسکے بعد بھی کسی کو نہ سوجھین۔ کوئی شخص انصاف اور خدا ترسی سے غور کرے اور دیکھے کہ ایکطرف تو وہ تاریکی جسکے ساتھ دنیا ساتوین صدی کے شروع مین تاریک ہو رہی تھی اور دوسری طرف یہ اعلے درجہ کے اور روشن اصول۔ مقام غور ہے کہ یہ باریک اصول اس تاریکی سے تو پیدا نہین ہو سکتے تھے اور نہ ہی ایک شخص کے دل مین جو اس جاہل قوم کے درمیان پیدا ہوا ہو ایسے خیالات خود بخود آسکتے تھے۔ پس ان پاک خیالات کا سرچشمہ کونسا تھا۔ اور وہ آفتاب کونسا تھا جس سے یہ نور صداقت چمک اٹھا۔ صرف اتنی بات کا کہدینا کہ غلام آزاد کردیئے جائین یہ تو ہر ایک کر سکتا ہے۔ مگر یہ باریک امتیاز اور یہ روشن اصول کہ کن حالتون مین تدریجی آزادی دیجاوے اور کن حالتون مین یکدفعہ آزادی دیجاوے یہ بیشک اس پاک سرچشمہ کی تعلیم تھی جو وحی کا سرچشمہ ہے۔ ورنہ ایسی جہالت اور تاریکی کے اندر ایسی عجیب اور پر حکمت تعلیم کا دینا انسان کی طاقت مین نہ تھا۔ افسوس ہے ان لوگونپر جو اس کامل انسان پر یہ جھوٹا الزام لگاتے ہین کہ اس نے غلامی کو مذہب کا جزو بنادیا۔ غلامی کو نہین بلکہ غلامونکے آزاد کرنے کو اسنے مذہب کا جزو بنادیا۔ وہ راستہ جو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دکھایا۔ اور جس مین مہاجرین اور انصار چلتے رہے وہ ایک صاف اور واضح راستہ ہے۔ پس اس راہ پر نکتہ چینی کرو۔ اور دکھاؤ کہ کس مذہب نے اور کس مذہب کے بانی نے ایسے روشن اصول قایم کیئے۔ اور انسانون کے ساتھ ایسی پاکیزہ ہمدردی دکھائی۔

www.aaiil.org

اسلام (۳)

بجواب پادری سیل

اس مضمون کے پہلے دو حصون مین مینے پادریصاحب کی دو غلطیونکو کھولکر دکھایا ہے کہ کس حالت مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عرب کو پایا اور پھران کے اندر کیا تبدیلی پیدا کرکے دکھائی اس تبدیلی پر بعض اعتراض پادریصاحب کے ایسے ہین جن کا جواب الگ مضمونون مین دیا جاچکا ہے۔ مثلاً تعدد ازواج طلاق پردہ اور عورتون کے حقوق۔ لونڈیون کے متعلق جو کچھ اس نے لکھا ہے اسکا جواب غلامی کے مضامین کے سلسلہ مین آیندہ کسی نمبر مین نکلے گا۔ اور بعض اعتراض اسکے جو حرم حجر اسود اور طواف کے متعلق ہین انکا بیان انشاء اللہ بعد مین کیا جاویگا پہلے میرا خیال تھا کہ اسکے ہر ایک آرٹیکل کا جواب ساتھ ساتھ دیتا جاؤن گا مگر مشکل یہ ہے کہ پادریصاحبان حسب عادت ایک ایک سطر مین کئی کئی اعتراض کر دیتے ہین اسلیے جواب لکھنے والیکو بعض وقت ایک سطر کے جواب مین کئی صفحے لکھنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ چونکہ یہ سلسلہ اب شروع ہوگیا ہے اسلیے مین پسند کرتا ہون کہ جہانتک ممکن ہو ان اعتراضات کی بجکنی مین تفصیل سے کام لیا جاوے۔ اسوقت پادریصاحب کے ایک اعتراض کا جواب دیکر مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مکی حصہ زندگی پر بحث شروع کرونگا۔ اور تمہید سے نکلکر اصل واقعات پر آؤنگا۔

ایک ناعاقبت اندیش معترض کی طرح پادریصاحب نے اسلام پر حملہ کرتے ہوئے ایسے ہتھیار کو ہاتھ مین لیا ہے جس سے انکے اپنے مذہب کی جڑ کٹتی ہے مگر یہ لوگ دوسرے مذہب پر بحث کرتے ہوئے اپنے مذہب کو ایسا بھول جاتے ہین کہ اسکی کچھ بھی پروا نہین کرتے اور تعصب کی پٹی آنکھون پر باندھکر اپنی جڑین ہی کاٹنا شروع کر دیتے ہین پادری سیل نولدیک کے اس قول کو "کہ شامی قومین خیال کو عام کرنے کی طاقت مین بہت کمزور ہین اور وسیع اور منطقی خیالات کو انکے ذہن قبول کرنیکے قابل ہی نہین" ایسی خوشی سے نقل کرتا ہے کہ گویا یہ ایک شامی قومونکی خصوصیت ثابت ہوگئی اور اسلام اب کبھی عام اور وسیع مذہب ہونیکا دعوے ہی نہین کرسکتا۔ چنانچہ اسکو نقل کرنیکے بعد بڑے فخر سے کہتا ہے

www.aaiil.org

کہ یہ بات اسلام اور اسکے بانی دونون پر صادق آتی ہے۔ لیکن پادریصاحب کو یہ خیال نہ آیا کہ اگر اسی خصوصیت پر ہاتھ ڈالکر کوئی یہ کہدے کہ یہ بات عیسائی مذہب اور اسکے بانی دونون پر صادق آتی ہے تو پھر کیا جواب دینگے۔ ہم سمجھتے ہین کہ یسوع مسیح بھی شامی قومون مین سے تھا۔ وہ شام کے ملک مین پیدا ہوا اور شامی زبان بولتا تھا۔ اسکا سارا کنبہ اور سب رشتے دار بھی شامی ہی تھے اور جب وہ پڑھنے کے قابل ہوا تو وسعت خیال سیکھنے کے لیے لندن یا پیرس نہین بھیجا گیا تھا بلکہ ایک یہودی ماں کی خبرگیری سے نکلکر اسنے ایک یہودی استاد کی شاگردی اختیار کی اور یہودیون کی کتب مقدسہ کے پڑھنے مین بہت حصہ عمر کا صرف کیا۔ شاید پادری سیل صاحب کے اقرار اور نولدیکے کے بیان کے بموجب شامی ہونے کی وجہ ہی تھی جو اس نے اپنے شاگردون کو بڑی تنگ خیالی سے یہ نصیحت کی کہ "غیر قومونکی طرف نہ جانا اور سامریونکے کسی شہر مین داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑونکے پاس جاؤ" (متی باب ۱۰۔ آیت ۵ و ۶)۔ اور شاید اس شامی تنگ خیالی کا نتیجہ ہی ہوگا۔ جو اس نے اپنے مشن کو اسقدر محدود کیا جیسا کہ متی باب ۱۵۔ آیت ۲۴ مین لکھا ہے کہ مین اور کسی کی طرف نہین بھیجا گیا سوائے اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑونکے۔ اب اسکے بالمقابل اس عظیم الشان انسان کو دیکھو جو عرب مین پیدا ہوا اور جسپر پادریصاحب نے بڑے ظلم یا جہالت سے یہ الزام لگایا ہے کہ اسکا مذہب وسیع نہین۔ اسکا سب سے پہلا پیغام یہ تھا وما ہو الا ذکر للعلمین (القلم۔ اخیری آیت) یعنی یہ قرآن جو تم سنتے ہو یہ کوئی عرب یا شام کیلیئے مخصوص نہین بلکہ یہ دنیا کے سارے لوگونکے لیے نصیحت ہے اور جسکے متعلق فرمایا:۔ تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا (الفرقان) بڑی بابرکت ہے خدا کی ذات جسنے اپنے بندے پر فرقان نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہان کے لوگونکو خدا کے عذاب سے ڈراوے اور جسکے حق مین خدا فرماتا ہے۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین۔ (الانبیاء۔ ۱۰۷ رکوع ۷) کہ اے پیغمبر ہمنے تمکو دنیا کے تمام لوگونکے حق مین رحمت بناکر بھیجا ہے۔ کہان وہ جو کہے کہ مین اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑونکے سوا اور کسی کی طرف نہین بھیجا گیا۔ اور کہان وہ جسکا دعوے ہو کہ مین دنیا کے تمام لوگونکے لیے رحمت بناکر بھیجا گیا ہون اور یہ تمام دعاوی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مکی وحی مین بھرے ہوئے ہین۔ آپنے کبھی یہ تنگدلی نہین دکھائی کہ مین عرب کے سوا اور کسی کی طرف نہین بھیجا گیا ہون۔ عیسائی صاحبان اگر اسی بات پر غور کرتے تو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت اپنپر کھل جاتی کہ آپکے پہلے جسقدر انبیاء آئے تھے وہ اپنی اپنی قومونکی طرف آئے تھے جیسا کہ قرآن شریف سے بھی اسکی شہادت ملتی ہے کہ وان من امۃ الا

www.aaiil.org

خلافیہا نذیر۔ مگر عالمین یعنی تمام جہان کے لوگونکے لیے صرف ایک ہی نذیر اور ایک ہی رحمت بنکر آیا اگر سنی سنائی باتو پر آپ کا مدار ہوتا تو آپ بھی یہی دعوے کرتے کہ مین عرب کیطرف ہی بھیجا گیا ہون۔ اس مقابلہ سے صرف یہی معلوم نہین ہوتا کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہمدردی بمقابلہ دوسرے انبیاء اور خصوصاً حضرت مسیح علیہ السلام کے کسقدر وسیع تھی۔ بلکہ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ قوت قدسی جسکے ذریعہ سے نبی ایک پاک تبدیلی پیدا کرتا ہے وہ آنحضرت مین دوسرے انبیاء سے کسقدر بڑھکر تھی کہ آپنے تمام دنیا کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا پھر یہی قوت قدسی اس بات کی بھی دلیل ہے کہ آپکی اللہ تعالے کی محبت اور معرفت اور اس ذات پاک سے تعلق دوسرون کی نسبت کسقدر بڑھا ہوا تھا۔ کیونکہ جسقدر علم اور معرفت الہی اور تعلق باللہ زیادہ ہوگا اسیقدر دل مین یہ قوت قدسی بڑھکر پیدا ہوگی۔ پس اس پہلو سے بھی ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کل انبیاء علیہم السلام پر خواہ وہ ملک شام مین پیدا ہوئے ہوں اور خواہ کسی اور جگہ ظاہر و ثابت ہے۔

اسکے بعد پادریصاحب یہ اعتراض کرتے ہین کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان مختص المکان والزمان قوانین کو جو صرف چند روز کے لیئے عربون کے موزون حال تھے تمام لوگون اور ہر زمانے کیلیے قوانین قرار دیا۔ وہ کون کون قوانین ہین اسکا ذکر پادریصاحب نے نہین کیا ہان قیاس کے طور پر ہم کہہ سکتے ہین کہ انکے ذہن مین تعدد ازواج اور طلاق کے قوانین ہین۔ اسلامی قانون طلاق پر کسی گذشتہ اشاعت مین مفصل بحث کیگئی ہے اور ناظرین اس بحث کو پڑھکر دیکھ سکتے ہین کہ اسلام کا قانون طلاق خاوند اور عورت کیلیے کافی وجہ کے ہونے پر طلاق کا حق پیدا کرتا ہے۔ پادری سیل نے بڑی جرأت سے اس قانون پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ صرف عربونکے لیے اور وہ بھی عارضی طور پر موزون تھا۔ اور دوسرے ملکون مین یا بعد کے زمانیکے لیے یہ قانون نہین ہو سکتا۔ حالانکہ اسے خوب علم ہے کہ آج جو قانون طلاق اکثر عیسائی ممالک مین مروج ہے وہ اسی اصول پر مبنی ہے۔ تعجب ہے کہ ایک تو یہ لوگ اسلام کے پاک اصول کی چوری کرتے ہین اور پھر یہ ناسپاسی کہ اسپر اعتراض کرتے ہین مگر جب عیسائیون سے پوچھو کہ وہ وسیع قانون طلاق کا کونسا ہے جو تمام ملکون اور ہر زمانے کے موزون حال ہے تو شاید یہ جواب دیتے ہوئے کہ وہ عیسائیت کا قانون ہے کچھ شرم ان لوگونکو آجاوے۔ متی اس قانون کو ان الفاظ مین بیان کرتا ہے "وہ یہ بھی لکھا گیا کہ جو کوئی اپنی جورو کو چھوڑ دے اسے طلاقنامہ لکھدے۔ پر مین تمہین کہتا ہون کہ جو کوئی اپنی جورو کو زنا کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دیوے اس سے زنا کرواتا ہے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے زنا کرتا ہے" (متی باب ۵۔ آیت ۳۲) بہت خوب۔ اب پادری صاحب یہ بتاوین اور

www.aaiil.org

صاف الفاظ مین اس کا جواب دین کہ آج کل عیسائی ممالک مین کسقدر لوگ ایسے ہین جو دوسری وجوہات پر طلاق حاصل کرکے اپنی عورتون سے زنا کرواتے ہین اور کسقدر مطلقہ عورتین ہین جو دوسرا بیاہ کرنیکی وجہ سے اس حکم کے بموجب زنا کا ارتکاب کرتی ہین ؟ ہان اور یہ بھی بڑا ضروری سوال ہے کہ کسقدر عورتین طلاق کا دعوے کرکے اور طلاق حاصل کرکے عیسائی مذہب کے رو سے زنا کی مرتکب ہو رہی ہین کیونکہ یسوع مسیح کے محیط اور کامل قانون طلاق کے رو سے کوئی عورت کسی صورت مین طلاق حاصل نہین کر سکتی۔ اے پادریصاحبان شرم کرو تم اپنے استاد کے فتوے کے رو سے وہ لوگ ہو جو دوسرون کی آنکھ مین تنکا بتانیکے لیے دوڑتے ہو اور اپنی آنکھ کے شہتیر کو نہین دیکھتے۔ وہ کونسا اسلام کا اصول ہے جو ہر زمانہ اور ہر قوم کے لیے موزون نہین۔ اور عیسائیت کا وہ کونسا عقیدہ ہے جو ہر ملک اور ہر زمانہ کے قبول کرنیکے لایق ہے ؟ تثلیث یا کفارہ یا آسمان پر چڑھ جانا۔ کیا یہی وہ عقاید ہین جو تمام دنیا کے قبول کرنیکے لایق ہین اور ہمیشہ کے لیئے قبول کرنیکے لایق ہین ؟ دیکھو کہ توہم پرستی کی بیخ کنی اور علم کی ترقی خود ان تمام عقاید کو جڑ سے اکھیڑ رہی ہے۔ یہ غلطیان ہین جو سچے علم کے سامنے اس طرح پاش پاش ہو جاوین گی جس طرح نور کے سامنے ظلمت۔ کہان ہے تمہاری سچائی۔ اور حق پسندی جسپر دنیا مین اس قدر شور ڈال رکھا ہے۔ ؟ کیون ایک جھوٹ کی خاطر ان باتون کو بیان کرتے ہو جنکو تم جھوٹی جانتے ہو۔ ایمان سے کہو کہ کیا عیسائی تعدد ازدواج کی ممانعت کیوجہ سے مسلمانون سے زیادہ پاکیزہ زندگیان بسر کر رہے ہین ؟ سچ سچ بتاؤ کہ کیا تم کبھی ضرورت محسوس نہین کرتے۔ کہ بعض حالات مین تعدد ازدواج ضروری ہو جاتا ہے۔ بتاؤ کہ مسیح نے کب تعدد ازدواج کی ممانعت کی ؟۔ بتاؤ کہ لوتھر کے وقت تک کلیسیا نے تعدد ازدواج جایز قرار نہین دیا ؟ سچ سچ کہو کہ وہ کئی لاکھ عورتین جو عیسائی ممالک مین تعداد مین مردون سے زیادہ ہین انکے دلون مین خاوند کی خواہش کبھی پیدا نہین ہوتی ؟ خدا ترسی سے بتاؤ کہ ان پیغمبرون نے جنکے نوشتے تم دن رات کوشش کرکے دنیا مین پھیلا رہے ہو تعدد ازدواج کی تعلیم نہین دی اور اسپر عمل نہین کیا ؟ اور بالآخر یہ بھی بتاؤ کہ کیا تم ہمیشہ سچائی اور پاکیزگی کے قبول کرنے سے انکار پر جمے رہو گے ؟

اسلام کی کوئی سی تعلیم لے لو اور اسکا مقابلہ عیسائی مذہب کی ویسی ہی تعلیم سے کرو۔ اور تمہین ایک ذرہ شک باقی نہین رہ جائیگا۔ کہ کونسی وہ تعلیم ہے جو ہر ملک اور ہر زمانہ پر حاوی ہے اور کونسی محدود اور ناقابل عمل ہے۔ عیسائی مذہب کی اخلاقی تعلیمون مین سب سے اعلے درجہ کی تعلیم جسپر عیسائی کتابین لکھتے لکھتے تھک گئے ہین یہ ہے ایک گال پر طمانچہ کھاکر دوسری پھیر دو۔

www.aaiil.org

اور کوئی کوٹ اتارے تو اسے چغہ بھی دیدو۔ بات تو بہت دل خوش کن ہے مگر دنیا مین آج کون ایسا آدمی ہے جو اس پر عمل کرتا ہے یا اگر یہ سمجھ لیا جاوے کہ یہ زمانہ بہ سبب اپنی بدکاریون اور شرارتونکے اس اعلیٰ درجہ کی تعلیم پر عمل کرنیکے لایق ہی نہین تو کسی گذشتہ زمانہ مین ہی کسی کا نشان بتایا جائے جس نے اس پر عمل کیا ہو کوئی پوپ ہو۔ یا کوئی لاٹ پادری۔ یا کلیسیا کا اور کوئی عہدیدار۔ یا کوئی انجیل کا واعظ۔ یا کوئی بادشاہ یا کسی ریاست کا حاکم یا کوئی فوج کا جرنیل یا اور عہدیدار یا کوئی عیسائی سوسائیٹی ہی سہی کسی کا پتہ تو بتاؤ جو اس تعلیم کا عامل ہو گذرا ہو۔ اسکے بالمقابل اسلام کی تعلیم کو دیکھو۔ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفی واصلح فاجرہ علی اللہ۔ جو کوئی بدی اور شرارت کرے اس کی سزا تو یہی ہے کہ اسکو اسی بدی کے مناسب حال سزا دیجاے۔ لیکن اگر کوئی شخص معاف کردے اور اسکے معاف کرنیکا نتیجہ اصلاح ہو تو ایسا آدمی اللہ تعالے سے نیک اجر پاوے گا۔ یہی وہ قانون ہے جسپر عیسائی حکومتونکی بھی بنیاد ہے۔ معافی وہی ٹھیک ہے جس سے اصلاح اور نیک نتیجہ پیدا ہو۔ اگر ایک شخص شرارت کرکے دوسرے کے گھر مین آگ لگا دیتا ہے تو اسکو معاف کرنا اس بات پر دلیر کرنا ہے کہ وہ اور دونکے گھرون مین بھی آگ لگائے ایسا ہی بہت سے جرائم پیشہ لوگ ہین جن کو اگر سزا نہ دیجاوے تو وہ سوسائیٹی کے امن کو دور کردینگے تعجب مجھے اس بات پر آتا ہے کہ عیسائی صاحبان اپنے گھر کی تعلیم پر ایک منٹ کے لیے بھی عمل نہین کرسکتے اور سارے انتظام اور تمدن کی بنیاد ان اصولون پر ہے جو اسلام کے اصول ہین مگر پھر ساتھ ہی اسلام پر یہ اعتراض کیے جاتے ہین کہ اسلام کے اصول ہر زمانہ اور ہر ملک کیلیئے حاوی نہین۔ اور عیسائیت کے اصول وسیع اور محیط ہین۔ اس جھوٹ اور جھوٹی حمایت سے فایدہ کیا۔ اور اس پردہ پوشی سے کب تک کام چلے گا۔

اب مین پادری سیل کے اس حصہ مضمون پر آتا ہون جس مین اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی پر اعتراض کیے ہین جس استقلال اور صبر اور دلسوزی کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ مین رہ کر اور طرح طرح کے مصایب اور کفار کی ایذا رسانی اور تکلیف دہی کی برداشت کرکے پیغام رسالت کو پہونچاتے رہے وہ ایسے خارق عادت ہین کہ آپکے بڑے سے بڑے دشمنونکو بھی اس جگہ آپکی عظمت اور خلوص کا قایل ہونا پڑا ہے۔ میور جیسا دشمن اپنے منہ سے اقرار کرتا ہے کہ "انبیا کی تاریخ کے علاوہ اور کسی جگہ ہمین اس جدوجہد کی نظیر نہین ملتی جس مین تیرہ سال تک نبی عربی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے باوجود طرح طرح کی دل شکنیون ناامیدیون اور دھمکیونکے اور باوجود رد کیے جانے اور ایذا دیئے جانیکے ایسا کامل ایمان خدا پر دکھایا جس مین کبھی کسی طرح کا تزلزل نہین آیا اور لوگونکو نیکی کیطرف دعوت کرتے رہے۔ اور اپنے بے دین ہم وطنونکو خدا کے آئندہ غضب سے ڈراتے رہے"۔ مگر مین کہتا ہون کہ ایسا کامل نمونہ تو انبیا

www.aaiil.org

علیہم السلام کی تاریخ مین بھی کہین نہین ملتا اور انہی انبیاء مین مین یسوع مسیح کو بھی شامل کرتا ہون اور بصیرت سے کہتا ہون کہ اس کا نمونہ پادریصاحب یسوع مسیح کی زندگی مین ہرگز نہین دکھا سکتے۔ اگر کسی پادریصاحب کو احقاق حق اور ابطال باطل منظور ہے تو انہین واجب ہے کہ اس کامل ایمان اور استقامت اور صبر اور برداشت کے نمونہ کی جو ہمارے نبی کریم نے دکھایا کوئی نظیر حضرت مسیح کی زندگی مین بھی نکالکر دکھاوین۔ ورنہ یاد رکھین کہ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ لوگ انکے خداوند خداوند کہنے پر نہین بھولین گے بلکہ واقعات حقہ کی رو سے فیصلہ کرینگے کہ افضل کون ہے۔ عرب جیسا کہ پہلے دکھایا جاچکا ہے بت پرستی مین غرق شدہ قوم تھی مگر قریش جن کا مقابلہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوا کیونکہ انہین کو پہلے پہل آپنے مکہ معظمہ مین مخاطب بھی فرمایا۔ نہ صرف بت پرستی سے ہی محبت رکھتے تھے بلکہ انکی ساری وجاہت اور عزت بھی اسی بت پرستی کیوجہ سے ہی تھی۔ کعبہ جو قدیم سے ساری قوم کا مرجع رہا تھا قریش کے زیر حفاظت تھا اور اسوقت وہ ایک عظیم الشان بتخانہ تمام بتونکے پجاریونکے لیے بنا ہوا تھا۔ جہان اسقدر بت موجود تھے کہ ہر سال مین روز ایک نیا بت پرستش کے لیے ملسکتا تھا۔ پس قریش کا سارے عرب پر ایک طرح سے مذہبی رعب تھا اسکا ثبوت اسبات سے بھی ملتا ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ حق شروع کی اور سالانہ مجمعون مین جہان متفرق مقامات سے عرب جمع ہوتے تھے خدا تعالی کی توحید بیان کرنے لگے تو کفار نے آپکے وعظ کے اثر کو زایل کرنیکے لیے یہ تجویز کی کہ ایک ایک آدمی اپنا مقرر کردیا جس نے ہر گذرگاہ مین بیٹھکر آنیوالون کو متنبہ کردیا کہ خبردار محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بات نہ سننا۔ اور جہان نبی کریم وعظ کے لیے جاتے وہان ہی ذی وجاہت قریش مین سے ایک اٹھکر بیان کردیتا کہ لوگو اس کی بات پر اعتبار نہ کرنا یہ ساحر ہے اور اتنی ہی بات سے سب لوگ آپ کی طرف توجہ کرنیسے رک جاتے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کامیابی سے قریش کو صرف یہی خطرہ نہین تھا کہ انکا آبائی مذہب نابود ہوجاوے گا بلکہ بڑا فکر انکو یہ تھا کہ اس سے ان کی عزت اور وجاہت کو بھی صدمہ پہونچے گا۔

یہ بات بھی بیان کرنیکے قابل ہے کہ واعظ انکے درمیان پہلے بھی تھے مگر جو سلوک ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ہوا انسے کبھی نہین ہوا۔ نہ صرف یہ کہ اس درجہ کی ایذا رسانی نہین ہوئی بلکہ یہ بھی ثابت نہین کہ مذہب کی خاطر انہون نے کسی کو دکھ یا تکلیف پہونچائی ہو۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے ساتھ ہی اس قوم کا رنگ بدل گیا۔ شروع سے ہی انکو ایسا معلوم ہونے لگ گیا تھا کہ انکا قومی مذہب آنحضرت کے ہاتھ سے نیست و نابود ہوجائیگا۔ اور اسی لیے ابتدا سے ہی انہون نے اپنی پوری طاقت آنحضرت کے مقابلہ کے لیے خرچ کی۔ وہ جانتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی جھوٹ نہین بولا اسلیئے آپکے

www.aaiil.org

دعوے کی جہان ایک طرف وہ تحقیر کرتے تھے دوسیرطرف اس سے ڈرتے بھی تھے اول اول انکی ایذارسانی استہزا تک ہی محدود تھی مگر جوں جوں وہ آنحضرت کی استقامت کو مشاہدہ کرتے گئے ایذارسانی مین ترقی ہونے لگی۔ کعبہ مین آپکو نماز پڑھنے سے روکنے کے لیے طرح طرح کی تجویزین کی گئین جب آپ خدا کے حضور کھڑے ہوتے۔ تو آپ پر غلاظت پھینکی جاتی۔ رستون مین جہان سے آپنے گذرنا ہوتا اور اسجگہ جہان آپ نماز پڑھتے کانٹے بچھائے جاتے تارات کی تاریکی مین جب آپ گذرین یا نماز پڑھین تو انسے زخمی ہون اسی کیطرف قرآن کریم ابتدائی وحی مین ان الفاظ مین اشارہ کرتا ہے۔ ارایت الذی ینہی عبدا اذا صلی (العلق) اب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم ہوا کہ قریش کو ڈراوین کہ اگر وہ توبہ نہین کرینگے اور اپنی شرارتون اور بدکاریون سے باز نہین آوینگے تو انپر عذاب آویگا۔ پس آپنے کل قوم کو جمع کرکے خدا کا پیغام انکے کانون تک پہونچایا۔ پھر کیا تھا۔ مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور اب کل قوم نے متفق ہوکر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو نیست ونابود کرنے کی تجویزین اور کوششین شروع کین۔ پہلے انہون نے ابوطالب کو اپنے ساتھ ملانا چاہا کہ وہ آنحضرت کو انکے حوالے کردے تاوہ آپکو مار ڈالین۔ ابوطالب نے اسلام کو قبول نہ کیا تھا مگر اس نے ایسی بیوفائی کا کام کرنیسے انکار کیا۔ اور جب قریش مین اسکی بھی مخالفت ہوئی تو اس نے ایک قصیدہ لکھا جس مین اسنے قریش کی بیجا ایذارسانی کی شکایت کرکے آنحضرت کی حمایت کے وجوہات بیان کیے۔ اس سے مایوس ہوکر قریش نے نبی کریم کو ہلاک کرنے کی اور تجویزین سوچین۔ ایکدفعہ خود ابوجہل نے اس کام کو اپنے ذمے لیا۔ کہ جسوقت آنحضرت سجدے مین ہون تو اسوقت انکو ہلاک کرڈالے مگر جسکی تائید اور حفاظت کرنیوالا خود احکم الحاکمین ہو کون اسکا بال بیکا کرسکتا ہے۔ مقررہ وقت پر جب آنحضرت نماز مین مشغول تھے تو ابوجہل ایک بڑا پتھر اٹھاکر اپنے ناپاک ارادہ کو پورا کرنیکے لیے آگے بڑھا۔ اور تمام قریش منتظر تھے کہ اب آپ کا کام تمام ہوجائیگا۔ مگر جونہی وہ نزدیک ہوا اللہ تعالے نے اسے ایک ایسا خوفناک نظارہ دکھایا کہ وہ پیچھے بھاگا۔ دنرات نئی نئی تجویزین کیجاتی تھین مگر حق کا اسقدر رعب دلونپر تھا کہ کسی شخص کو جرات نہ ہوتی تھی۔ آخرکار حضرت عمر جیسے دلیر آدمی نے یہ کام اپنے ذمہ لیا۔ مگر قبل اسکے جو وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک پہونچے وہ راستے مین خود مسلمان ہوگیا۔ اور جسکے سر کو تلوار سے کاٹنے کے لیے چلا تھا آخر اسکے پاؤن پر اپنا سر جا رکھا۔ یہ تصرف الہی ہے جو اللہ تعالے اپنے پیارے بندے کیلیے کرتا رہا۔

اکیلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان سب مخالفتونکا مقابلہ کرتے رہے اور سب ایذاؤن اور تکلیفون کی برداشت کرتے رہے۔ مگر کبھی آپکے دلمین یہ خیال نہین گذرا کہ آپکا انجام ناکامی ہوگی یا یہ کہ مخالفون کی مخالفتین آپکا کچھ بگاڑ سکتی ہین۔ لیکن پادری سیلؔ ہر واقع کو الٹا بیان کرسکے اس سے اپنے مطلب کے

www.aaiil.org

موافق نتیجہ نکالنا چاہتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "(حضرت) محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ تنہا اور غریب محض اونٹوں کے چرانیوالے تھے اور انہوں نے اکیلے بغیر کسی ظاہری سامان کے ہر ایک قسم کی مخالفت کا مقابلہ کیا غلط ہے۔ ان کا خاندان ایک امیر خاندان تھا۔ اور قوم کے مذہبی اور تجارتی دارالخلافہ مین اس خاندان یعنے قریش کا بڑا تمدنی اور ملکی اثر تھا اس مدد کے بغیر جو انکو اسوجہ سے پہونچتی رہی وہ کبھی اس مخالفت کی برداشت نہ کر سکتے تھے جسکا اول اول انکو سامنا کرنا پڑا"

پادریصاحب کے اس جھوٹے منطق کو ناظرین بخوبی سمجھ سکتے ہین۔ یہ کون کہہ سکتا ہے کہ اگر فلان واقعہ نہ ہوتا تو پھر کیا ہوتا۔ اگر بفرض محال یہ مان لیا جاوے کہ آپکے خاندان کی امیرانہ حیثیت کیوجہ سے آپکی مخالفت پورے زور سے نہین ہوئی تو یہ کیونکر نتیجہ نکلسکتا ہے کہ اگر یہ خاندانی حیثیت نہ ہوتی تو آپ ہلاک ہو جاتے۔ علاوہ ازین یہ ایک لغو دلیل ہے اس سے یہ کہان ثابت ہوا کہ آپ خدا کیطرف سے نہ تھے یا حق پر نہ تھے۔ کیا کسیوجہ سے کسی کی زندگی کا بچاؤ ہو جانا اسکے خدا کیطرف سے ہونیکو باطل کر دیتا ہے؟ اگر یہ سچ ہے تو پھر ایک شخص یہ بھی کہنے کا حق رکھتا ہے کہ اگر حضرت موسےٰ کو فرعون کی لڑکی دریا سے نہ نکال لیتی تو چونکہ شریعت موسوی کا نام و نشان نہ ہوتا اسلیئے ثابت ہوا کہ نعوذ باللہ حضرت موسے بھی خدا کیطرف سے نہ تھے۔ اور یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ چونکہ اگر مریم کے خاوند یوسف کو فرشتہ خواب مین یہ یقین نہ دلاتا۔ کہ حضرت مریم صدیقہ پاک دامن ہین تو وہ غیرت مین آکر انکو حمل کیحالت مین ہی مار ڈالتا۔ اور اس سے آپکی مسیحیت یا بزعم عیسائیان خدائی بھی ساتھ ہی جاتی۔ اسلیئے حضرت مسیح بھی نعوذ باللہ خدا کیطرف سے نہ تھے۔ اور مفتری تھے۔ موخ کو ان بیہودہ خیالات سے کیا تعلق کہ فلان بات نہ ہوتی تو یون ہوتا اسکا کام تو یہ دیکھنا ہے کہ واقعہ مین کیا ہوا۔ اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سخت سے سخت مخالفتو نکا مقابلہ کیا اور کامیاب ہوئے اور نہ صرف مقابلہ کیا بلکہ مخالفت یا تکلیف کی آپنے کبھی پروا بھی نہین کی کیونکہ اگر ایسی پرواکرتے تو ابتدا مین ہی تبلیغ کے کام کو ہاتھ سے چھوڑ بیٹھتے۔

اس بات سے کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک معزز اور شریف خاندان قریش سے تھے۔ آپکی عزت ظاہر ہوتی ہے۔ اور صداقت اور بھی چمکتی ہے مگر یہ بات آپکو قریش اور کل عرب کے بدارادو سے کیونکر بچا سکتی تھی کتنی دفعہ آپکو قتل کی دھمکیان دی گئین اور کتنی دفعہ قتل کی تجویزین کی گئین۔ وہ کون تھا جس نے ابوجہل یا حضرت عمر کے ہاتھ کو پکڑ لیا۔ کیا ابوطالب نے اگر قریش کو سفارش کی تھی یا بنی ہاشم نے ابوجہل کو روکدیا تھا اور دھمکی دی تھی۔ ہرگز نہین۔ اگر خدا تعالے کا خاص ارادہ نہ ہوتا تو دشمن اپنے بدارادہ کو بڑی آسانی سے پورا کر سکتے تھے۔ کیا بڑے آدمی اور شرفاء دنیا مین قتل نہین کیے

www.aaiil.org

جاتے تھے یا عرب مین قتل نہین کیے جاتے تھے اور اگر قریش کو کوئی اور روکنے والی طاقت نہ ہوتی تو سارے بنی ہاشم کو تباہ کر دینا انکے نزدیک کونسا مشکل امر تھا۔ اور بنی ہاشم کیا مقابلہ کر سکتے تھے۔ وہ لوگ جن کے معبودونکو انکے منہ پر برا کہا جاتا تھا اور جنکو ہر روز عذاب کی دھمکیان دیجاتی تھین بنی ہاشم کیوجہ سے مخالفت اور بدارادونسے نہ رک سکتے تھے۔ انکو تو اپنے معبود عزیز تھے وہ ابو طالب کی کیا پرواکرتے تھے۔ نہ ابو طالب قریش کو اپنے معبودونسے زیادہ عزیز تھا اور نہ بنی ہاشم کی اسقدر طاقت تھی کہ قریش انکے خلاف کوئی کارروائی کرنیسے ڈر جاتے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ قریش کو اپنے بدارادونمین ناکام رکھنے والی کوئی اور طاقت تھی۔ وہ زبردست ہاتھ جو قاتل کے ہاتھ کو روک دیتا تھا انسانی ہاتھ نہ تھا۔ اور وہ طاقتور علم جو انکے سب منصوبون اور تجویزونکو خاک مین ملا دیتا تھا انسانی علم نہ تھا یہ کسقدر ہنسی کی بات ہے کہ جنگ تو مذہب کی بیخکنی کا ہو اور قریش ابو طالب کے لحاظ سے خاموش ہو رہین مگر پادریصاحب اس سے بھی بڑھکر یہ دعوے کرتے ہین کہ "قریش کے ساتھ جو بنی کریم کے تعلقات تھے انہی کیوجہ سے آپکو وہ حفاظت نصیب ہوئی جو ایک کم درجہ کے آدمی کو نہ ملسکتی تھی"۔ یہ کسقدر حماقت سے بھری ہوئی بیخبری واقعات تاریخی کی ہے۔ ابھی تک سیل صاحب کو یہ بھی علم نہین کہ قریش ہی تو مخالف تھے اور دنرات نیست ونابود کرنے کی تجویزون مین لگے رہتے تھے اور انہی کو وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے محافظ فرض کر رہا ہے۔

اس مین شک نہین کہ ابو طالب نے اپنے بھتیجے کو قریش کے حوالہ کر دینے سے انکار کیا اور اس بات پر خوش نہین ہوا کہ وہ ایک معصوم انسان کو بیگناہ مار ڈالین۔ مگر اسکی یہ محبت بھی صرف خونی تعلقات کیوجہ سے نہ تھی۔ نئے مذہب کے تعلقات نے پرانے رشتہ داری کے تعلقات کو بالکل قطع کر دیا تھا۔ اور مسلمانونکو بڑی ایذارسانی اول اول انہی لوگونکی طرفسے ہوئی جو انکے اپنے نزدیکی رشتہ دار تھے اور جس تجویز مخالفت پر قریش نے اتفاق کیا تھا وہ یہی تھی کہ ہر ایک کنبہ کے لوگ اپنے اپنے عزیزونکو تکلیف دینا شروع کرین۔ کفر کیحالت مین حضرت عمر نے اپنی بہن اور بہنوئی کو اسقدر مارا تھا کہ وہ قریب ادموئے کے ہو گئے تھے۔ اور یہی طریق ہر ایک گھرانے مین اختیار کیا گیا تھا کہ ایذادہی سے اپنے اپنے عزیزونکو نئے مذہب سے پھیرا جاوے۔ مگر بنی ہاشم کے بڑے بڑے مقتدر اشخاص اسلام کیطرف بہت حدتک مائل ہو چکے تھے۔ حضرت حمزہ تو پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ حضرت عباس بھی اسلام کی طرف مائل تھے۔ ابو طالب اگرچہ پرانے مذہب پر بظاہر قایم رہا مگر وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو صادق اور راستباز جانتا تھا چنانچہ اسبات کا اظہار اسنے نہایت صفائی سے اس قصیدہ مین کیا ہے

www.aaiil.org

جس کا پہلے بھی ذکر آچکا ہے۔ قریش کی بیجا ایذ رسانی کا ذکر کرتے ہوئے وہ کہتا ہے۔

وما ترك قوم لا ابا لك سيّدا — يحوطه الذمار غير ذرب مواكل
وابيض يستسقى الغمام بوجهه — ثمال اليتامى عصمة للارامل
يلوذ به الهلاك من ال هاشم — فهم عنده فى رحمة و فواضل
حليم رشيد عادل غير طائش — يوالى الها ليس عنه بغافل
فوالله لولا ان اجئ بسبة — تجر على اشياخنا فى المحافل
لكنا اتبعناه على كل حالة — من الدهر جدا غير قول الهازل

ترجمہ ان اشعار کا یہ ہے۔ تجھ پر افسوس کسی قوم نے اپنے سردار کو نہین چھوڑ دیا گویا اس سوال کے جواب مین کہ تم ہمکو کہتے ہو کہ ہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دین۔) اور سردار بھی وہ سردار جو تمام حفاظت کرنیوالی چیزونکی خوب حفاظت کرتا ہے اور وہ دغاباز نہین نہ دوسرونکا مال ہی کھاتا ہے۔ وہ کریم ہے سفید چہرے والا جسکے منہ کے وسیلہ سے مینہ مانگا جاتا ہے*۔ وہ یتیمونکا ملجا اور بیوہ عورتونکی پناہ ہے۔ آل ہاشم کے کل غربا اس کی پناہ ڈھونڈتے ہین اور اس سے وہ رحمت اور فضل پاتے ہین۔ وہ حلیم اور بزرگ ہے انصاف کرنیوالا۔ اور متین جلدی ناراض نہ ہونیوالا اس خدا کو دوست رکھتا ہے جس سے وہ ایکدم کے لیے بھی غافل نہین ہے۔ خدا کی قسم ہے اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میری وجہ سے میرے بزرگونپر محفلون مین عیب لگایا جاویگا تو ہم ہر حال مین اس کی پیروی کرتے (یعنی ظاہر طور پر بھی دین قبول کرلیتا) یہ میری بات نہایت سنجیدگی سے ہے اور ہزل نہین۔

یہ بات بھی اس جگہ بیان کرنیکے قابل ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سب سے اول قبول کرنے والے وہی لوگ تھے جو آپکے نہایت عزیز دوست یا نہایت قریبی رشتہ دار تھے اور جو آپکے حالات سے

* ایک حدیث مین آیا ہے کہ مدینہ مین ایکدفعہ سخت امساک باران ہوا۔ تو لوگون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دعا کے لیے التجا کی۔ آپ منبر پر چڑھے اور دعا کرتے رہے یہانتک کہ بادل جمع ہوکر زور کی بارش شروع ہوگئی اور یہانتک بارش ہوئی کہ پھر لوگون نے التجا کی کہ اب تو سیلاب سے ہر ایک چیز کے بہ جانے کا خطرہ ہے جسپر آپنے دعا کی اللھم حوالینا ولا علینا۔ پھر بارش تھم گئی۔ اسوقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج ابوطالب ہوتا تو بہت خوش ہوتا۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپکا اشارہ ابوطالب کے اس شعر کیطرف ہے جو اسنے آپکی مدح مین کہا ہے کہ وابیض یستسقی الغمام بوجہہ + ثمال الیتامی عصمۃ للارامل۔ فرمایا ہان۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قصیدہ کے بعض اشعار عرب مین عام طور پر مشہور ہوگئے تھے۔ منہ۔

www.aaiil.org

بخوبی واقف تھے سب سے پہلے ایمان لانیوالی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہین جو پندرہ سال سے آپکی زوجیت مین تھین اور جنہون نے آپکی دیانتداری اور صداقت پر خوش ہوکر ہی پہلے یہ تعلق پیدا کیا تھا جبھی کہ انہون نے آپکے منہ سے یہ سنا کہ مجھ پر یہ وحی نازل ہوئی تو جھٹ بول اٹھین۔ کلا واللہ

ما یخزیک اللہ ابدا انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق "نہین خدا کی قسم خدا آپکو کبھی رسوا نہین کرے گا۔ کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے یعنی اپنے رشتہ دارونسے نہایت نیک سلوک کرتے ہین اور انکی مدد کرتے ہین جو اپنا بوجھ آپ نہین اٹھا سکتے اور جو کام نہین کرسکتا اس کو کما کر دیتے ہین اور مہمانون کا اکرام کرتے ہین اور مصائب کیوقت لوگونکو مدد دیتے ہین" حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شروع سے ہی آپکے بڑے دوست تھے۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعوے کیا تو آپ سفر پر تھے۔ واپس آتے ہی جب آپنے یہ خبر سنی تو آپنے کہا بیشک محمد صلے اللہ علیہ وسلم صادق ہین کیونکہ آپنے کسی آدمی پر کبھی جھوٹ نہین بولا تو پھر خدا پر کیونکر جھوٹ بول سکتے ہین۔ اس سے بڑھکر ایک شخص کی صداقت اور خلوص کی اور کیا شہادت ہوسکتی ہے کہ وہ لوگ جو سب سے زیادہ اسکے اندرونی حالات سے واقف ہین وہی اسکی صداقت پر ایمان لانیوالے ہون اور ایسے وقت مین جب تمام دنیا مخالفت پر تلی ہوئی ہو۔ حضرت ابوبکر اور خدیجہ رضی اللہ تعالے عنہما سے بہتر واقف نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات سے اور کوئی نہ تھا۔ اور اگر کوئی نقص یا عیب آپ مین ہوتا یا کوئی جھوٹ کی لوٹ آپکے دعوے مین ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ وہ اس سے آگاہ نہ ہوتے مگر دونون نہایت سچے دل سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایمان لائے اور ہزارون ابتلاؤن اور امتحانون مین ثابت قدم رہے اور آخر کار اسلام اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی کامیابی پر انکو ایسا ہی ایمان تھا جیسے خود مہبط وحی صلے اللہ علیہ وسلم کو۔ ان دونونکا آنحضرت کو دعوے کا علم ہوتے ہی قبول کرلینا اور پھر اسپر ایسی لانظیر ثابت قدمی دکھانا ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی نہایت پرزور دلیل ہے۔ چنانچہ سیور جیسے دشمن کو حضرت ابوبکر کے ایمان اور استقلال پر حیران ہوکر یہ کہنا پڑا ہے کہ "اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم شروع سے ہی عمداً افترا کرنے والے ہوتے تو ایک ایسا آدمی (ابوبکر) انپر کبھی ایمان نہ لاتا اور انکا صادق دوست نہ ہوتا جو نہ صرف دانا اور دور اندیش ہی تھا بلکہ سیدھا اور صادق بھی تھا۔ ابوبکر کو اپنے آپ کو بڑا یا بڑا بننے کا کوئی خیال نہ تھا۔ جب شاہی اختیارات اسکے ہاتھ مین آئے تو انہون نے ان اختیارات کو محض اسلام کی بہتری اور لوگونکے فائدہ کیلیے برتا۔

www.aaiil.org

وہ خود اس قدر ہوشیار تھا کہ کسی کے فریب مین نہ آسکتا تھا۔ اور اسقدر دیانتدار اور ایماندار تھا کہ دوسرے کو دھوکا نہ دے سکتا تھا"

مقابلہ کے لیے چند لفظ اس جگہ حضرت مسیح کی نسبت بھی بیموقعہ نہ ہونگے حیرت کی بات ہے کہ وہ لوگ جو حضرت مسیح کے حالات سے گہری واقفیت رکھتے تھے انپر ایمان نہین لائے انکے حقیقی بھائی انکو پاگل سمجھتے تھے۔ (مرقس ۳/۲۱) وہ حواری جن پر بڑی بڑی امیدین ہونی چاہئین تھین آخر کار بیوفا ثابت ہوئے۔ ایک نے تیس روپیونکے عوض آپکو آپ کے دشمنونکے ہاتھ بیچدیا۔ اب اس فرق کو دیکھو کہ ایک کا مرید تیس روپئے کے لالچ سے اپنے آقا کے ساتھ ایسی غداری کرتا ہے اور دوسرے کا مرید تیس ہزار روپیہ اپنے آقا پر قربان کرکے طرح طرح کی تکلیفین اس کے ساتھ اٹھاتا ہے اور ایک دم کے لیے بھی اسکے دلمین یہ خیال نہین گذرتا کہ وہ اپنے آقا کا ساتھ چھوڑدے۔ پھر حضرت مسیح کے ایک اور مرید نے جسپر آپکو اسقدر اعتبار تھا کہ بہشت کی کنجیان بھی اسیکے سپرد کردی تھین۔ گرفتاری کیوقت کیسی بیوفائی دکھائی اور انکار کیا اور لعنت بھیجی۔ باقی بھی اسی قسم کے نکلے۔ اور سب کے سب ساتھ چھوڑکر بھاگ گئے۔ ان کمزور دلون اور بیوفاؤنکے مقابل ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ وہ ہین جنکے مضبوط ایمان اور ثابت قدمی کو کوئی مصیبت متزلزل نہین کرسکی۔ انہون نے آپکی خاطر روپیہ مال گھر جایداد دین آرام سب کچھ قربان کیا۔ اور پھر آخر اپنی جانین قربان کرنیسے بھی دریغ نہ کیا۔ ان لوگونکی ثابت قدمی۔ وفاداری مضبوطی ایمان۔ صدق اور خلوص کو جس سے کسی کو انکار نہین ہوسکتا۔ میور صاحب صرف اسقدر وقعت دیتے ہین کہ اسسے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آنحضرت نے عمداً افترا نہین کیا ورنہ وفاداری کا ایسا نمونہ صحابہ ہرگز نہ دکھا سکتے تھے۔ ناظرین خود قیاس کرلین کہ اگر حضرت مسیح کے حواریونکی طرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے کوئی بیوفائی ہوتی یا جس طرح انکے ایمان مین تزلزل آتا رہا صحابہ کے ایمان مین کبھی تزلزل واقع ہوتا تو پادریصاحبان اس سے کیا نتیجہ نکالتے پھر تو یہ لوگ پھولے بھی نہ سماتے کہ نبی عربی (فداہ امی وابی) کا نعوذ باللہ افترا ثابت ہوگیا۔ مگر خدا کا خوف ان لوگونکے دلونمین نہین۔ اے پادریصاحبان ایمان سے اور خدا ترسی سے بتاؤ کہ اگر آنحضرت کے صحابہ کے صدق اور وفاداری سے اس سے بڑھکر کوئی نتیجہ نہین نکلتا۔ کہ آپنے عمداً افترا نہین کیا۔ اور آپ نعوذ باللہ دھوکہ خوردہ تھے تو مسیح کے حواریونکی بیوفائی غداری اور بے ایمانی سے کیا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ اگر تم مین کچھ بھی خدا کا خوف ہے تو جرأت کرکے اس نتیجہ کو شایع کرو۔ اگر یہ صحیح ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو تمہین حضرت مسیح اور حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم

www.aaiil.org

کی صداقت یا فضیلت کا فیصلہ کرنیکے لیے صرف ایک ہی بات کافی ہے کہ تم دونون کے صحابیونکا مقابلہ کرلو اگر مین اصل مضمون سے کسیقدر دور نکل گیا ہون تو مین نے ناظرین کا یا اپنا وقت ضایع نہین کیا۔ اب مین پھر پہلی بات کی طرف رجوع کرکے یہ کہتا ہون کہ واقعات سیل صاحب کے اس دعوی کی ہرگز تائید نہین کرتے۔ کہ اگر ابو طالب یا بنی ہاشم آنحضرت کے ساتھ نہ ہوتے تو آپ قریش کی مخالفت سے کبھی بچکر نہ نکل سکتے۔ یہ محض جھوٹ ہے اس مین شک نہین کہ ابو طالب نے اخیر دم تک آنحضرت کا ساتھ دینے کیلیے آمادگی ظاہر کی۔ مگر کیون؟ اسلیئے کہ وہ آنحضرت کو راستباز جانتا تھا اور آپکا ساتھ چھوڑنیکو وہ غداری سمجھتا تھا اس نے یہ نہین کہا کہ بنی ہاشم بنی کریم کی محافظت کرنیوالے ہین بلکہ یہی کہا کہ بنی کریم بنی ہاشم کے سردار اور انکے محافظ ہین یتیمون غریبون بیکسون اور بیواؤن کا ملجا و ماوی ہین۔ ابو طالب تو اسلیئے آپ کا ساتھ نہ چھوڑتا تھا کہ آپکا ساتھ چھوڑنیسے اسے بنی ہاشم کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ اس سے تو بہتر تھا اگر سیل صاحب یہ کہدیتے کہ اگر صحابہ آپکے ساتھ ہوکر آپ پر جانین فدا نہ کرتے تو آپ قریش کی مخالفت سے بچکر نہ نکل سکتے تھے۔ مگر ان باتون سے کیا نتیجہ پیدا ہوسکتا ہے +

سوال یہ ہے کہ آیا ابو طالب کیوجہ سے قریش مخالفت سے رک گئے۔ ابو طالب نے اگر کچھ کیا تو وہ صرف یہی تھا کہ اس نے بنی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو قریش کے حوالہ کردینے سے انکار کیا۔ قریش کی درخواست یہ تھی کہ اگر وہ آنحضرت کو مار ڈالین تو ابو طالب یا بنی ہاشم ان سے پوچھین نہین۔ اس سے بڑھکر ابو طالب نے کیا کیا اور وہ کیا کرسکتا تھا۔ جب آپ باہر جاتے تھے تو آپکے ساتھ کوئی پہرہ نہ ہوتا تھا۔ رات کی تاریکی مین آپ اکیلے عبادت کیلیے نکلتے تھے حالانکہ آپ یہ بھی جانتے تھے کہ قریش کے کیا کیا بدارادے آپکے مخالف ہین۔ آپکا بھروسہ خدا پر تھا اور یہ یقین تھا۔ کہ جس طاقتور خدا نے آپکو رسالت کا پیغام دیکر بھیجا ہے وہی آپکی حفاظت بھی کرنیوالا ہے۔ پس سچی بات یہی ہے کہ خدا کے سوائے اسقدر دشمنونکے درمیان نہ کوئی آپکی حفاظت کرسکتا تھا اور نہ کسی نے کی۔ ہان وہ خدا جس نے وعدہ کیا تھا اسی نے اپنے وعدہ کو پورا بھی کیا۔ اگر بنی ہاشم بالفرض قریش کی مخالفت بھی کرتے تو وہ قریش کی مجموعی طاقت کے سامنے حیثیت ہی کیا رکھتے تھے۔ یکدم مین سب کے سب کچل دیئے جاسکتے تھے۔ بھلا پادریصاحب یہ بتاوین کہ جب قریش نے اتفاق کرکے بنی ہاشم سے لین دین بند کرکے انکو شہر کے ایک کونے مین بند کردیا تو بنی ہاشم نے کیا مقابلہ کیا۔ بلکہ اگر چند دن تک اور وہ اسی حالت مین بند رہنے دیئے جاتے تو سارے کے سارے تباہ ہوجاتے۔

اب مین سب باتونکو چھوڑکر یہ کہتا ہون کہ آخر ابو طالب مرتد نہین اور نبی کریم بنی ہاشم سے الگ ہوئے یا نہین اسوقت کون آپکا محافظ تھا۔ مخالفت تو اور بھی بڑھ گئی۔ اگر پہلے صرف قریش ہی نیست و نابود کرنے پر آمادہ تھے

www.aaiil.org

تو اب عرب کی اور قومین بلکہ یہودی اور عیسائی بھی ساتھ مل گئے۔ جب مخالفت کی آگ پورے زور سے بھڑک اٹھی تو اسوقت نہ ابو طالب تھا اور نہ بنی ہاشم ہی ساتھ تھے۔ پس سوچ لو کہ جس نے اسوقت آپ کو بچایا وہی پہلے بھی بچاتا رہا۔ بلکہ ابو طالب کی موت کے بعد ہی آپنے دعوت کا دایرہ اور بھی وسیع کر دیا چنانچہ اسکے بعد آپنے پہلے بنی ثقیف کیطرف رجوع کیا اور اس قوم کو دعوت حق کی مگر یہان بھی آپکے ساتھ وہی سلوک ہوا جو قریش نے کیا تھا۔ شہر کے لوگون نے آپ کی بڑی مخالفت کی اور پتھر مار کر شہر سے باہر نکالدیا۔ اور بہت دور تک گالیان دیتے ہوئے اور پتھر مارتے ہوئے آپکے پیچھے چلے آئے۔ جب آپ دور نکل آئے تو ایک درخت کے سایہ کے نیچے بیٹھ گئے۔ اور اس تنہائی مین جب زمین کی ہر ایک چیز آپکی مخالفت پر تلی ہوئی نظر آتی تھی آپنے ان الفاظ مین اللہ تعالے کے آگے دعا کی:۔ اللھم الیک اشکو ضعف قوتی و قلۃ حیلتی وھوانی علی الناس یا ارحم الراحمین انت رب المستضعفین وانت ربی الی من تکلنی الی بعید یتجھمنی ام الی عدو ملکتہ امری ان لم یکن بک علی غضب فلا ابالی ولکن عافیتک ھی اوسع لی اعوذ بنور وجھک الذی اشرقت لہ الظلمات وصلح علیہ امر الدنیا والاخرۃ من ان تنزل بی غضبک او یحل علی سخطک لک العتبی حتی ترضی ولا حول ولا قوۃ الا بک۔ اس دعا سے کیسا صاف ظاہر ہے کہ آپ سوائے خدا کے اور کسی پر بھروسہ نہ رکھتے تھے۔ اور اسکی راہ مین ہر طرح کی تکلیفین اٹھانیکے لیے تیار رہتے۔

علاوہ بریں قریش نے جو کوششین آپکو راہ حق سے روکنے کیلیے کین اور آپنے جو کچھ ایسے موقعہ پر جوابدیا اس سے ظاہر ہے کہ نہ تو آپکو کفار کی تکلیف دہی اور ایذا رسانی کی کوئی پروا تھی اور نہ ہی ابو طالب یا بنی ہاشم کی حفاظت کی کچھ پروا تھی۔ قریش نے طرح طرح کے حیلے کیے کبھی روپے کا لالچ دیا کبھی عزت اور حکومت کا اور کبھی قتل کی دھمکیان دین مگر آپکو نہ کسی بات کی پروا تھی نہ کسی کا خوف۔ ایکدفعہ قریش کی ایک مجلس نے عتبہ بن ربیعہ کو اپنا وکیل کر کے بھیجا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر کے آپکو بت پرستی کی مذمت سے روکے۔ اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جاکر کہا۔ کہ "آپ ہم مین شریف خاندان سے ہین اور عالی نسب ہین اور آپنے اپنی قوم کے سامنے ایک بڑا امر پیش کیا ہے جس سے آپنے جماعت مین تفرقہ ڈالا ہے اور انکے معبودون پر اور انکے دین پر عیب لگائے ہین اور انکے آباؤ اجداد مین سے جو گذر چکے ہین ان کو کافر کہا ہے۔ پس مین آپکے سامنے چند باتین پیش کرنی چاہتا ہون کہ آپ انمین سے کوئی قبول کر لین تو یہ فتنہ رفع ہو جائے۔ آپنے فرمایا کہو مین سنتا ہون اس نے کہا کہ اگر آپکا اس کام کے اختیار کرنے سے منشا یہ ہے کہ آپکے پاس مال اکٹھا ہو جائے تو ہم اسقدر مال آپکو اکٹھا کر کے دیسکتے ہین کہ آپ قریش مین سب سے زیادہ مالدار ہو جائین اور اگر آپ بیویان چاہتے ہین تو ہم دس نہایت حسین بیویان

www.aalil.org

آپکو دے سکتے ہین۔ اور اگر آپ اس سے بزرگی چاہتے ہین تو ہم آپکو اپنا سردار بنانیکو تیار ہین اور آپکی اجازت کے بغیر کبھی کوئی کام نہ کرینگے۔ اور اگر آپ حکومت چاہتے ہین تو ہم آپکو اپنا بادشاہ بنانیکو تیار ہین اور اگر آپ کسی جن کے تصرف مین ہین جسکو رد کرنے کی آپ طاقت نہین رکھتے۔ تو ہم آپکے لیے طبیب بلائینگے اور اپنے مال آپکے علاج کیلیے خرچ کرینگے۔" جب وہ یہ بات کہہ چکا تو آپنے فرمایا۔ اب میرا جواب سنو:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حم۔ تنزیل من الرحمن الرحیم۔ کتب فصلت ایاتہ قرانا عربیا لقوم یعلمون بشیرا ونذیرا فاعرض اکثرہم فہم لا یسمعون وقالوا قلوبنا فی اکنۃ مما تدعونا الیہ وفی اذاننا وقر ومن بیننا وبینک حجاب فاعمل اننا عاملون..... اور آپنے سورہ حم السجدہ پڑھی یہانتک کہ آپ اس آیت پر پہونچے۔ فان اعرضوا فقل انذرتکم صعقۃ مثل صعقۃ عاد وثمود۔ اسکے بعد پھر آپ تبلیغ مین لگے رہے اور کفار ایذا دینے اور سب وشتم مین لگے رہے پھر ایکدفعہ قریش کی ایک بڑی مجلس کرکے آپکو بلایا گیا۔ آپنے سمجھا شاید قریش اب قبول کرنیکے لیے تیار ہوئے ہین اور آپ بڑی جلدی آئے۔ مگر پھر انہون نے وہی باتین پیش کین جو پہلے پیش کر چکے تھے۔ آپنے فرمایا "مین مجنون نہین جیسا تم کہتے ہو۔ نہ ہی مین اسلیئے آیا ہون کہ مال یا بزرگی یا حکومت کی خواہش کرون مجھے تو خدا تعالے نے تمہاری طرف رسول کرکے بھیجا ہے اور مجھ پر کتاب نازل فرمائی ہے اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ مین تمہین خوشخبری پہونچاؤن (اگر تم ایمان لاؤ) اور آنیوالے عذاب سے ڈراؤن (اگر تم انکار کرو) اور مینے اپنے پروردگار کے پیغام تم تک پہونچا دیئے ہین اور تمہین نیکی کی راہ پر چلنے کی نصیحت کی ہے۔ اگر تم قبول کرلو اس چیز کو جو مین لایا ہون تو دنیا اور آخرت مین تمہاری خوش قسمتی کا موجب ہوگا اور اگر رد کردو تو مین تمہاری ایذا رسانی پر صبر کرونگا یہانتک کہ اللہ تعالے میرے اور تمہارے درمیان کھلا کھلا

آخر قریش نے ابو طالب کیطرف رجوع کیا اور بڑے بڑے آدمی جمع ہوکر اسکے پاس گئے اور کہا کہ "تمہارا بھتیجا ہمارے معبودون کو برا بھلا کہتا ہے اور ہمارے آبا و اجداد کو غلط راہ پر بتاتا ہے یا تو تم اسکو روک دو۔ یا تم اس جھگڑے سے الگ ہو تاکہ ہم اسکا فیصلہ تمام کردین کیونکہ تم بھی مذہب مین اسکے مخالف ہی ہو جیسا کہ ہم ہین"۔ ابو طالب نے بہت نرمی سے انکو جواب دیکر ٹالدیا۔ اور وہ واپس چلے گئے۔ تھوڑے دنون بعد پھر قریش کے عظیم الشان آدمی جمع ہوکر ابو طالب کے پاس پہونچے اور کہا "اے ابو طالب بیشک تو ہمارے درمیان سردار اور بزرگ اور بڑے مرتبہ والا ہے۔ ہمنے پہلے بھی تمہین کہا تھا کہ تم اپنے بھتیجے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کام سے روکدو مگر تمنے کچھ نہین کیا اور ہم اس بات پر صبر نہین کرسکتے کہ ہمارے معبودونکی ہمارے سامنے مذمت کیجاوے۔ پس یا تو تم اسکو روکدو اور یا تم اسکا ساتھ چھوڑ دو۔ اور ہم اسکے ساتھ لڑین یہانتک کہ دونون فریقون مین سے ایک ہلاک ہوجاوے"۔ یہ کہکر وہ چلے گئے۔ ابو طالب پر دونون باتین شاق گذرین نہ تو قریش

www.aaiil.org

کو ہی چھوڑ سکتا تھا اور نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی۔ آخر اس نے نبی کریم کو بلایا اور آپکو سمجھایا کہ قوم کیا کہتی ہے اور کیا چاہتی ہے آپنے سمجھا کہ شاید ابو طالب ہمارا ساتھ چھوڑنا چاہتا ہے اور ہماری مدد کرنیسے عاجز ہے یہ وہ وقت تھا کہ اگر آپکے دلمین ضعف کا کوئی خیال بھی ہوتا تو اسوقت آپ تبلیغ کے کام سے رک جاتے کیونکہ آپ بخوبی سمجھ سکتے تھے کہ ابو طالب کے بعد پھر دنیا مین کوئی بھی آپکا موافق نہین ہوگا۔ اور کل کی کل قوم دشمن ہی دشمن ہوگی۔ مگر آپنے اسوقت وہ جواب دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکا قلب اس تیقن سے بھرا ہوا تھا جو بغیر وحی الہی کے حاصل نہین ہوسکتا۔ عاجز انسان کا یہ کام نہ تھا کہ ایسے وقت مین ایسا حوصلہ دکھاتا۔ آپنے فرمایا "اے چچا اگر وہ سورج کو میرے دائین ہاتھ اور چاند کو میرے بائین رکھدین اور یہ چاہین کہ مین حق کی تبلیغ کو چھوڑ دون تو مین ہرگز نہین چھوڑونگا۔ بلکہ یہ کام کرتا رہونگا۔ یہانتک کہ اللہ تعالے اس دین کو غالب کردے یا مین ہلاک ہوجاؤن"۔ اس جواب نے ابو طالب کو حیران کردیا اور درحقیقت یہ جواب ایسا ہے کہ ہر ایک آدمی جو کچھ بھی خدا ترسی کو دل مین جگہ دیکر سوچے گا۔ اسے قایل ہونا پڑے گا کہ یہ لفظ انسان عاجز کے نہین اور نہ ہی یہ قوت انسانی ضعف کے سرچشمہ سے پیدا ہوسکتی ہے بلکہ ایسی قوت صرف اللہ تعالے سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔ اس قوت اور شجاعت کی نظیر کسی نبی مین ملنی مشکل ہے۔ کاش پادری سیل صاحب مسیح کے سوانح مین کوئی اسکی نظیر نکالکر دکھاوین +

باوجودیکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اسقدر دکھ اور تکلیفین دیجاتی تھین آپکو اس سے نہ چندان غم تھا اور نہ رنج کیونکہ آپ جانتے تھے کہ آپ کی ان چندروزہ تکالیف پر دنیا کی نجات موقوف ہے اور اسلیے آپ خوشی سے سب تکلیفونکو برداشت کرتے تھے لیکن بڑا دکھ آپکو اپنے صحابہ کی تکالیف سے پہنچتا تھا جنکو آپکی آنکھونکے سامنے طرح طرحکے دکھ دیے جاتے تھے اور بڑی بڑی اذیتین دیکر ہلاک کیا جاتا تھا۔ ان بیرحمیون کی جو صحابہ پر کیجاتی تھین کوئی حد نہ رہی تھی۔ عورتونپر جو ظلم کیے جاتے تھے وہ پرلے درجہ کے وحشیانہ تھے جنکے ذکر سے بھی جسم کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین۔ جو لوگ مسلمانون مین سے وجاہت نہ رکھتے تھے انکو جلتی ہوئی ریت اور پتھر دوپہر کے وقت ڈالکر اوپر سے کوڑے لگائے جاتے تھے یہ ظلم اس قسم کے تھے کہ ایک اجنبی کا دل بھی پگھل کر نرم ہوجاتا ہے اور یہ سب ظلم اس رحیم وکریم انسان کو جو اپنے صحابہ کو اس سے زیادہ پیار کرتا تھا جو دنیا کے لوگ اپنے بیٹون بیٹیونسے کرتے ہین اپنی آنکھونسے دیکھنے پڑتے تھے۔ ہر ایک آدمی یہ سمجھ سکتا ہے کہ ایسے اوقات مین آپکے پاک قلب کی کیا حالت ہوتی ہوگی اور کسقدر پہاڑ غمونکے آپکے اوپر گرتے ہونگے۔ خصوصًا اس صورت مین جب آپ یہ بھی دیکھتے ہونگے کہ ان معصومونکی آپ کسی طرح بھی مدد نہین کرسکتے۔ آخر انہی مصایب کو دیکھ دیکھکر اور برداشت سے باہر پاکر

www.daiil.org

آپنے اپنے صحابہ کو ہجرت کا حکم دیا اور خود دشمنوں کے اندر اکیلے رہنا پسند کیا مگر اپنے ساتھیوں پر جو ظلم ہوتے تھے انکو برداشت نہ کر سکے حالانکہ آپ یہ بھی جانتے تھے کہ صحابہ کی ہجرت سے مخالفت کا کل زور آپکے خلاف ہو جائیگا۔ مگر آپکے قلب نے جسکے رحم اور کرم کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا اپنی تنہائی اور سب مصایب کو برداشت کرنا اختیار کیا مگر یہ پسند نہ کیا کہ ان لوگوں کو جنہوں نے سب کچھ چھوڑ کر آپکو قبول کیا تھا دکھ پہونچتا رہے۔

ناظرین سمجھتے ہونگے کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تکلیفوں اور غموں کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے مگر سچ بات یہ ہے کہ سب سے بڑا غم جس غم کے مقابلہ پر تمام اذیتیں اور تکلیفیں جو کفار کی طرف سے پہنچتی تھیں ہیچ تھیں اس کا میں نے ابھی تک ذکر نہیں کیا جہاں ان تمام تکالیف کا ذکر قرآن کریم نے یہی کہکر کیا ہے کہ صبر کرتے رہو اور ان سب تکالیف کو اٹھاتے رہو اس غم کا ذکر کلام الہی میں یوں فرمایا ہے۔ لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین ان نشاء ننزل علیہم من السماء آیۃ فظلت اعناقہم لہا خاضعین وما یاتیہم من ذکر من الرحمن محدث الا کانوا عنہ معرضین فقد کذبوا فسیاتیہم انبؤا ما کانوا بہ یستہزؤن (الشعراء - ۳ - ۶) اے پیغمبر کیا تم اپنی جان کو اس غم سے ہلاک کر ڈالوگے کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ ہم چاہیں تو ان لوگوں پر آسمان سے ایک زبردست نشان اتاریں اور انکی گردنیں اس کے آگے جھک جائیں (مگر ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہا ہے) کہ جب کبھی خدائے رحمن کیطرف سے انکے پاس نصیحت کی کوئی نئی بات آتی ہے تو وہ اس سے منہ پھیرتے ہیں اب کفار مکہ نے جھٹلایا ہے پس عنقریب اس عذاب کی حقیقت انکو معلوم ہو جائے گی جسکی ہنسی اڑایا کرتے تھے +

ان آیات میں اول اللہ تعالے نے یہ بیان فرمایا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو کسقدر غم ہے کہ کفار آپ پر ایمان نہیں لاتے اور خدائے واحد کی پرستش نہیں کرتے۔ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ یہ غم اسقدر بڑا ہے کہ وہ اولوالعزم رسول جس نے کفار کی طرح طرح کی اذیتوں اور تکلیفوں کو بڑے صبر سے برداشت کیا ہے وہ اس غم سے ہلاک ہو جانیکو تیار ہے اگر اللہ تعالی کیطرف سے اسے یہ تسلی نہ ملتی رہے کہ آخر کار وہ سب ہدایت کو قبول کر لینگے۔ چنانچہ اس غم کو بیان کرنیکے ساتھ ہی اگلی آیت میں فرمایا ہے کہ جب مشیت الہی ہوگی تو وہ زبردست نشان اتارا جاوے گا جسکے آگے ان سب کی متکبر گردنیں جھک جاوینگی اور فرمایا مگر سنت اللہ یونہی چلی آئی ہے کہ پہلے پہل یہ لوگ خدا کے مرسلوں کا تعجب اور انسے استہزا کرتے ہیں۔ پھر جب انکی تکذیب اور استہزا خدا کے نزدیک قابل گرفت ہے

سے اب چونکہ قریش بھی تکذیب کر چکے ہیں پس تسلی رکھو کہ وہ وقت

www.aaiil.org

سب تمہارے مطیع ہوجاوینگے اور دین حق کو قبول کرلینگے چنانچہ مدت بعد ایسا ہی ہوا جب فتح مکہ کے نشان سے جسکا وعدہ مدت سے کفار کو دیا جاتا تھا یہ عظیم الشان نشان پورا ہوا جسکو دیکھ کر انکے دلون مین یقین ہوگیا کہ بیشک خدا تعالے کا طاقتور ہاتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد کر رہا ہے اور وہ سب سچے دل سے مسلمان ہوگئے۔ اسی غم کا ذکر ایک دوسری جگہ بھی قرآن کریم نے کیا ہے جہان فرمایا ہے فلعلک باخع نفسک علی اثارہم ان لم یومنوا بہذا الحدیث اسفا (الکہف - ۶) اگر یہ لوگ قرآن کریم پر ایمان نہین لاتے تو کیا تم افسوس کے مارے انکے پیچھے اپنی جان کو ہلاک کر ڈالوگے۔

نہ صرف ان آیات سے ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کسقدر یہ غم پگھلا رہا تھا کہ قریش بت پرستی اور بدی کی راہ کو کیون نہین چھوڑتے بلکہ آپکی زندگی کا اگر غور سے مطالعہ کیا جائے تو اس سے اسی غم کا عملی ثبوت ملتا ہے۔ سخت سے سخت دکھ پہنچائے جانے پر بھی یہی دعا جناب باری مین آپکی تھی کہ اے میرے خدا میری قوم کو بخش کیونکہ وہ نادانی سے یہ کام کر رہے ہین۔ ساری ساری رات آپ اللہ تعالے کے حضور کھڑے رہتے اور رو رو کر قوم کی اصلاح کیلیے دعائین مانگتے رہتے۔ قرآن کریم کے متعدد مقامات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپکے دل مین اسقدر تڑپ قوم کی اصلاح کی تھی کہ جب لوگ رات کو آرام کرتے تو آپ دن کے تھکے ماندے اٹھکر دعاؤن مین لگ جاتے + اللہ تعالے کی محبت اور مخلوق کی ہمدردی ہی تھی جو رات کو آپکو سونے نہ دیتی تھی اور یہی وجہ تھی کہ آپ تنہا رات کو اٹھکر جنگلون اور بیابانون مین چلے جاتے اور رو رو کر دعائین کرتے نہ درندون اور جنگلی جانورون سے خوف کرتے اور نہ ہی دشمنونسے جو ہر وقت تاک مین لگے رہتے تھے کہ موقعہ ملے تو آپکو مار ڈالین۔ سوچو کہ یہ کیا تڑپ آپکے دلمین تھی ہر ایک شخص اپنے نفس کو ٹٹولے کہ اسکے دل مین کسقدر ہمدردی مخلوق ہے اور وہ مخلوق کیلیے کیا کیا کرتا ہے اسموقعہ پر چند شعر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نقل کرتا ہون جو آپنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے عشق کا اظہار کرتے ہوئے لکھے ہین۔

کس چہ میداند کرا زان نالہا باشد خبر
من نمیدانم چہ دردے بود و اندوہ و غمے
نے ز تاریکی توحش نے ز تنہائی ہراس
کشتہ قوم و فدائے خلق و قربان جہان

کان شفیعے کرد از بہر جہان در کنج غار
کاندران غارے در آورد ش حزین و لفگار
نے ز مردن غم نہ خوف کشتدم و نے بیم مار
نے بجسم خویش میلش نے بنفس خویش کار
شد تضرع کارا و پیش خدا لیل و نہار
سیا نرا نیز شد چشم از غم آن اشکبار

www.aaiil.org

یا نبی اللہ تو ئی خورشید رہ ہائے ہدے یا نبی اللہ لب تو چشمہ جان پرور است	بے تو نارد رو برا ہے عارف پرہیزگار یا نبی اللہ تو ئی در راہ حق آموزگار

جسقدر دعائین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مخلوق کی بہتری کیلیے کین اسکی کوئی نظیر نہین مثلاً جب ہم حضرت مسیح کی زندگی کے واقعات کو اناجیل سے پڑھتے ہین تو صرف اسیقدر معلوم ہوتا ہے کہ گرفتاری سے پہلی رات آپ ساری رات دعائین کرتے رہے اور کوئی آپکے رات کو اٹھنے اور دعائین کرنیکا ذکر انجیل مین نہین ہے۔ مگر یہ ایک رات کی دعا حضرت مسیح کی بھی اپنے بچاؤ کیلیئے تھی کہ اے خدا تو موت کے پیالے کو ٹالدے برخلاف اسکے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین کم ازکم تیئیس سال کا ثبوت اس امر کا ملتا ہے کہ آپ ساری ساری رات یا آدھی آدھی رات دعاؤن مین لگے رہتے اور یہ دعائین آپکی اپنے نفس کیلیئے نہ تھین۔ بلکہ مخلوق کی بہتری کیلیے۔ پس جس قدر بڑی آپکی دعائین تھین اسیقدر عظیم الشان تبدیلی آپکی قوت قدسی سے ظہور پذیر ہوئی۔ غور کا مقام ہے کہ قریش تو دن رات آپکی ایذا کے درپے ہین۔ اور وہ رحیم و کریم انسان دنرات انہین کیلیے تڑپ تڑپ کر اور بڑے سوز و گداز سے دعائین کر رہا ہے جھوٹا ہے جو کہتا ہے کہ اس انسان سے بڑھ کر بھی کسی کے دلمین مخلوق کی خیر خواہی تھی۔

اسقدر اقرار تو میور نے بھی کیا ہے کہ بائیبل کی تاریخ کے سوا اور کہین تاریخ مین اس استقامت اور صبر کا نمونہ نہین ملتا جو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دکھایا۔ مگر تعجب یہ ہے کہ بائیبل سے بھی کوئی نظیر نکالکر نہین دکھائی جاتی۔ بائیبل مین دشمنونکی تکلیف اور ایذا دہی کا بڑا برداشت کرنیوالا الیاس نبی ہے مگر اسکی بابت یہ لکھا ہے کہ اسنے خود ان تکالیف سے تنگ آکر آخر جناب الہی مین موت کی درخواست کی عیسائیونکے نزدیک الیاس سے بڑھکر مسیح ہے مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسیح کے الفاظ "ایلی ایلی لما سبقتنی" خدا پر اس مضبوط ایمان اور استقامت کا عمدہ نمونہ ظاہر نہین کرتے اس سے بہت بڑھکر تکالیف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہوئین اور تیرہ برس تک چار و نظر فسے ناکامیونکا سمان ہی دکھائی دیتا تھا مگر اسوقت بھی اس کامل الایمان انسان کے منہ سے دشمنونکے لیے یہی للکار نکلی کہ فکیدونی جمیعا ثم لا تنظرون۔ کہ تم سب اکٹھے ہوکر میرے خلاف جسقدر داؤ کر سکتے ہو کرو اور خبردار رہو جاؤ کہ اگر تمہاری طاقت مین ہے تو تم مجھے ایک لمحہ کی مہلت بھی نہ دو۔ اور اپنی کامیابی اور فتح پر خدا کی وحی کی بنا پر ایسا ایمان کہ جب اکیلے دشمنونکے محاصرے مین تھے اسوقت بھی آبکا[illegible] مضمحل اور غیر متزلزل رہا کہ گویا آپ اپنی آنکھونسے کامیابی کو دیکھ رہے تھے۔ مین بھ[illegible]

واقعات حقہ کی بنا پر کسی امر مین ہمارے نبی کر[illegible]

www.aaiil.org

پڑے گا کہ فضیلت ایک ہی کیلیے ہے اور وہ ہے محمد مصطفے احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

(باقی آیندہ)

کیا کلیسیا کے عہدیدار بائیبل کی حقانیت پر بحث کر سکتے ہین؟

بعض دلچسپ مذہبی سوالات پر آجکل عام طور پر انگریزی اخبارون مین بحث ہو رہی ہے۔ تھوڑا عرصہ ہوا لندن کے مشہور اخبار ڈیلی ٹیلیگراف مین ایک بحث اس مضمون پر چھڑی تھی کہ عیسائی دنیا کا ایمان کا دعوے کس حد تک درست ہے اسکے متعلق ہزارون چٹھیان اخبار مذکور مین کئی ماہ تک شایع ہوتی رہین۔ آجکل اخبار ڈیلی میل مین یہ مضمون زیر بحث ہے کہ آیا پادریون اور کلیسیا کے عہدیدارونکو یہ حق پہونچتا ہے کہ وہ بائیبل کے کلام الہی ہونے پر بحث کرین اس خط وکتابت کے متعلق جو اس سوال کے جواب مین چھپ رہی ہے اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور ۲۔ ستمبر کے پرچے مین لکھتا ہے۔

"بعض کلیسیا کے عہدیدار یہ کہنے کی جرات کرتے ہین کہ بیشک بائیبل کو زیر بحث لانا انکا کام ہے۔ بالمقابل وہ لوگ ہین جو اس خیال سے مجنونونکی طرح ہو رہے ہین کہ خود کلیسیا کے عہدیدار ہی اس کفر کے کام کو شروع کرین۔ مگر زیادہ تر غضب اسبات پر عام لوگونکو آرہا ہے۔ وہ کہتے ہین کہ کلیسیا کے عہدیدار اپنے عہدہ پر مامور ہونیسے پہلے جو قسم اٹھاتے ہین اور جسمین وہ یہ اقرار کرتے ہین کہ ہم سچے دل سے نئے اور پرانے عہدنامے کی تمام کتابونپر ایمان لاتے ہین۔ یہ قسم انکو اسبات سے روکتی ہے کہ وہ ان کتابونکے ایک حرف پر بھی سوال کرین۔ انہی تحریرونمین کہین کہین جو اتفاقی ذکر آگیا ہے تو اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کلیسیا کے بڑے بڑے معزز عہدیدارونکی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو اسبات پر زور دے رہے ہین کہ بائیبل کے معنے کرنے مین بہت آزادی سے کام لینا چاہیئے چنانچہ کینن ہنسن نے کہا ہے کہ انجیل سے جو شہادت مسیح کے جسمانی طور پر دوبارہ جی اٹھنے کی معلوم ہوتی ہے وہ بالکل فضول اور نکمی ہے۔ ایک بہت بڑا فاضل ڈاکٹر سینڈے اسبات سے انکار کرتا ہے کہ مسیح کی آزمایش کے جو واقعات اناجیل مین درج ہین تاریخی طور پر صحیح بھی ہین۔ برمنگہم کا بشپ کہتا ہے کہ اس بات مبدا ہوا۔ ونچسٹر کا لاٹ پادری کہتا ہے کہ حواریونکے من بہت بھاری شکوک ہین۔ اس سے بھی بڑھکر

www.aaiil.org

بشپ گور کا بشپ یہ کہتا ہے کہ الہام الٰہی میں پیشگوئی کی غلطی واقع ہو سکتی ہے"۔

ان لوگوں کے درمیان جو کہتے ہیں کہ پادریوں اور کلیسیا کے عہدیداروں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ بائبل پر نکتہ چینی کریں۔ بشپ ولڈن ہے جو کسی زمانہ میں کلکتہ کا لاٹ پادری تھا جو کہتا ہے کہ اس قسم کے حملے جیسے مثلاً انسکلوپیڈیا بیلیکا میں کئے گئے ہیں گویا مسیح کی خدائی سے انکار ہے۔ ایسا ہی ایک اور مشہور پادری صاحب ہیں جو کہتے ہیں کہ ان حملوں کو جو بائبل پر کئے جاتے ہیں۔ برہمن پروہت۔ مسلمان علماء اور بدھوں کے لامے بڑے شوق سے دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے اپنے عہدیدار کس طرح اپنے ہی مذہب کو اپنے ہی ہاتھوں سے تباہ کر رہے ہیں۔

میں بھی کہتا ہوں کہ واقعی عیسائی مذہب کے زوال کی یہ عظیم الشان خوشخبری ہے۔ کہ خود وہی لوگ جن کا فرض ہے کہ وہ اس کی حمایت کریں اس کی بیخکنی کے درپے ہیں۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ کلیسیا کے عہدیدار یہ قسم کھا چکے ہیں کہ وہ مروج عقاید کے خلاف کوئی حرف منہ سے نہ نکالیں گے اسکا جواب یہ ہے کہ اس معاہدہ کے وقت انکو صحیح حالات عیسائی مذہب کے معلوم نہ تھے۔ پس انکا حق ہے کہ جب اصل واقعات معلوم ہوں تو معاہدہ کو فسخ سمجھیں۔

رؤیا والہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۳۔ اگست ۱۹۰۵ء۔ رؤیا میں دیکھا۔ کہ ایک لفافہ ہے جس میں کچھ پیسے ہیں کچھ پیسے میں اس میں سے نکل کر باہر سامنے بھی پڑے ہیں اس کے بعد الہام ہوا "تیرے لئے میرا نام چمکا"۔ فرمایا۔ اس الہام سے پہلے اگرچہ خواب میں پیسے دیکھے گئے۔ جو کسی جھگڑے یا غم پر دلالت کرتے ہیں۔ مگر وحی الٰہی صریح لفظوں میں دلالت کرتی ہے۔ کہ اسکے بعد کوئی نشان ظاہر ہوگا جسکے ذریعہ سے خدا تعالیٰ اپنے نام اور اپنی ہستی کو لوگوں پر ظاہر کرے گا۔

۲۰۔ اگست ۱۹۰۵ء۔ فزع عیسیٰ ومن معہ۔

۲۲۔ اگست ۱۹۰۵ء۔ چند آدمی سامنے ہیں ایک چادر میں کوئی شئے ہے ایک شخص نے کہا کہ یہ آپ لے لیں دیکھا تو اسمیں چند مرغ ہیں اور ایک بکرا ہے میں ان مرغوں کو اٹھا کر اور سر سے اونچا کر کے لے چلا۔ تاکہ کوئی بلی وغیرہ نہ پڑے راستہ میں ایک بلی ملی جسکے منہ میں کوئی شئے مثل چوہا ہے مگر اس بلی نے اس طرف توجہ نہیں کی اور میں ان مرغوں کو محفوظ لیکر گھر پہنچ گیا۔

۲۳۔ اگست ۱۹۰۵ء۔ پہاڑ گرا۔ اور زلزلہ آیا۔

www.aaiil.org

۲۳- اگست ۱۹۰۵ء - رؤیا - دیکھا کہ میں ایک جگہ کھڑا ہوں - آگے ایک پردہ ہے - پردہ کے پیچھے سے آواز آئی - "تو جانتا ہی میں کون ہوں - میں خدا ہوں جس کو چاہتا ہوں عزت دیتا ہوں جس کو چاہتا ہوں ذلت دیتا ہوں"

۲۶- اگست ۱۹۰۵ء - دیکھا کہ ایک شخص سامنے کھڑا ہی اُس نے نہایت زور کے ساتھ قلم چلایا - جیسا کہ کوئی دیا سلائی رگڑتا ہی اور اس کے قلم کے لکھنے کی آواز بھی آئی - اُس نے لکھا - شاهت الوجوه - فرمایا - اسکے معنے ہیں - دشمنوں کے منہ کالے ہو گئے اس سی معلوم ہوتا ہی کہ اللہ تعالیٰ کسی عظیم الشان نشان کے ذریعہ سے دشمنوں کو روسیاہ کرنا چاہتا ہے -

۳۰- اگست ۱۹۰۵ء - مولوی عبدالکریم صاحب کی گردن کے نیچے پشت پر کاربنکل ہو گیا جسکو چیرا دیا گیا اور چونکہ قریب ایک سال سے حضرت مولانا مخدوم مرض ذیابیطس میں مبتلا تھی - کاربنکل کی حالت بہت ہی نازک ہو گئی - فرمایا میں نے انکی واسطے رات دعا کی تھی - رؤیا میں دیکھا - کہ "مولوی نورالدین صاحب ایک کپڑا اوڑھی بیٹھے ہیں - اور رو رہے ہیں" فرمایا - ہمارا تجربہ ہی - کہ خواب کے اندر رونا اچھا ہوتا ہے - اور میری رائے میں طبیب کا رونا مولوی صاحب کی صحت کی بشارت ہے

۳۰- اگست ۱۹۰۵ء - (۱) رؤیا دیکھا کہ میرے ہاتھ میں چابیاں ہیں ایک صندوق کھولنی کا ارادہ ہے - فرمایا - اسمیں اشارہ

۳۱- اگست ۱۹۰۵ء - نماز پڑھ رہے تھی اور سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ والعصر پڑھنا تھا - اتنی میں غنودگی ہو کر سورۃ والعصر کی جگہ بڑے زور سے زبان پر یہ سورۃ بطور الہام جاری ہوئی اذا جاء نصر اللہ والفتح -

نصف رات سے فجر تک مولوی عبدالکریم صاحب کیلئے دعا کی گئی صبح کے بعد جب سویا - تو یہ خواب آئی

مینی دیکھا کہ عبداللہ سنوری میرے پاس آیا ہے اور وہ ایک کاغذ پیش کر کے کہتا ہے کہ اس کاغذ پر مینی حاکم سی دستخط کرانا ہے اور جلدی جانا ہی - میری عورت سخت بیمار ہے - اور کوئی مجھے پوچھتا نہیں دستخط نہیں ہوئے اسوقت مینی عبداللہ کے چہرہ کی طرف دیکھا تو زرد رنگ اور سخت گھبراہٹ اسکی چہرہ پر ٹپک رہی ہے - مینی اسکو کہا کہ یہ لوگ روکھے ہوتے ہیں نہ کسی کی سپارش مانیں اور نہ کسی کی شفاعت - میں تیرا کاغذ لیجاتا ہوں آگے جب کاغذ لیکر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص مٹھن لال نام جو کسی زمانہ میں بٹالہ میں اکسٹرا اسسٹنٹ تھا کرسی پر بیٹھا ہوا کچھ کام کر رہا ہے اردگرد اس کے عملہ کے لوگ ہیں مینے جا کر کاغذ اسکو دیا اور کہا کہ یہ ایک میرا دوست ہے اور پرانا دوست ہے اور واقف ہے - اسپر دستخط کر دو - اسنی بلا تامل اسی وقت لیکر دستخط کر دیئے - پھر مینے واپس آ کر وہ کاغذ ایک شخص کو دیا اور کہا خبردار ہوش سی پکڑو - ابھی دستخط گیلے ہیں اور پوچھا کہ عبداللہ کہاں ہے انہوں نے کہا کہ کہیں باہر گیا ہی - بعد اسکے آنکھ کھل گئی اور ساتھ پھر غنودگی کی حالت ہو گئی تب مینے دیکھا کہ اسوقت میں [illegible] کو بلاؤ اس کے کاغذ پر دستخط ہو گئے ہیں - یہ جو مٹھن لال دیکھا گیا ہے - میں مٹھن لال سے مراد ایک فرشتہ تھا سنوری سے یہ مراد ہی کہ سنور عربی میں

[illegible] مر الہام ہوا - ارنی زلزلۃ الساعۃ

www.aaiil.org

۲ ستمبر ۱۹۰۵ء سینتالیس سال کی عمر۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اس سے دوسرے دن ۳ ستمبر ۱۹۰۵ء کو ایک شخص کا خط آیا جس نے اپنی بدکاریوں اور غفلتوں پر نہایت افسوس کی تحریر کرکے لکھا کہ اب میری عمر سینتالیس سال کی ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ فرمایا کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جو خط باہر سے آنیوالا ہوتا ہے اُس کے مضمون سے پہلے ہی سے اطلاع دیجاتی ہے۔ ۴ ستمبر ۱۹۰۵ء مَا کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ ۷ ستمبر ۱۹۰۵ء ایک کاغذ دکھایا گیا جیسا کہ منی آرڈر کا فارم ہوتا ہے اور سامنے کے پاس روپے رکھے ہوئے ہیں (اس کشف کے تھوڑی دیر بعد پندرہ روپیہ کا ایک منی آرڈر آیا) ۲۔ ایک کاغذ دکھائی دیا اُس پر لکھا ہوا تھا "آتش فشاں"۔ ۳۔ پھر ایک کاغذ دکھائی دیا اُس پر لکھا تھا "مراد"۔ ۵۔ پھر ایک کاغذ دکھائی دیا اُس پر لکھا تھا "ردّ بلا"۔ ۷ ستمبر ۱۹۰۵ء قیل ھٰذا وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ۔ ۸ ستمبر ۱۹۰۵ء (اُس) فن میں لپیٹا گیا (۲) اِذَا جَاءَ اَفْوَاجًا وَسُمِّ مِنَ السَّمَاءِ (۳) اِنَّ الْمَنَایَا لَا تُطِیْشُ سِہَامُہَا۔ مرزا موت کا تیر خطا نہیں جاتا۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی بیماری کا ذکر کرتے ہوئے ۹ ستمبر کو فرمایا کہ مجھے بہت ہی فکر تھا کہ بعض الہامات ان میں متوحش ہیں۔ آج صبح بہت سوچنے کے بعد میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی ہے کہ بعض وقت ترتیب کے لحاظ سے الہامات پہلے یا پیچھے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ان الہامات کی ترتیب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ ڈالی کہ ایسے الہامات جیسے اذا جاء افواجا وسم من السماء اور کفن میں لپیٹا گیا اور ان المنایا لا تطیش سہامہا یہ اسبات کو ظاہر کرتے ہیں کہ قضاء و قدر تو ایسی ہی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و رحم سے ردّ بلا کر دیا۔ ۱۰ ستمبر نماز صبح کے وقت رویا۔ ایک جگہ ایک بڑی حویلی ہے اسکے آگے ایک بڑا چبوترہ ہے جسکی کرسی بہت بلند ہے اُس پر مولوی عبدالکریم صاحب سفید کپڑے پہنے ہوئے دروازہ پر بیٹھے ہیں اسجگہ میں ہوں اور پانچ چار اور دوست ہیں جو ہر وقت اسی فکر میں رہتے ہیں میں نے کہا مولوی صاحب میں آپکو آپکی صحت کی مبارکباد دیتا ہوں اور پھر میں رو پڑا اور میرے ساتھ کے دوست بھی رو پڑے اور مولوی صاحب بھی رو پڑے پھر میں نے کہا دعا کرو اور دعا میں تین دفعہ سورہ فاتحہ پڑھی۔ فرمایا اس خواب کے تمام اجزا مولوی صاحب کی صحت کی بشارت دیتے ہیں سورۂ فاتحہ کے پڑھنے کی تعبیر بھی یہی ہے کہ انسان کوئی ایسا امر دیکھے جو اُسکو خوش کرنیوالا ہو۔ اور فرمایا جو الحمد خواب میں پڑھتا ہے اُسکی دعا قبول ہوتی ہے۔ ۱۲ ستمبر "دو شہتیر ٹوٹ جائیں گے"۔ اس کے بعد تو رات سے الہام ہوا۔ انی معین من اراد اعانتک

نوٹس

باوجود بار بار تاکید کے خریداران اس طرف توجہ نہیں کرتے کہ خط و کتابت کرتے وقت اپنے نمبر کا حوالہ بھی دیں اور پھر دفتر کیطرف سے اگر جواب میں یا تعمیل میں کچھ بھی توقف ہو تو اظہار ناراضگی کرتے ہیں۔ لہذا سب صاحبان کیخدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت میں اپنے نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ اور اسکا آسان طریق یہ ہے کہ جب انکے پاس رسالہ پہونچے تو اس کی چٹ کو پھاڑ کر پھینکیں نہیں بلکہ اسے رسالہ کے اندر رکھ لیں اور جب کبھی خط و کتابت کی ضرورت ہو تو اس چٹ سے،

الملتمس

نوٹ: اسی دن مولوی صاحب کی پشت پر پہلے کا پھل لے کر میں آیا تھا

http://www.aaiil.org

شکریہ معاونین

بوجہ عدم گنجایش جولائے ۱۹۰۵ء سے پیشتر کے نام درج نہیں ہوسکے۔ جولائی اگست میں جن احباب کی جانب سے زر اعانت پہونچایا جنھوں نے خریدار پیدا کرکے بہم پہونچائے اُن کے اسماء بقید رقم عطیہ و تعداد خریداران کے خاص شکریہ کے ساتھ درج ذیل کئے جاتے ہیں آیندہ ہر ماہ کے اعانت کنندگان و جدید خریدار پیدا کرنیوالوں کے نام دوسرے ماہ کے پرچہ میں جائز شکریہ کے ساتھ برابر درج ہوتے رہیں گے (اعانت بھیجنے والے احباب)

(۱) ایک احمدی از لدھیانہ نامعہ (۲) جماعت لاہور عہ (۳) میاں عبداللہ کھرل چک نمبر ۲۷۸ عہ (۴) ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اسسٹنٹ سرجن لاہور عہ (۵) ڈاکٹر سید جلال صاحب بربرا افریقہ عہ (۶) چودھری رستم علی صاحب انبالہ عہ (۷) ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن پنڈی گھیپ لعہ (۸) جناب محمد صدیق ولد محمد یوسف صاحب کپورتھلہ لعہ (۹) میاں محمد حسین صاحب لائل پور سلے (۱۰) جماعت منی پور عہ (۱۱) سیٹھ سید موسیٰ منی پور آسام لے (۱۲) بابو برکت علی صاحب شملہ لے (۱۳) منشی عبدالعزیز صاحب متھرا جمہ (۱۴) محمد اکبر صاحب مروان حمہ (۱۵) نصر اللہ خان صاحب لیڈر سیالکوٹ حمہ (۱۶) چودھری جلال خان صاحب محرر جوڈیشل سیالکوٹ صہ (تولد فرزند [illegible] منشی میں دیا جو ایک نہایت عمدہ تحریک کی بنیاد ہے) (۱۷) مولوی محمد صدیق صاحب حکیم صدر شاہ پور للعہ (۱۸) بابو محمد الٰہی کوہاٹ للعہ (۱۹) [illegible] علی کوہاٹ للعہ (۲۰) میاں عزیز بخش تیجہ للعہ (۲۱) مولوی فضل حق صاحب پٹیالہ للعہ (۲۲) حکیم محمد عمر فیروزپور للعہ (۲۳) مولوی محمد حسین صاحب معہ برادر پرم جیت پور للعہ (۲۴) جناب مصطفیٰ خان فیروزپور للعہ (۲۵) محمد ابراہیم صاحب بمبئی للعہ (۲۶) مولوی محمد عبداللہ صاحب پٹیالہ للعہ (۲۷) منشی نصر اللہ خان صاحب ہیران للعہ (۲۸) اسمٰعیل آدم بمبئی ہے (۲۹) ماسٹر ہدایت اللہ صاحب جہلم سے باقی آیندہ (خریدار پیدا کرنے والے احباب) (۱) سید محمد علی شاہ صاحب مدرس پسرور ۳ (۲) حافظ محمد اسحاق صاحب احمدی قادیان ۳ (۳) منشی غلام نبی صاحب پھلورا ۳ (۴) سید لعل شاہ صاحب برقا نوشہرہ ۲ (۵) میاں امام الدین سیکھواں ۲ (۶) مرزا یعقوب بیگ صاحب اسسٹنٹ سرجن شاہ [illegible] ماسٹر عبدالرحیم صاحب اکوڑہ ۲ (۸) محمد وزیر خان صاحب [illegible] میراں شاہ ۲ (۱۰) غلام محمد صاحب میرٹھ ۲ باقی آیندہ

[illegible] الاسلام [illegible] میگزین کے لیے چھاپا +

www.aaiil.org

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ❖ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۴ بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۰۵ء نمبر ۱۰

فہرست مضامین

غلامی ۳۶۵
۴- غلام بنانے کا رواج - ۳۶۵-۳۷۴
اسلام (۴) ۳۷۴
بجواب پادری سیل - ۳۷۴-۳۹۴
ایک نیا معترض ۳۹۴/۴۰۱
مسیح موعود کے متعلق ۴۰۱-۴۰۲
ایک پادری کے خیالات
رؤیا والہامات حضرت مسیح موعودؑ ۴۰۲/۴۰۴

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰- اکتوبر سنہ ۱۹۰۵ء کو منیجر صاحب میگزین کے اہتمام سے شائع ہوا- چندہ سالانہ

www.aaiil.org

فزع عیسیٰ ومن معہ

اس الہام الٰہی سے بڑھ کر کوئی الفاظ اس سانحہ جانگداز کی حقیقت کو بیان نہیں کر سکتے جو ۱۱ اکتوبر کو بدھ کے روز پیش آیا۔ جس دن یہ الہام سنایا گیا یعنی ۲۱ اگست ۱۹۰۸ء اسی دن حضرت مخدوم و مکرم مولوی عبدالکریم صاحب غفر اللہ لہ کی گردن کے نیچے ایک چھوٹی سی پھنسی نمودار ہوگئی جو مولویصاحب مرحوم کی مرض کی ابتدا تھی۔ اور ۱۵ دن کی مرض کے بعد ۱۱۔ اکتوبر بدھ کے روز ۲½ بجے دن کے حضرت مرحوم سینتالیس سال کی عمر میں بموجب الہام الٰہی سینتالیس سال کی عمر انا للہ وانا الیہ راجعون اس دار ناپائیدار سے انتقال فرما کر حیات ابدی میں جا داخل ہوئے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم منزلہ ووسع مدخلہ۔ اس لمبی مرض کے اثنار میں کئی دفعہ صحت کا رنگ آیا اور پھر مرض کا عود ہوا اور آخر کار ذات الجنب کے حملہ سے جس میں ۱۰۶ درجہ کا بخار ہوگیا جان سپرد خدا کی۔ صحت کا ہو جانا اور پھر بار بار بیماری کا عود کرنا گویا اس تردد کی ایک صورت تھی۔ جو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ مجھے کبھی ایسا تردد نہیں ہوتا۔ جیسا مومن کی قبض روح میں تردد ہوتا ہے مومن کی زندگی نفسانی خواہشات یا دنیا کی محبت کے لئے تو ہوتی نہیں بلکہ وہ صرف اللہ تعالےٰ کے جلال کو پھیلانے کے لیے ہی دنیا میں زندگی بسر کرتا ہے اور محض اسی غرض کیلیے چاہتا ہے کہ اسے عمر دیجاوے لیکن جب موت کا وقت آجاتا ہے اور تقدیر مبرم آجاتی ہے تو پھر آخر اسے سفر آخرت کیلیے چلنا پڑتا ہے۔ چنانچہ جن احباب کو ایام بیماری میں حضرت مرحوم کی خدمت کا موقعہ ملا ہے انہوں نے یہی لفظ آپکے منہ سے سنے کہ فلاں مضمون میرے سر میں ہے اگر خدا توفیق اور صحت دے تو اسے لکھا جائے۔ یہی سچی مومنانہ زندگی کا ایک نقشہ ہے اور خدا نے آپکے ساتھ وہی معاملہ کیا جو وہ اپنے اولیاء کرام سے کرتا ہے ورنہ اس تیز ذیابیطس کے ساتھ جو ایک سال سے زور پکڑ گیا تھا۔ کاربنکل اسقدر مہلت نہیں دیتا چہ جائیکہ اچھا ہو جائے۔ حضرت مولویصاحب مرحوم کی صحت کیحالت ایکدفعہ تو ایسی ہوگئی کہ فرمانے لگے کہ اب تو میں دو چار دن میں چلنے پھرنے لگونگا اب خوب طاقت آگئی ہے اور گردن پر تو اب کچھ معلوم بھی نہیں ہوتا دراصل گردن کا کاربنکل بہت اچھا ہوگیا تھا۔ اور زخم بھر گیا تھا مگر ساتھ ہی اسکے مرحوم ہر وقت موت کیلیے بھی تیار رہتے تھے اور ایک لمحہ بھی اسطرف سے غافل نہیں ہوئے ان درمیانی صحت کے وقفوں کی اطلاع بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو رؤیا میں ہوتی رہی۔ مگر تقدیر مبرم وہی تھی جسے اللہ تعالےٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ اذا جاء افواج وسم من السماء یعنی جب آسمان سے فوجیں اور زہر آچکی۔ اور پھر اسکے ساتھ ہی تھا۔ کفن میں لپیٹا گیا۔ اور پھر یہ کہ ان المنایا لا تطیش سہامہا۔ یعنی موت کا تیر خطا نہیں جاتا۔ یہ سب معہ الہام سینتالیس سال کی عمر انا للہ وانا الیہ راجعون تقدیر مبرم کی خبریں تھیں۔ جو

www.aaiil.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

غلامی

۴ - غلام بنانے کا رواج

اس بحث کے بعد جو گذشتہ اشاعتوں میں ہو چکی ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اسلام نے غلامی کے رواج کو ہمیشہ کیلیے اپنا جزو لازمی قرار دیدیا ہے یا کہ اسکا منشاء غلامی کو موقوف کرنیکا پایا جاتا ہے اسلام میں غلاموں کی تدریجی آزادی پر بحث کرتے ہوئے مینے یہ ثابت کیا تھا کہ تدریجی آزادی کے اصول کو قایم کرنا... سوسائیٹی کے امن اور اس کی بہتری کیلیے نہایت ضروری امر تھا اسلیے اس حد تک اسلام کو غلامی کے جاری رہنے کی اجازت دینی پڑی جبتک آہستہ آہستہ تمام غلاموں کے آزاد ہو جانیسے بغیر سوسائیٹی کے امن میں مخل ہونیکے غلامی خود ہی دنیا سے اٹھ جائے۔ یہ بھی مینے ثابت کیا ہے کہ اگرچہ غلامی کا رواج تو یکدفعہ ہی موقوف نہیں کیا گیا مگر جسقدر مضرات اس رواج سے قدیم سوسائیٹی میں پیدا ہوتے تھے ان تمام کو اسلام نے یکقلم ہی موقوف کر دیا یہ اس سوال کا مختصر سا جواب ہے جو مینے شروع میں کیا ہے اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ قرآنشریف یا حدیث شریف میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ اسلام نے غلامی کو ہمیشہ کیلیے رواج دیا۔ صرف اس بات سے کہ غلاموں کا ذکر قرآنشریف میں ہے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ غلامی اسلام کیلیے لازمی ہے یہ کیسی بیہودہ دلیل ہے کہ چونکہ قرآنشریف غلاموں کے آزاد کرنے کا حکم دیتا ہے یا غلاموں سے حسن سلوک کیلیے تاکید فرماتا ہے یا بعض حالتوں میں آزاد مردوں کو اجازت دیتا ہے کہ لونڈیوں کو بیبیاں بنالیں اس لیے اسلام کے اصول کے رو سے یہ ضروری ہے کہ ان احکام کے پورا کرنیکے لیے غلامی کے رواج کو ہمیشہ کیلیے جاری رکھا جاوے۔

درحقیقت یہ بڑی غلطی ہے یا یہ کہنا چاہیئے کہ مذہبی تعصب کیوجہ سے شرارت ہے جو یہ کہا جاوے کہ

www.aaiil.org

اسلام نے غلامی کو اپنا ایسا جزو لازمی قرار دیدیا ہے کہ اب وہ اس سے الگ نہیں ہو سکتی یہ کہا جاتا ہے کہ اگرچہ اسلام نے غلامونکے آزاد کرنے کا حکم تو دیا مگر آیندہ کیلیے غلام بنانیکے رواج کو بند نہیں کیا۔ یہ بڑی غلطی ہے جنگوں کو الگ چھوڑ کر جسکا ذکر میں ابھی کرونگا۔ کوئی مثال ایسی نہیں پائی جاتی کہ جس طرح پرانی قوموں میں زبردستی پکڑ کر یا فروخت کے ذریعہ سے آزاد آدمیونکو غلام بنایا جاتا تھا اسلام نے بھی ایسا کیا ہو۔ نہ ہی قرآن شریف یا حدیث سے اس طریق کا جواز معلوم ہوتا ہے نہ کوئی اس قسم کا حکم شریعت اسلامی میں ہے اور نہ ہی اجازت ہے کہ تم آزاد آدمیونکو زبردستی پکڑ کر یا اور طرح سے فروخت کر کے انکو غلام بنا لیا کرو جس صورت میں غلامونکے متعلق انکی آزادی اور نیک سلوک اور انکے نکاح اور انکی سزاؤں وغیرہ کے سب احکام موجود ہیں تو یہ نتیجہ بالکل صحیح ہے کہ اگر اسلام کے نزدیک فروخت وغیرہ کے ذریعے غلام بنانا جایز ہوتا تو اسکے احکام بھی قرآن شریف میں ہونے چاہیئے تھے اور اس قسم کے احکام کے نہ ہونیسے یہ صاف پایا جاتا ہے کہ اسلام کے نزدیک آزاد لوگونکو غلام بنانا جایز نہ تھا۔

پھر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اگر اسلام نے غلام بنانے کی اجازت نہیں دی تو پھر اس طریق سے روکا بھی نہیں۔ یہ عذر بھی غلط ہے۔ غلام کو آزاد کرنا یا آزاد کو غلام بنانا دو ایسے فعل ہیں جو ایک دوسرے کے بالمقابل پڑے ہوئے ہیں اور اگر کوئی شخص ان میں سے ایک کو اچھا سمجھتا ہے تو ضرور ہے کہ وہ دوسرے کو برا سمجھے۔ اب ہر ایک طالب حق کو چاہیئے کہ خود قرآن شریف کو پڑھ کر دیکھ لے کہ ان میں سے کس فعل کو محمود قرار دیکر قرآن شریف نے اسکی ترغیب دی ہے اگر قرآن کریم غلامونکے آزاد کرنیکو اسقدر نیکی اور ثواب کا کام بیان نہ کرتا بلکہ معمولی طور پر یہی کہدیتا کہ غلامونکو آزاد کر دینا بھی جایز ہے تو بیشک یہ نتیجہ صحیح نہ ہوتا کہ اسکی تعلیم کی رو سے آزاد کو غلام بنانا برا فعل ہے مگر غلامونکے آزاد کرنیکو اسلام نے ہر ایک مسلمان کا جسکے پاس غلام ہوں مذہبی فرض قرار دیا ہے اور اس فعل کو اعلے درجہ کی نیکی اور ثواب کا کام قرار دیا ہے جسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ آزاد کو غلام بنانا اسلام کے نزدیک ایک مذموم اور گناہ کا فعل ہے۔ اس بات کو اور صاف کرنیکے لیے میں ان آیات کا حوالہ پھر دونگا جن میں غلامونکے آزاد کرنیکا حکم دیا گیا ہے۔ سب سے اول یہ حکم سورۃ البلد میں نازل ہوا ہے جہاں اللہ تعالیٰ انسان پر اپنی بڑی بڑی نعمتونکا ذکر کر کے فرماتا ہے۔ فلا اقتحم العقبۃ وما ادراک ما العقبۃ۔ فک رقبۃ او اطعم فی یوم ذی مسغبۃ یتیما ذا مقربۃ او مسکینا ذا متربۃ۔ یعنی ہمنے تو اسقدر نعمتیں انسان کو دے رکھی ہیں مگر پھر بھی وہ ایسا ناشکر گذار ہے کہ ایک دشوار گذار راہ کو طے نہیں کرتا اور اس دشوار گذار راہ کا طے کرنا کیا ہے؟ غلام کو آزاد کرنا یا بھوک کے دن یتیم رشتہ دار یا محتاج خاک نشین کو کھانا کھلانا۔ اب اس بات کو چھوڑ کر کہ جو شخص باوجود مقدرت کے غلام کو آزاد نہیں کرتا یا اس حکم کے بموجب یتیم یا مسکین کو کھانا نہیں کھلاتا وہ خدا کے نزدیک کیسا سمجھا جاویگا۔

www.aaiil.org

اتنی بات بالکل صاف ہے کہ جو شخص اس حکم کی صریح خلاف ورزی اس طرح کرتا ہے کہ آزاد کو غلام بناتا ہے یا ایک محتاج اور یتیم کو بجائے کھانا کھلانیکے اسکا کھانا اس سے چھین کر اسکو بھوکا مارتا ہے وہ خدا کے نزدیک یقیناً بڑا گنہ گار ہے۔ ایسا ہی سورۃ بقرہ میں اللہ تعالے فرماتا ہے کہ حقیقی نیکی جو انسان کو خدا کی نظر میں برگزیدہ بناتی ہے یہ ہے کہ انسان اللہ تعالے اور یوم آخر پر یقین کامل رکھتا ہو اور اپنا مال اللہ تعالے کی محبت کے لیے اپنے قریبیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوال کرنیوالوں اور غلامونکے آزاد کرنیکے لیے دے۔ اور نمازونکو قایم رکھے اور زکوۃ دے اور جب عہد کرے تو اس عہد کو پورا کرے وغیرہ وغیرہ۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ انمیں سے ایک حکم یعنی غلامونکے آزاد کرنیکے عین الٹ اس طرح پر چلنا جایز ہے کہ آزاد کو غلام بنایا جاوے تو اسکو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ باقی سب احکام کے الٹ چلنا بھی قرآن شریف کے نزدیک جایز ہے جنکو اسجگہ حقیقی نیکی کہہ کر بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً یہ کہ قریبیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سائلونکو مال دینے کی بجائے انکا مال چھین لیا کرے یا نماز کو قایم کرنے کی بجائے اور ونکو بھی اس سے روکے یا عہد کرکے عمداً عہد کو توڑا کرے وغیرہ وغیرہ۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ قرآن شریف غلام کے آزاد کرنیکو گناہ کا کفارہ قرار دیتا ہے پس یہ خود ظاہر ہے کہ آزاد کو غلام بنا لینا اسکے نزدیک گناہ ہے اور پھر یہ تو حکم دیا گیا ہے کہ صدقات کے روپے کا ایک حصہ غلامونکے آزاد کرنے میں صرف ہونا چاہیئے مگر یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ مسلمان گورنمنٹونکو کچھ روپیہ باقاعدہ غلامونکی خرید اور تجارت میں لگا رکھنا چاہیئے +

یہ تو قرآن شریف کے احکام ہیں جب ہم حدیث کو دیکھتے ہیں تو اس میں بھی ویسا ہی زور غلاموں کی آزادی پر دیا گیا ہے۔ کسی حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ جس طرح جاہلیت کے زمانے میں یا دوسری قومونکے اندر زبردستی پکڑ کر یا فروخت کے ذریعے غلام بنا لیے جایا کرتے تھے اسی طرح اسلام میں بھی کسی آدمی کو غلام بنا لیا گیا ہو۔ بلکہ ایک حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے منشاء کے مطابق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسطریق سے مسلمانونکو روکدیا تھا چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ قال اللہ ثلاثۃ انا خصمھم یوم القیامۃ رجل اعطی بی ثم غدر ورجل باع حرا فاکل ثمنہ (وفی حدیث عبداللہ ابن عمرو رجل اعتبد محررا) ورجل استاجر اجیرا فاستوفی منہ ولم یعطہ اجرہ۔ یعنی اللہ تعالے فرماتا ہے تین قسم کے لوگ ہونگے جنکے ساتھ قیامت کے دن میں جھگڑونگا۔ ایک وہ شخص جو میرے نام پر وعدہ کرتا ہے اور پھر اسے پورا نہیں کرتا۔ اور ایک وہ شخص جو ایک آزاد کو بیچتا ہے اور اسکی قیمت کھا جاتا ہے (اور عبداللہ بن عمر کی حدیث میں ہے کہ وہ شخص جو آزاد کو غلام بناتا ہے) اور ایک وہ شخص جو ایک مزدور کو اجرت پر لگاتا ہے اور اس سے پوری محنت لیکر اسکی مزدوری اسکو نہیں دیتا۔ اس حدیث سے تابیدی شہادت اس امر کی ملتی ہے کہ آزاد کو غلام بنانا قرآن شریف

www.aaiil.org

نے جایز نہیں رکھا۔ امام بخاری علیہ السلام نے اپنے مذہب کو اس عجیب رنگ میں بیان کیا ہے کہ اپنی کتاب صحیح بخاری میں غلامونکے متعلق جو باب باندھا ہے اسکا عنوان باب العتق و فضلہ رکھا ہے یعنی غلامونکے آزاد کرنے اور اسکی فضیلت کا بیان۔ اور کوئی باب ہی غلامونکے متعلق اس نے نہیں باندھا۔ یہانتک کہ غلامونکی خرید و فروخت کا بھی کوئی باب نہیں باندھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل۔ قرآنشریف اور حدیث کی تعلیم اور بخاری کا مذہب۔ انسے بڑھکر اور کونسی شہادت ہوسکتی ہے کہ اسلام کا اصلی مذہب اور اس کی سچی تعلیم کیا ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ غلامونکی آزادی کا حکم مکّہ میں ہی نازل ہوا اور اصلاح کے مختلف پہلوؤں میں سے غلامونکے آزاد کرنیکا پہلو ایسا تھا جسکو اسلام نے ابتدا میں ہی اختیار کیا۔ یہ تو امر واقع ہے مگر اسلام کے دشمن کہتے ہیں کہ جو ناجایز خرید و فروخت انسانونکی بعض اسلامی ممالک میں آج کل ہو رہی ہے اسکے موقوف کرنیکے لیے اسلام کے اصول سے الگ ہونا پڑتا ہے گویا اسلام اسبات کی اجازت ہی نہیں دیتا کہ غلامونکو آزاد کیا جاوے۔ ہر ایک شخص جو تحقیق کی نظر سے اس مسئلہ کو دیکھیگا وہ سمجھ سکتا ہے کہ مروجہ خرید و فروخت غلامونکی ایسی ہی اصول اسلام کے خلاف ہے جیسا کہ آج کل مذہب کی آڑ کے نیچے غیر مذہب والونکا قتل جس کا نام جہاد رکھا جاتا ہے یا جیسا کہ بعض مسلمانوں میں شراب خوری کا موجود ہونا اسلام ان سب باتونسے بیزار ہے

اس قدر بحث سے یہ تو ثابت ہوگیا کہ جس قدر ذرایع انسانونکو غلام بنانیکے اسوقت مروج تھے ان سب کو اسلام نے رد کدیا! اب صرف قیدیان جنگ کے متعلق کچھ کہنا باقی ہے یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اسلام کے جنگوں کا یہ منشاء ہرگز نہ تھا کہ لوگونکو غلام بنایا جاوے نہیں بلکہ اسلام کو جنگ ایک مجبوری کی حالت میں اختیار کرنا پڑا تھا کیونکہ اسکے جنگ صرف دفاعی تھے۔ یا ابتدائی خلفاء کے زمانے میں بعض جنگ مذہبی آزادی کو قایم کرنیکے لیے کیے گئے۔ مکّہ میں تیرہ سال تک مسلمانونکو پاؤں کے نیچے روندا گیا اور وہ جگہ بہ جگہ پناہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے آخر کار مدینہ منورہ میں پناہ گزیں ہوئے۔ مگر انکے خونخوار دشمنوں نے انکو اسجگہ بھی امن سے بیٹھنے نہ دیا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ تند ہوکر اب انہوں نے اسلام کو بالکل نیست و نابود کرنیکے لیے تلوار ہاتھ میں لی! ان حالات کے باعث مسلمانونکے لیے ضروری ہوا کہ اپنی حفاظت کے لیے بالمقابل جنگ کے لیے نکلیں۔ چنانچہ پہلی مٹ بھیڑ طرفین کی مقام بدر پر ہوئی جو مدینہ سے تین دن کا سفر ہے۔ جمعیت کا یہ حال تھا کہ ایک مسلمان کے لیے تین کافر موجود تھے! اور اس سے بڑھکر یہ کہ مسلمانوں میں بہت سے نوعمر ناتجربہ کار نوجوان تھے اور قریش کا لشکر بڑے آزمودہ اور تجربہ کار جنگی جوانونکا تھا۔ جو ہر طرح سے ہتھیار وغیرہ سے مسلح تھے اس ظاہر فرق کے ہوتے ہوئے مسلمانونکو ان دو باتونسے چارہ نہ تھا کہ یا تو وہ انکے ساتھ جنگ کریں اور یا اپنی جانونکو انکے حوالے کرکے قتل ہونا پسند کریں اس مجبوری کی حالت میں یہ پہلا جنگ ہوا۔

www.dawn.org

مگر اللہ تعالے نے اپنے وعدہ کے مطابق دشمن کی سب طاقتوں کو پامال کر کے مسلمانوں کو فتح دی اس میں کوئی ستر کے قریب عمائد قریش مارے گئے اور قریباً ستر قیدیوں میں آئے۔ یہ پہلا موقعہ تھا جب قیدیان جنگ مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ یہ قیدی معمولی جنگ کے قیدیوں کی طرح نہ تھے جنکا قصور سوائے اسکے کچھ نہ ہو کہ وہ شریک جنگ ہوئے ہوں۔ نہ ہی صرف اسیقدر انکا قصور تھا کہ وہ مسلمانوں پر چڑھکر اسلیے آئے تھے کہ انکو ہلاک کر ڈالیں اور انکا نام و نشان مٹا دیں بلکہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے مسلمانوں پر شدید ظلم اور بیرحمیاں کی تھیں اور بہتوں کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچا کر ہلاک کیا تھا۔ دنیا میں کوئی عدالت نہیں جو یہ فتوے نہ دے کہ وہ سب کے سب قابل قتل تھے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ کا یہی خیال تھا اور انہوں نے یہی رائے پیش کی تھی کہ یہ سب قابل قتل ہیں اور انکو قتل کرنا چاہیئے مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالے عنہ کی رائے یہ تھی کہ انکو فدیہ لیکر چھوڑ دینا چاہیئے اور اسی کے مطابق اس موقعہ پر عمل بھی ہوا یعنی سب فدیہ لیکر چھوڑ دیئے گئے ۔ یہ اسلام میں سب سے پہلی نظیر قایم ہوئی۔ اور اگرچہ اس میں شک نہیں کہ حضرت عمر کی رائے پر عمل کیا جاتا تو بہتر تھا کیونکہ آیندہ بہت سے فساد جو انہی لوگوں نے دوبارہ اٹھائے رک جاتے مگر جو عملدرآمد ہوا وہ یہی تھا کہ سب قیدیان جنگ رہا کر دیئے گئے۔ مگر انکے غلام بنانیکے متعلق نہ کسی نے رائے ہی دی اور نہ کوئی ایسی تجویز ہی ہوئی۔

ابھی تک قرآن کریم کا وہ حکم نازل نہ ہوا تھا جس میں قیدیان جنگ کا بالخصوص ذکر ہے اور جسکو میں پہلے کسی دوسرے موقعہ پر نقل بھی کر چکا ہوں جو ان الفاظ میں ہے کہ اما منّا بعد و اما فداء یعنی جب جنگ ہو لے تو جنکو تمنے اسیر کیا ہے انسے یہ سلوک ہونا چاہیئے کہ یا تو انکو احسان رکھکر چھوڑ دو اور یا فدیہ لیکر چھوڑ دو۔ اس آیت شریفہ میں اللہ تعالے نے قیدیان جنگ کے متعلق ایک عام حکم دیا ہے جسپر اسلامی دنیا کو ہمیشہ کیلیے کاربند ہونا چاہیئے۔ قرآن کریم یہ نہیں فرماتا جیسا کہ اسکے حق کے چھپانیوالے دشمن کہا کرتے ہیں کہ تم سب قیدیان جنگ کو فی الفور غلام بنا لو بلکہ اسکی پاک تعلیم یہ ہے کہ انکو چھوڑ دو یا احسان رکھکر اور یا فدیہ لیکر۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس اعلے درجہ کے قانون کو جو اُسوقت کے مروج قانون کے بالکل خلاف ہے کوئی شخص بُرا کہہ سکے یا اسکے متعلق یہ کہہ سکے کہ یہ اب قابل عملدرآمد نہیں وحی الٰہی نے جسقدر قوانین باندھے ہیں وہ ہر زمانے میں اور ہر ملک میں قابل عملدرآمد ہیں اور متعصب سے متعصب دشمن بھی اپر حملہ نہیں کر سکتا! اب معترضین پر لازم ہے کہ وہ اسکے خلاف کوئی اور قانون جس میں بالخصوص قیدیان جنگ کا ذکر ہو قرآن کریم سے نکالکر دکھائیں یہی سچا قانون اسلام نے سکھایا ہے اور اس سے بہتر کوئی اور قانون تجویز نہیں ہو سکتا۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ اس زمانہ کے بعض حالات کے رو سے اسلام کو کچھ اور قسم کی مشکلات درپیش تھیں جو مقامی اور عارضی تھیں اور اسلیے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انکا علاج بھی مقامی اور عارضی ہی کیا۔ قرآن کریم

www.aaiil.org

کی تعلیم یہ تھی کہ قیدیان جنگ کو یا بطور احسان چھوڑ دو اور یا کچھ فدیہ لیکر کیونکہ ہر صورت میں بطور احسان ہی انکو چھوڑ دینا مصلحت ملکی کا تقاضا نہ تھا۔ مگر اسجگہ مشکل یہ تھی کہ بعض اوقات مفتوح قوم یا مفتوح ملک اپنے قیدیونکی پروا نہ کرکے فدیہ ادا نہ کرتے۔ یہ اسلام کیلیے ایک بڑی مجبوری تھی کیونکہ اگر کل کے کل احسان رکھکر ہی چھوڑا جاتا تو جو مشکلات اسلام کی راہ میں تھیں انکا کبھی خاتمہ نہ ہوتا۔ یہ ایک عارضی ضرورت پیش آگئی تھی اور اسکا عارضی علاج اسلام نے اسی ملک اور اسی زمانہ کے مطابق حال کیا۔ ایسے قیدیوں کو بجائے گورنمنٹ پر بوجھ ڈالنے کے مسلمانونہ میں تقسیم کر دیا جاتا جبکا یہ فرض تھا کہ انکو ایسی حالت میں رکھیں جس حالت میں وہ آپ رہتے تھے۔ یہ تو کوئی مخالف بھی نہیں کہیگا کہ وہ اپنی آزادی کو کھو نہ چکے تھے کیونکہ آج کل بھی اسیران جنگ کی آزادی تو چھین لیجاتی ہے۔ حالانکہ لڑائیاں بھی اس قسم کی مجبوری کی نہیں جیسی اسلام کو پیش آئی تھیں۔ مگر آزادی لینے کے سوا مسلمان اوران اسیران جنگ کو کوئی تکلیف نہ دیتے تھے۔ انکو باہر کھیتوں میں مزدورونکی طرح کام کرنے نہ بھیجا جاتا تھا جس صورت میں کہ انکے آقا گھر میں آرام کر رہے ہوں اور نہ ہی طاقت سے زیادہ انسے کام لیا جاتا تھا بلکہ ان رواجونکو جو قدیم سوسائیٹی میں مروج چلے آتے تھے اسلام نے بکلی موقوف کر دیا تھا۔ ہاں اس میں بھی شک نہیں کہ انکو بیکار چھوڑ کر نکمے بھی نہیں بنایا جاتا تھا۔ بلکہ کچھ کام بھی انکو کرنا ہوتا تھا۔ پر وہ دوسرے گھر کے لوگونکی طرح ہی ہوتے تھے اور اپنونکا سا ہی انسے سلوک بھی ہوتا تھا۔ اور یہ اختیار انکو ہر وقت حاصل تھا کہ فدیہ دیکر آزادی حاصل کرلیں +

ایک اور بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ وہ اصلاح جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے شروع کی وہ تدریجی طور پر ترقی کرنیوالی اصلاح تھی اسنے ایک ایک کرکے تمام بدیونکو انسانی سوسائیٹی سے دور کیا۔ یہانتک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیوی زندگی کے منقطع ہونیسے پہلے اس اصلاح کی ہر پہلو سے تکمیل ہوگئی۔ چونکہ آپ ہر ایک معاملہ میں اللہ تعالے کی وحی سے ہی کام کرتے تھے اسلیے آپ کسی رواج یا کسی بات کو بدلاتے نہ تھے جبتک وحی الہی کے ذریعہ آپکو حکم نہ پہونچے۔ چنانچہ قرآنشریف اور حدیث کے پڑھنے سے یہ بات صاف روشن ہے۔ اب جیسا کہ میں پہلے دکھا چکا ہوں غلامی کے کل دیگر ذرایع کو تو اسلام نے ابتدا میں ہی روک دیا تھا مگر اسیران جنگ کے متعلق جو حکم خصوصیت سے نازل ہوا وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اخیری حصہ میں نازل ہوا۔ یہ حکم سورۃ محمد میں ہے اور یہ سورۃ فتح مکہ کے قریب قریب نازل ہوئی۔ اب اس سے پہلے عام رواج کل قدیم اقوام کے اندر اسیران جنگ کے متعلق یہ تھا۔ کہ وہ کل کے کل ہلاک کر دیئے جاتے تھے یا غلام بنا لیے جاتے تھے پس اگر وحی الہی کے نازل ہونیسے پہلے ہمارے نبی کریم اس مسلم رواج پر عمل بھی کرتے تو وہ عین حق پر ہوتے مگر آپنے اسوقت بھی عموماً بڑی ہی نرمی سے کام لیا۔ اساری بدر کے متعلق میں دکھا چکا ہوں کہ کس طرح سب کے سب فدیہ لیکر آزاد کر دیئے گئے۔ حالانکہ انہی لوگوں نے

www.aaiil.org

پھر جنگوں میں مسلمانوں کو طرح طرح کے دکھ دیئے انیس جنگوں میں سے جو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو کرنی پڑیں صرف دو میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسیران جنگ کو غلام بنایا گیا۔ اور یہ دونوں موقعے وحی الہی کے نازل ہونیسے پہلے پیش آئے اور ان میں واسطہ بھی یہود سے پڑا۔ ایک موقعہ پر بنی قریظہ سے مدینہ میں اور دوسرے موقعہ پر خیبر کی جنگ میں۔ باقی تمام لڑائیوں کے متعلق یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی اسیر بنائے بھی گئے۔ تو احسان رکھکر یا فدیہ لیکر انکو چھوڑ دیا گیا۔ چنانچہ کئی مثالیں اس کی پائی جاتی ہیں۔ ایک موقعہ پر چھ ہزار قیدی کو بغیر کسی فدیہ کے لینے کے چھوڑ دیا گیا۔ عربوں نے مسلمانوں پر اسقدر ظلم کیے تھے کہ مسلمانونکو حق پہونچتا تھا کہ جب انپر غالب آویں تو انکو قرار واقعی سزائیں دیں چاہیں قتل کریں اور چاہیں غلام بنائیں۔ کیونکہ ان لوگوں نے مسلمانوں کو ہلاک کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تھا بلکہ جب داؤ لگتا یا بس چلتا تو نہایت بیرحمی سے غریب مسلمانونکو مار ڈالتے ایک موقعہ پر دھوکہ دیکر ستر صحابیونکو ان ظالموں نے قتل کر ڈالا۔ حالانکہ کہکر انکو یہ ساتھ لیگئے تھے کہ ہم ان سے دین سیکھنا چاہتے ہیں لیکن جب آخر کار خدا نے محض اپنی تائید اور نصرت سے جو ہمیشہ وہ صادقونکو عطا کرتا ہے مسلمانونکو ان ظالمونپر غالب کیا تو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا جسکے وہ مستحق تھے۔ نہ ہی رواج کے مطابق ان سب کو پکڑ پکڑ کر غلام بنایا بلکہ ایک ایسی فراخ حوصلگی اور جوانمردی کے ساتھ جسکی نظیر دنیا میں نہیں پائی جاتی جب یہ لوگ قید ہوکر آپکے پاس آتے تو آپ ان کو فدیہ لیکر یا احسان رکھکر چھوڑ دیتے۔

لیکن دو جنگوں میں جو یہودیوں سے ہوئیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سلوک اسیران جنگ سے اور رنگ کا تھا۔ ان میں سے ایک موقعہ تو یہود بنی قریظہ کے ساتھ پیش آیا جنہوں نے دو دفعہ آپکے ساتھ خطرناک طور پر غداری کرکے کل کے کل مسلمانونکو ہلاک کرنا چاہا۔ انکے ساتھ یہ سلوک کیا گیا کہ جو غداری میں شامل تھے انکو قتل کیا گیا اور باقی کو جن میں بچے اور عورتیں تھیں غلام بنایا گیا۔ اگرچہ غلام کا مفہوم اسلام میں قطعاً وہ نہیں جو دنیا کی دوسری قوموں میں تھا اور ہے مگر یہ قصور بھی یہود کا اپنا تھا اور خود اپنے لیے انہوں نے یہ سزا تجویز کی کیونکہ انہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو اپنے متعلق منظور نکیا۔ بلکہ کہا کہ جو سعد بن معاذ ہمارے حق میں فیصلہ دیں وہ ہمکو قبول ہوگا۔ چنانچہ انہی کے فیصلے کے مطابق یہ سلوک بنی قریظہ سے ہوا۔ دوسرے موقعہ پر جب خیبر فتح ہوا تو اسوقت جو اسیران جنگ ہاتھ لگے تھے انکو غلام بنایا گیا۔ اگرچہ یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے فدیہ دینا چاہا ہو تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قبول نکیا ہو۔ بلکہ بعض نظیروں سے یہ شہادت ملتی ہے کہ جنکے فدیہ کا کوئی انتظام ہوسکتا تھا انکو فدیہ لیکر آزاد کر دیا گیا۔ علاوہ فدیہ کے ان اسیرونکی آزادی کی اور بہت سی راہیں بھی کھلی تھیں جن کو میں گذشتہ اشاعت میں بیان کرچکا ہوں۔ اگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں موقعونپر اسیرونکو ایسے طور پر غلام بنایا ہوتا کہ وہ

www.aaiil.org

کبھی آزادی حاصل نہ کر سکیں تو ان میں سے کچھ غلام اخیر وقت تک آنحضرت کے پاس یا ابوبکر کے پاس بھی رہنے چاہیئے تھے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ان دونوں کے پاس کوئی غلام نہ تھا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان اسیران جنگ کو بھی جو یہودیوں میں سے تھے جلدی بعد میں آزاد کر دیا گیا تھا +

یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ یہودیوں کے ساتھ آنحضرت نے سختی کی اور اپنی قوم کے ساتھ نرمی کی۔ عرب امی لوگ تھے اور انکے ہاتھ میں کوئی شریعت نہ تھی جسکی بنا وحی الٰہی پر ہو۔ مگر یہودیوں کے پاس ایسی شریعت تھی پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکی اپنی شریعت کے مطابق انسے سلوک کیا بلکہ اس جگہ بھی نرمی کا پہلو ہی اختیار کیا۔ یہودی شریعت کے مطابق دشمن کو معہ انکے بچوں اور عورتوں کے ہلاک کر ڈالنا چاہیئے (دیکھو استثنا رباب ۱۳-۱۲ سے ۱۸ باب ۲۰-آیت ۱۶ و ۱۷ گنتی باب ۲۱-آیت ۳- قاضیوں باب ۱-آیت ۱۷ باب ۲۱-آیت ۱۰ سے ۱۲-یشوع باب ۶ آیت ۲۴-اسموائیل باب ۱۵-آیت ۳ وغیرہ۔ اسی قانون کی ایک نرم صورت یہ تھی۔ کہ مردوں کو مار ڈالا جاوے اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جاوے (دیکھو استثنا رباب ۲۰-آیت ۱۰ سے ۱۴) اب سوچ لو کہ بنی قریظہ کے ساتھ جو سلوک ہوا اس میں الزام کس پر آتا ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نہیں کیونکہ آپنے اس قوم کی شرائط کو منظور کر کے سعد بن معاذ کے فیصلے کے مطابق انسے سلوک کیا جسے وہ خود حکم مان چکے تھے۔ نہ ہی سعد بن معاذ پر کوئی الزام عائد ہو سکتا ہے کیونکہ انہوں نے یہودی شریعت کے نہایت نرم پہلو کے مطابق فیصلہ دیا۔ بلکہ اگر کوئی الزام آسکتا ہے تو خود یہودی شریعت پر جس میں اس سے بھی زیادہ سخت قانون موجود ہیں! ایسا ہی خیبر کے یہودیوں کے ساتھ بھی انکی اپنی شریعت کے نہایت نرم پہلو کے مطابق عمل کیا گیا۔ میں پوچھتا ہوں کہ اس معاملہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کیا اعتراض ہے آپنے تو اسی شریعت کے مطابق انسے سلوک کیا جسے یہودی اسوقت تک منسوخ سمجھنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اور آپکی طبیعت کی نرمی اس سے ظاہر ہے کہ آپنے یہودی شریعت کے نرم سے نرم پہلو کو اختیار کیا۔ بلکہ اگر کچھ سختی اس سلوک میں سمجھی بھی جاوے تو اسکا ازالہ خود اسلامی شریعت سے ہو گیا۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی مثال اور تعلیم سے اپنے ساتھیوں پر یہی نیک اثر ڈالا تھا۔ کہ وہ آہستہ آہستہ تمام غلاموں کو آزاد کرتے جاویں۔ وہ متعصب عیسائی جنہوں نے یہ شیوہ اختیار کر رکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر ایک فعل پر اعتراض کریں اور دنیا کی نظر میں آپکی ذات کو قبیح کر کے دکھائیں تعصب کی پٹی آنکھوں سے اتار کر دیکھیں کہ ان دونوں موقعوں پر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر کوئی اعتراض نہیں آتا بلکہ اگر کوئی اعتراض ہے تو اس کتاب پر جس کی اشاعت وہ خود دنیا میں کر رہے ہیں یہودیوں پر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بلا وجہ چڑھائی نہیں کی بلکہ خود اپنی دغابازیوں سے انہوں نے اپنے آپ کو مجرم بنایا! اور اس جرم کی سزا انکو انکی اپنی شریعت کے مطابق دی گئی +

www.aaiil.org

خدا کی شان ہے ان مجرموں کے وکلاے آج وہ لوگ بن رہے ہیں جنہوں نے خود لاکھوں یہودیوں کو بیگناہ قتل کیا اور انپر طرح طرح کے مظالم کیے اور ابتک بھی کر رہے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ شریعت اسلام کے اصول جو قرآن کریم میں مندرج ہیں عام اور وسیع اصول ہیں جو ہر زمانہ اور ہر ملک کی حالت کے مطابق ہیں لیکن اگر کسی حکم کے وحی الہی میں نازل ہونیسے پہلے کوئی کام کیا گیا ہو تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا صریح غلطی ہے کہ یہی اسلام کا قانون ہے ہر ایک امر کے متعلق دیکھنا یہ چاہیئے کہ قرآن کریم اسبارے میں کیا حکم دیتا ہے اور اس حکم کے نزول کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل کیا رہا ہے مثلاً اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مسلمانوں میں بعض مثالیں شراب پینے کی پائی جاتی ہیں مگر اُنسے یہ نتیجہ نہیں نکلسکتا کہ اسلام شراب کی اجازت دیتا ہے کیونکہ جیسا کہ مینے اوپر بھی کہا ہے اسلام کی اصلاح تدریجی تھی اور اصل حکم شراب کے متعلق وہ ہے جو قرآن کریم نے اس کی قطعی ممانعت کے بارے میں بیان فرمایا ہے ایسا ہی اسیران جنگ کے متعلق اسلامی شریعت کا حکم جو وحی الہی میں بیان فرمایا گیا ہے وہ فامامنا بعد واما فداء ہے۔

اب اس بحث سے ناظرین یہ سمجھ سکتے ہیں کہ اسلام نے عملی طور پر غلامی کے تمام ذرائع کو روکدیا اور پرانے غلاموں کی تدریجی آزادی کے لیے مختلف احکام نازل فرمائے اسیران جنگ کے متعلق حکم تو وہی تھا جو اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ مگر ایسی مجبوری کی حالتوں میں جب نہ وہ فدیہ دیں اور نہ ہی انکو احسان رکھکر چھوڑنا مصلحت وقت ہو اسوقت کے رواج کے مطابق انسے سلوک کیا جاتا تھا۔ پھر بھی وہ فدیہ دیکر ہر وقت آزادی حاصل کر سکتے تھے اور علاوہ اس کے وہ مختلف راہیں جو اسلام نے غلاموں کی آزادی کیلیے بتائی تھیں وہ سب بھی انکے لیے کھلی تھیں علاوہ ازیں انکے ساتھ غلاموں کا سا سلوک بھی نہ ہوتا تھا یعنی وہ اس قسم کے غلام نہ سمجھے جاتے تھے جیسے دوسری اقوام میں یا زمانہ جاہلیت کے عربوں میں پس جس صورت میں اسلام نے غلامی کی کل راہوں کو روکدیا اور انکی تدریجی آزادی کیلیے کئی راہیں کھولدیں تو کوئی اعتراض اسلام پر باقی نہیں رہتا۔ باقی رہے جنگ اور اسیران جنگ سو یہ کام ابتداءً اسلام نے شروع نہیں کیا بلکہ خود انہی لوگوں نے اول طرح طرح کے دکھ پہونچا کر آخر تلوار ہاتھ میں لیکر اسلام کو نیست و نابود کرنا چاہا اس مجبوری کی حالت میں مسلمانوں کو بھی اپنی حفاظت کے لیے تلوار اٹھانی پڑی پس یہ لوگ تو خود آزادی کے حق کو کھو چکے تھے مگر انکے ساتھ بھی اسلام کا سلوک نہایت محسنانہ تھا اور باوجود اسکے کہ ان لوگوں نے ہر طرح سے اپنے آپکو قتل اور غلامی کا مستحق بنا دیا تھا پھر بھی شریعت اسلام نے انکی آزادی کا ہی حکم دیا۔ صرف استثنائی صورتوں میں بعض وقت جب ان لوگوں نے فدیہ دینے سے بھی انکار کیا تو پھر مسلمانوں کے لیے مجبوری تھی کہ وہ انکو غلام بناتے۔

یہ ایک بڑی غلط فہمی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسلمانوں کے پاس کثرت سے غلام تھے

www.aaiil.org

اس کی تردید تو ہی کافی ہے کہ انکے پیشوا اور رہبر کے پاس ایک غلام بھی نہ تھا! اس میں شک نہیں کہ قبل از اسلام امرا کے پاس غلاموں کی بڑی بڑی تعداد تھی مگر اسلام لانیکے بعد انہوں نے اپنے پیارے نبی کے نقش قدم پر چلکر کثرت سے غلاموں کو آزاد کر دیا تھا۔ غزوہ احزاب کے متعلق ایک حدیث لکھتے ہوئے امام بخاری علیہ السلام نے اتفاقاً یہ ذکر کیا ہے کہ مہاجرین اور انصار کے پاس کوئی غلام نہ تھا جس سے وہ مزدوری کا کام لے سکتے۔ خرج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الی الخندق فاذا المہاجرون والانصار یحفرون فی غداۃ باردۃ فلم یکن لہم عبید یعملون ذلک لہم۔ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب خندق کیطرف نکلے تو آپکے صحابہ یعنی مہاجرین اور انصار ٹھنڈی صبح کے وقت خندق کھود رہے تھے اور انکے پاس غلام نہ تھے جو انکے لیے یہ کام کرتے۔ میںنے اصابہ کو جس میں صحابہ کے حالات لکھے ہیں اس غرض کیلیے پڑھنا شروع کیا تھا کہ ان میں کس قدر غلام تھے مگر افسوس ہے کہ کم فرصتی کی وجہ سے اس کام کو پورا نہ کر سکا۔ ۱۳۴ صحابہ کے میںنے حالات پڑھے ان میں ایک بھی غلام کا ذکر نہیں ہاں تیرہ ایسے آدمیوں کا ذکر ہے جو پہلے غلام تھے اور پھر آزاد کر دیے گئے۔ (باقی آیندہ)

اسلام (۴)

بجواب پادری سیل

اس حصہ مضمون میں میں اس کہانی پر بحث کروں گا جس کو عیسائی صاحبان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معاذ اللہ بت پرستی کی طرف عود کرنا یا بت پرستی کے ساتھ صلح کرنیکے نام سے موسوم کرتے ہیں اگرچہ میں نے یہ سلسلہ مضامین سیل کے جواب میں ہی شروع کیا ہے مگر چونکہ سیل کی نسبت میور نے اس قصہ پر زیادہ زور دیا ہے اور جھوٹی دلیلیں دیکر اسے سچا کر کے دکھلانا چاہا ہے تاکہ اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منجانب اللہ ہونے پر شکوک پیدا ہوں اس لئے اس بحث میں میور ہی زیادہ تر مدنظر ہوگا۔ میور جس نے اکثر تاریخ کو مدنظر رکھا ہے اس موقعہ پر مذہبی تعصب نے اسے اجازت نہ دی کہ صحیح تاریخ اور معتبر روایات کے مقابل جھوٹے قصوں اور غیر معتبر یا وضعی روایتوں کو کوئی وقعت نہ دیتا۔ محدثین نے جو کوششیں ہر ایک حدیث کے پرکھنے کیلیے کی ہیں اور جس طرح ایک ایک راوی کے

www.aaiil.org

متعلق انہوں نے بالتفصیل اس کی زندگی کے حالات معلوم کیئے ہیں تاکہ اسکا جھوٹا یا سچا یا کمزور ہونا دنیا پر کھلجائے اور اس تحقیقات میں کسی کی رعایت نہیں کی۔ ان سب کی کوششوں اور تنقید کو میور صاحب نے یہ بے بنیاد دعوے کرکے رد کرنا چاہا ہے کہ پچھلے زمانے کے مسلمانوں نے جب یہ محسوس کیا کہ بت پرستی کیطرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کھلے طور پر جھک جانا ایک بڑی شرم کی بات ہے تو انہوں نے کل کے کل قصہ کو ہی رد کر دیا۔ افسوس ہے کہ پادریصاحب کے اس فقرے میں صداقت کی بو تک بھی نہیں۔ یہ ایک سیاہ جھوٹ ہے کہ مسلمانوں میں سے متقدمین تو اس قصہ کی صداقت کو مانتے چلے آئے تھے مگر متاخرین نے محض اس وجہ سے ..... کہ اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منجانب اللہ ہونے پر زد پڑتی تھی بغیر کسی تحقیقات کے اسے جھوٹا اور وضعی کہدیا۔ پادریصاحب کا یہ جھوٹ خود اس قصہ کے وضع کرنیوالوں سے کم نہیں۔

میور نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ جن لوگوں نے اس قصہ کو سچ مانا ہے وہ ایسے معتبر اور مستند فاضل ہیں کہ ہم انکی کسی روایت کو رد نہیں کر سکتے اور سند کے طور پر واقدی اور طبری کا نام پیش کیا ہے۔ اگر میور کو حق جوئی کا کچھ بھی خیال ہوتا تو جہاں اس نے اپنے دیباچہ لائف میں بڑی تفصیل سے یہ لکھا ہے کہ ہمیں احادیث کو کسقدر وقعت دینی چاہیئے وہ اپنی کتاب میں بھی اس بات کا خیال رکھتا۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض وقت اسنے بہت ہی بے احتیاطی سے کام لیا ہے اور تنقید کے پہلو کو بالکل چھوڑ دیا ہے۔ تعجب ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات لکھنے بیٹھتا ہے اور روایت لینے میں واقدی اور طبری کو امام بخاری مسلم ابوداؤد اور بہت سے محققین پر ترجیح دیتا ہے اور انکی روایت کو موخر الذکر ائمہ کی روایت سے بہت زیادہ معتبر سمجھتا ہے۔ میرا یہ بھی خیال ہے کہ جہالت کیوجہ سے یہ پہلو اختیار نہیں کیا گیا بلکہ عمداً اس غرض سے کہ جس قصہ سے خواہ وہ سچا ہو اور خواہ جھوٹا کوئی زد خاتم النبیین کی نبوت پر پڑ سکتی ہے۔ اس قصہ کو بغیر تحقیق کے صحیح تسلیم کر لیا جائے۔ واقدی ایسا شخص نہیں جسکے حالات سے میور بے خبر رہا ہو۔ اب دیکھئے کہ محققین نے اسکو کس پایہ کا معتبر سمجھا ہے۔ میزان الاعتدال میں واقدی کے حالات کے نیچے لکھا ہے کہ ابن ماجہ تو اسکا نام بھی نہیں لیتا احمد بن حنبل کہتے ہیں وہ کذاب ہے ابن معین کہتے ہیں وہ ثقہ نہیں۔ بخاری اور ابوحاتم اسے متروک قرار دیتے ہیں اور ابوحاتم اور نسائی اسکو حدیث کے وضع کرنیوالا بتاتے ہیں۔ دارقطنی کے الفاظ اسکے متعلق یہ ہیں کہ اس میں ضعف پایا جاتا ہے اسکے بعد کچھ اور ذکر کرکے پھر آخر میں یہ نتیجہ نکالا ہے۔ واستقر الاجماع علی وہن الواقدی۔ اب اس شخص کی روایت کو سچا مانکر میور نے تمام مستند علما اور محدثین کی تحقیقات کو رد کر دیا ہے کیا یہی تاریخدانی ہے جسکے دعوے پر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ لوگ اعتراض کیا کرتے ہیں۔ طبری کے متعلق میں پہلے کبھی یہ ثابت کر چکا ہوں کہ وہ محدثین میں سے نہیں اور نہ اس حد تک اس نے تحقیقات کی ہے

www.aaiil.org

جس حد تک بخاری یا مسلم یا دوسرے محققین نے کی ہے جنہوں نے ایک ایک روایت کی صحت کو پرکھنے کیلیے دشوار گذار سفر اختیار کیے اور ہر طرح کی مصیبتیں جھیلیں مگر اسی ایک ہی غرض کو مدنظر رکھا کہ جہانتک ممکن ہو کوئی غلط اور وضعی روایت انکے ذریعہ رواج نہ پاجائے۔ خود میور نے بھی دوسری جگہ اقرار کیا ہے کہ طبری نے وضعی حدیثیں اپنی کتاب میں درج کی ہیں اور پھر لکھا ہے کہ اس نے بے سوچے سمجھے اور صحت کو پرکھنے کے بغیر احادیث کو لے لیا ہے۔ (دیکھو کتاب میور کی لائف آف محمد فٹ نوٹ صفحہ ۴۹)۔

یہ دو یعنی طبری اور واقدی تو اس قصہ کی صحت کو قبول کرتے ہیں اب انکے برخلاف وہ محققین ہیں جن کو میور اسلیئے رد کرتا ہے کہ انہوں نے اس قصہ کو رد کیا ہے۔ تفسیر روح المعانی میں آیت وما ارسلنا الخ کی تفسیر کے نیچے اس قصہ پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "جن لوگوں نے اس قصہ کو رد کیا ہے وہ علماے اجلار ہیں جو مضبوط اور کمزور کلام میں فرق کرسکتے ہیں اور انہوں نے اسکے متعلق کامل اور وسیع تحقیقات کی ہے..... انکی تعداد بھی ان لوگوں سے زیادہ ہے جو اس قصہ کی صحت کو قبول کرتے ہیں اور انکے درمیان مؤخرالذکر کی نسبت بہت بڑے بڑے فاضل اور محقق ہیں جس جس طریق سے اس حدیث کو چلایا گیا ہے انہوں نے ہر ایک طریق کے تمام راویوں کے متعلق اغلباً تحقیقات کی اور اس حدیث کے راویوں کو ناقابل اعتبار پایا"۔ پھر اسی تفسیر میں آگے چلکر لکھا ہے کہ اگر اس قصہ میں کچھ بھی صحت ہوتی تو یہ ممکن نہ تھا کہ صحاح ستہ میں اسکا نام و نشان بھی نہ پایا جاتا باوجودیکہ یہ ایک عجیب کہانی تھی واقعی یہ تعجب کی بات ہے کہ یہ تمام محدثین نہ صرف اس قصہ کو بیان ہی نہیں کرتے بلکہ اسکے برخلاف ایک اور حدیث بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد و نسائی وغیرہ میں بیان کی گئی ہے جو اس قصہ کو مردود ٹھہراتی ہے۔ ان تمام معتبر کتابوں میں صرف یہ حدیث بیان کی گئی ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سورہ والنجم پڑھی تو اسکے اخیر پر آپنے سجدہ کیا اور آپکے ساتھ تمام حاضرین نے جن میں مشرک بھی تھے سجدہ کیا۔ مگر مشرکوں کے سجدہ کرنیسے یہ نتیجہ نکالنا کہ ضرور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی بتوں کی تعریف کی ہوگی محض حماقت ہے +

میور نے یہ دعوے کیا ہے کہ متقدمین اس قصہ کو صحیح مانتے تھے اور متاخرین نے اس سے صرف اسوجہ پر انکار کردیا ہے کہ اس سے انکے نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر حملہ ہوتا تھا مگر چونکہ اسنے نام صرف واقدی اور طبری کا لیا ہے اسلیئے غالباً اسکی مراد متقدمین سے یہی لوگ ہیں۔ واقدی ایکسو بانوے ہجری میں پیدا ہوا اور دو سو ستر میں فوت ہوا۔ اور طبری ۲۲۴ ہجری میں پیدا ہوا اور ۳۱۰ میں فوت ہوا۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اپنے خصوصیت سے متقدمین کا لفظ کیونکر اطلاق پاسکتا ہے۔ انکے پیدا ہونیسے مدت پہلے بڑے بڑے محققین اس قصہ کو موضوع قرار دیچکے تھے۔ چنانچہ امام محمد بن اسحاق سے جو ۱۵۱ ہجری میں فوت ہوئے اور جامع سیرۃ

www.aaiil.org

نبویہ میں جب اس قصہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ زندیقوں نے وضع کیا ہے۔ بحرین میں یہ بھی لکھا ہے کہ اسی قصہ کی تردید میں انہوں نے ایک مفصل کتاب بھی لکھی۔ پھر اس امت کے تمام محققین سے افضل امام بخاری علیہ السلام ہیں جن کی کتاب کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ مانا گیا ہے اور یہی صحیح بھی ہے۔ آپ واقدی سے ایک سال پیچھے پیدا ہوئے اور چودہ سال پہلے اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ جسقدر تنقید اور تحقیق امام بخاری نے روایتوں کی صحت اور راویوں کا صدق و کذب پرکھنے کیلیے کی ہے اسکی ہم کوئی نظیر نہیں پاتے اور اسی لیے آپکی کتاب کو اللہ تعالے نے یہ فخر بخشا ہے کہ تمام امت نے اسکی فضیلت کو مان لیا ہوا ہے اب اگر اس حدیث کے متعلق وہ بالکل خاموشی اختیار کرتے تو ممکن تھا کہ یہ کہدیا جاتا کہ یہ حدیث انکو ملی ہی نہیں اور اسلیے اسکی صحت پرکھنے کا موقعہ بھی انکو نہیں ملا۔ مگر انہوں نے اس حدیث کے ایک ٹکڑے کو جسکا ماحصل میں اوپر بھی بیان کر چکا ہوں لے لیا ہے اور دوسرے حصہ کو جس میں بتونکی تعریف کا جھوٹا قصہ درج ہے رد کر دیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ تحقیقات کے بعد اسی نتیجہ پر پہونچے کہ یہ قصہ وضعی ہے۔ پانچ مختلف طرق سے آپنے یہ حدیث بیان فرمائی ہے اور کسی طریق میں اس قصہ کا نام و نشان نہیں ملتا۔ پھر متقدمین میں سے ہی شیخ ابو منصور الماتریدی ہیں جن کو باتفاق علم کلام کے امام تسلیم کیا گیا ہے۔ آپ ۳۳۳ ہجری میں فوت ہوئے یعنی طبری کی وفات کے چند ہی سال بعد انکا بھی یہی مذہب تھا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اور زندیقوں نے اسے وضع کر کے عوام کے اعتقاد کو بگاڑنے کیلیے شہرت دیدی ہے۔ ایسا ہی قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اس حدیث کے چلانیوالوں میں ایک بھی ایسا نہیں جو شبہ سے خالی ہو۔ اور نہ ہی اسکے راویوں میں کوئی ایسا راوی ہے جسکو قطعی طور پر معتبر سمجھا جا سکے۔ ایسا ہی صحاح ستہ نے بھی اس قصہ کو رد کیا ہے اور میور کا یہ بیان کہ یوں ہی حملہ کو دور کرنیکے لیے اس قصہ کو بعض لوگوں نے وضعی کہدیا ہے۔ ایک جھوٹ کی تائید میں ایک دوسرا جھوٹ ہے ورنہ جن لوگوں نے اسکی تردید کی ہے انہوں نے بجائے خود تحقیقات کر کے تردید کی ہے وہ کسی کا لحاظ کرنیوالے نہ تھے۔ بلکہ ایک ایک راوی کے صدق و کذب کو کھولکر بیان کیا ہے اور تحقیقات کو اس حد تک پہونچایا ہے جو تحقیقات کی آخری حد ہے۔ انکی غرض تو صرف یہ تھی کہ صحیح حدیثیں وضعی احادیث سے الگ ہو جاویں انکو نہ کسی آدمی سے غرض تھی نہ کسی الزام سے اور نہ کسی معجزہ سے +

اب میں یہ ثابت کرونگا کہ خود اس قصہ کے الفاظ سے اسکا وضعی ہونا ثابت ہوتا ہے اس غرض کیلیے پہلے میں اس قصہ کو طبری سے نقل کرتا ہوں اصل عبارت کا ترجمہ اس غرض کیلیے کافی ہوگا قصہ یوں چلتا ہے

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کی بیزاری اور نفرت کو دیکھا اور جو کچھ آپ خدا کیطرف سے

www.aaiil.org

لائے تھے آپکی قوم کی اس سے بمعاندت آپ پر گراں گذرنے لگی تو آپنے اپنے دل میں یہ خواہش کی کہ اللہ تعالے کوئی ایسا امر نازل کرے جو آپ کے اور آپکی قوم کے درمیان مقاربت کا موجب ہو اور آپکو اپنی قوم کی محبت اور انکے ایمان کیلیے آپکی حرص کے ساتھ یہ بات بہت خوش لگتی تھی کہ انکی طرف سے جسقدر سختی تھی اس میں کچھ نرمی آجائے۔ یہانتک کہ آپنے اپنے اندر اس بات کو سوچا اور اسکی خواہش کی اور اسے اچھا سمجھا۔ پس اللہ تعالے نے آپ پر یہ کلام نازل فرمایا۔ والنجم اذا ہوی ما ضل صاحبکم وما غوی وما ینطق عن الہوی۔ (یعنی سورہ نجم) پھر جب آپ اس سورۃ کو پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہونچے افرایتم اللات والعزی ومنوٰۃ الثالثۃ الاخری تو شیطان نے آپکی زبان پر یہ کلمے ڈالدیئے: تلک الغرانیق العلی وان شفاعتہن ترتضی جس کا مطلب یہ ہے کہ ان بلند مرتبہ بتوں کی شفاعت قبول کی جاوے گی۔ جب قریش نے یہ بات سنی تو وہ بہت خوش ہوئے..... جب آپنے سورۃ ختم کی تو آپنے سجدہ کیا اور آپکے ساتھ مسلمانوں نے آپکے اتباع امر اور تصدیق کیلیے سجدہ کیا اور مشرکین میں سے جو لوگ قریش وغیرہ سے مسجد میں موجود تھے انہوں نے بھی سجدہ کیا بسبب اسکے جو سنا تھا انہوں نے اپنے بتوں کا ذکر پس مسجد میں نہ کوئی مومن باقی رہا اور نہ کافر جس نے سجدہ نہ کیا ہو سوائے ولید بن مغیرہ کے جو بہت بوڑھا تھا اور سجدہ کرنیکی طاقت نہ رکھتا تھا پس اس نے کچھ کنکریاں اپنی مٹھی میں لیں اور اوپر سجدہ کرلیا۔ پھر لوگ مسجد سے پراگندہ ہوگئے اور قریش بھی باہر نکل آئے اور وہ بہت خوش تھے اس بات سے جو انہوں نے اپنے معبودوں کا ذکر سنا تھا۔ اور کہنے لگے بیشک محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے بتوں کا نہایت عمدہ الفاظ میں ذکر کیا ہے کیونکہ انکو بلند مرتبہ کہا ہے اور انکی شفاعت کا ذکر کیا ہے۔ اور اس سجدے کی خبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو جو حبش کی زمین میں تھے پہونچی اور یہ مشہور ہوگیا کہ قریش اسلام لے آئے ہیں اس کو سن کر بعض لوگ ان میں سے چل پڑے اور بعض وہیں ٹھہرے رہے اور جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا یا محمد صلے اللہ علیہ وسلم یہ آپنے کیا کیا آپنے وہ کلام لوگوں کے سامنے پڑھا جو میں خدا کیطرف سے آپکے پاس نہیں لایا اور وہ بات کہی جو خدا نے نہیں کہی پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بہت غمگین ہوئے۔ اور اللہ تعالے سے بہت ڈرے پھر اللہ تعالے نے جو آپکے ساتھ بہت رحیم تھا اور غمخواری کرتا تھا اور آپ پر امر کو ہلکا کرتا تھا اور آپکو خبر دیتا تھا آپپر وہ کلام نازل کیا جس میں یہ سمجھایا کہ آپسے پہلے بھی کوئی نبی یا رسول ایسا نہیں گذرا کہ اس نے جب خواہش کی اور ایک امر کو پسند کیا تو شیطان نے اسکی خواہش میں القا کیا۔ اور وہ آیت یہ ہے: وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطٰن فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطن ثم یحکم اللہ ایاتہ واللہ علیم حکیم۔ اس طرح پر خدا تعالے نے اپنے نبی کا غم دور کردیا اور جس بات کا انکو خوف تھا اس سے امن دیدیا اور جو کلمات شیطان نے ڈالدیئے تھے انکو اپنے اس کلام سے منسوخ کردیا۔ الکم الذکر ولہ الانثی تلک اذا قسمۃ ضیزی

www.aaiil.org

ان ہی الا اسماء سمیتموہا انتم وآباؤکم ..... الی قولہ لمن یشاء ویرضی +

اس قصہ کے اخیری حصہ میں ایک خاص ترتیب آیات کی ظاہر کی گئی ہے جسکو میں اس قصہ کے وضعی ہونیکے لیے کافی دلیل سمجھتا ہوں جس زمانہ کے متعلق یہ قصہ بیان کیا جاتا ہے اسکی تعیین کرنا آسان ہے کیونکہ خود اس قصہ سے پایا جاتا ہے کہ بار اول جو صحابہ ہجرت کرکے گئے تھے انکی صرف تین ماہ بعد واپسی کا تعلق اس قصہ سے ہے اسلیے کسی طرح سے اسکا زمانہ بعثت کے پانچویں سال کے بعد نہیں ہوسکتا لیکن وہ آیت جس میں بعض لوگونکے زعم میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ تسلی دی گئی ہے کہ آپ سے پہلے بھی جتنے نبی اور رسول گذرے ہیں انکو معاذ اللہ شیطانی القا ہوئے تھے۔ سورہ حج میں واقع ہے جسکے متعلق بہت سے مفسرین نے مانا ہے کہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ راڈویل جس نے قرآن شریف کا انگریزی ترجمہ کیا ہے اسی خیال کا موئید ہے۔ اور اسنے بھی سورہ حج کو مدنی سورتوں میں رکھا ہے۔ بہرحال اس میں شک نہیں کہ یہ سورۃ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قیام مکہ کے آخری دنونمیں نازل ہوئی۔ یعنے بارھویں یا تیرھویں سال بعثت کے قریب اس بات کو سب محققین نے تسلیم کیا ہے خود میور بھی اس بات کا اقراری ہے کہ یہ آیت اسوقت نازل نہیں ہوئی بلکہ ایک ایسی سورۃ میں واقع ہوئی ہے جسکا نزول بہت مدت بعد ہوا اسی بنا پر خود میور نے اس قصہ کے اخیری حصہ کو وضعی سمجھکر اسکا ذکر بھی اپنی کتاب میں نہیں کیا۔ بلکہ پہلے حصہ قصہ کو بیان کرنیکے بعد صرف ایک فٹ نوٹ میں یہ لکھدیا ہے کہ "حدیث سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالے نے سورہ حج کی یہ آیت وما ارسلنا من قبلک الی آخر الآیۃ۔ نازل کرکے تسلی دی۔ مگر گذشتہ انبیاء کیطرف جو اشارہ ہے! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت بہت پیچھے کسی زمانہ میں نازل ہوئی"۔ پھر متن میں یہی پادریصاحب لکھتے ہیں کہ "یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس حصہ کو بکلی قبول کرنا ضروری نہیں جس میں پہلے نبیونکے حوالہ سے شیطانی القا کا عذر بنایا گیا ہے۔ نہ ہی یہ ضروری ہے کہ جس حالت میں آنحضرت کے قلب کیحالت کی تشریح بسیدھے سادے طور پر ہوسکتی تو ہم خارق عادت واقعات کو اس غرض کے لیے تلاش کریں"۔ میں حیران ہوں کہ ایک شخص ایک طرف تو اسقدر معقولیت سے کام لیتا ہے اور دوسری طرف معقولیت کو خیرباد کہکر محض تعصب سے اس بات پر زور دیتا ہے کہ یہ قصہ ضرور اصلی ہے۔ اب ایک حصہ کے وضعی ہونیکو تو میور نے خود تسلیم کرلیا ہے پھر میں نہیں سمجھتا کہ دوسرے حصہ کے وضعی ماننے میں اس کو کونسی مشکلات ہیں بلکہ خود ایک حصہ کا وضعی ہونا دوسرے حصہ کی صحت کے خلاف بڑی بھاری شہادت ہے! اور اسجگہ تو پہلے اور اخیری حصہ کا ایسا باہمی تعلق ہے کہ ایک حصہ کو وضعی مانکر دوسرا اصلی کبھی نہیں ہوسکتا۔ علاوہ ازیں جسقدر راوی اس قصہ کے ہیں ان سب نے کل حدیث کو ہی بیان کیا ہے اور کوئی راوی ایسا نہیں جسنے پہلے حصہ حدیث کو بیان کیا ہو اور دوسرے کو چھوڑ دیا ہو۔ پس جس صورت میں

www.aaiil.org

میور صاحب اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ دوسرا حصّہ وضعی ہے تو پہلے حصّہ کو بھی بہ سبب اس گہرے تعلق کے جو امور متذکرہ بالا کے لحاظ سے ہر دو حصّوں میں ہیں وضعی ماننا پڑے گا۔

یہ تو میور صاحب کا اقرار ہے مگر سیل صاحب حسب عادت خود نہ صرف کل حدیث کو ہی اصلی بتاتا ہے بلکہ اس نے ابتدائی عیسائیوں کے نقش قدم پر چلکر ایک اور جز اس قصّہ کے ساتھ اپنی طرف سے بڑھایا ہے جسکا نشان ان راویوں میں مجھے نہیں ملا اور جو اسکی اپنی قوت اختراعی کا نتیجہ ہے اس بات کو بیان کرنیکے بعد کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو اور اپنے صحابہ کو اس آیت سے تسلی دے چکے جس میں بزعم اسکے یہ مذکور ہے کہ پہلے کل نبیوں کو بھی شیطانی القا ہوتے رہے (میں آگے چلکر دکھاؤنگا کہ اس آیت کا یہ مفہوم نہیں ہے) پادری سیل کہتا ہے کہ "قریش نے اس شیطانی القا کے مسئلے کو تسلیم کرنیسے انکار کیا۔ اور یہ کہا کہ اگر قرآن واقعی خدا کا کلام ہے تو پھر یہ ادل بدل اور نسخ وغیرہ کبھی خدا کیطرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ اس آخری الزام کا جواب آنحضرت کے لیے بہت مشکل تھا اور اس مشکل کو دور کرنیکے لیے ایک اور وحی بیان کی گئی واذا بدلنا ایۃ مکان ایۃ واللہ اعلم بما ینزل قالوا نما انت مفتر بل اکثرہم لا یعلمون" (سورہ نحل رکوع ۱۴ - آیت ۱۰۱) آگے تو ایک آیت کا جھگڑا ہی تھا کہ سورہ حج کی آیت کیونکر سورہ نجم کے ساتھ جوڑی جا سکتی ہے۔ اب ایک دوسری آیت کو جو سورہ نحل کی آیت ہے جو وہ بھی مکی زندگی کے پچھلے زمانے میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اسی جگہ جوڑنا چاہتے ہیں اس کے جواب کیلیے میور کا حوالہ دیدینا کافی ہے۔ اب اگر یہ نیا جز و جو اس قصہ کے ساتھ سیل صاحب نے ملحق کیا ہے انکی اپنی طبیعت کا تراشا ہوا ہے تو کچھ کہنے کی حاجت ہی نہیں اور اگر انکے پاس کوئی اسکی سند ہے جو مجھے نہیں مل سکی تو اسکا جواب وہی ہے جو سورہ حج کی آیت وما ارسلنا الی آخر الایۃ کے اسجگہ یعنی سورہ نجم کے ساتھ چسپاں کرنیکا جواب ہے۔ علاوہ ازیں اگر تبدیل آیت سے وہ مراد بھی لے لیں جو پادریصاحب لے رہے ہیں تو یہاں تو خدا کی آیتوں کا ذکر ہے کہ ایک کی جگہ دوسری بدلے اور شیطانی القا کا ذکر نہیں جو سورہ نجم کیطرف منسوب کیا جاتا ہے۔

بعض اور امور جو اس قصّہ کے وضعی ہونے پر روشنی ڈالتے ہیں مختصراً ذکر کیے جاتے ہیں جسقدر روایتیں اس حدیث کی ہیں ان سب میں یہی بیان کیا گیا ہے کہ جو خبر مہاجرین حبشہ کو اسکی پہونچی وہ صرف اسقدر تھی۔ کہ قریش مسلمان ہو گئے ہیں۔ حالانکہ اگر اس قصہ کو صحیح مانا جائے تو اس صورت میں چاہیئے تھا کہ حبش میں یہ خبر پہونچتی کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بتوں کی مذمت چھوڑ دی ہے یا انکو بھی خدا کی خدائی میں حصہ دار مان لیا ہے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ کسی راوی نے یہ ذکر نہیں کیا بلکہ ہر ایک میں یہی ذکر ہے کہ مہاجرین کو قریش کے سجدہ کرنے اور اسلام لانے کی خبر پہونچی تھی یہانتک کہ واقدی اور طبری کی روایتوں میں بھی یہی ذکر ہے

www.aaiil.org

میور صاحب نے مہاجرین کی واپسی سے یہ نتیجہ نکالا ہے اور اسکو بار بار بیان کرکے اسپر بہت زور دیا ہے کہ اگر اس قصہ میں اصلیت نہ ہوتی تو یہ لوگ کیوں گھر و نکو واپس آتے مگر یہ محض دھوکا بازی ہے مہاجرین کے واپس آنیکے لیے تو وہی خبر کافی تھی جس کا ذکر کل روایتوں میں موجود ہے کہ حبش میں پہونچی یعنی یہ خبر کہ قریش مسلمان ہوگئے ہیں اور یہ انکے اسلام لانے کی افواہ غالباً انکے سجدہ کے سبب سے پیدا ہوئی کیونکہ تمام صحیح احادیث کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قریش نے سجدہ ضرور کیا۔ مگر پھر سجدہ سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ انکے بتوں کی تعریف بھی کی گئی تھی یا ان کی شفاعت کو تسلیم کر لیا گیا تھا اگر ایسا نتیجہ نکلتا ہے تو پادریصاحبان بتلادیں کہ کس منطق کے رو سے۔ ہاں اگر یہ ثابت ہوتا کہ کفار نے سجدہ ابتداے سورت میں اسوقت کیا جب انکے بتوں کا ذکر آیا تھا تو بھی یہ شک کرنیکی وجہ پیدا ہوسکتی تھی کہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بتوں کی تعریف ہی کی ہو مگر اسوقت تو وہ دم بخود بیٹھے سنتے رہے اور یہ امر یقینی اور متفق علیہ ہے کہ سجدہ انہوں نے سورۃ کے اخیر پر اسوقت کیا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ نے خدا کی عظمت اور جلال کا ذکر آنے پر اللہ تعالے کے حکم کی فرمانبرداری سجدہ کیا اور اسوقت انکے دلوں میں بتوں کا کوئی خیال نہ ہوسکتا تھا۔ اسلیے اسبات کو تسلیم کرنیسے کہ مہاجرین حبشہ واپس آئے تھے اور کہ اسکی وجہ کوئی اس قسم کی افواہ تھی کہ قریش نے سجدہ کیا یا مسلمان ہوگئے۔ یہ لازم نہیں آتا کہ آنحضرت نے بتوں کی تعریف کی ہو۔ بلکہ ایسا نتیجہ ان واقعات سے نکالنا محض حماقت ہے +

میور یہ بھی کہتا ہے کہ یہ غلطی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب کیجاتی ہے کوئی اتفاقیہ غلطی نہ تھی۔ وہ لکھتا ہے کہ "یہ بتوں کی رعایت اچانک آپسے ظاہر نہیں ہوئی اور نہ ہی یہ صورت تھی کہ بھولکر منہ سے کوئی کلمات نکل گئے ہوں جنہیں معاً واپس لے لیا گیا ہو۔ قریش کی دشمنی نبی کریم کی جان پر ایک بڑا بھاری بوجھ تھا اور حدیث میں بھی یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ وہ خود بھی اپنے اندر وہی بات سوچ رہے تھے جو شیطان نے (نعوذ باللہ) آپکی زبان پر جاری کردی۔ نہ ہم یہ مان سکتے ہیں کہ یہ حالت ایک ہی دن تک رہی اور اسیدن آپنے رعایت کو منسوخ کردیا۔ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ بت پرستی کے ساتھ نبی کریم کی صلح مکمل ہوچکی تھی۔ اور یہ ضروری ہے کہ کئی دنوں تک بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ (یعنی مہینوں تک) یہی حالت رہی ہو کیونکہ اس افواہ کو ایک خاص صورت اختیار کرکے حبش تک پہنچنے اور پھر مہاجرین کے دلوں میں یقین پیدا کرنیکے لیے ایک مدت درکار تھی"۔ میور نے تو اور نیت سے یہ لفظ لکھے ہیں۔ مگر اس میں شک نہیں کہ اس ذریعہ سے اس قصہ کے جھوٹ یا سچ کو آسانی سے پرکھا جاسکتا ہے میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ اگر واقعی بت پرستی کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی رعایت کی تو یہ چند لمحوں یا گھنٹوں کا کام نہ تھا اور اسلیے سب سے اول اسیوجہ پر ہم اس حدیث کو وضعی کہہ سکتے ہیں جس میں یہ قصہ اس رنگ میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ صرف چند گھنٹہ کا کام تھا

www.aaiil.org

پس اس صورت میں ہمیں قصہ کو تو غلط ماننا پڑے گا مگر یہ دیکھنا ہوگا کہ آیا ممکن ہے یا نہیں کہ اس قصہ کی تہ میں کوئی ایسا واقعہ بھی ہو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پیش آیا ہو۔ اگر اسکی کوئی اصلیت ہے تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ جن خیالات نے جمع ہوکر آخر کار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس بات پر آمادہ کیا کہ بتوں کی شفاعت کے مسئلے کو مان لیا جاوے۔ وہ خیالات ایک مدت سے آپکے دل میں جمع ہوتے رہے ہونگے۔ کیونکہ اس میں تو شک نہیں ہوسکتا کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ اور وعظ کا کام شروع کیا تو سب سے اول پیغام آپ کا یہی تھا کہ بت کچھ چیز نہیں ہیں اور اپنے پرستاروں کو خدا کے عذاب سے بچا نہیں سکتے۔ یہی وعظ آپ ایک عرصہ دراز تک کرتے رہے اور اس تبدیلی خیال کیلیے جو اس قصہ میں بیان کی گئی ہے ضروری تھا کہ پہلے خیالات کے برخلاف دوسرے خیالات بت پرستی کی مدح کے (نعوذ باللہ) آپکے دل میں بہت عرصہ تک آتے رہے ہوں۔ اب میور صاحب یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کریم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دل کی حالتوں کی صحیح اور سچی تصویر پیش کرتا ہے پس اگر اس قسم کے مشرکانہ خیالات نعوذ باللہ کبھی آپکے دل میں آئے تھے اور مدت تک جمے رہے تو ضرور ہے کہ انکا عکس قرآن شریف میں موجود ہو۔ اور اسی تحقیقات پر اس قصہ کے موضوع یا صحیح ہونیکا فیصلہ ہوسکتا ہے۔ ناظرین کو چاہیئے کہ بطور خود ان تمام سورتوں کو پڑھیں جو سورہ نجم سے پہلے اور پیچھے نازل ہوئیں اور انکے دل خود یقین سے بھر کر بول اٹھیں گے کہ بتوں کی مدح کا قصہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر بھاری بہتان ہے کیونکہ قرآن کریم کے ایک حرف میں بھی ایسے تبدیل خیال کا نشان موجود نہیں میں نے خود بھی ان سورتوں کو پڑھا ہے اور مختصراً میں بیان کرتا ہوں کہ کس طرح شروع سے لیکر اخیر تک ایک ہی رنگ وحی الہی نے اختیار کیا ہے اور اسبات پر زور دیا ہے کہ سب طاقت اور قدرت صرف صرف خدا کے ہاتھ میں ہی ہے اور بت اور دوسرے تمام معبود اور دوسری تمام چیزیں ہیچ ہیں ترتیب سور میں وہی اختیار کرونگا جو راڈویل نے اپنے ترجمہ قرآن میں کی ہے کیونکہ اس ترتیب سے میور کا اتفاق ہے +

قبل اس کے کہ میں قرآن کریم کے حوالے دوں میں ناظرین کو اسی رسالہ کی گذشتہ اشاعت کے مضمون کیطرف توجہ دلاتا ہوں جہاں میں نے دکھایا تھا کہ کس طرح کفار نے بار بار کوششیں کیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کی ترغیبوں سے اور طرح طرح کی دھمکیوں سے راہ حق سے اور بتوں کی مذمت سے پھیریں کس طرح انہوں نے مال و دولت۔ عزت۔ مرتبہ۔ حکومت۔ عورتوں کا لالچ دینا چاہا اور آخر ناکام ہوکر قتل کی دھمکیاں دیں اور بالآخر قتل کے منصوبے کئے اور طرح طرح کی اذیتیں پہونچائیں مگر کیا کبھی ان میں سے کسی ایک بات کا اثر بھی آنحضرت کے قلب پر ہوا۔ یا ایک لمحہ کیلیے کبھی آپنے کفار کے مقابل خاموشی ہی اختیار کی اور بتوں کی مدح کرنا تو ایک طرف رہا کیا کبھی مذمت کو ہی آپنے چھوڑا (بلکہ) اسوقت جب ابوطالب کے متعلق بھی آپکو یہ یقین ہوگیا کہ

www.aaiil.org

اگر بتوں کی مذمت میں نہ چھوڑ دیگا تو وہ بھی ساتھ چھوڑ دیگا اس بے سروسامانی کیوقت میں اور تنہا دشمنوں کے درمیان موجود ہونیکے باوجود یہی الفاظ آپکے مُنہ سے نکلے کہ اگر سورج کو میرے دائیں اور چاند کو بائیں لاکر رکھ دیں تو بھی میں اس بات کو چھوڑ نہیں سکتا اور اس تبلیغ اور وعظ سے کہ بت کچھ چیز نہیں رک نہیں سکتا۔ یہ واقعات جو معتبر احادیث میں موجود ہیں اسیوقت کے قریب قریب آپکو پیش آئے جو سورہ نجم کے نازل ہونیکا وقت بیان کیا جاتا ہے پھر کسقدر ظلم ہے کہ ایک بے بنیاد قصہ کو پکڑ کر تمام تاریخی واقعات کو پھینکدیا جاوے +

اب قرآن کریم کیطرف رجوع کرو۔ راڈویل کی ترتیب کے مطابق سورہ نجم سے پہلے الواقعہ اور اس سے پہلے سورہ طور نازل ہوئی اس سورۃ کی انتالیسویں آیت پڑھو۔ جہاں قرآن شریف انہی بت پرستوں کا ذکر کرتا ہوا فرماتا ہے۔ ام لہ البنات ولکم البنون۔ کیا خدا کیلیے بیٹیاں اور تمہارے لیے بیٹے۔ اور سورہ نجم میں ومنوٰۃ الثالثۃ الاخریٰ کے بعد کی آیت یوں ہے الکم الذکر ولہ الانثیٰ جسکے وہی معنے ہیں جو سورہ طور کی آیت مذکورہ بالا کے بیان ہوئے۔ اب قصہ زیر بحث میں یہ کہا گیا ہے کہ سورہ نجم کی یہ آیت الکم الذکر ولہ الانثیٰ پڑھنے کی بجائے آنحضرتؐ نے کوئی اور کلمات پڑھ دیئے۔ جن میں نعوذ باللہ بتوں کی شفاعت کو تسلیم کیا اور انکی مدح کی۔ جس سے غرض آپکی یہ تھی کہ کفار خوش ہوجاویں لیکن میں پوچھتا ہوں کہ جب پہلے سے قرآن کریم میں اسی آیت کے ہم معنی دوسری آیت موجود ہے اور تھی تو دوسری آیت کو بدلا کر آنحضرتؐ کفار کو کس طرح خوش کرسکتے تھے۔ کفار قریش ایسے بیوقوف نہ تھے کہ صرف ایک جگہ آیت کے بدلجانیسے خوش ہوجاتے حالانکہ اس سے پہلی نازل شدہ آیتوں میں ویسے ہی یا اس سے بھی سخت تر الفاظ بتوں کی مذمت کے موجود تھے ہاں اس صورت میں انکو شاید اطمینان ہوجاتا جب اسکے ساتھ ہی ایک اور آیت بھی نازل ہوجاتی کہ پہلی تمام آیتیں جن میں بتوں کی مذمت پائی جاتی ہے وہ سب آج سے منسوخ کیجاتی ہیں کیونکہ کفار بخوبی باخبر تھے کہ قرآن کریم میں بتوں کی کیسی کیسی مذمت بھری پڑی ہے بلکہ اسی کی وہ بار بار شکایت بھی کرتے تھے اور انکو یہ بھی علم تھا کہ کوئی آیت بتوں کی مذمت کی منسوخ نہیں ہوچکی پس اگر بفرض محال یہ بھی مان لیا جاوے کہ سورہ نجم کی آیت بدل گئی تو اس تبدیلی سے کفار کیونکر خوش ہوسکتے تھے۔ علاوہ ازیں یہ آیت اس امر پر شاہد ناطق ہے کہ سورہ نجم سے پہلے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں اللہ تعالےٰ کی وہی سچی عظمت اور بتوں کی بے حقیقتی بھری ہوئی تھی۔ پھر اس آیت سے تین آیتیں آگے چلکر بت پرستی کی ان الفاظ میں تردید کی گئی ہے۔ ام لہم الٰہ غیر اللہ سبحٰن اللہ عما یشرکون۔ کیا خدا کے سوا کوئی اور بھی انکا معبود ہے پاک اور برتر ہے اللہ کی ذات اس سے جو یہ لوگ شرک کرتے ہیں۔ اور پھر اور آگے چلکر فرماتا ہے "اے پیغمبر تم انکو انکی اپنی حالت پر چھوڑ دو یہانتک کہ وہ عذاب کا دن انپر آوے۔ جسکی دہشت سے وہ بیہوش کیئے جاوینگے

www.aaiil.org

اُس دِن اِن کے مکر و فریب کچھ بھی انکے کام نہ آوینگے اور نہ ہی انکے بتونسے کوئی مدد انکو ملے گی"۔ کیا ان الفاظ کے ہوتے ہوئے پادریصاحبان یہ کہنے کی جرات کر سکتے ہیں کہ آپکے دل میں اسوقت بت پرستی کی عظمت کے خیالات جاگزیں ہو رہے تھے۔

سورہ طور سے پیچھے چلیں تو الذّٰریٰت ہے اسجگہ بھی بتونکی اسی بے حقیقتی پر زور دیا گیا ہے۔ "اور آسمان کو دیکھو ہم ہی نے اپنے ہاتھونسے اُسے بلند کیا اور ہم بڑی وسیع قدرت والے ہیں اور زمین ہم ہی نے اسکو بچھایا ہم کیسے اچھے بچھانیوالے ہیں۔ پس اے لوگو تم اللہ ہی کیطرف بھاگو اور اسی کی پناہ لو میں اسکی طرفسے تمکو اسکے عذاب سے کھلا کھلا ڈرانیوالا ہوں۔ اور خدا کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ ٹھہراؤ۔ میں اسکی طرفسے تمکو اسکے عذاب سے کھلا کھلا ڈرانیوالا ہوں"۔ افسوس ہے کہ پادریصاحبان اپنے ذہن سے ہی عجیب عجیب باتیں اسلام کی تحقیر کیلیے گھڑتے رہتے ہیں اور واقعات کی مطلق پروا نہیں کرتے۔ ان دو سورتوں میں کونسی شہادت ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں بتونکی عظمت کا خیال آنا شروع ہو گیا تھا۔ اگر اس سے بھی اوپر پیچھے چلے جائیں تو بتوں اور بت پرستی سے وہی بیزاری اور اللہ تعالےٰ پر وہی کامل اور مضبوط ایمان آنحضرت کا نظر آتا ہے۔ قل یا یہا الکٰفرون لا اعبد ما تعبدون ولا انتم عٰبدون ما اعبد و لا انا عابد ما عبدتم ولا انتم عٰبدون ما اعبد لکم دینکم ولی دین + اور پھر اس بت پرستی سے بیزاری کے بعد خدا کی توحید کامل کو ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے:۔ قل ہو اللہ احد۔ اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد +

پھر میور نے یہ لکھا ہے کہ سورہ والنجم کے بعد بھی مدت تک یہ خیالات آنحضرت کے دل میں رہے اور آخر آہستہ آہستہ دور ہوئے۔ اسکے لیے چند سورتیں بعد کی لے لو۔ راڈویل نے اسکے بعد المعارج۔ الرحمٰن۔ القمر اور والصّٰفّٰت کو رکھا ہے۔ اور جو شخص چاہے ان سورتونکو پڑھکر دیکھ سکتا ہے کہ آنحضرت کا قلب ہمیشہ ان خیالات سے پاک رہا ہے جو آپکی طرف اس قصہ میں منسوب کیے گئے ہیں۔ فذرہم یخوضوا و یلعبوا حتّٰی یلٰقوا یومہم الذی یوعدون۔ اور بل الساعۃ موعدہم والساعۃ ادہٰی وامر۔ اور ولقد اہلکنا اشیاعکم فہل من مدکر۔ اور انا کذٰلک نفعل بالمجرمین انہم کانوا اذا قیل لہم لا الٰہ الا اللہ یستکبرون۔ ویقولون ائنا لتارکوا الہتنا لشاعر مجنون۔ اور ایسا ہی اور بہت سی آیات ہیں جنسے قرآن کریم بھرا پڑا ہے۔ دوسری طرف ہمیں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ملتا نہ سورۃ والنجم سے پہلے اور نہ بعد جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکے کہ معاذ اللہ آپ بت پرستی کے قایل ہونے شروع ہو گئے تھے۔ نہ ہی صرف اس ایک قصہ کو الگ چھوڑ کر حدیث میں کوئی ایسا لفظ پایا جاتا ہے۔ اور وہ روایت بھی جسکا موضوع ہونا میں مختلف وجوہ سے ثابت کر چکا ہوں میور کے

مولا
علام

www.aaiil.org

قول کی مصدق نہیں۔

مگر سب سے بڑی شہادت اس قصہ کے موضوع ہونیکی خود اسی سورہ والنجم سے ہی ملتی ہے۔ ان دو فقروں کو تلک الغرانیق العلی وان شفاعتہن ترتضی۔ ہم بھی شیطانی ہی کہتے ہیں کیونکہ یہ کسی مفتری کے بنائے ہوئے ہیں اور میں یہ دکھاؤنگا کہ اس سورت کے باقی مطالب کو مدنظر رکھکر کوئی شخص یہ خیال نہیں کرسکتا کہ یہ دو فقرے کبھی اس سورت کا جزو بھی ہوسکتے تھے۔ یا یہ کہ باقی تمام آیات کے ہوتے ہوئے کفار ان دو فقروں سے خوش ہوسکتے تھے۔ چنانچہ ان آیات پر غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ دو حالتوں سے چارہ نہیں۔ یا یہ کہ یہ فقرے کبھی سورہ نجم میں داخل ہی نہیں ہوئے اور یا اگر یہ کبھی داخل تھے تو اسوقت یہ سورت انہیں دو فقروں کی بنی ہوئی تھی۔ کیونکہ باقی تمام آیات کا مضمون ان فقروں کے مضمون کی تردید کرتا ہے۔ میں نے اس سورت کو بار بار پڑھا ہے اور میں حیران ہوں کہ باقی آیات کے ہوتے ہوئے یہ فقرے اس سورت میں کیونکر رہ سکتے تھے اور چونکہ یہ یقینی امر ہے کہ کل کی کل سورت کفار کے روبرو پڑھی گئی تھی پس ہمارے مطلب کے لیے صرف اسیقدر کافی ہوگا کہ اگر ایک آیت اس سورت کی بھی ان فقروں کے مضمون کی صریح الفاظ میں تردید کرتی ہو تو یہ نتیجہ قطعی ہوگا کہ یہ دو فقرے کسیوقت بھی اس سورت میں داخل نہ تھے +

اول میں سیل صاحب کے اعتراض کو ہی لیتا ہوں وہ کہتا ہے کہ پہلے کفار کے روبرو یہ دو فقرے ہی پڑھے گئے تھے تلک الغرانیق العلی وان شفاعتہن ترتضی۔ مگر بعد میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو نکالکر انکی بجائے یہ آیت ڈالدی۔ الکم الذکر ولہ الانثی۔ وہ گویا اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ سورت کی باقی تمام آیات اسی طرح رہیں اور صرف اسی ایک آیت میں ہی تبدیلی ہوئی اسکی بحث کے رو سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ کفار کے روبرو آنحضرت نے سورہ نجم کے اس حصہ کو یوں پڑھا۔ افرءیتم اللات والعزی ومنوٰۃ الثالثۃ الاخری۔ تلک الغرانیق العلی وان شفاعتہن ترتضی۔ ان ہی الا اسماء سمیتموھا انتم وآباؤکم ما انزل اللہ بہا من سلطٰن ان یتبعون الا الظن وما تہوی الانفس ولقد جاءہم من ربہم الہدی ام للانسان ما تمنّٰی فللہ الاٰخرۃ والاولی۔ وکم من ملک فی السمٰوٰت لا تغنی شفاعتہم شیئا الا من بعد ان یاذن اللہ لمن یشاء ویرضی + جسکے معنے یہ ہونگے۔ بھلا تمنے لات اور عزی اور اس تیسرے بت منات کے حال پر بھی نظر کی یہ بلند مرتبہ ہستیاں ہیں جنکی شفاعت پسندیدہ ہے یہ تو نرے نام ہی نام ہیں جو تمنے اور تمہارے بڑوں نے اپنی طرف سے رکھ لیے ہیں خدا نے انکے معبود ہونیکی کوئی سند نہیں اتاری۔ یہ لوگ (یعنی مخاطب قریش) اپنی اٹکلوں اور نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں۔ حالانکہ پروردگار کیطرف سے انکے پاس ہدایت بھی آچکی ہے۔ کیا انسان کو وہ بات ملجاتی ہے جسکی وہ

www.aaiil.org

خواہش کرتا ہے۔ آخرت اور دنیا تو سب کچھ خدا کے ہاتھ ہی ہے (اور یہ بت تو ایک بالکل بے حقیقت چیز ہیں) کتنے فرشتے آسمانوں میں بھرے پڑے ہیں کہ انکی سفارش بھی کچھ کام نہیں آتی مگر اگر خدا کسی کی نسبت چاہے اور اجازت دے اور پسند فرمائے" سیل کی تردید کی اس سے بڑھکر کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ اور یہ ترجمہ ہی اسکی حماقت اور نادانی کے اظہار کے لیے کافی ہے۔

اس زد سے بچنے کے لیے جو سیل صاحب نے نادانی سے اپنے اوپر وارد کی ہے واضعین قصہ نے یہ بات گھڑی ہے کہ یہ کل کی کل آیات جو میں نے اوپر نقل کی ہیں ان سب کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ کر کل کی بجائے صرف یہی دو فقرے پڑھ دیئے تھے۔ مگر اس سے بھی انکی غرض پوری نہیں ہوئی۔ ہاں اگر یہی کہدیتے کہ ساری سورت ہی نہیں پڑھی تھی اور صرف یہی دو فقرے پڑھے تھے تو انکی بات کچھ بن جاتی۔ اس روایت میں جو اوپر نقل کی گئی ہے یہ کہا گیا ہے کہ دوبارہ لمن یشاء ویرضی تک کلام نازل ہوا جو پہلے نازل نہ ہوا تھا اس بات کو بھی اگر دلیل کی خاطر ہم تسلیم کرلیں تو آگے پھر وہی مشکل ہے کیونکہ پھر صورت آیات کی یہ ہوگی کہ بتوں کی عظمت اور شفاعت کو تسلیم کرنیکے بعد ساتھ ہی یہ الفاظ سنائے گئے ہونگے۔ ان الذین لا یومنون بالآخرۃ لیسمون الملٰئکۃ تسمیۃ الانثی وما لھم بہ من علم ان یتبعون الا الظن وان الظن لا یغنی من الحق شیئاً۔ یعنی جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہی فرشتوں کو عورتوں کے نام دیتے ہیں۔ اور انکو کوئی بھی علم نہیں بلکہ الٹکلوں کے پیچھے چلتے ہیں اور الٹکل حق کے سامنے کچھ بھی کارآمد نہیں۔ اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ یہ جو عرب کی دیویاں تھیں انکو یہ لوگ ملائکہ کے مظہر کہا کرتے تھے کیونکہ وہ ملائکہ کو بھی مونث ہی سمجھتے تھے اور خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ گویا اس جگہ پھر بتوں کی شفاعت اور انکی عظمت کی تردید ہے۔ کیونکہ اس امر کو جیسا کہ اس سے پہلے بھی ظن کہا گیا ہے یہاں پھر ظن ہی کہا گیا ہے یعنی کفار کو واقعی تو کوئی علم نہیں کہ انکی دیویاں ملائکہ کی مظہر ہیں کہ نہیں صرف ایک بات انہوں نے اپنے دل میں فرض کر رکھی ہے مگر اس الٹکل سے وہ بچ نہیں سکتے کیونکہ خدا کی توحید تو حق امر ہے اور بتوں کو ساتھ شریک یا شفیع ٹھہرانا محض الٹکل بازی نہ یہ بات ہی حق ہے اور نہ اسکی انکے پاس کوئی دلیل ہی ہے پھر آگے فرمایا فاعرض عن من تولّی عن ذکرنا یعنی جو شخص ہماری یاد سے روگردانی کرتا ہے تو بھی اس سے اعراض کر۔ اور اسکی طرف توجہ بھی نہ کر۔ اب جیسا کہ کہا جاتا ہے اگر کفار واقعی آنحضرت کو مان چکے تھے تو یہاں خدا کس سے اعراض کرنیکا حکم دیتا ہے۔ اور جب بتوں کی عظمت کو مان لیا گیا تو وہ کون شخص عرب میں باقی رہ گیا تھا جسکی نسبت خدا فرماتا ہے کہ وہ ہمارے ذکر سے منہ پھیرتا ہے کیونکہ خدا کو تو وہ لوگ پہلے بھی مانتے تھے۔ صرف نقص یہ تھا کہ وہ کہتے تھے کہ بت ہماری شفاعت کرینگے اور وہ خدا کے نزدیک بلند مرتبہ رکھتے ہیں جب ان دونوں باتوں کو آنحضرت نے تسلیم کرلیا تو اب

www.aaiil.org

من تولی عن ذکرنا کسکو کہہ رہے تھے اور کفار کیسے احمق تھے کہ وہ وہی الفاظ سن رہے تھے جو آجتک سنتے رہے اور پھر بھی انہوں نے نہ کہا کہ ابھی تو آپ بتوں کی شفاعت اور عظمت کو مان چکے ہیں اور اب یہ کیا کہہ رہے ہیں یہ تعجب کا مقام ہے کہ جس عقیدہ کے سبب کفار کو برا کہا جاتا تھا اس عقیدہ کی صحت کو تو نبی کریم تسلیم کریں اور پھر الفاظ وہی ہو اور پھر آگے قرآن شریف فرماتا ہے۔ ان ربک ہو اعلم بمن ضلّ عن سبیلہ و ہو اعلم بمن اھتدٰی۔ تیرا پروردگار جانتا ہے کہ اسکی سچی راہ سے بھٹکا ہوا کون ہے اور وہ اسکو بھی جانتا ہے جو راہ راست پر ہے۔ کیا خوب۔ ایسا بھٹکا ہوا کون تھا۔ اور راہ راست پر کون مذہب تو سب کا ایک ہو چکا تھا کیونکہ کہا تو یہ جاتا ہے کہ آنحضرت بھی اسی راہ کو اختیار کر چکے تھے جسکی آجتک وہ مذمت کرتے رہے تھے۔

پھر اور آگے چلو۔ وہی خدائے واحد کی توحید اور عظمت اور بتوں کی بے حقیقتی اور زمین و آسمان کی کسی چیز میں شریک نہ ہونا نظر آتا ہے۔ ام لم ینبّا بما فی صحف موسیٰ وابراہیم الذی وفّی الا تزر وازرۃ وزر اخری وان لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ "کیا اسکو ان باتوں کی خبر نہیں پہونچی جو موسےٰ کے صحیفوں میں ہیں۔ اور نیز ابراہیم کے جنہوں نے کل احکام الٰہی کی پوری فرمانبرداری کی۔ کہ کوئی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائیگا اور یہ کہ انسان کو وہی ملیگا جتنی اسنے کوشش کی"۔ بت پرست یہ کہتے تھے کہ ہمارے گناہ بتوں کی سفارش سے معاف کر دیئے جاوینگے اور اسکو وہ شفاعت سمجھتے تھے اور یہی دراصل انکی بدکاریوں کی جڑ تھی جیساکہ آجکل عیسائی بھی اسی بات پر زور دیتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ انکا بت مسیح ہے۔ لات اور عزیٰ نہیں۔ جبتک پہلے یہ عقیدہ کفار کا دور نہ کر دیا جاتا اسوقت تک کوئی امید نہ تھی کہ وہ اصلاح پر آسکیں۔ اب یہ آیت صاف طور پر بتاتی ہے کہ اسی سورہ نجم میں ہی بتوں کی شفاعت کا انکار ہے کیونکہ صاف طور پر کہا گیا ہے کہ انسان کا اپنا عمل ہی کام آویگا اور کسی بت یا مسیح کی سفارش کام نہ آویگی۔ اسقدر ظاہر الفاظ کے ہوتے ہوئے یہ کسقدر جرات ہے کہ کہدیا جاوے کہ آنحضرت نے بتوں کی شفاعت کو تسلیم کر لیا تھا اور بفرض محال اگر کر بھی لیا تھا تو کفار بھی عجیب احمق تھے کہ وہ اس آیت پر بھی یہ نہ بول اٹھے کہ ابھی تو آپ بتوں کی شفاعت کو تسلیم کر آئے ہیں اور ابھی اس سے انکار کرتے ہیں میں تو جوں جوں اس سورت کو پڑھتا ہوں حیران ہی ہوتا ہوں کہ ان لوگوں نے جنہوں نے اس قصہ کی صحت کو تسلیم کیا ہے قرآن شریف پر ایک لمحہ کیلئے بھی غور نہیں کیا۔ اس سورت کا ایک ایک لفظ بت پرستی اور بتوں کی شفاعت کی تردید کر رہا ہے۔

اب اور آگے چلئے۔ تو ایک ایک لفظ سے پایا جاتا ہے کہ کل عظمت اور جلال اللہ کیلئے ہی ہے اور دنیا میں ہر ایک کاروبار کا کرنیوالا وہی ہے۔ بت نہ کسی کو مدد دیسکتے ہیں نہ مالدار کر سکتے ہیں نہ عذاب دیسکتے ہیں نہ عذاب سے بچا سکتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہی ان سب کاموں کا کرنیوالا ہے۔ فرمایا۔ وان الی

www.aaiil.org

ربک المنتہیٰ وانہ ہو اضحک وابکیٰ وانہ ہو امات واحییٰ وانہ خلق الزوجین الذکر والانثیٰ من نطفۃ اذا تمنیٰ وان علیہ النشاۃ الاخریٰ۔ وانہ ہو اغنیٰ واقنیٰ وانہ ہو رب الشعریٰ وانہ اہلک عادا الاولیٰ۔ وثمود افما ابقیٰ۔ وقوم نوح من قبل انہم کانوا ہم اظلم واطغیٰ۔ والمؤتفکۃ اہویٰ۔ فغشّٰہا ما غشّٰی۔ فبای الاء ربک تتماریٰ۔ ہذا نذیر من النذر الاولیٰ ازفت الآزفۃ۔ لیس لہا من دون اللہ کاشفۃ۔ افمن ہذا الحدیث تعجبون۔ وتضحکون ولا تبکون وانتم سامدون۔ فاسجدوا للّٰہ واعبدوا + یہ کہ سب امور کا منتہی اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے اور خدا ہی ہے جو ہنساتا اور رلاتا ہے۔ اور خدا ہی ہے جو مارتا اور جلاتا ہے اور خدا ہی ہے جو نطفہ سے جب وہ رحم مادہ میں پہونچایا جاتا ہے نر و مادہ دو جوڑے پیدا کرتا ہے اور خدا ہی ہے جسنے آخرت میں جلا اٹھانا ہے اور خدا ہی ہے جو مالدار اور صاحب سرمایہ کرتا ہے اور خدا ہی ہے جو شعری ستارے کا مالک ہے۔ (ان سب آیات میں بت پرستی کی لفظ لفظ میں تردید کی ہے) اور خدا ہی ہے جسنے عاد اولی کو ہلاک کیا۔ اور ثمود کو بھی یہانتک کہ ان میں سے کوئی نہ چھوڑا۔ اور ان سے پہلے قوم نوح کو بھی ہلاک کیا۔ کیونکہ خود وہی بڑے ظالم اور سرکش تھے اور الٹی ہوئی بستیونکو بھی اسی نے الٹا دیا۔ سو ان پر جو تباہی آئی سو آئی۔ اے انسان تو اپنے پروردگار کی کونسی نعمتوں میں شک کریگا۔ یاد رکھو جیسے پہلے عذاب الہی سے ڈرانیوالے گذرے ہیں ویسا ہی عذاب سے ڈرانیوالا یہ رسول بھی ہے۔ یاد رکھو کہ وہ ہولناک گھڑی قریب آگئی ہے۔ سوائے خدا کے کوئی نہیں جو اسکی مصیبت کو ٹال سکے۔ کیا تم لوگ اس بات سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم ہکے بکے رہگئے ہو۔ چاہیئے کہ خدا ہی کے آگے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔

اگر شفاعت کے مفہوم کو سمجھ لیا جاوے تو اور بھی اس قصہ کا جھوٹ ہونا واضح ہو جاتا ہے بتونکی شفاعت سے جیسا کہ میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں۔ بت پرستونکا یہ منشا نہ تھا۔ کہ جس عذاب کی دھمکیاں بار بار نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں وہ عذاب اس شفاعت کیوجہ سے ٹلجائیگا پس بتونکی شفاعت کا تسلیم کرنا یہ معنے رکھتا تھا کہ جس عذاب سے ابتک کفار کو ڈرایا جاتا تھا وہ اب نہیں آئے گا۔ پر کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ مان لیا۔ کم از کم اگر عذاب الہی کا اس سورت میں کوئی ذکر نہ ہوتا تو بھی مخالفین کو ایک تنکا پکڑنیکی گنجایش تھی۔ مگر اللہ تعالے نے اپنے علم غیب سے کہ آنحضرت پر یہ الزام لگایا جاویگا۔ اس سورت میں وہ تمام باتیں جمع کر دی ہیں جو بتونکی شفاعت کے منافی ہیں۔ اور ان میں سب سے آخر وعدہ عذاب ہے۔ اور صرف وعدہ عذاب ہی نہیں بلکہ بصراحت تمام تر یہ بھی بیان کر دیا کہ خدا کے سوا کوئی تمہارا بت اسکو ٹال نہیں سکتا اور وہ مصیبت کی گھڑی ضرور ضرور تمپر آوے گی۔ کسقدر صاف الفاظ میں انکو سمجھایا گیا کہ بڑی بڑی طاقتور قوموں عاد اور ثمود کو ہلاک کیا گیا۔ اور نوح کی قوم غرق کی گئی۔ اور بستیونکی بستیاں تہ و بالا کر دی گئیں۔ یہ نہ سمجھو کہ اب

www.aaiil.org

کہ اب تمہارے لئے خدا کا وعید پورا نہ ہوگا۔ ضرور ہوگا۔ اور تمہارا کوئی بت تمہاری مدد کرکے اس عذاب کو ٹال نہیں سکیگا۔ ہاں اگر بچنا چاہتے ہو تو اوندھے گرکر اکیلے خدا کے آگے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔ کہاں ہے وہ شفاعت جسپر پادریصاحبان قرآن کریم کی ناواقفیت کیوجہ سے اسقدر زور دیتے ہیں میں نہیں سمجھتا کہ اس سے زیادہ کھلا انکار بتونکی شفاعت کا اور کیا ہوسکتا ہے۔ ہاں جو شخص تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھ لے اسکا اختیار ہے جو چاہے کہے مگر جو شخص غور کرسکتا ہے وہ غور کرے کہ اس قصہ میں کس قدر جھوٹ سے کام لیا گیا ہے +

اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن پر الگ الگ غور کرنیسے اس قصہ کا وضعی ہونا ثابت ہوتا ہے اسی سورۃ کے ابتدا میں اللہ تعالے فرماتا ہے:۔ وما ینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحی یعنی پیغمبر اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتا بلکہ ہر ایک لفظ جو وہ کہتا ہے وہ وحی ہے جو خدا کیطرف سے وحی کیجاتی ہے۔ کس قدر تعجب ہے کہ قرآن شریف تو آنحضرت کو اس الزام سے بری کرے کہ وہ اپنی خواہش سے باتیں بنا کر کہدیتے ہیں اور قصہ کے بنانیوالے یہ الزام لگاویں کہ چونکہ آنحضرت کی یہ خواہش تھی کہ کچھ بتونکی بھی تعریف کردیجاوے اسلیے خدا کی وحی کو نعوذ باللہ آپنے خود اپنی خواہش نفس سے بدلدیا۔ جو شخص قرآن کریم کو قبول کرتا ہے اسے اس قصہ کو یقیناً وضعی ٹھہرانا پڑیگا۔ اور خدا نے قرآن شریف میں بار بار یہ بھی فرمایا ہے کہ شیطان کو اسکے نیک اور مخلص بندوں پر کوئی تسلط نہیں دیا جاتا۔ پس یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ وہ اسقدر تسلط پاجاوے کہ خدا کے کلام کی بجائے اپنا کلام نبی کے منہ میں ڈالدے نعوذ باللہ من ذلک۔ ایسا ہی سورہ جن میں اللہ تعالے فرماتا ہے:۔ فلا یظھر علے غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدا لیعلم ان قد ابلغوا رسلت ربھم یعنی اللہ تعالے اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر برگزیدہ پیغمبران میں سے جسپر چاہے ظاہر کرتا ہے۔ اور رسولوں کے آگے اور پیچھے وہ فرشتونکے پہرے رکھتا ہے تاکہ دیکھ لے کہ پیغمبروں نے اپنے پروردگار کے پیغام کو ٹھیک ٹھیک لوگوں تک پہونچادیا۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جبتک لوگوں تک خدا کی اتاری ہوئی کلام نہیں پہنچ جاتی اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا پس وہ قصہ جسکے رو سے قبل از ابلاغ ہی وحی کے الفاظ میں تغیر آگیا۔ قرآن کریم کے رو سے باطل اور غلط ٹھہرتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ عرب کے بت پرست یہی سمجھتے تھے۔ کہ انکے بتوں کو خدا نے طاقت دے رکھی ہے اور انکی شفاعت کا اعتقاد رکھتے تھے پس اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بتونکی عظمت اور شفاعت کو مان لیتے تو معاذ اللہ گویا انہوں نے کامل بت پرستی کا مذہب اختیار کرلیا ہوتا۔ اس صورت میں وحی الہی کے کیا معنے۔ کیونکہ وحی کا نزول تو بت پرستی کی بیخکنی کیلیے شروع ہوا تھا اور یہی آنحضرت کا دعوے تھا۔ پس جب بت پرستی ہی حق ہوگئی تو نہ وحی ہی رہی اور نہ نبی ہی رہا۔ اس صورت میں تو یہ لازم آتا تھا کہ جسقدر قرآن کریم

www.aaiil.org

اسوقت تک نازل ہو چکا تھا اس سب کو بت پرستی کی مذمت کے سبب سے معاذ اللہ غلط سمجھ کر بالکل ترک کر دیا جاتا۔ اور تمام مسلمان پھر اپنے آبائی مذہب بت پرستی میں داخل ہو کر تمام جماعت درہم برہم ہو جاتی اور اس صورت میں خبر یہ مشہور ہونی چاہیئے تھی کہ تمام مسلمانوں نے بت پرستی کا مذہب اختیار کر لیا ہے نہ یہ کہ کفار مسلمان ہو گئے ہیں۔ اور وہ مسلمان جنہوں نے بت پرستی کو ترک کر کے نہایت سخت مصیبت اور تکلیفیں اٹھائی تھیں اور ہر طرح سے کفار کے ظلموں کا نشانہ بنے تھے کیا وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھتے کہ آپنے اتنے برس ہم سے بت پرستی چھڑوا کر ہمکو طرح طرح کی مصایب میں ڈالا۔ گھر و نسے الگ کیا جایدادیں چھڑائیں۔ رشتہ دار و نکو دشمن بنایا۔ اور اب آپ پھر ہمیں اسی بت پرستی کی تعلیم دیتے ہیں۔ ایک غور کرنیوالا انسان آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک لمحہ کیلیے بھی بتونکی شفاعت کو تسلیم کر لیا ہوتا تو ضرور یہ سب باتیں فی الفور وقوع میں آجاتیں۔ مگر چونکہ یہ یقینی امر ہے کہ انمیں سے کوئی بات بھی واقع نہیں ہوئی اسلیے یہ یقینی اور قطعی نتیجہ ہے کہ یہ قصہ اسلام کے دشمنوں کا افترا ہے اور جب مشہور ہو گیا تو بعض غیر محتاط مسلمانوں کے اندر بھی مشہور ہو کر مان لیا گیا۔ جیسا کہ اور بہت سی وضعی احادیث مشہور ہو کر مان لی گئی تھیں جبتک کہ بڑے بڑے محققین نے کوششیں کر کے اسکے جھوٹا ہونیکو ظاہر نہیں کیا۔ دوسرا طریق جیسا کہ اس قصہ سے پایا جاتا ہے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کسیوقت کفار قریش واقعی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متبع ہو گئے ہوں۔ اور قرآن کریم کو وحی الہی سمجھکر اپنی مجلسونمیں پڑھنا شروع کر دیا ہو۔ یا اسکی چند سورتیں مسلمانوں کی طرح حفظ کر لی ہوں یا مسلمانونکی طرح نمازیں پڑھنی شروع کر دی ہوں اور جماعت میں شریک ہونے لگ گئے ہوں۔ خواہ ایک آدھ دن کیلیے ہی سہی۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی سمجھدار آدمی ان واقعات کی موجودگی میں اس قصہ کو صحیح سمجھے گا۔

دو امر باقی ہیں جنپر کچھ روشنی ڈالنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ پہلا سوال یہ ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم پڑھی تو کفار جو سن رہے تھے وہ سجدہ میں کیوں گر گئے۔ اس سورت کے آخری رکوع میں خدائے تعالے کی عظمت اور جلال کا خاص طور پر ذکر ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ کیونکر اسکی غیرت نے اور اسکے غضب کی آگ نے ان لوگونکو بھسم کر دیا۔ جنہوں نے اللہ تعالے کی عظمت اور جلال کو تسلیم نہ کیا بلکہ مخالفتو پر ہی لگے رہے۔ چنانچہ رکوع کے ابتدا میں خدائے تعالے کی طاقتونکا بیان کر کے اخیر میں ان مغضوب قوموں کا حال بیان کیا ہے۔ جنہوں نے انبیا کی نصیحتونکو نہ مانا اور الٹا انپر ٹھٹھا کیا۔ کیونکر عاد اور ثمود اور نوح کی قوم ہلاک کی گئی کیونکہ انہوں نے خدا کے احکام سے سرکشی کی۔ کیونکر آباد بستیونکا تختہ الٹا کر ایک دم میں ہی انکو ہلاک کر دیا گیا کیونکہ انہوں نے بدکاری اور بت پرستی کو نہ چھوڑا

www.aaiil.org

اور یہ سب باتیں بیان کرنیکے بعد کفار کو مخاطب کرکے یوں فرمایا گیا کہ یہ مت سمجھو کہ پہلے لوگ نبیوں کی مخالفت سے ہلاک ہوگئے تو تم بچ رہوگے۔ تمہارا وقت اب قریب آگیا ہے اور اس گھڑی کی خطرناک مصیبت کو تمہارے سر سے کوئی بھی سوائے خدا کے ٹال نہیں سکتا۔ یہ خالی نصیحت کی باتیں نہ تھیں جو وہ لوگ سنتے اور لاپروائی سے اٹھ جاتے یہ ایک خطرناک مصیبت کی خبر تھی۔ لفظ کیا تھے۔ گویا بجلی کی کڑک تھی اور اس سراسیمگی اور خوف کی حالت میں اللہ تعالے نے سورت کو ان الفاظ پر ختم فرمایا۔ کہ یہ خبر جو تمکو دی گئی ہے۔ اس سے تعجب مت کرو۔ یہ رونے کا وقت ہے اور ہنسنے کا نہیں۔.....

..... خدا کو سجدہ کرو۔ اور اسی کی عبادت کرو۔ تا وہ اس عذاب کو تمہارے سر سے ٹالدے۔

ان الفاظ پر پہونچکر آنحضرت سجدے میں گر گئے اور آپکے ساتھ کل مسلمان بھی۔ ایکطرف اس نظارے کا اثر جادو کی طرح ہوا۔ دوسری طرف وہ عذاب کے وعید سے مرعوب ہو رہے تھے ان دونوں باتوں نے مل ملا کر ایک فوری اثر کفار پر کیا کہ وہ بھی بے اختیار خدا کے آگے سجدے میں گر گئے۔

یہ قرآن کریم کا ایک معجزہ تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان۔ اس سے پہلے بھی عذاب کے وعید کو قریش محض لاپروائی سے سنتے تھے۔ بلکہ انکے دل اندر ہی اندر سے کھائے جا چکے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے وہ بہت ڈرتے تھے اور اس قسم کے کئی واقعات احادیث اور سیرت کی کتابوں میں بیان کئے گئے ہیں۔ ایک دفعہ جب آپ کفار کی مجلس کے پاس سے گذرے تو آپ پر استہزا کیا گیا لیکن جب آپ واپس آکر ٹھیر گئے تو کسی کو بات کرنیکی جرأت نہ ہوئی کیونکہ وہ خوف کرتے تھے کہ شاید آپ بددعا کریں۔ ایک دفعہ جب حضرت عمرؓ نے آپکے قتل کا ارادہ کیا تو وہ جنگل میں چھپے رہے کہ جب آپ رات کو نماز کیلئے نکلینگے تو اسوقت مارونگا۔ جب آدھی رات کے قریب ہوئی تو جنگل میں سے لا الہ الا اللہ کی آواز آنی شروع ہوئی۔ وہ سمجھ گئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آئے ہیں۔ جب انکے پاس سے آپ گذر گئے تو وہ بھی آپکے پیچھے پیچھے چلے۔ اور پھر خیال کیا کہ سجدے میں جائینگے تو اسوقت مارونگا۔ سجدے میں آپکی دعاؤں اور گریہ وزاری نے ایسا اثر حضرت عمر پر کیا کہ وہ آگے بڑھنے کی جرات نہ کرسکے جب آپ نماز سے فارغ ہوکر واپس چلے تو حضرت عمر پھر آپکے پیچھے ہوئے۔ آخر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پھر کر کہا کہ اے عمر تو نہ دن کو میرا پیچھا چھوڑتا ہے نہ رات کو۔ حضرت عمر فرماتے ہیں۔ میں نے سمجھا کہ اب مجھ پر بددعا کرینگے۔ سو انہوں نے کہا کہ آپ مجھ پر بددعا نہ کریں اور میں پھر آپ کو تکلیف نہ دونگا۔ ایسا ہی جب عتبہ بن ربیعہ کفار کا پیغام لیکر آپکے پاس پہونچا تو آپنے جواب میں سورہ حم السجدہ پڑھنی شروع کی جب آپ اس آیت پر پہونچے فان اعرضوا فقل

www.aaiil.org

انذرتکم صٰعقۃ مثل صٰعقۃ عاد وثمود۔ تو عتبہ نے آپکے منہ پر ہاتھ رکھدیا اور رحم کا واسطہ دیکر عرض کیا کہ اور کچھ نہ کہیں۔ پھر جب قریش اسے ملے تو انہوں نے کہا کیا تو صابی ہوگیا ہے۔ وہ غضبناک ہوکر بولا کہ نہیں میں نے سب کچھ کہا اور جو جواب آپ نے مجھے دیا وہ نہ شعر ہے نہ سحر ہے اور نہ کہانت ہے۔ اور جب آپ ان الفاظ پر پہونچے صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد وثمود۔ تو میں نے آپکے منہ پر ہاتھ رکھدیا اور رحم کا واسطہ دیا کہ یہ نہ کہیں۔ اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم جب کچھ کہتے ہیں تو جھوٹ کبھی نہیں کہتے اور میں ڈر گیا کہ ہم پر عذاب نازل ہو۔" یہ بالکل سچ ہے جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور جیسا کہ ان واقعات سے ظاہر ہے کہ قریش کے دلوں میں آپکی صداقت رچی ہوئی تھی اور شروع سے ہی انکے دلوں میں یہ کھٹکا پیدا ہوگیا تھا کہ جو کچھ آپ کہتے ہیں وہ ہوکر رہے گا۔ پس ضروری تھا کہ اس طرح بالمشافہ جب انہوں نے اس پیشگوئی کو آنحضرت کے منہ سے سنا تو وہ مرعوب ہوجاویں اور اس خالق کے آگے اپنے سر جھکادیں جسکے وجود کے وہ پہلے بھی منکر نہ تھے۔

درحقیقت قرآن کریم کے اندر ایک ایسا اعجاز تھا کہ بعض وقت خالی اسکے پڑھے جانیسے ہی سامعین پر اسکی صداقت کا اثر ہوتا تھا اور پھر ساتھ اسکے کلام ایسا فصیح وبلیغ کہ کفار بھی اسکے آگے سجدہ میں گر جاتے تھے اسی لیے اسکے اعجازی اثر کیوجہ سے ہی قریش نے حضرت ابوبکر کو اپنے گھر سے باہر نکلکر قرآن شریف پڑھنے سے روکدیا تھا کیونکہ اسکا اثر سامعین پر ہوتا تھا اور اس کلام میں ایک کشش تھی اور انکو اندیشہ تھا کہ لوگ مسلمان ہوتے چلے جائینگے۔ ان باتوں سے قیاس ہوسکتا ہے کہ جب خود مہبط وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفار کی ایک مجلس میں اس سورہ شریفہ کو پڑھا ہوگا تو اسکا کیسا اثر ہوا ہوگا۔ ایک طرف کلام کا اعجازی اثر اور دوسرا لطیف مضمون بھی وہ جو کفار کے دل کو کھا جانیوالا تھا۔ پہلی قومیں کس طرح عذاب الٰہی سے ہلاک کی گئیں کہ انکا نام ونشان بھی نہ رہا۔ وہ وقت تمپر بھی آنیوالا ہے۔ پس اس ایک خدا کی طرف رجوع کرو جو تمہارا خالق ہے اور جو اس عذاب سے تمہیں بچا سکتا ہے۔ اس اعجازی اثر اور خوف کے نیچے ایک لمحہ کیلیے قریش اپنی مخالفت کو بھول گئے اور اپنے ماتھے زمین پر خدائے ذوالجلال کے آگے رکھدیئے کیونکہ اسکی ہستی کے تو وہ بھی قایل تھے اور خدا کو سجدہ کرنا وہ برا بھی نہ سمجھتے تھے خود سوچ لو کہ ان دو باتوں میں سے کونسی اغلب ہے۔ آیا یہ کہ کفار خدا تعالےٰ کو سجدہ کریں جس کی ہستی کو وہ مانتے تھے اور جسکے نیچے اپنے بتوں کو وہ چھوٹے دیوتا اور دیوپاں مانتے تھے یا یہ کہ آنحضرت بتوں کی عظمت کو تسلیم کرلیں جسکی تردید میں آپ کئی سال سے وعظ کررہے تھے اور کبھی ایک لمحہ کیلیے بھی انکی شفاعت کے قایل نہ ہوئے تھے اگر باقی تمام وجوہات کو نظرانداز بھی کردیا جائے تو بھی خالی یہی مقابلہ ہی اس قصہ کے وضعی ثابت کرنیکے لیے کافی

www.aalil.org

ہے - یہ بہت قرین قیاس ہے کہ طرح طرح کے اثر ونکے نیچے آکر جسکی نظیریں اس واقعہ کے علاوہ بھی ملتی ہیں کفار اپنی مخالفت کو ایک لمحہ کے لیے بھول گئے ہوں کیونکہ وہ مخالفت حق پر مبنی نہ تھی حالانکہ اس سے بڑھکر اور کوئی بعید از قیاس بات ہی نہیں کہ اسقدر پر زور تعلیم بت پرستی کی تردید میں دیتے دیتے اور واقعی بتونکی بے حقیقتی پر یقین کامل رکھکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بتوں کی عظمت اور شفاعت کے قائل ہو جاتے یا معاذ اللہ بالفاظ دیگر بت پرستی کو اختیار کر لیتے +

اسکے بعد صرف چند آیات کی تشریح باقی ہے جنکو اس قصہ کے ساتھ ملحق کیا گیا ہے ان میں سب سے زیادہ زور سورہ حج کی آیت وما ارسلنا من قبلک الخ پر دیا جاتا ہے - مگر افسوس ہے کہ جن لوگوں نے یہ پہلو اختیار کیا ہے انہوں نے قرآن شریف کو کھولکر نہیں پڑھا - اور اس آیت سے ماقبل و مابعد کی آیتوں پر کچھ بھی غور نہیں کیا - وہ رکوع جس میں یہ آیت ہے ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے - قل یا یہا الناس انما انا لکم نذیر مبین - اور پھر دو گروہ کرکے فرماتا ہے - والذین سعوا فی ایتنا معجزین اولئک اصحب الجحیم یعنی جو لوگ راتدن اسی جوڑ توڑ میں لگے رہتے ہیں کہ ہماری نشانیونکو عاجز کر دکھادیں اور انکو ہمارے وعدے کے مطابق غالب ہونے دیویں وہ اصحب الجحیم ہیں - یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کا ذکر ہے کہ انکو راتدن یہی فکر ہے کہ کسی طرح خدا کی باتیں پوری نہ ہوں اور پھر اسکے ساتھ ہی اگلی آیت میں یہ فرمایا کہ یہ بات صرف اس نبی سے ہی مخصوص نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی کوئی ایسا نبی یا رسول نہیں گذرا - مگر جب اس نے خواہش کی (کہ دنیا میں پاکیزگی اور سچائی پھیلے) تو شیطان نے اسکی آرزو میں روک ڈالی - مگر خدائے تعالے ان شیطانی القاؤں یعنی روکونکو دور کرکے اپنی آیات کو (جنکے ہرانیکے لیے مخالفین کوششیں کرتے ہیں) محکم اور غالب کر دیتا ہے یہی معنے ہیں اس آیت کے جسکا بے سمجھی سے بتونکی تعریف کے جھوٹے قصہ سے تعلق بتایا جاتا ہے - وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنّٰی القی الشیطٰن فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطن ثم یحکم اللہ آیتہ واللہ علیم حکیم - پہلی آیت میں تو مخالفین نبی کریم کا ہی ذکر تھا کہ وہ خدا کی آیتونکو ہرانے اور عاجز کرنیکی کوشش کر رہے ہیں اس دوسری آیت میں یہ فرمایا کہ ہر نبی کے ساتھ یہی ہوتا رہا ہے مگر پھر آخر ایک وقت آجاتا ہے جب مخالفین کی سب کوششونکو ناکام کرکے خدا یتعالے اپنی آیات کو غالب اور محکم کرتا ہے اگر یہ معنے اس آیت کے نہ لیے جاویں تو پہلی آیات سے اسکا کوئی تعلق نہیں رہتا - مابعد کی آیات سے بھی اسی نتیجہ کی تائید ہوتی ہے کیونکہ ان میں بھی اسی قسم کا ذکر ہے - ولا یزال الذین کفروا فی مریتہ منہ حتّٰی تاتیہم الساعۃ بغتۃ او یاتیہم عذاب یوم عقیم - دوسری دو آیتیں جن سے میور یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ ان میں آنحضرت کا اسی قصہ کیطرف اشارہ ہے حسب ذیل ہیں - وان کادوا لیفتنونک عن الذی اوحینا الیک لتفتری علینا غیرہ واذا لاتخذوک خلیلا ولولا ان

www.aaiil.org

ثبتنک لقد کدت ترکن الیہم شیئا قلیلا اذا لاذقنک ضعف الحیوٰۃ وضعف الممات ثم لا تجد لک علینا نصیرا۔ (بنی اسرائیل - ۷۳ - ۷۵) اور بیشک یہ لوگ تو چاہتے تھے کہ تجھ کو اس چیز سے بہکا دیں جو ہمنے تیرطرف وحی بھیجی تو کہ افترا کرے تو ہمپر سوائے اسکے (یعنے وحی الہی کے) اور اگر تو ایسا کر دیتا (جیسے انکی خواہش تھی) تب یہ لوگ تجھے اپنا دوست بنا لیتے۔ اور اگر یہ نہ ہوتا کہ ہمنے تجھکو (پہلے سے ہی) مضبوط کر دیا ہوتا تو تو بھی انکی طرف تھوڑا سا جھکنے کے قریب ہو جاتا۔ اور اگر ایسا ہوتا تو پھر ہم تجھے دُگنا عذاب زندگانی دنیا اور دُگنا عذاب آخرت کا چکھاتے۔ پھر نہ پاتا تو اپنے واسطے کوئی ہمپر مدد کرنیوالا۔ تعجب ہے کہ اس آیت کو کسطرح اس قصہ کے متعلق ٹھہرایا جاتا ہے اس آیت میں تو صرف کفار کی خواہش اور تیاریوں کا ہی ذکر ہے۔ حالانکہ قصہ میں یہ مانا گیا ہے کہ کفار اپنا کام پورا کر چکے تھے اور آنحضرت کو راہ حق سے بہکا چکے تھے۔ یہ اشارہ تو کفار کی ان کوششوں کی طرف ہے جو انہوں نے مال اور عورتیں اور حکومت اور عزت کے لالچ پیش کر کے آنحضرت سے یہ درخواست کی تھی کہ وہ بتوں کی مذمت کو چھوڑ دیں۔ بلکہ ان آیات سے تو صاف اس قصہ کی جو سورہ نجم کیطرف منسوب کیا جاتا ہے تردید ہوتی ہے کیونکہ یہاں خدا تعالے فرماتا ہے کہ جسطرح کفار نے آپکو بہکانا چاہا تھا اگر واقعی آپ تھوڑا سا بھی جھک جاتے تو زندگی اور آخرت میں دُگنا عذاب دیا جاتا اور دنیا میں کوئی آپکی نصرت کرنیوالا نہ رہتا پس اگر آنحضرت نے بتوں کی عظمت اور شفاعت کو حسب خواہش کفار قبول کر لیا ہوتا تو چاہیئے تھا کہ وعید الہی بھی پورا ہوتا۔ مگر اس وعید کے پورا نہ ہونے اور خدا تعالے کے آپکی نصرت اور تائید کرتے رہنے نے یہ قطعی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ یہ قصہ محض جھوٹ ہے +

ایک نیا معترض

عصر جدید کے مضمون پر الحکم اور بدر میں اسقدر تنقید ہو چکی ہے کہ اگر ایڈیٹر رسالہ خصوصیت سے مجھے ریویو کے لیے نہ لکھتا تو میں ہرگز اسطرف توجہ نہ کرتا۔ میرے مکرم خواجہ کمال الدین صاحب وکیل چیفکورٹ پنجاب لاہور نے جو مفصل اور مبسوط بحث بذریعہ اخبار الحکم شایع کی ہے اور پھر خصوصاً جس تفصیل کے ساتھ انہوں نے آیندہ خواجہ غلام الثقلین کی تحریر کے ہر ایک پہلو پر بحث کرنیکا وعدہ فرمایا ہے جسکو امید ہے وہ عنقریب کتاب کی صورت میں شایع فرما دینگے اور جس زور سے منشی ذوالفقار علی خان صاحب نے عصر جدید کے الزامات کی تردید کی ہے انکے بعد کسی تحریر کی ضرورت نہیں رہتی مگر اس خیال

www.aaiil.org

سے کہ ممکن ہے کہ خواجہ غلام الثقلین جیساکہ انہوں نے دعوے کیا ہے ہدایت کے لینے پر آمادہ ہوں میں انکو انکے اصول بحث کی غلطی سے آگاہ کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ اگر عصر جدید کے ایڈیٹر نہیں تو کم از کم حق پسند احباب یہ سمجھ جائینگے کہ خواجہ غلام الثقلین نے ان اصول کے قایم کرنے میں جنکے رو سے وہ کسی مدعی نبوت کے سچ یا جھوٹ کو پرکھنا چاہتے ہیں بڑی بھاری غلطی کھائی ہے اور اسکی وجہ انکی قرآن شریف اور اصول حقہ مذہب اسلام سے ناواقفیت ہے۔ جس طرح ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں یہود اور عیسائیوں نے اپنی کتب کو چھوڑ کر مشرکین عرب کی طرح اعتراض کیے بعینہ اسی طرح آج مسلمان قرآن کریم کی کھلی اور سیدھی راہ کو چھوڑ کر یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح اعتراض کر رہے ہیں اور اس تشابہ قلوب کا ثبوت دے رہے ہیں جس کا ذکر قرآن شریف نے سورہ بقرہ میں کیا ہے +

اس ایک ہی وقت میں دو مضمون میری نظر کے سامنے ہیں ایک پادری سیلؔ کا مضمون اسلام پر اور ایک خواجہ غلام الثقلین کا مضمون حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سلسلہ پر اور ان دونوں مضمونوں کو پڑھکر میں انکے درمیان کوئی مابہ الامتیاز نہیں پاتا۔ دونوں نے اپنے نزدیک بڑی عقلمندی سے حملے کیئے ہیں اور دونوں نے یہی ٹھوکر کھائی ہے کہ جو امتیازی نشان حق اور باطل میں فرق کرنیکا اللہ تعالے نے اپنی پاک کتابوں میں قایم کیا ہے اسکو چھوڑ کر ایسے اعتراض کیئے ہیں جن کی پوری تردید کرنیکے بعد بھی حق و باطل میں امتیازی نشان قایم نہیں ہو سکتا۔ چار اصول خواجہ غلام الثقلین نے اپنی طبیعت سے ایجاد کیئے ہیں جنکے رو سے وہ حضرت مرزا صاحب کو پرکھنا چاہتے ہیں عدل و انصاف۔ کفایت شعاری سعی و محنت۔ اور اتفاق قومی۔ مگر میں خواجہ صاحب سے دو باتیں پوچھتا ہوں! اول یہ کہ آیا جس شخص میں یہ چاروں اوصاف پائے جاتے ہونگے وہ اسکو نبی ماننے کیلیے تیار ہونگے اور دوم یہ کہ آیا ایک متعصب آدمی جو ایک نبی کے خلاف رائے قایم کر چکا ہے جیسے آپ اسوقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف اور سیلؔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف کر چکے ہیں وہ ایسی مبہم باتوں میں ایک نبی کے خلاف اعتراض پر ہاتھ ڈال سکتا ہے یا نہیں۔ امر اول کے متعلق تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اعتراضوں کی تردید کے بعد بھی نبوت پر کوئی روشنی نہیں پڑیگی۔ ہاں شاید آپ یہ کہیں کہ کم از کم اگر ایک شخص میں یہ باتیں نہ پائی جاتی ہوں تو اسکا کاذب ہونا ثابت ہو جائیگا۔ اسی وہم کی تردید کیلیے میں نے سوال کی دوسری شق قایم کی ہے۔ میں آپکی خدمت میں یہ التماس کرتا ہوں کہ آپ سیلؔ صاحب کے مضامین کو مدراس کرسچین کالج میگزین میں مطالعہ کر کے پھر بتلاویں کہ پادریصاحب نے عین اسی موقعہ پر ٹھوکر نہیں کھائی جہاں آپ کھا رہے ہیں۔ انہوں نے بھی ایسے بعض امور پکڑ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیئے ہیں جو انکے

www.aaiil.org

نزدیک انہی آپکے چار مجوزہ اصولوں میں سے کسی ایک نہ ایک کے خلاف ہیں اور اگرچہ آپ مذہب سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں مگر شاید آپنے سنا ہی ہوگا کہ اس قسم کے اعتراضوں کے جواب سینکڑوں دفعہ مسلمان پادریصاحبان کو دے بھی چکے ہیں اور اب بھی دے رہے ہیں۔ کیا پھر پادریصاحب قایل ہوگئے جو آپ اس قسم کے اعتراضونکے جواب سنکر قایل ہوجائینگے۔ آپ ایک لمحہ کیلیے یہ بدظنی چھوڑدیں کہ دوسرے لوگ شریر ہیں اور آپ نیک ہیں۔ اور اپنے وجود کو ایکدم کیلیے عصر جدید کے مضمون سے الگ کرکے سوچیں کہ آپکی باتوں اور اور ان لوگونکی باتوں میں جو اسلام پر اعتراض کر رہے ہیں اصولاً کیا فرق ہے تو میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کوئی فرق نہ پائینگے۔ مثلاً سیل کے مضمون کے بعض اعتراض ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ ہیں کہ آپنے مدینہ میں بعض یہودیونکو قتل کیا اور بعض کو لونڈی غلام بنایا اور عدل وانصاف کے خلاف کام کیا۔ آپکی لڑائیاں لوٹ کے لالچ سے تھیں۔ اور اسلیئے سعی ومحنت کا اصول ملحوظ نہ رہا۔ آپنے بہت سی بیویاں کیں اور کفایت شعاری کے اصول کو چھوڑا۔ آپنے صلح کے پہلو کو اختیار نہ کرکے ناحق مکّے والونکو جنگ کیلیے اکسایا اور خطرناک تفرقہ ڈالا۔ اور قومی اتحاد کے اصول سے الگ ہوگئے۔ ایسے ہی اور سینکڑوں اعتراض ہیں جنسے پادریصاحبان کی کتابونکے اوراق سیاہ ہورہے ہیں اور باوجود بار بار کے جواب دینے کے بھی وہ اپنی باتونسے باز نہیں آئے +

اگر اور پیچھے چلیں تو یہی سلوک اور ایسے ہی اعتراض یہود کے حضرت مسیح کے متعلق نظر آتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ وہ نہایت قیمتی عطر جو مسیح نے اپنے پاؤں پر ملوایا۔ اس سے آپکی نبوت پر اعتراض آتا ہے کیونکہ اگر کفایت شعاری کے اصول کو مدنظر رکھا جاتا تو وہی روپیہ کسی اور جگہ کام آسکتا تھا۔ دوسرا کہتا ہے کہ انہوں نے مچھوؤنکو کام سے ہٹایا اور اس سے خواجہ غلام الثقلین کے اصول سعی ومحنت کی خلاف ورزی ہوئی تیسرا اعتراض کرتا ہے کہ ایک غریب کے سوروں کا گلہ آپنے سمندر میں ڈبودیا اور بیگانے کھیت سے خوشے توڑنیکی اجازت اپنے مریدونکو دی۔ اس سے خواجہ صاحب کا اصول عدل وانصاف قایم نہیں رہتا۔ چوتھا اعتراض کرتا ہے کہ حضرت مسیح نے فقیہوں اور فریسیوں کو جو معزز اور ممتاز عالم تھے منافق اور سانپ اور حرامکار اور کیا کیا کہا۔ پس قومی اتفاق کا اصول ٹوٹ گیا۔ یہ میں نے ایک ایک مثال دی ہے۔ اور خواجہ صاحب پسند کریں تو اور سینکڑوں نظیریں اسکی پیش کرسکتا ہوں۔ بلکہ ایسے ہی اعتراض آریوں نے حضرت موسے علیہ السلام پر کیئے ہیں مثلاً مصریونکے زیور لے آنا وغیرہ وغیرہ۔ اور ہندوؤنکے اپنے بزرگ بھی ان اعتراضونسے خالی نہیں۔ غرضیکہ جہانتک انبیاء علیہم السلام کی تاریخ دیکھی جاتی ہے مخالفین کو اعتراضونکے لیئے ہر جگہ گنجایش ملتی رہی ہے اور پھر باوجودیکہ ان اعتراضونکے جواب کئی دفعہ دیئے جاچکے ہیں۔ مگر مخالفین کے منہ

(مولانا سلام)

www.aaiil.org

بند نہیں ہو گئے کیا ہم محض خواجہ غلام الثقلین کیخاطر یہ مان لیں کہ آپ تو نیک نیت ہیں اور دوسرے معترضین بدنیت۔ حالانکہ آپکی نیک نیتی کی حقیقت میرے مکرم دوست خواجہ کمال الدین صاحب خوب کھول چکے ہیں +

اصل بات یہ ہے کہ ان سب لوگوں نے ایک ہی جگہ ٹھوکر کھائی ہے یعنی اس سچے اصول کو جو حق اور باطل کے درمیان امتیاز کر سکتا ہے چھوڑ دیا ہے اور بیہودہ راہوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ سچے اور جھوٹے کے درمیان خدائے تعالےٰ نے یہ امتیاز رکھا ہے کہ سچے کو اللہ تعالےٰ کیطرف سے نصرت اور تائید دیجاتی ہے اور مفتری مخذول اور ہلاک ہوتا ہے۔ یہی اصول توریت نے قایم کیا ہے اور اسی اصول پر بار بار قرآن شریف نے زور دیا ہے اس اصول سے انکار کرنا خدا کے متصرف اور مدبر بالارادہ ہونیسے انکار کرنا اور دہریت کا ایک شعبہ ہے۔ اب خواجہ صاحب دو راہوں میں سے جونسی چاہیں اختیار کرلیں۔ یا تو یہ ثابت کر دیں کہ یہ اصول حق اور باطل میں امتیاز کا خدائے تعالےٰ نے قایم نہیں کیا اور قرآن شریف میں بصراحت اسکا ذکر نہیں اور ان آیات کو کہ انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا اور ان جندنا لھم الغالبون۔ اور ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین اور اسی قسم کی دوسری بہت سی آیتوں کو جنسے قرآن کریم بھرا پڑا ہے مدنظر رکھ لیں اور یا یہ ثابت کر دیں کہ اس اصول کے رو سے حضرت مرزا صاحب صادق نہیں ٹھہرتے۔ ان راہوں کو اختیار کرنیسے دنیا پر حق جلدی کھل جاتا ہے اور فضول مباحثوں سے نجات ہوتی ہے۔ چونکہ انہوں نے اپنے رسالے میں اس مضمون کو چھیڑا ہے۔ اسلیے مناسب ہے کہ اس جوش اور غضب فرو کر کے اور اس بچپنے کو چھوڑ کر جو انکے پہلے مضمون میں پائے جاتے ہیں وہ ٹھنڈے دل سے غور کریں اور پورے غور کے بعد اس نتیجہ کو شایع کریں جسپر وہ پہونچیں۔ مگر نہ اسکی طرح جسکے متعلق آیا ہے انہ فکر و قدر فقتل کیف قدر۔ بلکہ اسکی طرح جس نے کہا وان یک کاذبا فعلیہ کذبہ وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم ان اللہ لا یھدی من ھو مسرف کذاب۔

اب چند سطروں میں میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے اپنی نصرت اور تائید کے کیا کیا وعدے کیے اور کیونکر وہ وعدے پورے ہو رہے ہیں۔ میں یہ جانتا ہوں کہ دنیا میں جو لوگ کوئی کام کرتے ہیں وہ کامیاب بھی ہوتے ہیں اور ناکام بھی۔ پس خالی کامیابی یا ناکامی سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی اپنے ان خاص بندوں کے ساتھ جنپر وہ اپنا کلام نازل فرماتا ہے اور جنکو دنیا کی اصلاح کیلیے مامور فرماتا ہے یہ سنت قدیم ہے کہ وہ پہلے ایسے حالات میں جب چاروں طرف سے ناکامی ہی ناکامی نظر آتی ہے انکو بذریعہ وحی مطلع فرماتا ہے کہ وہ آخر میں غالب اور منصور کیے جاوینگے اسکی دو غرضیں ہوتی ہیں اول یہ کہ انبیاء علیہم السلام کو ہر قسم کے غموم و ہموم کے اوقات میں جب لوگ

www.aalil.org

ان کی باتو نکو رد کرتے ہیں اور ہر قسم کے مصائب اور تکالیف اور ایذاؤنکے زمانے میں جو مخالفین کیطرف سے انکو پہونچائی جاتی ہیں۔ خدا کے زندہ اور طاقتور کلام سے تسلی ملتی رہی اور دوسرے یہ کہ انبیاء علیہم السلام کا ناکامیونکے بعد آخر کامیاب ہونا دنیا کیلیے ایک نشان ٹھیرے اور تا معلوم ہو کہ یہ انکی کامیابی اتفاقی امر نہیں بلکہ خدائے تعالے کے خاص ارادہ اور منشار سے یہ انکی نصرت ہوئی ہے۔ اور تا اللہ تعالے کی قدرت اور علم پر اسکے بندونکو یقین تام حاصل ہو کہ کیونکر اللہ تعالے نے قبل از وقت اسوقت یہ خبر دی جب انکی کامیابی ناممکن معلوم ہوتی تھی اسی لیے قرآن شریف کی تمام مکی سورتیں ابتدا سے لیکر آخر تک اللہ تعالے کے ان وعدوں سے بھری پڑی ہیں کہ آخر کار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے ساتھی غالب اور منصور و مظفر ہونگے اور ہر ایک روک جو انکی کامیابی کی راہ میں آویگی اٹھا دیجاویگی اور پھر آخر مدینہ میں اللہ تعالے نے ان تمام وعدونکو پورا فرماکر تمام مخالفین پر اتمام حجت کی چنانچہ جب یہ آخری اور عظیم الشان فتح اور کامیابی کا وقت آیا۔ تو اللہ تعالے نے فرمایا۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ یعنی ہمنے کھلی کھلی فتح عطا فرمائی تا وہ تمام اعتراض جو پیغمبر پر کیے جاتے ہیں خود ہی دنیا کی نظروں میں مردود ثابت ہو جائیں۔ کیونکہ جب نصرت الہی تمام و کمال کو پہونچ گئی اور مخالفین کی کل کوششیں جو سالہا سال تک وہ کرتے رہے بالکل ناکام و نامراد ہوئیں اور حسب وعدہ الہی یہ سب باتیں ہوئیں تو یہ ایک ایسی کھلی دلیل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر پیدا ہو گئی جسکے مقابل کسی اعتراض کی گنجائش ہی نہ رہی۔ تعجب ہے کہ مکہ کے بت پرستوں نے تو اس بات کو سمجھ لیا جب انہوں نے فتح مکہ کے بعد کہا کہ آج ہم آنحضرت کی صداقت پر ایمان لاتے ہیں کیونکہ وہ نصرت اور تائید کے تمام وعدے پورے ہوئے جو آپکے ساتھ کیے گئے تھے اور اسوقت یہ سوال نہ کیا کہ فلاں فلاں اعتراض ابھی آپکو دور کرنے چاہیئے اور آج کل کے نام کے مسلمان اس بات کو نہیں سمجھ سکتے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ ذنبک سے مراد اس جگہ وہ ذنوب ہیں جو مخالفین آپکی طرف منسوب کرتے تھے اور اعتراض کے رنگ میں پیش کرتے تھے ورنہ فتح کو گناہونکی معافی سے کیا تعلق۔

اب اس خدا تعالی کی قدیم سنت کے مطابق ہمارے حضرت میرزا صاحب کو اللہ تعالے نے اسوقت آپکی نصرت اور تائید اور مخالفین کی کوششونکے ناکام اور نامراد رہنے کے وعدے دیئے۔ جب آپ ایک گمنامی کیحالت میں پڑے ہوئے تھے۔ خدا تعالی کی یہ وحی اگر صرف چند آدمیوں کے سماع تک ہی محدود ہوتی اور تحریر میں نہ آجاتی تو بھی مخالفین کو انکار کی گنجائش ہوتی کہ شاید یہ وحی اسوقت کی نہ ہو مگر ایک ایسے وقت میں یہ سب پیشگوئیاں براہین احمدیہ میں شایع ہو چکی ہیں جس کو آج پچیس سال کا عرصہ گذر چکا ہے

اور جبکہ نہ ابھی حضرت میرزا صاحب کا دعوے تھا۔ نہ ہی کوئی مخالف تھے اور نہ ہی انکے پاس لوگونکی آمد و رفت تھی بلکہ اسوقت آپکو کوئی جانتا بھی نہ تھا مثلاً ان الہامات پر غور کرو۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح و انتہیٰ امر الزمان الینا الیس ہذا بالحق + یاتیک من کل فج عمیق۔ یاتون من کل فج عمیق۔ ینصرک اللہ من عندہ یرفع اللہ ذکرک۔ فحان ان تعان وتعرف بین الناس لاتصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس اصحاب الصفۃ وما ادراک ما اصحاب الصفۃ تری اعینہم تفیض من الدمع یصلون علیک ربنا انا سمعنا منادیا ینادی للایمان۔ یعنی جسوقت خدا کی مدد اور فتح آئیگی اور زمانہ ہماری طرف رجوع کریگا اسوقت کہا جائیگا۔ کہ کیا یہ کاروبار خدا کیطرف سے نہ تھا۔ ہر ایک گہری راہ سے تیرے پاس نصرت آئے گی اور ہر ایک دور کی راہ سے تیرے پاس لوگ آئینگے۔ خدا اپنے پاس سے تیری مدد کرے گا۔ خدا تیرے ذکر کو دنیا میں بلند کرے گا۔ وہ وقت چلا آتا ہے کہ تیری مدد کیجائے گی اور دنیا جہان میں تیرے نام کو شہرت دیجائے گی لوگ کثرت سے تیرے طرف رجوع کرینگے۔ سو تیرے پر واجب ہے کہ تو ان سے بدخلقی نہ کرے اور انکی کثرت دیکھکر تھک نہ جائے اور اصحاب الصفہ بھی ہونگے۔ اور تو جانتا ہے کہ اصحاب الصفہ کیسے لوگ ہونگے وہ بہت قوی الایمان ہونگے۔ اور تو دیکھے گا کہ انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہونگے وہ تیرے پر درود بھیجیں گے۔ بہ سبب اس نعمت کے جو تیرے ذریعہ انکو ملے گی۔ اور وہ کہیں گے کہ اے ہمارے خدا ہم نے ایک آواز دینے والے کی آواز سنی جو ایمان کی طرف بلاتا ہے سو ہم ایمان لائے۔

یہ سب پیشگوئیاں ایسے وقت کی ہیں جب حضرت مرزا صاحب کو دوسرے لوگ تو ایکطرف رہے خود اس چھوٹے سے گاؤں کے بہت لوگ بھی نہ جانتے تھے اور آپ ایک نہایت گمنامی کی زندگی بسر کرتے تھے اور پھر اسیوقت یہ پیشگوئیاں بذریعہ براہین احمدیہ کے دنیا میں شایع بھی ہوگئیں۔ یہ وحی کئی قسم کی پیشگوئیوں پر مشتمل ہے۔ مثلاً اول یہ کہ مخالف یہ کوششیں کرینگے کہ تو ناکام رہے اور لوگ تیرے طرف رجوع نہ کریں۔ مگر آخر ہمارا ارادہ پورا ہوگا۔ اور لوگ تجھے قبول کرتے جائینگے انہی معنی پر مشتمل ایک اور الہام بھی ہے یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ۔ یعنے لوگ خدا کے اس نور کو بجھانے کی کوشش کرینگے مگر خدا اسے پورا کرکے ہی رہیگا۔ دوئم یہ کہ دور دور سے مالی مدد اور تحایف وغیرہ تیرے پاس پہونچیں گے۔ سوئم یہ کہ دور دور کے بلاد اور ممالک سے لوگ چلکر تیرے پاس آوینگے چہارم یہ کہ لوگ تیرے تباہ کرنیکے لیے کوشش کرینگے مگر خدا اپنی نصرت تیرے شامل حال رکھے گا اور تیرا محافظ رہے گا یہی مطلب دوسری جگہ یعصمک اللہ ولو لم یعصمک الناس۔ کہکر ادا کیا گیا ہے۔ یعنی لوگ تیرے ہلاک کرنیکی کوششیں کرینگے مگر خدا تجھے بچائیگا۔ پنجم یہ کہ کل دنیا میں تیری شہرت ہوجائے گی۔ ششم یہ کہ لوگ اسقدر کثرت سے آوینگے

www.aalil.org

کہ قریب ہے کہ تو اُن سے تھک جائے۔ ساتویں یہ کہ بعض لوگ اپنے وطنوں کو چھوڑ کر ہجرت کر کے تیرے پاس آ رہینگے اور تیرے گھر کے کسی حصہ میں رہیں گے وہ اصحاب الصفہ کہلائینگے۔

اب دیکھو کہ خدا تعالےٰ نے اپنے یہ تمام وعدے کس صفائی سے پورے کیئے اور آئندہ وہ کیسی صفائی سے پورے ہو رہے ہیں۔ اب نہ یہ اتفاقی امر ہے نہ منصوبہ بازی ہے۔ کیونکہ پچیس برس پہلے ان باتوں کی خبر دیگئی ہے۔ اور پھر وہ سب بعینہٖ اسی طرح پوری ہوئیں۔ اگر ایسی منصوبہ بازی کی کوئی نظیر دنیا میں ہے تو پیش کرو۔ مگر یاد رکھو کہ اسکی نظیر سوائے زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کہیں ہمیں نہیں ملتی جس طرح وہاں دکھوں اور مصیبتوں اور تنہائی کیوقت میں ایک شخص پکار پکار کر کہتا تھا کہ میرے خدا کیطرف سے ہونیکا یہ نشان ہے کہ آخر میں ہی غالب ہونگا اور تمہاری سب کوششیں نامراد رہیں گی اور آخر ایسا ہی ہوا باوجودیکہ دشمنوں نے کوئی دقیقہ ہلاک اور تباہ کرنیکا باقی نہ چھوڑا تھا ایسا ہی یہاں بھی بڑی گمنامی اور تنہائی کی حالت میں اللہ تعالےٰ نے یہ وعدے دیئے کہ میں تجھے مرجع خلایق بناؤنگا۔ اور خدا کے یہ وعدے اسیوقت مشتہر بھی ہو گئے پھر ان الہامات کے ساتھ ایک جگہ یہ بھی لفظ ہیں کہ املوا یعنی ان باتوں کو لکھ چھوڑو۔ کیونکہ یہ سب اپنے وقت پر واقع ہونگی۔ اور پھر دشمنوں نے وہ کوششیں کیں کہ کوئی کسر تباہ کرنے میں باقی نہ چھوڑی اور ایک قوم بھی اس ملک میں ایسی نہ رہی جسنے پورا زور مخالفت کا نہ لگایا ہو اور ہر طرح کے منصوبے کیے گئے مگر خدا نے اپنے وعدے کے مطابق ایسی نصرت اور تائید اور حفاظت کی جسکی نظیر سوائے انبیاء کے اور کہیں نہیں ملتی +

میں خواجہ غلام الثقلین صاحب کو پھر یہ کہتا ہوں کہ وہ ٹھوکر نہ کھائیں اعتراض کس پر نہیں ہوئے اور اعتراضوں کے جوابوں سے کتنے لوگ قایل ہوئے صحیح اصول جو صداقت کے پرکھنے کا قرآن کریم نے بتایا ہے وہ وہی ہے جو میں نے یہاں بیان کیا ہے۔ ہم نہ منصوبہ باز ہیں نہ دھوکہ دینے والے اور نہ ہی دھوکہ خوردہ۔ نہیں بلکہ علے بصیرت ہم اس سلسلہ کی سچائی کو دیکھ رہے ہیں۔ جب ہم خدا تعالےٰ کی ہستی کے زندہ نشان دیکھ رہے ہیں تو پھر اس ذوالجلال کے آگے سے بھاگ کر کہاں جائیں۔ اگر مذہب کیغرض خدا کی ہستی پر یقین ہے تو خواجہ صاحب یاد رکھیں کہ اس غرض کو آج سلسلہ احمدیہ کے سوا روئے زمین پر اور کوئی پورا کرنیوالا نہیں۔ یہ جو اصلاح خواجہ صاحب کر رہے ہیں یا کرنیکے مدعی ہیں وہ خشک لفاظی ہے۔ جب انسان کو اللہ تعالےٰ پر اور اسکے رسول پر زندہ ایمان اور یقین کامل حاصل ہو جاتا ہے تو پھر سب اصول کی پابندی کے وہ قابل ہو جاتا ہے۔ عدل و انصاف

www.aaiil.org

کفایت شعاری۔ قومی اتفاق۔ سعی و محنت۔ سب اسی کے نتیجے ہیں۔

میں بڑے زور سے اس بات کا اعادہ کرتا ہوں کہ یہ نصرت اور تائید جو اس سلسلہ کی ہو رہی ہے، وہ خدا کے سوا اور کسی کی طرف سے نہیں۔ کیونکہ اسی نے پچیس برس پہلے ان سب باتوں کی خبر دی ورنہ انسان عاجز کیا چیز ہے وہ تو یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں کل زندہ رہونگا۔ اس میں یہ طاقت کہاں کہ کہے کہ ساری دنیا میری مخالفت کریگی پر سب ناکام ہونگے اور میں ہی کامیاب ہونگا۔ اگر کوئی جواب ان امور کا آپ کے پاس ہے تو اسے شائع کریں +

مسیح موعودؑ کے متعلق ایک پادری کے خیالات

پادری گرسوولڈ لاہوری نے ایک مضمون بعنوان مسیح قادیانی ولایت کے ایک مجمع میں پڑھا جانیکے لیے لکھ کر بھیجا تھا جو اب بصورت رسالہ شائع ہوا ہے۔ یہ مضمون وکٹوریا انسٹیٹوٹ کے مجمع میں ۱۵ مئی گذشتہ کو پڑھا گیا۔ اگرچہ یہ مضمون اس حیثیت سے کہ ایک پادری صاحب کے قلم سے نکلا ہے مخالفانہ رنگ میں لکھا گیا ہے تاہم حضرت مسیح موعود کے دعاوی کو واضح طور پر بدلایل بیان کیا گیا ہے یہ رسالہ کم از کم ان مولویصاحبان کیلیے شرم کا باعث ہے جو کبھی یہ گوارا ہی نہیں کر سکتے کہ اصل واقعات مع دلایل دعوے کے پبلک میں پیش کریں بلکہ ہر ایک بات کو بگاڑ کر بیان کرنا چاہتے ہیں۔ پادری گرسوولڈ صاحب نے نہایت محنت سے متفرق کتابوں سے دعوے اور اسکے دلایل کو یکجائی طور پر بیان کیا ہے یہانتک کہ جو دلایل حضرت مسیح کی وفات کے مختلف مضامین میں ہمنے دیئے ہیں انکو بھی بعینہ درج کر دیا ہے اگرچہ کہیں کہیں ایک عیسائی مجمع کیخاطر مخالفت کی بھی کوئی کوئی بات بیان کر دی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس لکچر کو جو لوگ تعصب سے خالی ہو کر پڑھینگے انپر حضرت مسیح موعود کی صداقت ضرور کچھ نہ کچھ اثر ڈالیگی۔ مثال کے طور پر میں ایک موقع پیش کرتا ہوں۔ آپکے دعوی کی حقیقت پر بحث کرتے ہوئے پادری گرسوولڈ صاحب لکھتے ہیں کہ

"اس سے انکی یہ مراد نہیں کہ اسی پہلے مسیح نے دوبارہ ہندوستان میں جنم لیا ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ میں مسیح کی طاقت اور روحانیت میں ہو کر آیا ہوں۔ انکا خیال یہ ہے کہ ٹھیک جیسے یسوع کے اپنے کیے ہوئے معنوں کے مطابق یوحنا بپتسمہ دینے والا الیاس ہی تھا جس نے آنا تھا کیونکہ وہ الیاس کی طاقت اور روحانیت میں ہو کر آیا۔ (لوقا باب ۱۔ آیت ۱۷) ایسے ہی وہ یعنی مرزا صاحب مسیح ہیں کیونکہ وہ مسیح کے رنگ اور روحانیت

www.aaiil.org

میں آئے ہیں۔" اس دلیل کی تردید پادریصاحب یوں کرتے ہیں "دو مگر اس دعوے کے منطقی نتیجہ پر غور کرو۔ اگر مرزائے قادیانی مسیح موعود ہیں تو (۱) انکے ظہور سے بائیبل کے وہ تمام وعدے پورے ہوگئے جو مسیح کی آمد ثانی کے متعلق ہیں۔ (۲) پھر اسی یسوع کے واپس آنیکی کوئی امید نہیں رکھنی چاہیئے (۳) عیسائیونکا اتنی مدت اس مسیح کی واپسی کا انتظار کرتے رہنا گویا غلطی پر مبنی تھا۔" اس میں شک نہیں کہ یہ سب نتایج حضرت مرزاصاحب کے دعوے سے پیدا ہوتے ہیں مگر ان سے انکے دعوے کی تردید کیونکر ہوئی۔ کم از کم پادریصاحب یہی سوچیں کہ بعینہٖ یہی باتیں تھیں جنہوں نے یہودیونکو مسیح کے قبول کرنیسے روکا۔ کیونکہ ملاکی نبی کی کتاب میں لکھا تھا کہ مسیح کے آنیسے پہلے ایلیا کا دوبارہ آنا ضروری ہے اور یہ نہیں لکھا تھا۔ کہ ایلیا کی طاقت اور خوبیوں کوئی آئیگا پس وہ کہتے تھے کہ اگر ہم یسوع کو سچا مسیح مان لیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ (۱) اسی ایلیا کے دوبارہ آنیکی کبھی امید نہ رکھنی چاہیئے۔ اور (۲) کہ یہودیونکا اتنی مدت اسی ایلیا کے دوبارہ آنیکا انتظار کرتے رہنا گویا ایک غلطی پر مبنی تھا۔ بعینہٖ وہی خیالات جو آج پادریصاحبان کو مسیح موعود کے قبول کرنیسے روک رہے ہیں اس سے انیس سو سال پیشتر یہودیونکو مسیح اول کے قبول کرنیسے روکتے رہے ایسا ہی وہ یہ بھی کہتے تھے کہ اگر یسوع ہی سچا مسیح ہے تو بائیبل کے وہ سب وعدے جو مسیح کے آنے اور ایلیا کے دوبارہ آنیکے ساتھ پورے ہونے تھے۔ انکے متعلق بھی یہ ماننا پڑے گا کہ وہ یسوع کے آنیسے پورے ہوگئے حالانکہ نہ کوئی نشان ہی ظاہر ہوا نہ خدا کی قدرت کے عجیب عجیب نمونے ظاہر ہوئے نہ ہی وہ عام صلح کا زمانہ شروع ہوا نہ اس اتفاق و اتحاد کی بنیاد پڑی۔ نہ ہی یروشلم دنیا کا مرکز بنا۔ جن باتونکے پورا ہونیکا مسیح کے آنیکے ساتھ وعدہ تھا۔ تعجب ہے کہ ان نمونونکے ہوتے ہوئے پادریصاحبان اسقدر غلطی میں پڑے ہوئے ہیں کہ وہ سچے مسیح کو قبول نہیں کرتے۔

رؤیا والہامات حضرت مسیح موعودؑ

۲۔ ستمبر ۱۹۰۵ء سینتالیس سال کی عمر۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس سے دوسرے دن ۳۔ ستمبر ۱۹۰۵ء کو ایک شخص کا خط آیا جس نے اپنی بدکاریوں اور غفلتوں پر نہایت افسوس کی تحریر کرکے لکھا کہ اب میری عمر سینتالیس سال کی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ فرمایا کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جو خط باہر سے آنیوالا ہوتا ہے اسکے مضمون سے پہلے ہی سے اطلاع دیجاتی ہے) ۴۔ ستمبر ۱۹۰۵ء ماکان لنفسٍ ان تموت الا باذن اللہ۔

۷۔ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ ایک کاغذ دکھایا گیا جیسا کہ منی آرڈر کا فارم ہوتا ہے اور سامنے اسکے پاس ۵۰ رکھے ہوئے ہیں۔ (اس کشف کے تھوڑی دیر بعد ۵۰ کا ایک منی آرڈر آیا۔) ۲۔ ایک کاغذ دکھائی دیا اسپر لکھا ہوا تھا:۔

www.aaiil.org

دو آتش فشاں"۔ ۳۔ پھر ایک کاغذ دکھائی دیا اسپر لکھا تھا مصالح العرب۔ مسیر العرب۔ ۴۔ پھر ایک کاغذ دکھائی دیا اسپر لکھا تھا "مراد"۔ ۵۔ پھر ایک کاغذ دکھائی دیا اسپر لکھا تھا "ردیلا"۔ ۷ ستمبر ۱۹۰۵ء قبل ظہر واما بنعمۃ ربک فحدث۔ ۸۔ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ (۱) کفن میں لپیٹا گیا" (۲) اذا جاء افواج وسم من السماء (۳) ان المنایا لا تطیش سہامہا (ترجمہ موت کا تیر خطا نہیں جاتا)۔

۱۰۔ ستمبر نماز صبح کے وقت رؤیا۔ ایک جگہ ایک بڑی حویلی ہے اسکے آگے ایک بڑا چبوترہ ہے جسکی کرسی بہت بلند ہے اسپر مولوی عبدالکریم صاحب سفید کپڑے پہنے ہوئے دروازہ پر بیٹھے ہیں۔ اس جگہ میں ہوں اور پانچ چار اور دوست ہیں جو ہر وقت اسی فکر میں رہتے ہیں میں نے کہا مولویصاحب میں آپ کو آپکی صحت کی مبارک باد دیتا ہوں اور پھر میں رو پڑا۔ اور میرے ساتھ کے دوست بھی رو پڑے اور مولویصاحب بھی رو پڑے پھر میں نے کہا دعا کرو اور دعا میں تین دفعہ سورہ فاتحہ پڑھی۔

۱۰۔ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ دورۂ پیشاب کی بڑی تکلیف تھی۔ دعا کی گئی۔ الہام ہوا۔

"السلام علیکم"

۱۲۔ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ دو شہتیر ٹوٹ گئے۔

انی مہین من اراد اہانتک

۱۳۔ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ عفت الدیار کذکری۔ ۱۶۔ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ رؤیا۔ دیکھا کہ ایک شخص مسمی شرم پت ساتھ ہے۔ ایک گہرے پانی میں جو جھیل کی طرح ہے ہم ہر دو کنارہ کی طرف تیرتے جاتے ہیں۔ کنارہ بہت دور ہے اور میں پانی پر لیٹا ہوا جا رہا ہوں اور تیرتا چلا جاتا ہوں۔ اسی طرح تیرتے ہوئے جب میں قریب نصف کے پہونچا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ قریباً زانو تک پانی ہے۔ پھر کنارہ پر پہونچ گئے۔ اور خیال آیا کہ میرا لڑکا مبارک اسی کنارہ پر رہا ہے۔ پھر ہم اس کو لینے کے واسطے واپس آئے۔ تب دیکھا۔ کہ پانی ایک طرف سے بالکل خشک ہے۔ ایک طرف پانی ہے اور لوگ خشکی پر چلتے ہیں۔ ہم بھی خشکی کی راہ پر چلنے لگے۔

۱۹۔ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ رؤیا۔ دیکھا کہ مرزا غلام قادر صاحب میرے بڑے بھائی نہایت سفید لباس پہنے ہوئے میرے ساتھ جا رہے ہیں اور کچھ باتیں کرتے ہیں۔ ایک شخص ان کی باتیں سن کر کہتا ہے کہ یہ کیسی فصیح بلیغ گفتگو کرتے ہیں گویا پہلے سے حفظ کر کے آئے ہیں + فقط

۲۲۔ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ طلع البدر علینا من ثنیۃ الوداع +

www.aaiil.org

۲۰ ستمبر ۱۹۰۵ء رویا دیکھا۔ کہ میں بٹالہ کو جاتا ہوں خیال آیا کہ نماز کا وقت ہے۔ اسواسطے ایک مسجد میں گیا جو کہ چھوٹی سی مسجد ہے۔ مسجد کے زینوں پر سے چڑھتے ہوئے مرزا خدا بخش کی آواز آئی وہ تو کہیں کو چلے گئے۔ پھر جب میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ بڑے مرزا صاحب یعنی والد صاحب کا ایک پُرانا نوکر مرزا رحمت اللہ نام جو قریباً پچاس سال تک والد صاحب کی خدمت میں رہا تھا اور جسکو فوت ہوئے بھی قریباً چالیس سال ہوئے ہیں وہاں موجود ہے اور غمگین سا ہے۔ اور مسجد کے کنوئیں کی مُنڈیر پر محمد اسحٰق (ولد میر ناصر نواب صاحب) بیٹھا ہے اور پیر منظور محمد بھی اسجگہ ہے اسحٰق نے مرزا رحمت اللہ کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ بڑے مرزا صاحب نے اس کی روٹی بند کردی ہے اور یہ ارادہ کرتا تھا کہ چلا جائے اور خدا جانے کہاں جانا تھا۔ مگر منظور محمد نے اسکو رکھ لیا ہے کہ تجارت کرکے گذارہ کرلیں گے۔ ہمارے دلمیں خیال آیا کہ معلوم نہیں مرزا صاحب نے کیوں روٹی بند کردی ہے بزرگوں کے کام پر اعتراض نہیں ہوسکتا فقط پھر الہام ہوا "انی انا الرحمٰن لا یخاف لدی المرسلون قل اللہ ثم ذرہم فی خوضہم یلعبون ترجمہ تحقیق میں رحمان خدا ہوں مرسل میرے پاس نہیں ڈرا کرتے کہہ یہ خدا کے کام ہیں پھر ان کو چھوڑ دے جن کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ اُن میں لہو ولعب کریں

۲۹ ستمبر ۱۹۰۵ء (۱) لا تخف انی لا یخاف لدی المرسلون (۲) وقالوا من ذا الذی یشفع عندہ ہیہات ہیہات لما توعدون (۳) قل عندی شہادۃ من اللہ فہل انتم تؤمنون (۵) قل ما ازید لکم من امری۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔ (۶) انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ انا کنا منزلین۔

ترجمہ (۱) مت خوف کر مجھ سے رسول میری درگاہ میں خوف نہیں کیا کرتے (۲) اور کہتے ہیں کون ہے جو اُسکے پاس شفاعت کرے دور ہے دور ہے یہ بات جس کا تم کو وعدہ دیا جاتا ہے (۳) کہہ اللہ تعالیٰ غالب ہے قدرت والا کیا تم ایمان لائے۔ (۴) کہہ میرے پاس اللہ کی طرف سے گواہی ہے پس کیا تم ایمان نہیں لاتے (۵) کہہ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا اور سب تعریف واسطے اللہ کے ہے پروردگار جہانوں کا (۶) اسکو ہمنے لیلۃ القدر میں اُتارا تحقیق تھے ہم اُتارنے والے ❊

www.aaiil.org

یکم۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء۔ کسی شخص نے ہمارے ہاتھ پر سوئف رکھدی ہے۔ ۲۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء۔ دیکھا کہ ایک مکان ہے اسپر چڑھنے کیلئے ایک زینہ لگا ہوا ہے جو لوہے کا ہے اور تختے پاؤں رکھنے کے بھی ہیں۔ اوپر ایک دروازہ ہے۔ میں اس زینہ پر چڑھتا ہوں مگر چڑھ نہیں سکتا۔ اتنے میں اوپر سے کسی نے دروازہ بند کر دیا اور کہا کہ دوسرے راستہ سے آؤ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ راستہ تو نزدیک ہے اور فوراً پہنچ سکتے ہیں مگر دوسرا راستہ دور ہے۔ کوئی دو تین سو گز کا فاصلہ ہے۔ پس ہم اس دوسرے راستے سے جانے لگے تو دیکھا کہ میں ایک مضبوط گھوڑے پر سوار ہوں۔ اور آگے آگے ایک خدمتگار ہے جسکا نام غفار ہے اور ایک اور سوار بھی ساتھ ہے جو آگے آگے چلتا ہے۔ میں غفار کو کہتا ہوں کہ آگے مت نکل۔ ہمارے ساتھ ساتھ چل۔ تھوڑا راستہ طے کیا تھا کہ آنکھ کھل گئی +

۲۷۔ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ ۱۔ تاتیک نصرتی۔ ترجمہ۔ میری مدد تیرے پاس آئے گی۔ ۲۔ یاتیک من کل فج عمیق۔ ترجمہ ہر ایک دور کے راہ سے تیرے پاس لائینگے۔ ۲۸۔ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ حسنت مستقراً و مقاما۔ ترجمہ خوب ہوا از روئے جگہ قرار پکڑنے کے اور از روئے جگہ ٹھہرنیکے۔ ۵۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء۔ رہا گوسفندان عالیجناب۔ ۷۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء۔ بوقت صبح پیش از نماز فجر۔ رؤیا دیکھا کہ میں گورداسپور سے آیا ہوں اور ایک مضبوط گوٹ گھوڑے پر سوار ہوں جو کہکے رنگ کا ہے۔ گھوڑے پر ہی نماز پڑھی ہے اور سجدہ بھی کیا ہے مجھے خیال آیا کہ جب میں گورداسپور گیا تھا تو میرا بھائی بیمار تھا اور انکے بچنے کی امید نہ تھی معلوم نہیں اسکا اب کیا حال ہے۔ گھر کے پاس کوچہ میں میراں بخش حجام ملا۔ وہ بڑی خوش خوش باتیں کرتا ہے جس سے میں نے سمجھا کہ اب بھائی صاحب تندرست ہونگے۔ ۷۔ اکتوبر قبل از نماز فجر۔ رؤیا دیکھا کہ ایک عورت فوت ہوگئی +

۱۰۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء۔ رؤیا دیکھا کہ میں کسی جگہ ہوں اور استنجا کیواسطے ایک جگہ سے ڈھیلا لیا ہے تو دیکھا کہ وہاں بہت سے آدمی جیسے مزدور لنگوٹی پوش ہوتے ہیں بیٹھے ہیں جنسے کراہیت ہوئی۔ پھر میں نے شادیخاں کو بلانا چاہا۔ اور خیال آیا کہ اتنے آدمیوں میں سے اسے کس طرح شناخت کروں مگر میں نے آواز دی تو شادیخاں فوراً کھڑا ہوگیا۔ اسکے ساتھ الہام ہوا۔ اذ کففتُ عن بنی اسرائیل۔ ترجمہ جب میں نے بنی اسرائیل کو دشمنوں کے شر سے بچالیا۔ ۴۔ ستمبر ۱۹۰۵ء یا اسکے قریب کا الہام تو شرون الحیوٰۃ الدنیا۔ ترجمہ دنیا کی زندگی کو تم اختیار کرتے ہو۔ ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء۔ رؤیا دیکھا۔ کہ قدرت اللہ کی بیوی روپیونکی ایک ڈھیری میرے پیش کرتی ہے اس میں ایک لکڑی بھی ہے۔ الہام۔ اُرید الخیر۔ ترجمہ میں خیر کا ارادہ کرتا ہوں +

---

۴ رؤیا ابتدا میں مبشر سمجھی گئی تھیں انکو ایکطرف اللہ تعالےٰ نے ایک حد تک صحت دیکر پورا بھی کر دیا مگر ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ انسان کا ذہن ہمیشہ خیر کیطرف متبادر ہوتا ہے اور یہی طریق انبیاء علیہم السلام کا ہے کہ جبتک کوئی

www.aaiil.org

امر جو بظاہر مصیبت کے رنگ میں ہوتا ہے واقع نہیں ہو جاتا تب تک وہ اللہ تعالے کے فضل کو ہی تلاش کرتے ہیں اور فضل سے کبھی مایوس نہیں ہوتے ایسا ہی جب فال لیتے ہیں تو نیک ہی لیتے ہیں اور کبھی بدفال نہیں لیتے وہ ایک طرف اللہ تعالے کی بے نیازی کو سمجھتے ہیں اور باوجود بڑے بڑے فضل کے وعدونکے دردناک دعاؤنمیں لگے رہتے ہیں جیسا کہ آنحضرت بدر کی لڑائی میں اور دوسری طرف جب کوئی مصیبت یا غم نازل ہونیوالا ہوتا ہے تو اس وقت وہ فضل سے کبھی مایوس نہیں ہوتے۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی موت جہاں ایکطرف جماعت کے لیے غم کی خبر ہے دوسری طرف جماعت کے لیے ایک عملی نصیحت کا سبق دیتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ دنیا کی محبت کو کم کر کے آخرت کیطرف دل لگائیں۔ کوئی نبی نہیں آیا جسکی یہ تعلیم نہ ہو کہ یہ دنیا اور اسکی زندگی ہیچ ہے۔ چنانچہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بہت دعا حضرت مولٰنا مرحوم کیلیے کی تو الہام ہوا۔ تؤثرون الحیوٰۃ الدنیا یعنی حیات دنیا پر بہت زور نہیں دینا چاہیئے یہ دنیا تو اسی قابل ہے کہ اس سے دل کو توڑ کر اسجگہ دل لگایا جاوے جہاں حیات ابدی ملتی ہے حضرت مسیح موعود ع نے اسموقعہ پر فرمایا کہ صحابہ کے نمونہ کو پیش نظر رکھنا چاہیئے وہ سوائے خدا کی راہ میں جان فدا کرنیکے اور کچھ جانتے ہی نہ تھے اور اس زندگی کی مطلق کوئی پروا نہ کرتے تھے بلکہ ہر وقت منتظر تھے کہ کب شہادت پاکر خدا سے جا ملیں۔ یہ جس قسم کی مصیبت اور غم ہمیں مولوی صاحب مرحوم کی مفارقت سے پہونچا ہے ہمارے نبی کریم صلعم کو ہر روز ایسے غم پہونچتے تھے۔ اور آپکے نہایت عزیز صحابہ آپکی آنکھونکے سامنے قتل ہو جاتے تھے مگر خدا تعالے نے آپکو دل ہی ایسا دیا تھا۔ کہ وہ سب صدمات کی برداشت کرتے اور کسی کو اگر اسقدر غم پہونچتا جسقدر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو پہونچا تو وہ انہی غموں سے ہلاک ہو جاتا۔

یہ ایک عجیب بات قابل ذکر ہے کہ حضرت مولویصاحب مرحوم کی وفات پر نہ صرف جماعت ہی روتی تھی بلکہ آسمان بھی رویا۔ آپکی وفات سے پہلے آسمان بالکل صاف تھا۔ اور کئی دنوں سے اسیطرح صاف چلا آتا تھا مگر جبھی کہ آپنے آخری دم لیا آسمان پر بادل نمودار ہو گیا اور آخر جب آپکا جنازہ میدان میں رکھا گیا اور حضرت مسیح موعود ع نماز جنازہ کیلیے تشریف لائے تو ایسے قطرے آسمان سے برسنے شروع ہوئے جو بالکل رونے سے مشابہ تھے جو احمق نادان اس موت پر ہنستا ہے وہ یاد رکھے کہ یہ ہنسنے کا وقت نہیں یہی موت کا دروازہ ہے جس سے سب نبی اور ولی ہو کر گذرے اور آخر اسی سے سب نے گذرنا ہے دوسری طرف اللہ تعالے اس جماعت کو بھی حکم دیتا ہے کہ حد سے زیادہ غم نہ کریں۔ مولویصاحب مرحوم کی وفات سے چند گھنٹے پہلے یہ الہام الٰہی ہوا۔ یایہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم یعنی خدا کی ہی عبادت کرو جسنے تمہیں ناچیز نطفہ سے پیدا کیا۔ اسمیں یہ اشارہ ہے کہ حد سے زیادہ محبت کرنی بھی ایک آدمی کو معبود بنا لینے کے برابر ہوتی ہے یہ اسی کے مشابہ ہے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالے عنہ نے آنحضرت

www.aaiil.org

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ✣ لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۴ نمبر ۱۱

بابت ماہ نومبر ۱۹۰۵ء

فہرست مضامین

اسلام (۵) ۴۰۵

بجواب پادری سیل ۔ ۴۰۵-۴۲۶

الدّجال ۴۲۷-۴۴۳

رؤیا و الہامات حضرت مسیح موعودؑ ۴۴۴

اعلان نمبر ۱ ہر ایک سامان کرکٹ ٹینس فٹ بال وغیرہ مستری نظام الدین احمدی شہر سیالکوٹ سے مل سکتا ہے۔ مکمل فہرست مفت

"لنگر خانہ کی آمدنی"

اس عنوان کے نیچے حضرت اقدس کے ارشاد سے ایک الگ چٹھی شائع کرکے ہر جگہ کی جماعت کے جنکے پتے یہاں موجود تھے ایک ایک دوست کے نام بھیجی گئی ہے۔ اور یہ استدعا کی گئی ہے کہ وہ جہانتک انکی طاقت ہو دوسرے احباب کے پتے دریافت کرکے یا اُن سے وصولی چندہ کا انتظام کرکے مطلع فرمادیں۔ ماحصل اس تحریک کا یہ ہے کہ لنگر خانہ کا خرچ پہلے کی نسبت ڈیوڑھا یا اس سے بھی زیادہ ہوگیا ہے یعنی قریب ہاراں سو روپے ماہوار کی ہے۔ یہ مدحضرت اقدس کے مشن کی اصلی اور ضروری اغراض میں سے ہے کہ تا ایک گروہ طالبان حق اور ناصران دین کا حضرت اقدس کی خدمت میں رہے اور دُور دُور سے لوگ آکر شبہات پیش کرکے اپنا اطمینان کریں اور سچی تعلیم حاصل کریں اور اُنکو یہاں مکان رہائش اور خورد ونوش کے متعلق تکلیف نہ ہو اور تا اشاعتِ کُتب اور خطوط وغیرہ کے جوابات کے سلسلہ میں حرج نہو چونکہ یہ سلسلہ دن بدن ترقی کر رہا ہے اسلئے اخراجات بھی ساتھ ہی بڑھ رہے ہیں۔ انہیں ضروریات کیوجہ سے حضرت اقدس نے ۵ مارچ ۱۹۰۲ء کو ایک اشتہار تحریر فرمایا تھا جسکو مریدین کے ساتھ آخری فیصلہ قرار دیا تھا اسمیں آپنے تحریر فرمایا تھا کہ "یہ اشتہار کوئی معمولی تحریر نہیں بلکہ ان لوگوں کے ساتھ جو مرید کہلاتے ہیں میں یہ آخری فیصلہ کرتا ہوں ... کہ ہر ایک شخص جو مرید ہے اُسکو چاہیئے کہ اپنے نفس پر کچھ ماہوار مقرر کردے خواہ ایک پیسہ ہو کیونکہ جو شخص مرید کہلاتا ہے خواہ وہ مرد ہے یا عورت یا لڑکا یا لڑکی اُسے چاہیئے کہ ادائگی چندہ کو اپنا فرض سمجھے۔ اگر ہر ایک شخص اپنی آمدنی کا دسواں حصہ ضروریات سلسلہ کے لئے الگ کردے تو کوئی بڑی بات نہیں۔ آخر انسان ہر صورت میں گذارہ کرہی سکتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے کیسی کیسی قربانیاں کیں کہ نہ صرف چندوں میں اپنے مال ہی دیئے بلکہ گھر بار جائدادیں سب کچھ چھوڑا اور آخر سب سے پیاری چیز یعنی جان کو بھی خدا کی راہ میں قربان کیا۔ سو یہ وقت اعانت دین کا ہے ایسا نہ ہو کہ ہم دنیا میں ہی لگے رہیں اور موت کا پیغام آجاوے۔ غور کا مقام ہے کہ سورۂ منافقون میں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ پس میں پھر سب احباب کیخدمت میں التماس کرتا ہوں کہ اس کام میں سُستی ہرگز نکریں بلکہ جو لوگ چندہ مقرر کرچکے ہیں وہ اپنے اپنے چندوں کو بڑھادیں اور جنہوں نے ابھی تک غفلت کی ہے وہ بہت جلد ماہوار چندے معین کرکے اور ہر جگہ ایک جماعت کی صورت میں فہرستیں مرتب کرکے بھیجدیں تا یہ کام احسن طریق پر چلتا رہے اور

www.aaiil.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اسلام (۵)

بجواب پادری سیل

پادریصاحبان کے دو اصلی اور ضروری فرایض ایسے ہیں جن کی ادائیگی کیلیے انہیں واقعات سے الگ ہوکر خیالی مسئلے قایم کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے یعنے ایک تو اپنے مذہب کی حمایت اور دوسرا دوسرے مذاہب کی تردید۔ ان میں سے اول الذکر کا تو یہ حال ہے کہ حضرت مسیح کی زندگی کے تمام واقعات انہیں صاف طور پر ایک فانی انسان ثابت کرتے ہیں ہاں دوسرے پیغمبروں کی طرح جو وقتاً فوقتاً بنی اسرائیل میں اس قوم کی اصلاح کیلیے پیدا ہوتے رہے وہ بھی ایک پیغمبر تھے۔ مگر پادریصاحبان دنرات اس بات کو دہراتے نہیں تھکتے کہ یسوع مسیح واقعی خالق ارض وسما اور رب العالمین تھا۔ پھر جب انکے اندر انسانی کمزوریوں کا ہونا دکھایا جاتا ہے تو جواب یہ ملتا ہے کہ بیشک وہ فانی انسان تھے اور اسلیے سب قسم کی انسانی کمزوریاں انکے اندر پائی جاتی تھیں مگر باوجود کمزور انسان ہونیکے وہ نعوذ باللہ خدائے کامل بھی تھے اور کبھی یہ خیال نہیں کرتے کہ یہ اجتماع ضدین کیونکر ممکن ہے کہ وہ بشر بھی تھے اور خدا بھی۔ ناقص بھی تھے اور کامل بھی۔ کمزور بھی اور ہر شے پر قادر بھی۔ مخلوق بھی اور خالق بھی۔ خدا جانے ان لوگوں کے دل ودماغ کیسی الگ طرز کے بنے ہوئے ہیں کہ ان باتوں پر کبھی انکے دلوں میں اعتراض پیدا نہیں ہوتا۔ پھر جب کہا جاتا ہے کہ ایک خدا تو وہ ہوا جسکو یسوع مسیح بھی آسمان پر مانتا تھا اور ایک خدا زمین پر خود یسوع مسیح ہوا اور ایک

www.aaiil.org

درمیانی خدا جسے روح القدس کے نام سے پکارا جاتا ہے ان تین خداؤں کا وجود توحید کے پاک اور سچے مسئلہ کی جسکی تعلیم ابتدا سے تمام انبیاء دیتے چلے آئے ہیں بیخ کنی کرتا ہے تو عیسائی صاحبان یہ کہکر اطمینان کر لیتے ہیں کہ یہ تینوں ملکر ایک ہی خدا بنتا ہے خواہ یہ بات دنیا میں کسی کی سمجھ میں آوے یا نہ آوے اور یہ ایک ایسا راز ہے جسے کوئی انسان سمجھ نہیں سکتا نہ یہ دنیا کے کسی علم اور قاعدہ کے ماتحت آسکتا ہے۔ پھر اگر یسوع مسیح کی خدائی کا ثبوت مانگا جائے مثلاً یہ کہ اس تینتیس سال کی عمر میں یا زمانہ میں جو اس نے اس زمین پر گذارے کونسا نیا سیارہ یا ستارہ اس نے پیدا کیا تو اسکا جواب یہ ملتا ہے کہ ایسا کرنے کی طاقت تو ان میں موجود تھی مگر اس طاقت کو اس نے استعمال میں لانا نہیں چاہا۔ شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ وہ یہودیوں کے خوف سے ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ جب کسی طرف ہاتھ نہیں پڑتا تو پھر معجزات کو اور کبھی تعلیم کو خدائی کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے گویا انہی دو ستونوں پر خدائی کی چھت قایم ہے لیکن اگر ذرہ بھی غور کیا جائے تو ان ستونوں کا خیالی ہونا فی الفور ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ معجزات دوسرے انبیاء کے نہ صرف یسوع جیسے بلکہ یسوع کے معجزات سے بھی بڑھکر ہیں۔ پھر اگر وہ تمام نبی اسقدر عظیم الشان معجزات دکھا کر بھی انسان رہے تو ویسے ہی یا اس سے کمتر معجزات سے یسوع کیونکر خدا بن گیا۔ باقی رہی تعلیم سو وہ کل کی کل یہودیوں کی کتابوں سے لی گئی ہے۔ اور کوئی ایسا امتیازی نشان نہیں بتایا جاتا جس سے یسوع مسیح کی کوئی خصوصیت ثابت ہو۔ کیا یہ بھی ممکن ہے کہ خالق اور مخلوق کے درمیان کوئی امتیازی نشان ہی نہ ہو۔

دوسری طرف پادریصاحبان واقعات سے اسوقت گریز کرتے ہیں جب انکا حملہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے۔ تعجب ہے کہ ایک ایسی قوم جسکے ہاتھ میں سینکڑوں انبیاء کی تاریخ ہے ایک نبی کے بارے میں قدم قدم پر ٹھوکر کھاوے۔ میں حیران ہوں کہ کیا بائیبل میں جس قدر انبیاء کے حالات لکھے ہوئے ہیں انسے نبی کی صداقت کے پرکھنے کا کوئی معیار اور امتیازی نشان نہیں ملتا۔ اگر ملتا ہے اور یقیناً ملنا چاہیئے تو کیوں پادریصاحبان یہ سیدھی راہ اختیار نہیں کرتے کہ اسی معیار کی رو سے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو پرکھیں اگر ان لوگوں میں کوئی بھی حق طلبی باقی ہے تو انکو بائیبل سے انبیاء کی صداقت کا معیار نکالکر مسلمانوں سے یہ مطالبہ کرنا چاہیئے کہ وہ اس معیار کے رو سے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو ثابت کر دیں۔ کاش اگر یہ لوگ کجروی کو چھوڑ دیتے تو انکو تعدد ازدواج یا طلاق یا غلامی یا جہاد وغیرہ کے مسایل کے متعلق ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنیکی ضرورت باقی نہ رہتی کیونکہ یہ وہ باتیں ہیں جو تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیم میں مشترک چلی آتی ہیں مگر یہ کجرو قوم جو بھیڑ کہلاتی اور بھیڑیئے کا کام کرتی ہے اس سیدھی راہ پر کبھی نہیں آتی اور صراط مستقیم سے بھٹکتی پھرتی ہے وجہ

www.aaiil.org

اس کی یہ ہے کہ پادریصاحبان کو خوب معلوم ہے کہ اگر انبیاء علیہم السلام کی صداقت کے معیار کے رو سے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو پرکھا جاوے تو یقینی طور پر انکی صداقت اور فضیلت کھلجاتی ہے۔ پس پادریصاحبان امور تنقیح طلب کو ٹالکر نئے نئے اعتراضونکے پہلو سوچتے رہتے ہیں یہی پادری سیل صاحب جنکا میں جواب لکھ رہا ہوں تین خداؤں اور صلیب کے کفارے کو قبول کرتے وقت تو ایسے جاہل بنتے ہیں کہ گویا عقل انکے نزدیک نہیں آئی اور اسلام پر اعتراض کرنیکے لیے عجیب عجیب پہلو تراشتے ہیں۔ مثلاً ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں۔

"مکہ کے لوگ انذار کی کوئی خواہش نہ رکھتے تھے اور اسلیے اب (یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کرنے پر) آپکی مخالفت کا دور شروع ہوگیا۔ مخالفین کے سردار ولید بن مغیرہ اور ابولہب اور ابوجہل تھے۔ ان سب کو اس وحی میں جو جبرائیل لاتا بڑی سختی سے برے الفاظ میں یاد کیا جاتا جس سے پیغمبر صاحب کی فطرت کی کینہ وری جو مخالفت سے پیدا ہوتی تھی ظاہر ہے۔ ولید کے متعلق یہ کہا گیا کہ وہ ایک حقیر آدمی اور اہانت کنندہ ہے اور اسکا ٹھکانا دوزخ ہوگا جو کسی چیز کو باقی نہیں چھوڑتا اور سب کو بھسم کر جاتا ہے۔ ابولہب کے متعلق کہا گیا کہ اسکا مال و دولت ہلاک ہوجائیگا اور وہ شعلوں والی آگ میں جلایا جائے گا جیسی جیسی مخالفت بڑھتی گئی ویسے ہی یہ سخت کلامی اور کفار پر لعنتیں ملامتیں تیز ہوتی گئیں۔ مگر سخت کلامی کوئی دلیل نہ تھی اور اسلیے مکہ والوں نے آپکی صداقت کا ثبوت طلب کیا اور یہ کہا کہ اپنے دعوے کی تائید میں کوئی معجزہ دکھاؤ۔ (حضرت نبی کریم) محمد (مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم) اس درخواست کو پورا نہ کرسکے لیکن یہ دکھانیکے لیے کہ یہ درخواست محض لغو تھی ایک وحی نازل ہوگئی جس میں یہ کہا گیا کہ خدا فرشتونکو کافی وجہ پیدا ہونیکے بغیر نہیں بھیجتا (سورۃ الحجر آیت ۸) اور کہ اگر لوگ نذیر کے انذار کو عمداً رد کردینگے تو جس قسم کی شہادت وہ طلب کرتے تھے وہ بھی انکو کوئی نفع نہ پہنچا سکے گی کیونکہ پہلے انبیاء کے معجزات نے بھی کوئی اچھا اثر پیدا نہیں کیا اور یہ سنایا گیا کہ کسی چیز نے ہمکو معجزات کے بھیجنے سے نہیں روکا مگر اس بات نے کہ پہلوں نے انکی تکذیب کی (سورہ بنی اسرائیل۔ آیت ۶۱) مکہ والوں نے اس عذر کو قبول نہ کیا اور اپنی بات پر زور دیا اور آخر جب انکو کوئی اطمینان بخش جواب نہ ملا تو انہوں نے کہا کہ یہ جو وحی جبرائیل لاتا ہے یہ تو پرلے لوگونکے جھوٹے قصے ہیں یا تیزئ قوت متخیلہ کا نتیجہ ہے یا اجنبی لوگونکے ساتھ ملکر جو مکہ میں آتے ہیں یہ باتیں بنالی گئی ہیں اور انہوں نے کہا کہ قرآن تو اسکا اپنا افترا ہے اور ایک اور قوم نے اسکو اس افترا کے بنانے میں مدد دی ہے۔ (سورۃ الفرقان آیت ۵)۔ آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کا جواب یہ تھا کہ یہ قرآن کریم ہے جو لوح محفوظ پر لکھا ہوا موجود ہے اور یہ ذکر ہے جو مکرم مرفوع مطہر صحیفوں

www.aaiil.org

میں لکھا گیا ہے۔ (عبس - ۱۳) ساتھ ہی اسکے آپ یہ کوشش کرتے تھے کہ مکّہ کی عظمت کو بیان کرکے ان لوگونکے ساتھ صلح کی بنیاد ڈالی جاوے چنانچہ یہ بیان کیا کہ کس طرح خدا نے حبش والونسے اسے بچالیا اور کعبہ کو خدا کا گھر کہا اور اسکے اردگرد کی زمین کو حرم قرار دیا"

یہ سیلؔ صاحب کی عبارت کا ایک فقرہ ہے اس شخص نے غلط بیانی سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ ایک کینہ ور انسان تھے۔ اور جب قریش نے آپکی حق پر ہوکر مخالفت کی تو آپکی طبعی کینہ وری جوش میں آگئی اور آپنے عمائد کفار کو گالیاں دینی شروع کیں مگر قریش گویا بہت ہی بردبار تھے کہ گالیاں سُنکر بھی اگر بولے تو صرف اسقدر کہ اس دعوے کی تائید میں کوئی شہادت ہمارے سامنے پیش کیجاوے جس سے ہم آپکا حق پر ہونا سمجھ لیں مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی صداقت کا کوئی ثبوت نہ دیسکے اور معجزہ نہ دکھا سکے اور وجہ یہ بیان کردی کہ یہ بیفایدہ باتیں ہیں! اور پھر جب قریش نے یہ دیکھا کہ نہ کوئی ثبوت ہی صداقت کا آپ پیش کرسکتے ہیں اور نہ شہادت ہی۔ تو پھر وہ اس نتیجہ پر پہونچے کہ بیشک قرآن افترا ہے اور کہ جب کسی کوشش میں بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کامیابی نہ ہوئی تو پھر یہ کوشش کی کہ عرب کی پرانی رسوم کو کسیقدر تسلیم کرکے انہیں خوش کیا جاوے تاشاید اسی طرح پر وہ اسلام کیطرف کچھ جھک پڑیں یہ جو کچھ پادریصاحب نے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا ہے اس سے بڑھکر اور زیادہ معقول باتیں یسوع مسیح کے متعلق کہی جاسکتی ہیں بلکہ اصل بات تو یہ ہے کہ یہ خیالات پادریصاحب کے اپنے ذہن رسا کا نتیجہ نہیں بلکہ جو کچھ یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق کہا ہے وہی پادریصاحب نے اٹھاکر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھدیا ہے اور زیادہ تکلیف نہیں کی گویا یہودیونکے اعتراضونکو دور کرنے کی بجائے انسے یہ فایدہ اٹھالیا کہ وہی دوسرونپر تھوپ دیئے چنانچہ ذیل میں میں ایک یہودی کی کتاب کے چند فقرات نقل کرتا ہوں جس سے میرے اس قول کی تائید ہوتی ہے۔ فاضل یہودی مصنف مسیح کے معجزات پر بحث کرتا ہوا لکھتا ہے:-

"یہ ہمارے لیے ناممکن ہے کہ انجیلونکے ان تمام فقرونکو نقل کرسکیں جنسے ثابت ہوتا ہے کہ سردار کاہنوں اور دوسرے لوگوں اور یہودی علماء کو یہ کیسی سچی خواہش اور تڑپ تھی کہ جلیل کا نبی انکے سوالونکا کوئی معقول جواب دے پس ہم چند ضروری فقرونپر اکتفا کرینگے ایکدن جب وہ (یعنی مسیح) فریسیونپر جو اسکے گرد تھے اپنی عادت کے موافق سخت کلامی سے حملہ کرچکا اور انکو یہ کہہ چکا کہ تم سانپونکے بچے ہو جن میں کوئی نیک خیال پیدا ہی نہیں ہوسکتا اور کہ تم دنیا اور آخرت میں ملعون ہو تو انہی میں سے بعض جنکے ساتھ اس نے اسقدر درشت کلامی کی تھی آگے بڑھے اور اسکے پاس ہوکر کہا کہ اے استاد ہم تجھ سے کوئی ایسا نشان دیکھنا چاہتے ہیں جس سے

(غا

تیری طاقت ہم پر ظاہر ہو جائے تو یسوع نے چلا کر کہا کہ یہ بدکار اور زناکار نسل نشان طلب کرتی ہے مگر انکو کوئی نشان نہیں دیا جائیگا سوائے یونا نبی کے نشان کے کیونکہ جیسا یونس تین دن اور تین رات مچھلی کے پیٹ میں رہا اسی طرح پر ابن آدم تین دن اور تین رات زمین کے پیٹ میں رہیگا اس راز کی بات کو بیچارے یہودی نہ سمجھ سکے۔ علاوہ ازیں وہ تو نشان صداقت کا طلب کرتے تھے اور جواب میں ان کو ایسے نشان کا حوالہ دیا گیا جو موت کے بعد وقوع میں آنیوالا تھا۔ کیا یہ الٹا جواب اصل سوال کا صاف انکار نہیں۔ اس طرح پر مسیح نے یہودیوں کی درخواست کے جواب میں ایسا ثبوت دینے سے انکار کر دیا جس سے اُس زمانہ کے لوگ اسکے حق پر ہونیکو سمجھ سکتے اور خود انکو اسی شک میں چھوڑ کر چلدیا۔ مرقس بیان کرتا ہے کہ ایسے ہی حالات کے ماتحت اسنے اور بھی زیادہ خاموشی پر اصرار کیا۔ چند فریسی اسکے پاس حاضر ہوئے اور اس سے سوال کرنے لگے اور ایسا آسمانی نشان مانگا جس سے اسکی صداقت انپر ظاہر ہو جائے۔ مگر اسکے جواب میں یسوع نے صرف ایک آہ سرد بھر کر کہا کہ کیوں یہ لوگ نشان طلب کرتے ہیں میں تُمسے سچ سچ کہتا ہوں کہ کوئی بھی نشان انکو نہیں دیا جائیگا۔ پھر ایک دن صدوقیوں اور فریسیوں نے اسی درخواست کو دُھرایا کہ اگر تجھے وہ طاقت فی الواقع دیگئی ہے جسکا تو دعوے کرتا ہے تو ہمکو کوئی آسمانی نشان دکھا جو ہمکو قایل کر دیوے یسوع نے پھر یہی جواب دیا کہ سوائے یونس کے نشان کے اور کوئی نشان نہیں دکھایا جاویگا۔ اور بیچارے یہودیوں کو اسی طرح شک میں چھوڑ کر پھر چلدیا۔"

اس سے ایک غور کرنیوالے انسان پر بڑی صفائی سے کھلجاتا ہے کہ پادریصاحبان جب یسوع سے ان الزامات کو خود دور نہ کر سکے تو انہوں نے یہی فایدہ غنیمت سمجھا کہ وہی الزام ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر لگادیں یعنی یہ کہ آپ کفار کو اپنی نبوت کا ثبوت کوئی نہیں دے سکے اور یہی وجہ آپکی ساری تکلیفات کی تھی۔ پادری سیل نے ایک الزام یہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر لگایا ہے کہ آپ عاید کفار سے سخت کلامی سے پیش آتے تھے اور انکو ناحق بُرے الفاظ سے یاد کرتے تھے مگر اس سے بڑھکر اور کوئی لفظ نہیں دکھا سکے کہ ایک شخص کو حقیر اور اہانت کنندہ یا اپنے مخالفین کو دوزخی کہا ہے ان الفاظ کا استعمال حالانکہ صاف طور پر ان مخاطبین پر صادق آتا تھا مگر پادریصاحب اپنے تعصب کیوجہ سے اسے فطرت کی کینہ دری کا نتیجہ بتاتے ہیں میں اسکا جواب صرف اسیقدر دیتا ہوں کہ ایکدفعہ پادریصاحب اپنے آقا کے نرم اور ملایم الفاظ کو جو وہ فقیہوں اور فریسیوں کے حق میں بولا کرتے تھے اور جن میں سے بعض اب بھی اناجیل میں موجود ہیں پڑھ جاویں اور انصاف سے بتاویں کہ دونوں میں سے زیادہ کینہ دری کس میں نظر آتی ہے عیسایوں کے خدا میں یا مسلمانوں کے پیغمبر میں۔ یہودی علماء اور فریسی بڑے بڑے معزز لوگ تھے اور بعض ان میں سے گورنمنٹ کے نیچے بھی معزز عہدہ پر ممتاز تھے۔ اور حالانکہ یہودیوں کے قول کے مطابق وہ بڑی نرمی سے حضرت مسیح سے پیش آتے تھے مگر آپکا جواب نہایت تُند

www.aaiil.org

اور درشت ہوتا تھا۔ ایک موقعہ پر ایک عام جلسے میں جہاں ہزاروں لوگ انکو عزت کی نظر سے دیکھنے والے اور انکو مقدس سمجھنے والے موجود تھے حضرت مسیح نے ان الفاظ میں انکو ذلیل کیا کہ زنا پیشہ عورتیں تمسے پہلے خدا کی سلطنت میں داخل ہونگی اور اس طرح انہیں کنجریوں سے بھی بدتر قرار دیا۔ پھر جب انہوں نے کوئی آسمانی نشان دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو انکو سانپوں کے بچے اور زنا کار بتایا۔ پادریصاحب غور فرماویں کہ ان الفاظ کے بالمقابل حقیر اور اہانت کنندہ کی کیا حقیقت ہے۔ اور پھر انکو جاہل۔ منافق اور ہر طرح کی بدکاری سے پر وغیرہ ناموں سے پکارنا تو ایک معمولی بات ہوگئی تھی۔ اب سیل صاحب ہی انصاف کریں کہ فطرت کی کینہ وری کا ثبوت ان میں سے کس میں پایا جاتا ہے۔ اے ظالمو! تم اونٹ کو نگل جاتے ہو پر مچھر سے پرہیز کرتے ہو۔

اب میں واقعات پر آتا ہوں۔ سیل صاحب کے لفظ لفظ سے ظالم کفار کے ساتھ ہمدردی اور ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے راستباز اور مظلوم صحابہ سے نفرت ٹپکتی ہے اور جو جو ظلم اس غریب جماعت پر ہوئے یا جو جو تکلیفیں اور مصیبتیں انہوں نے اعلائے کلمۃ الحق کیلیے اٹھائیں۔ انکے ساتھ ہمدردی کا لفظ تو ایکطرف رہا۔ انکو بیان کرنیسے بھی کنارہ کشی کی ہے اگر اسی کے مضمون کو پڑھکر کسی شخص نے رائے لگانی ہو تو وہ یہی سمجھے گا کہ مکہ کی تمام زندگی میں مسلمانونکو کفار کیطرف سے کوئی اذیت نہیں پہونچی جو قابل ذکر ہو بلکہ مسلمانوں کی طرف سے ہی زیادتی تھی۔ پادریصاحب! اس اخفائے حق سے یسوع کی خدائی پر پردہ پڑجائیگا؟ دنیا کے سامنے تاریخ موجود ہے اور جبتک وہ تاریخ پڑھتے رہینگے آپکے اس مضمون پر لعنت بھیجتے رہیں گے۔ جن آیات کا پادریصاحب نے حوالہ دیا ہے کہ ان میں گالیاں نکالی گئی ہیں۔ ان میں بھی صرف کفار کے مظالم کا بیان ہے اور جنہیں پادریصاحب دھمکیاں سمجھتے ہیں وہ انکی بدکاریونکے متعلق سزاؤنکی پیشگوئیاں ہیں وہ سب پر حکمت الفاظ ہیں اور یا تو ان میں کفار کیحالت کا اور انکے مظالم کا سچا نقشہ ہے اور یا انکے انجام کی پیشگوئیاں ہیں۔ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بتونکو برا کہا تو میں پادریصاحب سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپنے برا کام کیا۔ اور کیا بتونکو برا کہنے کے سبب سے پادریصاحب کو کفار کے ساتھ ہمدردی ہے یا حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ؟ پادریصاحب اگر اسکا صاف صاف جواب دیدیں تو دنیا کو یہ تو معلوم ہو جائے کہ ان لوگونکا توحید کا اقرار محض ایک دھوکے کی ٹٹی ہے۔ اور انکے دلوں میں بت پرستی سے محبت ہے۔ پھر اگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے دکھ دینے والونکو اس بات سے ڈرایا کہ ان بدکاریونکی وجہ سے جنکا تم ارتکاب کر رہے ہو تم پہ عذاب الٰہی آنیوالا ہے۔ جسکی آخر تصدیق بھی ہوگئی تو کیا یہ آپنے برا کام کیا۔ کیا پادریصاحب کے نزدیک سچا نبی وہ ہوگا جو اپنے مخالفین کے آگے ہاتھ جوڑکر یہ کہدے کہ جو تم کہتے ہو سب سچ ہے اور جو میں کہتا ہوں وہ جھوٹ ہے اور جو بدکاری تم چاہو کرتے رہو۔ خدا تمہیں کبھی نہیں پکڑے گا۔ اور نہ تمہاری بدکاریونکی وجہ سے تم پر کوئی عذاب نازل

www.aalil.org

کرے گا۔ بلکہ تمہاری بدکاریونکو وہ بُری نظر سے بھی نہیں دیکھے گا۔ ایک کفارہ کا عقیدہ رکھنے والا ایسا کہے تو کہہ سکتا ہے مگر ہم تمام انبیاء علیہم السلام کی تاریخ میں ایسا کوئی نبی نہیں پاتے۔ خدا جانے اسلام پر اعتراض کرتے وقت ان لوگونکی عقلو پر کیا پردہ پڑجاتا ہے کہ اپنے ہی اصول کی اور اپنے ہی انبیاء کی تعلیم کی تردید شروع کردیتے ہیں اور جس شاخ پر بیٹھے ہوئے ہیں اسیکو کاٹنے لگ جاتے ہیں۔ اے دیوانو! دیکھو کہ تم کیا کر رہے ہو؟ اسلام پر اگر کوئی اعتراض ہے تو کرو مگر ایسا نہ کرو جس سے تمہاری اپنی بیخکنی ہوتی ہو+

اب ان آیات پر غور کرو۔ ایک تو سورہ علق کی چھٹی اور ساتویں آیت پر پادری سیل کو یہ اعتراض ہے کہ اس میں ناحق ابوجہل کو گالیاں دیگئی ہیں۔ یہ دونوں آیتیں یوں ہیں۔ کلا ان الانسان لیطغیٰ ان راہ استغنیٰ یعنی خدا تعالےٰ اپنی نعماء کا اور پھر اس بات کا ذکر کرکے کہ کیونکر اس نے محض اپنے فضل سے بذریعہ وحی وہ باتیں انسان کو سکھائیں جو وہ خود نہ جان سکتا تھا فرماتا ہے مگر انسان کا یہ حال ہے کہ وہ یہ نہیں کرتا کہ خدا کی شکرگذاری کرے بلکہ اپنے تئیں غنی اور بے نیاز سمجھ کر خدا سے سرکشی کرتا ہے+ حیرت آتی ہے کہ پادریصاحبان کو اسلام سے کیسا تعصب ہے کہ اس آیت کو بھی آنحضرت صلعم کی سخت کلامی میں درج کردیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اس میں ابوجہل کو برا کہا گیا ہے۔ کیا پادریصاحب کے نزدیک ابوجہل خدا کا بڑا فرمانبردار تھا جو اسکو سرکش کہنا گالی ہوگئی۔ خدا اس تعصب کا ستیاناس کرے۔ جو چنگے بھلے مہذب تعلیم یافتہ آدمیونکو یوں اندھا کردیتا ہے کہ ایک باطل کی تائید اور حق کی بلاوجہ تردید کے درپے ہو رہے ہیں! اول تو اس آیت میں عمومیت ہے اور اس سے اگلی آیتوں میں بالخصوص کسی ایسے شخص کا ذکر ہے جو مخالفت نبی کریم میں بہت بڑھ کر حصہ لیتا تھا۔ لیکن اگر اسکو بھی ابوجہل کے متعلق ہی سمجھ لیا جاوے تو کونسی سخت کلامی اس میں ہے کیا آنحضرت کو چاہئے تھا کہ وہ کہتے کہ ابوجہل خدا تعالےٰ کا بڑا فرمانبردار ہے مگر اگلی آیتو پر غور کرو جن میں اسکے مظالم اور ان مظالم کی پاداش کا جو خدا کیطرف سے اُسے ملنے والی ہے۔ ذکر ہے۔ فرماتا ہے:۔ ارءیت الذی ینھیٰ عبدا اذا صلیٰ ارءیت ان کان علے الھدیٰ او امر بالتقویٰ ارءیت ان کذب وتولیٰ الم یعلم بان اللہ یریٰ کلا لئن لم ینتہ لنسفعا بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ خاطئۃ فلیدع نادیہ سندع الزبانیہ۔ دیکھا تو نے اس شخص کو کہ جب ہمارا ایک بندہ نماز پڑھتا ہے تو وہ اسے منع کرتا ہے بھلا دیکھو تو سہی اگر یہ شخص خود راہ راست پر ہوتا یا لوگونکو راست بازی سکھلاتا۔ بھلا دیکھو تو اگر اسنے جھٹلایا اور منہ موڑا۔ کیا وہ یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالےٰ (اسکی ان کرتوتوں کو) دیکھتا ہے وہ سن رکھے کہ اگر وہ باز نہیں آئیگا تو ہم اسکو اسکی چوٹی جھوٹی خطاکار چوٹی پکڑ کر گھسیٹیں گے پھر اسے چاہیئے کہ اپنے ہمنشینونکو مدد کے لیے بلاوے۔ ہم بھی اپنے سیاست کرنیوالے فرشتونکو بلاوینگے (کہ اُسکو سزا دیں)" ان آیات میں کسی ایسے شخص کا ذکر ہے جو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کے دکھ دیتا۔

www.aaiil.org

آپ کو نماز و نسے روکتا۔ بجاے تقوے کی تعلیم دینے کے بدکاری اور بدی لوگونکو سکھاتا اور خدا کے نشانوں کو جھٹلاتا اور یہ سب کچھ اپنے اہل مجلس کی شیخی پر کرتا۔ کہ وہ سب اسکی مدد کو تیار تھے اور مدد کرتے تھے۔ اس شخص کی نسبت صریح الفاظ میں ابتدائے زمانہ وحی میں یہ پیشگوئی کی گئی۔ جب ابھی ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تنہا ہی سب مصایب کا نشانہ ہو رہے تھے اور ہر طرف سے آپکی وحی اور پیغام رسالت پر ہنسی ہوتی تھی۔ اور بت پرست نہ صرف آپکی ایذا بلکہ آپکی جان اور آپکے سلسلہ کی بیخکنی کے درپے ہو رہے تھے۔ کہ ان بت پرستوں اور ایذا دینے والونکا راس رئیس جوان افعال کا مرتکب ہو رہا ہے یہ خیال نہ کرے کہ وہ اپنے بیشمار ساتھیونکے ساتھ اس نبی پر جو تنہا ہے غالب آجاوے گا اور اسکو نیست و نابود کر سکیگا نہیں بلکہ اگر وہ ان کرتوتوں سے باز نہ آیا تو اس پر وہ دن آوے گا جس دن جھوٹی خطاکار چوٹی سے پکڑا جاکر گھسیٹا جاویگا اور اس دن اسکا ایک بھی مددگار اسکی مدد نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ خدا سب کچھ دیکھ رہا ہے اور ان شوخیونکو دیکھتا ہے جو یہ شخص کر رہا ہے۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص ابوجہل تھا جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور ایذا دہی اور بیخ کنی کیلئے جسقدر ممکن تھا زور لگایا۔ خصوصاً نماز میں یہ شخص آپکو بہت دکھ دیتا۔ اور کبھی پتھر اور کبھی غلاظت وغیرہ آپکی پشت پر رکھدیتا جب کہ آپ خدا کے حضور سجدے میں گرے ہوئے ہوتے اور پھر طرح طرح کی تجویزیں آپکے ہلاک کرنیکے لیے اسنے کیں۔ اس جگہ اللہ تعالے نے یہ بھی فرمایا کہ یہ کیسا ظالم شخص ہے کہ اول تو خود نہ راہ راست پر ہے اور نہ تقوے کی تعلیم لوگونکو دیتا ہے بلکہ گمراہی میں پڑا ہوا اور بدی پھیلاتا ہے۔ اور پھر ساتھ اسکے یہ دوسرا ظلم کہ اس شخص کو جو راہ راست پر ہے اور نیکی اور راستبازی کی تعلیم دیتا ہے ایذا دیتا بلکہ اسکی ہلاکت کے درپے ہو رہا ہے پس اللہ تعالے کی ہستی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خدا کیطرف سے ہونیکا یہ ایک نشان قرار دیا گیا کہ یہ شخص جو اسوقت بالکل اکیلا اور چارونطرف سے مصیبتونسے گھرا ہوا ہے۔ اسکا حامی اور ناصر خدا ہے اور یہ کفار کی کوششوں سے کبھی ہلاک اور تباہ نہ ہوگا بلکہ خود وہ لوگ جو اسکی ہلاکت کے درپے ہیں اسی دنیا میں عذاب کے ساتھ ہلاک کیے جاوینگے۔ چنانچہ آخر کار ایسا ہی ہوا کہ کئی سال تک متواتر مصیبت اٹھانیکے بعد آخر اس پیش گوئی کے پورا ہونیکا زمانہ آیا اور ابوجہل اپنے قوی اور نبرد آزما ساتھیوں کو جو ایک ہزار تعداد میں تھے ساتھ لیکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی سی اور کمزور جماعت کو جس میں نوعمر لڑکوں سمیت کل ۳۱۳ فرد تھے ہلاک کرنیکے لیے نکلا۔ مگر خدائے قادر نے یہاں اپنی طاقت کا ہاتھ دکھایا اور اس پیشگوئی کو پورا کیا جو تیرہ سال پہلے ہو چکی تھی یعنی اس چھوٹی سی جماعت کی کفار تاب مقابلہ نہ لاسکے اور ستر مارے گئے اور ستر قید ہو گئے اور باقی کل بھاگ گئے۔ ممکن تھا کہ ابوجہل بھی بھاگ جاتا مگر اللہ تعالی نے اپنے لفظونکو پورا کیا۔ اور ابوجہل ہلاک ہوا اور آخر چوٹی پکڑکر میدان جنگ میں گھسیٹا جاکر ایک گڑھے

www.aalm.org

میں ڈالا گیا اور کوئی اسکا ساتھی اسوقت اسکا مددگار نہ ہوا اسیوقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے باآواز بلند پکار کر۔ کہا کہ اے کفار عرب ہمنے تو ان وعدوں کو جو اللہ تعالے نے ہمارے ساتھ کیئے تھے یعنے تمہاری ہلاکت کے وعدے آج اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھ لیا۔ پس کیا تمنے بھی خدا کے وعدوں کا مزا اب چکھ لیا۔ اس عظیم الشان پیشگوئی کو جو ایسی کمزوری اور بے سروسامانی بلکہ ناکامیوں کی حالت میں کی گئی تھی اور پھر آخر ایسی شوکت اور جلال سے پوری ہوئی۔ حاسد دشمن گالیاں بناتا ہے حالانکہ یہی پیشگوئی اللہ تعالی کی ہستی اور اسکی طاقت اور علم پر بڑی زبردست شہادت ہے جو ایسی صاف ہے کہ کوئی دشمن بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا +

ایک اور مقام جسکا حوالہ پادریصاحب نے اس دعوے کی تائید میں دیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کفار کو ناحق برا کہا کرتے تھے سورۃ القلم کی مشہور آیتیں ہیں جنکو بعض ولید بن مغیرہ اور بعض ابوجہل کے متعلق سمجھتے ہیں۔ یہ آیات اس طرح پر ہیں:۔ ولا تطع کل حلاف مہین ہماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذلک زنیم ان کان ذا مال وبنین اذا تتلی علیہ ایاتنا قال اساطیر الاولین سنسمہ علی الخرطوم۔ اور تو کسی ایسے شخص کی بات نہ مان جو بہت قسمیں کھانیوالا ہے ذلیل ہے۔ عیب لگانیوالا ہے۔ چغلی کرنیوالا ہے۔ نیک کام سے روکتا ہے۔ حد سے نکلجانیوالا ہے۔ گنہگار گردن کش اور سب سے پیچھے بدنام (یا بداصل) بھی ہے اس برتے پر کہ مال اور بیٹے رکھتا ہے۔ جب ہماری آیتیں اسکو پڑھکر سنائی جاتی ہیں تو بول اٹھتا ہے کہ یہ اگلے لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں۔ عنقریب ہم اسکے ناک پر داغ لگائیں گے + یہ آیات ہر ایک کافر کے حق میں بھی ہو سکتی ہیں کیونکہ ان میں جو اخیری وعید ناک پر داغ لگانیکا ہے اگرچہ وہ ظاہری معنوں میں ولید بن مغیرہ کے حق میں پورا ہوا۔ جسکے ناک پر بدر کی جنگ میں زخم لگا۔ مگر عام معنوں کے لحاظ سے ہر ایک ایسے اوصاف والے کے حق میں یہ وعید الہی پورا ہوتا ہے کیونکہ ناک پر داغ لگانیسے مراد ذلیل کرنا ہے۔ سو ضرور خدا یتعالے ایسے آدمی کو جسکے اوصاف ان آیتوں میں بیان ہوئے ہیں دنیا میں ہی ذلیل کرتا ہے۔ پس یہ بھی ایک پیشگوئی ہے خواہ اسے ایک کافر ولید بن مغیرہ کے حق میں سمجھ لیا جاوے اور خواہ ہر ایک کافر کے حق میں جس میں یہ باتیں پائی جاتی ہوں۔

بعض حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ سورہ مدثر کی بعض آیتیں بھی اس کافر ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئیں ان کا حوالہ بھی سیل صاحب نے دیا ہے اور انکو گالیاں بھیرایا ہے حالانکہ یہاں بھی اسی پیشگوئی کا اعادہ ہے جو اسکے حق میں کی گئی تھی کہ اسکا مال و دولت اور اسکے ساتھی اسے کوئی کام نہ دینگے اور اسکی بدکرداریوں کی پاداش میں اسے اللہ تعالے سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔ وہ آیات یہ ہیں۔ ذرنی ومن خلقت وحیدا

www.aalii.org

وجعلت له مالا ممدودا وبنین شهودا ومهدت له تمهیدا ثم یطمع ان ازید کلا انه کان لآیاتنا عنیدا۔ سارھقه صعودا۔
چھوڑدے مجھکو اور اس شخص کو جسے میںنے پیدا کیا اکیلا اور دیا میںنے اسکو مال بہت سا اور بیٹے جو اسکے سامنے موجود
ہیں اور ہر طرح کا سامان اسکے لیے مہیا کر دیا اور ابھی وہ یہ حرص رکھتا ہے کہ کچھ اور بھی اسے دیا جاوے ایسا ہرگز
نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ ہمارے نشانوں کا مخالف ہوا اسلیے عنقریب ہم اسکو سخت عذاب میں مبتلا کرینگے + یہاں
بھی عذاب کی پیش گوئی کا ہی ذکر ہے خدا جانے پادریصاحب کو اس جگہ کونسا لفظ نظر آیا ہے جسے وہ گالی سمجھتے ہیں
ایسا ہی سورۃ اللہب کے متعلق انہوں نے لکھا ہے کہ اس میں ابولہب کو برا کہا گیا ہے مگر یہاں بھی سوائے اسکے کہ ابولہب
کے متعلق (یا اسی وصف والے کسی اور انسان کے متعلق) پیش گوئی ہے اور کچھ نہیں۔ عامد کفار اس بھروسہ پر کہ
مال و دولت انکے ہاتھ میں ہے اور لوگ بھی انکے ساتھ ہیں اور انکی باتو نکو مانتے ہیں طرح طرح کی اذیتیں نبی کریم
صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے۔ آپنے جو کچھ انکو کہا وہ صرف یہی تھا اور یہ بھی وحی الہی کی بنا پر کہ نہ تمہارے مال و
دولت تمہیں کام دینگے اور نہ ہی کوئی ساتھی کام آئیگا۔ اور تمپر تمہاری ان بدکرداریونکی وجہ سے سخت عذاب نازل
کیا جائیگا۔ یہ عذاب اور ہلاکت کے وعدے سب سے پہلے جنگ بدر میں پورے ہوئے جسکو قرآن شریف یوم الفرقان
کے نام سے بیان کرتا ہے کیونکہ اس دن اللہ تعالے نے کفار کی ہلاکت اور حق کی فتح اور غلبہ کے وعدے کو پورا
کر کے حق اور باطل میں کھلا کھلا فرق کر دکھایا۔

اصل بات یہ ہے کہ وہ الفاظ جنکو سیل صاحب دھمکیاں اور گالیاں قرار دیتے ہیں وہ پیشگوئیاں ہیں جنمیں
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمنونکی انجام کار تباہی اور ناکامی کی خبر قبل از وقت دیگئی ہے اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو فتح اور کامیابی کی خوشخبری دیگئی ہے۔ جس میں ایک اشارہ یہ بھی ہے کہ آخر دنیا میں حق ہی
غالب ہوگا اور سب قسم کے باطل نیست و نابود کیے جاوینگے۔ یہ پیشگوئیاں بار بار قریبًا ہر سورت میں کسی نہ کسی
رنگ میں بیان کی گئی ہیں ان پیشگوئیونکے پورا ہونے سے پہلے کفار جو کچھ انکی نسبت کہتے وہ معذور سمجھے جا سکتے
تھے مگر جب انہوں نے کھلے طور پر انکا پورا ہونا اپنی آنکھوںسے مشاہدہ کر لیا اور پہلے بمقام بدر اور پھر فتح مکہ میں
کامل طور پر انکا ظہور ہو گیا تو انہوں نے ایک لمحہ کے لیے بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قبول کرنے میں تامل
نہیں کیا۔ اور صاف طور پر یہ اقرار کیا کہ بیشک سوائے خدائے قادر کے یہ کسی کا کلام نہیں ہو سکتا جس نے برسوں
پہلے ان واقعات کی خبر دی جنکے ظہور میں آنیکی کبھی بھی کسی کو امید نہ تھی چنانچہ انہی پیشگوئیوں کے بتمام کمال ظہور پذیر ہونے
نے ہی عرب کی وہ کایا پلٹ دی جسکی نظیر دنیا میں اور کسی جگہ نہیں ملتی۔ چند آیات نیچے نقل کیجاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا
ہے کہ قرآن کریم نے ابتدا سے ہی کسقدر زور اس بات پر دیا تھا کہ آخر دشمنان حق مغلوب ہونگے اور نبی کریم
صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ سے سب روکوں کو دور کر کے انکو مظفر و منصور اور دشمنونپر غالب کیا جاویگا۔ چنانچہ یہ

www.aaiil.org

الفاظ قم فانذر یعنی اے پیغمبر اٹھ اور لوگونکو آنیوالے عذاب سے ڈرا ابتدائی وحی کے الفاظ ہیں۔ یہ صرف خیالی طور پر ڈرانا ہی نہ تھا بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کل قوم کو اکٹھا کرکے یہ کہا کہ اگر میں تمکو یہ کہدوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بڑی بھاری فوج تمپر حملہ کرنیکے لیے تیار ہے تو تم مانوگے یا نہیں۔ سب نے ایک آواز ہوکر کہا کہ ہم آپکو بچپن سے ہی صادق مانتے ہیں اور اسلیے تیری ہر بات کا یقین ہے پھر آپنے کہا کہ پھر یقین کرلو کہ تمہاری بداعمالیونکی وجہ سے تمپر عذاب الہی نازل ہونیوالا ہے۔ جیسے جیسے قرآن کریم نازل ہوتا رہا وحی الہی میں اس عذاب کی تفصیل کھلتی گئی چنانچہ سورہ مزمل میں فرمایا۔ وذرنی والمکذبین اولی النعمۃ ومہلہم قلیلا۔ اور چھوڑدو مجھکو اور جھٹلانیوالے خوشحال لوگونکو (تاکہ میں انکو سزادوں) اور انکو تھوڑی سی مہلت دو۔ اور پھر آگے چلکر فرمایا جسکا ترجمہ یہ ہے "جیسا ایک رسول ہمنے فرعون کیطرف بھیجا تھا ویسا ہی ایک رسول تمہاری طرف بھیجا ہے۔ سو فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمنے اسکو سخت وبال میں پکڑا۔ پس اے کفار مکہ اگر تم بھی انکار پر ہی جمے رہوگے تو تم کیونکر اس دن کی سختی سے بچ سکوگے جو بچونکو بوڑھا کردیگی (ایسی سخت مصیبت اس دن کی ہوگی) اور اس دن آسمان پھٹ جائیگا۔ (یہ خیال نہ کرنا کہ یہ باتیں ہی باتیں ہیں اور ہونا ہوانا کچھ نہیں) یہ خدا کیطرف سے ایک وعدہ ہے۔ جو پورا ہوکر رہے گا۔ یہ نصیحت کی بات ہے جو چاہے اپنے پروردگار کا راہ اختیار کرے"۔

بار بار قرآن کریم پہلی قومونکے حالات کو بیان فرماتا ہے جسکا منشا کفار مکہ کو یہ سمجھانا تھا کہ جس طرح وہ قومیں انبیاء کی مخالفت کیوجہ سے ہلاک کی گئیں اسی طرح تم بھی ہلاک کیے جاؤگے چنانچہ عرب کے کنارے کنارے جو قومیں کسی زمانہ میں آباد تھیں ان میں بھی نذیر آئے مگر انہوں نے بدکاریونکو نہ چھوڑا اور اسلیے انکا نام ونشان مٹادیا گیا کیونکہ خدا کا غضب انپر نازل ہوا۔ دیکھو سورۃ الفجر "کیا تو نہیں دیکھتا کہ تیرے پروردگار نے عاد ارم کے لوگونکے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ جو بڑے بڑے ستونوں والے تھے یعنی بڑی بڑی عمارتیں بناتے تھے جن کی نظیر ملکوں میں پیدا نہیں ہوئی۔ اور پھر ثمود کو دیکھو کہ انکا کیا حال ہوا جنہوں نے وادی میں پتھرونکو تراشا۔ اور فرعون بڑے لشکروں والے کا کیا حال ہوا ان سب لوگوں نے شہروں میں سرکشی کی اور ان میں فساد کو بہت بڑھادیا (اور اس سرکشی کیوجہ سے) تیرے رب نے ان سب پر عذاب کا کوڑا لگایا۔ بیشک اب بھی تیرا پروردگار ان کفار کی سزادہی کیلیے گھات میں لگا ہے"۔ ایسا ہی سورۃ القمر میں مختلف قومونپر عذاب ہلاکت کے آنیکا بیان کرکے ہر ایک کے ذکر کے بعد فرماتا ہے ولقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر یعنی ہمنے قرآن کو ان لوگونکے (پہلی قومونکی حالتونکو دیکھکر) نصیحت پکڑنیکے لیے آسان کردیا ہے پھر کوئی ہے جو نصیحت پکڑے۔ نوح کی قوم۔ ثمود اور عاد۔ فرعون اور لوط کی قومیں کل کی کل ہلاک کی گئیں پس کیا کفار مکہ بچ جائیں گے۔ چنانچہ ان قومونکی ہلاکت کا ذکر کرکے اخیر پر فرماتا ہے۔ اکفارکم خیر من اولئکم ام لکم براءۃ فی الزبر ام یقولون

www.aaiil.org

نحن جمیع منتصر سیھزم الجمع ویولون الدبر بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھیٰ وامر۔ اے مکہ کے رہنے والو تم میں جو کافر ہیں وہ ان پہلوں سے کچھ بہتر ہیں (جو اپر عذاب نہیں آئیگا) یا پہلی کتابوں میں تمہارے لیے کوئی معافی کا حکم لکھا ہوا ہے؟ یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم بڑی قوی جماعت بدلہ لینے والی ہیں؟ سو یہ سارا گروہ شکست کھائیگا اور (مسلمانوں کے مقابلے میں) پیٹھ ... پھیر کر بھاگیں گے۔ ہاں ایک خاص گھڑی انکے وعدے کا وقت ہے اور وہ گھڑی بہت ہی سخت اور کڑوی ہے

پادری سیل نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی ثبوت اپنے خدا کیطرف سے ہونیکا دیا ہو۔ مگر بات یہ ہے کہ جس صفائی سے قرآن کریم نے اپنے دعووں کا ثبوت دیا ہے اسکی نظیر دوسرے لوگوں کی مقدس کتابوں میں تلاش کرنا عبث ہے۔ مذہب کی بناء دو ضروری اصولوں پر ہے۔ ایک یہ کہ خدا ہے جسکا علم اور قدرت ایسے وسیع ہیں کہ وہ ہمارے دل کے چھپے ہوئے خیالوں سے بھی آگاہ ہے اور ہر بدکردار کو سزا دینے پر قادر ہے اور دوسرا یہ کہ نیک و بد افعال کی جزا و سزا ملے گی۔ کیونکہ مذہب کی غرض و غایت یہ ہے کہ انسان کی زندگی تمام گناہ سے پاک ہوکر وہ راستبازی سے زندگی بسر کرے۔ مگر یہ مدعا کبھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ جبتک کہ یقین کامل سے اسے اس بات کا علم نہ ہو کہ اسکے اوپر ایک ایسی برتر اور اعلےٰ ہستی ہے جسکی آنکھ سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی اور جسکے طاقتور ہاتھ سے کوئی چیز باہر نہیں جاسکتی اور یہ کہ جن نیک یا بد افعال کا مرتکب وہ اس دنیا میں ہوگا۔ انکا پھل یقیناً دوسری دنیا میں چکھیگا۔ ایسے کامل یقین کے بغیر پاکیزگی حاصل نہیں ہوسکتی اور پاکیزگی کے بغیر نجات ناممکن ہے۔ اب دو باتیں قرآن کریم نے نہایت صفائی سے ثابت کی ہیں۔ خدا یتعالیٰ کی ہستی اور اسکے کامل علم اور قدرت کو اس طرح ثابت کیا ہے کہ ایسے وقت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کامیابی اور کفار کی ذلت و شکست کی پیشگوئیاں کیں جب یہ دونوں باتیں بالکل ناممکن معلوم ہوتی تھیں۔ پھر ان زبردست پیشگوئیوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی پورا کرکے یہ ثابت کردیا کہ واقعی خدا موجود ہے جو کامل علم اور کامل قدرت والا ہے اور اس طرح پر اسکی ہستی پر یقین تام ان پیشگوئیوں کے مشاہدہ کرنیوالوں کے دلوں میں پیدا کردیا۔ دوسری بات عالم آخرت میں نیک و بد افعال کی جزا و سزا کا مسئلہ ہے اسکا ثبوت اس کتاب پاک نے ایسا دیا ہے جسکی نظیر دنیا کی کسی کتاب میں نہیں ملتی۔ اور وہ یہ ہے کہ قرآن شریف میں مومنوں کے لیے دو قسم کے وعدے اور کفار کے لیے دو قسم کے وعید ہیں ایک وعدہ اس دنیا میں کامیابی اور برکات کا اور دوسرا وعدہ عالم آخرت میں فلاح اور بہبودی کا۔ اور ایسا ہی ایک وعید اس دنیا میں سزا اور ہلاکت کا اور ایک وعید عالم آخرت میں سزا اور ہلاکت کا۔ اب چونکہ دوسری قسم کا وعدہ اور وعید ایک ایسے عالم کے متعلق ہیں جہاں انسان اس دنیا کی زندگی میں نہیں جاسکتا اسلیے قرآن کریم نے اس وعدہ اور وعید کو قسم اول کے وعدہ اور وعید کے پورا کرنیسے ثابت کیا ہے مومنوں کے لیے جو نیک کام کرتے ہیں۔ قرآن کریم یہ وعدہ کرتا ہے کہ عالم آخرت میں انکو بڑی برکات اور نعماء کا وارث

www.aaiil.org

کیا جاویگا۔ اور اسکے ثبوت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس دنیا میں بھی انکو فتوحات اور خوشحالی دیجاویگی۔ حالانکہ ان وعدونکے وقت مسلمانونکی حالت اس نازک پودے کی طرح تھی جو ابھی زمین سے نکلا ہی ہے۔ اور مخالفت کی سخت آندھی سے ہر وقت اکھڑ جانیکے خطرہ میں ہے۔ مگر اس دنیا کے وعدہ کو باوجودیکہ وہ اسقدر بعید از قیاس تھا۔ اللہ تعالے نے کامل طور پر پورا کر دینے کے ساتھ یہ ثابت کر دیا کہ عالم آخرت کا وعدہ بھی سچا ہے اور ایک وعدہ کے پورا ہونیسے گویا انہوں نے دوسرا وعدہ بھی اپنی آنکھونسے مشاہدہ کر لیا۔ ایسا ہی کفار کیلیے کتاب پاک میں یہ وعید ہے کہ عالم آخرۃ میں انکی بدکرتوتونکی پاداش میں ان کو سخت عذاب میں مبتلا کیا جاویگا اور اسکے ثبوت کے لیے ایک اور وعید اس دنیا کے عذاب کے متعلق دیا گیا حالانکہ اس وعید کے دینے کے وقت کفار کیحالت ایسی تھی کہ کبھی کوئی گمان ہی نہ کر سکتا تھا کہ یہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کبھی شکست کی ذلت اٹھائینگے بلکہ اُن شکست اور ذلت کی پیشگوئیونپر ہنستے تھے۔ مگر خدائے قادر اور ذوالجلال نے اس پیش گوئی کے وعید کو اسی دنیا میں کفار کو چکھا کر یہ ثابت کر دیا کہ اسکا وعید سزا عالم آخرت کے متعلق بھی بالکل سچا ہے۔ یوں ایک وعید کو پورا ہوتے دیکھکر کفار نے دوسرے وعید کو بھی گویا اپنی آنکھونسے پورا ہوتے دیکھ لیا۔ یہ صاف اور کھلا طریق جزا و سزا کے ثبوت کا اور کسی کتاب میں ہمیں نظر نہیں آتا۔ اگر توریت کو دیکھتے ہیں تو اس میں عالم آخرت کے جزا و سزا کا نام بھی نہیں ملتا۔ بلکہ تمام زور اسی دنیا کی جزا و سزا پر ہی دیا گیا ہے دوسری طرف انجیل ہے جسنے نہ سچے مومنین کو اس دنیا میں کامیابی اور فتح کے وعدے دیئے ہیں اور نہ مکذبین کو ہلاکت اور ذلت کے۔ بلکہ صرف عالم آخرت کا ہی حوالہ دیا ہے جو نرا دعوے ہی دعوے ہے کہ مومن ابراہیم کی گود میں بیٹھیں گے اور شریر جہنم میں جلینگے جہاں ہمیشہ کیلیے رونا اور دانتونکا پیسنا ہوگا۔ پس توریت اور انجیل دونوں اس بیّن ثبوت سے بالکل خالی ہیں جو قرآن کریم نے دیا ہے اور یہ دراصل ایسا نرالا طرز ثبوت کا اور ساتھ اسکے ایسا صاف اور واضح طریق ہے کہ ایک طرف تو اسکی نظیر کسی کتاب میں نہیں ملتی اور دوسری طرف اسکی صفائی اور قطعیت خود لانظیر ہے۔ پس جسقدر ثبوت انسان کی زندگی کو پاکیزہ بنانے اور گناہونسے پاک کرنیکے لیے ضروری ہے وہ نہایت صفائی سے قرآن کریم اور ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے پیش کر دیا اور منجملہ دوسرے بیشمار امتیازوں کے اسلام کو یہ امتیاز بھی سب مذاہب پر حاصل ہے۔

وہ وعید جو قرآن کریم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مجرم مکذبین کو اس دنیا کی سزا کے متعلق دیئے ہیں بعض وقت عالم آخرت کے وعیدونکے ساتھ ایسے ملے جلے ہوئے ہیں کہ جھٹ ایک سے دوسرے کیطرف انتقال ہو جاتا ہے۔ اور بعض موقعہ پر دونوں قسم کے وعید کو بالکل الگ الگ کر کے بیان کیا گیا ہے جسے موٹی سے موٹی سمجھ والا انسان بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے اسکی ایک نظیر سورۃ القلم میں ملتی ہے جہاں کہ

www.aaiil.org

والوں کی سزا کا ایک تمثیل کے رنگ میں ذکر کیا ہے اور تمثیل ان الفاظ سے شروع کی ہے۔ انا بلوناھم کما بلونا اصحٰب الجنۃ اذ اقسموا لیصرمنھا مصبحین ولا یستثنون فطاف علیھا طائف من ربک وھم نائمون فاصبحت کالصریم یعنی ہم کفار مکہ کو اسی طرح آزماوینگے جیسا ہم نے باغ والونکو آزمایا جبکہ انہوں نے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ صبح ہوتے ہی ہم اسکے پھل ضرور توڑ لینگے۔ اور اس بات کا انکو ایسا یقین تھا کہ انشاء اللہ بھی نہ کہا مگر وہ ابھی سوتے ہی تھے کہ تیرے پروردگار کیطرف سے عذاب الٰہی اسپر پھر گیا اور وہ صبح تک ایسا ہو گیا جیسا جڑ سے کٹا ہوا۔ اس باغ کے پھل گویا مکہ والونکی محنت کے پھل تھے۔ اور اس تمثیل میں انہیں یہ سمجھایا گیا کہ جو کچھ تم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کر رہے ہو یہ تمہاری محنت سب اکارت جائے گی اور تمثیل کے اخیر پر باغ والونکے یہ الفاظ بیان کیے گئے ہیں۔ قالوا سبحٰن ربنا انا کنا ظٰلمین اور پھر قالوا یٰویلنا انا کنا طٰغین۔ یعنی بول اٹھے کہ پاک ہے پروردگار ہمارا ہم بیشک ظالم تھے۔ اور پھر بول اٹھے کہ افسوس ہم پر ہم بیشک سرکش تھے۔ بعینہٖ ایسے الفاظ مکہ والوں نے اسوقت کہے جب فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور انہوں نے اپنے قصوروں کا اعتراف کیا اور طالب معافی ہوئے۔ پھر اسکے بعد اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کذٰلک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون۔ ایسا ہی عذاب ان اہل مکہ پر نازل ہوگا۔ (اور یہ تو دنیا کا عذاب ہے) آخرت کا عذاب اس سے کہیں بڑھکر ہے۔ اے کاش اگر یہ لوگ سمجھتے اور پھر کفار کے اس عذاب کا ذکر کر کے ساتھ ہی دوسری آیت میں فرمایا۔ ان للمتقین عند ربھم جنٰت النعیم۔ یعنی پرہیزگارونکے لیے اپنے پروردگار کے حضور نعمتونکے باغ ہیں جس سے اس تقابل کا بیان کرنا مقصود ہے جسکا ذکر اوپر ہوا ہے۔ یعنی جیسا کفار کے لیے اس دنیا میں بھی کچھ عذاب ہے اور پھر آخرت میں اور بھی بڑھکر عذاب ہوگا۔ ایسا ہی پرہیزگارونکے لیے باغ ہیں جو اس دنیا میں بھی انکو ملینگے اور آخرت میں بھی۔ اب یہ سورت نہایت ابتدائی زمانہ کی ہے اور اسی میں آخرت کے وعدہ اور وعید کا یہ ثبوت دیا گیا ہے کہ مجرمونکے باغ اور انکی محنتونکے پھل اسی دنیا میں ضایع کیے جائینگے اور مومنونکو باغ دیئے جائینگے اور اس دنیا میں انکو باغ دینے سے اسطرف اشارہ ہے کہ آخرت میں بھی انکو باغ دیئے جائینگے اور کئی جگہ بھی اس دنیا کے وعید اور آخرت کے وعید کے تعلق کو ایک جا بیان کر کے ظاہر فرمایا ہے جیسا سورہ طور میں۔ وان یروا کسفا من السماء ساقطا یقولوا سحاب مرکوم فذرھم حتےٰ یلٰقوا یومھم الذی فیہ یصعقون یوم لا یغنی عنھم کیدھم شیئا ولا ھم ینصرون۔ وان للذین ظلموا عذابا دون ذلک ولکن اکثرھم لا یعلمون۔ اور اگر آسمان سے ایک ٹکڑا یعنی عذاب الٰہی اترتا ہوا دیکھیں تو پھر بھی یہی کہیں گے کہ یہ بادل ہے تہ بتہ۔ پس چھوڑ دے انکو جب تک اُسدن کو نہ پاویں جس دن کہ وہ بیہوش کیئے جاوینگے جسدن انکی جنگ یا تدبیر کچھ بھی انکے کام نہ آویگی اور نہ ہی انکو مدد پہونچیگی اور ان لوگونکے لیے جو گنہگار ہیں اس عذاب کے علاوہ ایک اور عذاب بھی ہے لیکن بہت انکے نہیں جانتے ایسا ہی

www.aaiil.org

سورۃ القمر میں عاد اور ثمود اور دوسری قوموں کا ذکر کر کے جو ہلاک کی گئیں۔ کفار مکہ کے لیے عذاب کا وعید ہے اور دنیا کے عذاب کا ذکر کرتے کرتے عذاب قیامت کو ایسے طور سے بیان کیا ہے کہ گویا اسی دنیا کے عذاب کا ہی وہ بھی ایک حصہ ہے کیونکہ ایک کو دوسرے سے بہت تعلق ہے۔ چنانچہ فرمایا سیھزم الجمع ویولون الدبر بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھیٰ وامر ان المجرمین فی ضلل وسعر۔ عنقریب وہ وقت آتا ہے کہ کفار کی جماعت شکست کھائیگی اور مسلمانوں کے مقابلے میں پیٹھ پھیر کر بھاگ جائینگے مگر ایک گھڑی اسکے لیے مقرر ہے اور وہ گھڑی بڑی مصیبت لانیوالی اور تلخ ہے۔ بیشک مجرم لوگ ہلاکت اور رنج کی راہ میں ہیں۔ یہانتک پیشگوئی اسی دنیا کے عذاب کے متعلق جو کفار کو شکست اور ناکامی کے رنگ میں پیش آنیوالا تھا اور جسکا ظہور بدر میں ہوا۔ مگر اگلی آیت میں دونوں عذابوں کو ملادیا ہے۔ یوم یسحبون فی النار علے وجوھم ذوقوا مس سقر۔ اس دن منہ کے بل گھسیٹے جاکر آگ میں ڈالے جائینگے اور کہا جائیگا کہ اب دوزخ کا مزہ چکھو۔ اس آیت میں منہ کے بل گھسیٹا جانا تو اسی دنیا میں واقع ہوا جب بدر کے مقتول اس طرح پر گھسیٹے جاکر گڑھے میں ڈالے گئے۔ اور پھر ساتھ ہی اسکے دوسرے عذاب کا جو عالم آخرت میں ہونیوالا تھا ذکر فرمایا کہ جس طرح تم نے دنیا کا عذاب چکھا اب اسی طرح آخرت کا عذاب بھی چکھو۔

جیسا بدکاروں کے لیے دوہری سزا رکھی گئی ایک اسی دنیا میں اور ایک آخرت میں۔ ایسا ہی راستبازوں کے گروہ کے لیے دوہری برکات رکھی گئیں۔ یعنی اس دنیا میں کامیابی اور فتوحات اور دوسری دنیا میں فلاح اور نجات۔ دنیا کی عزت اور کامیابی گویا آخرت کی عزت اور کامیابی کا ایک نمونہ تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جو سب سے پہلے وحی نازل ہوئی اس میں بھی یہ اشارہ پایا جاتا ہے۔ اقرء وربک الاکرم۔ پڑھ اور تیرا پروردگار بزرگ تر ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جیسا عزت والا اور بزرگ آقا ہوگا اسی کی عزت اور بزرگی کے مطابق اس کے بندے کی عزت اور بزرگی بھی ہوگی۔ یہاں اللہ تعالےٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے کہ تیری ربوبیت کرنے والا وہ ہے جو سب بڑوں سے بڑا ہے۔ پس تو کبھی ذلیل اور ناکام نہیں ہوگا۔ کیونکہ تیری پرورش اس نے اپنے ذمہ لی ہے جو سب کریموں سے بڑا کریم ہے۔ علاوہ ازیں ہر ایک پیشگوئی جو آنحضرت کے دشمنوں کی ہلاکت کے لیے کی گئی تھی۔ وہ خود آپ کے مظفر و منصور اور کامیاب و بامراد ہونے کی ایک پیش گوئی تھی۔ اور پھر سارے قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ دو گروہوں کو ایک دوسرے کے بالمقابل بیان فرماتا ہے۔ یعنے ایک مخلصین اور مومنین کا گروہ جس کو مظفر و منصور قرار دیا گیا ہے۔ اور دوسرا مجرمین اور مکذبین کا گروہ جس کو ناکام و نامراد اور مورد غضب الٰہی قرار دیا گیا ہے۔ اور بار بار ان دو گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ کہ کیونکر حضرت موسےٰ کامیاب ہوئے اور فرعون ہلاک ہوا۔ حضرت نوح کامیاب ہوئے۔ اور وہ قوم جو آپ پر تمسخر کرتی تھی ہلاک کی گئی۔ حضرت ابراہیم۔ لوط۔ ہود۔ شعیب۔ صالح۔

www.aaiil.org

اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام منظفر و منصور اور بامراد ہوئے اور انکے دشمن انکی آنکھونکے سامنے ہلاک یا ذلیل اور خوار ہوئے۔ سورہ والصفت میں اسی طرح راستباز انبیاء کی فلاح اور کامیابی اور انکے مکذبین کی ہلاکت اور نامرادی کو بیان کرنیکے بعد اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فکفروا بہ فسوف یعلمون ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انہم لہم المنصورون وان جندنا لہم الغالبون۔ ان لوگون نے اس نبی کا انکار کیا سو وہ تو عنقریب اسکا نتیجہ معلوم کر لینگے اور ہمارے ان بندونکے حق میں جو ہمارے رسول ہیں ہمارا یہ وعدہ پہلے سے ہی ہو چکا ہوا ہے کہ وہی منصور و مظفر ہونگے اور جو ہمارے لشکر ہیں وہی غالب ہونگے یہ وہ وعدے تھے جنکو اپنی آنکھونسے پورے ہوتے دیکھکر مسلمان اس یقین سے بھر گئے کہ بیشک خدا کے کل وعدے سچے ہیں اور انکا ایمان خدا اور عالم آخرت پر یقین کے درجہ تک پہنچ گیا۔ یہ ایسا مشاہدہ تھا کہ جس سے انہوں نے خدا کو اپنی قدرتونکے ساتھ ایسا شناخت کر لیا گویا کہ دیکھ ہی لیا اور جو دیوار حجاب کی انسان اور خدا کے درمیان حایل ہے وہ گویا بالکل اٹھ گئی اُس دنیا کا جنت اور اسکی خوشیاں انکے لیے ایسی خوشیاں تھیں جنکو گویا وہ اپنی آنکھونسے دیکھ رہے تھے کیونکہ اس دنیا کے جنت اور کامیابیاں انکو حسب وعدہ الٰہی حاصل ہو چکی تھیں۔

یہ وہ واقعات ہیں جن کی تصدیق ہر ایک ایسا شخص کر سکتا ہے جو قرآن کریم کو غور سے پڑھے اور ان واقعات سے یقینی اور قطعی نتیجہ اس بات کا پیدا ہوتا ہے کہ نیک و بد افعال کی جزا و سزا دوسرے عالم میں ملنے والی ہے۔ گویا نیک افعال ایک بیج کی طرح ہیں جو یہاں بویا جاتا ہے اور جسکا پھل کھلے طور پر عالم آخرت میں انسان کو ملتا ہے۔ اور ایسا ہی برے افعال اس بیج کی طرح ہیں جن کا برا پھل انسان کو آیندہ کی زندگی میں کھانا پڑے گا۔ مگر ان واقعات کے ہوتے ہوئے پادری سیل اس بات کا انکار کرتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان باتونکا جو کفار عرب کے سامنے آپ پیش کرتے تھے ثبوت بھی دیا۔ میں نہیں سمجھ سکتا اس سے زیادہ واضح اور بین ثبوت اسکا اور ہو ہی کیا سکتا تھا۔ اگر پادریصاحب اس سے کوئی بہتر ثبوت پیش کر سکتے ہوں تو وہ کریں۔ اللہ تعالےٰ کی ہستی اور جزا و سزا کا اگر کوئی ثبوت صحیح اور شبہ سے خالی ہو سکتا ہے تو وہ وہی ہے جو قرآن کریم نے دیا ہے مگر پادریصاحبان بیہودہ معجزات کے ایسے قایل ہو گئے ہیں کہ انکو سیدھا ثبوت ہی سمجھ میں نہیں آتا انکے نزدیک مسیح کا پاک پانی کو ناپاک شراب کی صورت میں بدل دینا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ خدا ہے اور نیک و بد اعمال کی جزا و سزا ملیگی حالانکہ انہیں سوچتے کہ وہ مہمان جن کو یہ نئی شراب معجزہ کے ذریعے بنا کر دیگئی تھی وہ تو پہلے ہی شراب سے بدمست اور متوالے ہو رہے تھے خدا جانے اس نشہ میں کیا چیز انکو پلادی تھی جسکو وہ شراب سمجھے کیونکہ متوالے آدمی کو کوئی بدبودار چیز دو وہ اسے شراب ہی سمجھ کر پی جائیگا۔ پھر بھو تونکا نکالنا ایک اور معجزہ بیان کیا جاتا ہے۔ جاہل لوگ تو ایسی باتونسے متاثر ہو سکتے ہیں مگر ایک سمجھدار آدمی کب اس بات کو مانیگا کہ اس سے

م ایسا ہی آیت انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا

www.aaiil.org

خدا کی ہستی یا جزا و سزا کا مسئلہ ثابت ہو گیا کاش پادریصاحبان ان باتوں پر غور کریں۔

سیل صاحب کے بعض استدلال پڑھکر تو ہنسی آتی ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی نشان یا ثبوت اپنے دعوے کی تائید میں پیش نہیں کیے بلکہ چونکہ وہ اپنے مخالفین کیلیے دوزخ کی نہایت ڈراؤنی تصویریں کھینچ کر دکھاتے تھے اور ایمان لانیوالونکے لیے بہشت کے نعما کا عمدہ عمدہ پیرایوں میں ذکر کرتے تھے اسلیے عرب انکی باتوں مان گئے۔ پادریصاحب واقعی ایسے بھولے نہیں جیسا انکے اس بیان سے سمجھا جاویگا وہ خوب جانتے ہیں کہ خالی دھمکیوں اور خشک وعدونسے کب کوئی انسان مان جاتا ہے جبتک ثبوت ساتھ نہ ہو۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ باوجود دوزخ کے عذاب کو طرح طرح کے پیرائیوں میں بیان کرنیکے بلکہ باوجود اسکے کہ انکو اسی دنیا میں عذاب کے آنیسے ڈرایا گیا تھا پھر بھی بہت سے لوگوں نے آپکو ماننے سے انکار کیا۔ عرب کا ماننا اسوجہ سے نہ تھا کہ دوزخ کے عذاب اور بہشت کی نعما کا ذکر کیا گیا تھا بلکہ جیساکہ صاف سمجھ میں آتا ہے اسکی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ہزاروں آسمانی نشان اور سینکڑوں زبردست پیشگوئیاں پوری ہوتی دیکھکر اچھی طرحسے اس بات کو سمجھ لیا کہ جو کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہہ رہے ہیں وہ بالکل حق ہے اور اللہ تعالے کی ہستی اور جزا و سزا کے مسئلہ کا کھلا کھلا اور بیّن ثبوت انکو ملگیا۔ بدیونکی وہ گھنی تاریکی جو سارے جزیرہ نما عرب پر چھا گئی تھی اور جو عربوں کے خون کے اندر رچ چکی تھی۔ وہ خالی دعووں سے دور ہو سکتی تھی کیونکہ خالی دعوے تو یہودی اور عیسائی بھی پہلے کر چکے تھے۔ اور ناکامی کا منہ دیکھ چکے تھے۔ اس سخت تاریکی کے دور کرنیکے لیے آسمانی نشانوں اور زبردست دلایل کی تیز روشنی کی ضرورت تھی اور یہ ضرورت ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے آنیسے پوری ہوئی اللھم صل علے سیدنا محمد و علے آل سیدنا محمد و بارک وسلم انک حمید مجید۔

یہ دعوے صرف حماقت پر مبنی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی صداقت کا کوئی ثبوت نہیں دیا۔ اگر ثبوت نہیں دیا تھا تو ایسی عظیم الشان تبدیلی کیونکر ظہور میں آگئی۔ ایکطرف اس سخت مخالفت کو دیکھو جو ابتدائے دعوے میں کیگئی اور دوسری طرف اس کامل فرمانبرداری پر غور کرو جو آخر کار اہل عرب نے دکھائی تو کسقدر صفائی سے کھلجاتا ہے کہ نہایت زبردست دلایل اور چمکدار نشان دکھائے گئے جنہوں نے ان لوگونکے دلونکو باوجود سخت مخالفت کے مسخر کر لیا۔ پادریصاحبان یہی شور مچاتے رہتے ہیں کہ معجزہ کوئی نہیں دکھایا گیا۔ لیکن اگر یہ صحیح ہے کہ یسوع مسیح باوجود بہت سے عجیب و غریب معجزات دکھانیکے اپنے مخالفونکو اپنی صداقت کا قایل نہ کر سکا اور ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بغیر کوئی معجزہ دکھانیکے اپنے دشمنونکی کل قوم کو اپنی زندگی میں اپنی صداقت کا قایل کر دیا تو پھر یہی ماننا پڑے گا۔ کہ معجزہ سے کمزور دلیل صداقت کی اور کوئی نہیں۔ ان لوگونکا جو مخالفت کر چکے ہوں آخر نبی کو مان لینا کوئی معمولی سی بات نہیں کیونکہ بانی مذہب کی موت کے بعد ہزاروں نہیں لاکھوں انسان مذہب کو

www.aaiil.org

قبول کرلینگے مگر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سوائے اس امر کی کوئی اور نظیر پیش کرو کہ وہ مخالفین جو سالہا سال تک ہلاکت کے درپے ہو رہے تھے وہی آخر اپنی سب کرتوتوں سے تایب ہوکر اور اپنی پہلی باتوں سے رجوع کرکے پورے پورے فرمانبردار ہو گئے ہوں اور نبی کے بعد نہیں بلکہ نبی کی زندگی میں ہی ایسا ہوا ہو اصل بات یہ ہے کہ ہمعصری بڑی بلا ہے۔ مرنیکے بعد تو ہزاروں قسم کی عظمتیں تسلیم کرلی جاتی ہیں یا بنالی جاتی ہیں۔ اور انہی لوگوں کے جو مخالفت کرچکے ہوں بیٹے اور پوتے آسانی سے قبول کرلیتے ہیں مگر ہمعصر مخالفین خود ہی آخر کار اپنی مخالفت پر نادم اور اس سے تایب ہوں بہت ہی واضح اور بیّن ثبوت کو چاہتا ہے جو سرکش گردنوں کو خود بخود ہی نیچا کردے۔ یہ بات صرف ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حصّہ میں آئی۔ اور اسکی وجہ یہ تھی کہ آپ کی نبوت اور منجانب اللہ ہونیکے دلایل شمس نصف النہار کی طرح چمک اٹھے یہانتک کہ ان لوگوں کو بھی اقرار کرنا پڑا جو سخت منکر تھے۔

جیسا مخالفین کا آخر کار آپ کی نبوت اور صداقت کو تسلیم کرلینا یہ ظاہر کرتا ہے کہ نہایت ہی کھلے کھلے نشان اور ثبوت انکو دیئے گئے ایسا ہی آپکے صحابہ کی بے نظیر استقامت بھی اسی نتیجہ کی مؤید ہے کہ انکے ایمان کی ..... محکم بنا ایسے قطعی اور یقینی علم پر تھی جس میں کوئی چیز شک کو پیدا نہیں کرسکتی تھی۔ کم از کم اس بات سے پادریصاحبان بھی انکار نہیں کرسکتے کہ اس قسم کی استقامت کا نمونہ جو صحابہ نے دکھائی اور کسی نبی کے پیروؤں میں ہمیں نہیں ملتا اور نہیں تو کم از کم پادریصاحبان گھر پر ہی ایک نظر ڈال لیں کہ جب حضرت مسیح کو مشکلات پیش آئیں جو بقول انکے بہت سے معجزات اپنے حواریوں کو دکھا چکے تھے تو اسوقت حواریوں نے کیا استقامت دکھائی۔ پس اس مقابلہ سے یہ تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ جو آسمانی نشان اور بیّن ثبوت ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے صحابہ نے دیکھے وہ حضرت مسیح کے آسمانی نشانوں سے بہت ہی زیادہ زبردست اور طاقتور تھے کیونکہ نشانوں کی شوکت اور قوت کے جانچنے کا ذریعہ تو نتیجہ ہی ہے آخر نشان اللہ تعالے عبث تو نہیں دکھاتا بلکہ وہ مومنوں کے ازدیاد اور تقویت ایمان کا موجب ہوتے ہیں اور کفار آہستہ آہستہ اُنسے قایل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مگر یہ دونوں نتیجے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سب انبیاء سے بڑھکر ثابت ہیں پس آپکے نشان بھی دوسرے انبیاء کے نشانوں سے زیادہ طاقتور اور زیادہ صاف تھے۔ استقامت ایک ایسی چیز ہے جو بغیر اسکے کہ انسان علے بصیرت صداقت کو دیکھ لے۔ پیدا نہیں ہوسکتی کیونکہ اس دنیا کے آرام اور آسایشیں اور یہانکے فواید تو نقد ہیں اور آخرت کی خوشیاں ادھار۔ پس نقد کو چھوڑکر انسان ادھار کو کیونکر قبول کرسکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر انسان اسی دنیا پر سرنگون ہو رہے ہیں اور آخرت کا انہیں خیال تک بھی نہیں اسکا علاج صرف انبیاء نے ہی کیا کیونکہ وہ خدا کی ہستی کے تازہ نشان دکھاکر اس یقینی ایمان کو پیدا کرتے ہیں۔ جس کو حاصل کرکے انسان آخرت کو اس دنیا پر

www.aaiil.org

ترجیح دیتا ہے اور اس دنیا کے فواید کو ہیچ سمجھکر آخرت سے ہی اپنا دل لگاتا ہے جبتک اس یقینی ایمان سے دل نہ بھر جائے انسان کبھی گوارا نہیں کرسکتا کہ دین کیخاطر دنیا کے کل فواید کو نظرانداز کردے یہانتک کہ سالہا سال مصایب اور تکلیفوں میں رہنا اور اپنی جان کو ہاتھ سے دینا پسند کرے مگر ایمان کو ہاتھ سے نہ دے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی برداشت مصایب کسی فوری جوش کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ قریبًا ساری عمر ہی نہایت صبر اور استقامت سے مصایب کی برداشت وہ کرتے رہے اور ایک لمحہ کیلیے بھی متزلزل نہیں ہوئے۔ بلکہ جوں جوں ان مصایب کا زمانہ اور شدت بڑھتی گئی انکی استقامت اور قوت ایمانی بھی ترقی کرتی گئی یہانتک کہ کل دنیوی فواید کو چھوڑنیکے بعد آخر انہوں نے اپنی جانوں کو بھی اپنے پیارے نبی پر قربان کرنیسے دریغ نہ کیا یہ کیونکر ہوسکتا تھا جبتک کہ انکے دل آپکی صداقت کے یقین سے بھر نہ چکے تھے اور ایسا قطعی ثبوت انکو نہ مل چکا تھا جسکے نزدیک شک اور شبہ پھٹک نہ سکتا تھا۔ پادریصاحبان یہ کہدیا کرتے ہیں کہ وہ بہشت کی خوشیوں پر ایسے لٹو ہوگئے تھے کہ سب کچھ اسکی خاطر کھودیا کبھی یہ نہیں سوچتے کہ کون شخص اس دنیا کی آسایشوں کو خیالی خوشیوں کے لیے قربان کرسکتا ہے وہ خود ہی سوچیں کہ انہوں نے دوسری دنیا کی خوشی کے لیے اپنی کس آسایش کو چھوڑا ہوا ہے؟ اصل بات یہی ہے کہ صحابہ نے ایسے کھلے نشان اور بین ثبوت دیکھے کہ عالم آخرت کے وعدے انکو اس دنیا کی حقیقتوں سے بڑھکر سچے نظر آگئے +

پادریصاحب ثبوت کا انکار کرتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی استقامت کفار کیلیے کم ثبوت تھی؟ اس سے زیادہ بین ثبوت اور کیا ہوسکتا تھا کہ کل قوم نے متفق ہوکر ہر ایک کوشش ہلاک کرنے کی کی جو انکی طاقت میں تھی مگر ایک اکیلے آدمی کے مقابلہ میں انکی ہر ایک کوشش اکارتھ جاتی تھی۔ کیا وہ نہیں دیکھ سکتے تھے کہ جس صورت میں تمام زمینی اسباب آپکی مخالفت میں لگے ہوئے ہیں تو ضرور ہے کہ انسانوں سے بڑھکر کوئی اور طاقتور ہاتھ آپکی تایید میں ہو۔ دنیا تو کل مخالفت پر جھکی ہوئی تھی پھر وہ کونسی طاقت تھی جسکی وجہ سے آپ روز بروز کامیاب ہی ہوتے چلے جاتے تھے اور مخالفین کی تمام کوششیں ناکام اور نامراد رہتی تھیں۔ اور پھر وہ باتیں بھی ایسی کہتے تھے جو مخالفین کو مشتعل کرنیوالی تھیں کیونکہ وہ انکے بتوں اور معبودوں کو برا کہتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ وہ خدائے برتر کے بالمقابل کوئی طاقت اور کوئی حقیقت نہیں رکھتے اور اور کہ کفار پر انکی بت پرستی اور بدکاریوں کی وجہ سے عذاب نازل کیا جائیگا۔ پس کون شخص ان بت پرستوں میں ایسا تھا جو اپنے مذہب پر قایم ہونیکے باوجود ان باتوں سے جوش میں آکر آپکی ہلاکت کے درپے نہ ہوتا باوجود سب کوششوں کے وہ دیکھتے تھے کہ جو تجویز وہ کرتے ہیں ان میں آخر کار انکو ناکامی اور نامرادی ہی ہوتی ہے۔ کیا یہ انکے لیے ایک بین نشان نہ تھا کہ خدایتعالے کا طاقتور ہاتھ غیب میں آپکی تایید کررہا ہے؟ کیا انکو نظر نہ

www.aaiil.org

آتا تھا کہ وہ راستوں میں بیٹھتے اور لوگوں کو روکتے اور دھمکاتے ہی رہ جاتے ہیں مگر پھر بھی لوگ باوجود اس علم کے کہ آپکے ساتھ ہونیسے سخت اذیتیں اور تکالیف پہنچیں گی آپکو قبول کرتے جاتے ہیں؟ کیا یہ نشان نہ تھا کہ کوئی اور طاقت جو انسانی طاقت سے بالاتر ہے آپکے ساتھ اور آپکے مخالفین کی مخالفت میں کام کر رہی تھی؟ وہ تمام کوششیں آپکو روکنے کی کر چکے تھے۔ دولت عزت حکومت غرضیکہ ہر طرح کا لالچ پیش کر چکے تھے پھر جب انسے کام نہ بنا تو دھمکیاں بھی دیں اور آخر کھلے کھلے ہلاک کرنیکے درپے ہوئے مگر کوئی چیز بھی آپکو اپنے راہ سے ایک بال کے برابر بھی نہ ہٹا سکی۔ ایک اور نشان آپکی صداقت کا جو کفار آپکے وجود میں دیکھتے تھے آپ کا ایمان اپنی آیندہ کامیابی پر تھا جس میں سخت سے سخت تکلیفوں اور بظاہر ناکامیوں کے وقت میں ایک ذرہ بھر بھی فرق نہیں آیا یہ طاقت انسانی علم تو نہیں پھر وہ کونسی چیز تھی جو آپکو یقین دلا رہی تھی کہ آخرکار آپ ضرور غالب ہونگے۔ اور آپکے کل مخالفین ہلاک اور ناکام ہونگے؟ یہ وہ باتیں تھیں جو کفار سے چھپی ہوئی نہ تھیں۔

پھر قرآن شریف میں صاف یہ دعوے پایا جاتا ہے کہ کفار کو معجزات اور نشان دکھائے گئے۔ کیا ان سورتوں میں جو ابتدا میں نازل ہوئیں اور کیا ان میں جو اخیر میں نازل ہوئیں۔ اول الذکر سورتوں میں سورۃ القمر ہے جسکی دوسری آیت میں ہے۔ وان یروا ایۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر۔ یعنے جب کافر کوئی نشان دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ جادو ہے جو سدا سے ہوتا چلا آیا ہے اس سے مراد انکی یہ تھی کہ پچھلے انبیاء کے معجزے بھی جادو تھے۔ اسی قسم کے یہ معجزے ہیں۔ پس نشانوں کو جادو کہنا صاف اس امر کی شہادت ہے۔ کہ نشان دیکھے تو کفار نے ضرور تھے مگر انکو جادو کہکر ٹالدیا۔ ایسا ہی سورۃ والصّٰفّٰت کی آیات ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ میں فرمایا۔ واذا ذکروا لا یذکرون واذا رأوا ایۃ یستسخرون وقالوا ان ہذا الا سحر مبین۔ یعنی جب کفار کو سمجھایا جاتا ہے تو سمجھتے نہیں اور جب کوئی نشان دیکھتے ہیں تو اسکی ہنسی اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ ان آیات سے بھی نشانوں کا دیکھنا اور انکا نام جادو رکھنا ثابت ہے ایسا ہی سورۃ صٓ میں فرمایا۔ وقال الکافرون ہذا ساحر کذاب۔ یعنی کافر آنحضرت کو کہتے تھے کہ یہ جادوگر ہے جھوٹا انکا جادوگر کہنا بھی اسیوجہ سے ہی تھا جو پہلی آیات میں بیان ہوئی یعنی وہ آپکے نشانوں کو جادو کہتے تھے ان تمام آیات سے ثابت ہے کہ کفار نے اس بات سے تو کبھی انکار نہیں کیا کہ خارق عادت امور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوتے رہے۔ ہاں ابتدائی زمانہ میں جب وہ آپکی نبوت کے منکر تھے تو ان امور کو جادو کیطرف منسوب کرتے تھے اور پھر آخرکار جب اور بیّن ثبوتوں اور نشانوں کو دیکھکر حق کو سمجھ گئے تو انہوں نے اپنے پہلے قول سے رجوع کرکے انہی امور کو نشان تسلیم کیا۔ بہرحال اس امر سے کبھی بھی انکار

(غا

www.aaiil.org

نہیں کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے خارق عادت امور ظاہر ہوتے ہیں۔

جیسا ابتدائی سورتوں میں کفار کا اقرار نشان دیکھنے کا موجود ہے ویسا ہی بعد کی سورتوں میں بھی قرآن شریف میں کھلا کھلا دعوے کیا گیا ہے کہ کفار کو نشان دکھائے گئے۔ سورۃ انعام میں اللہ تعالے فرماتا ہے۔ قد جاءکم بصایر من ربکم فمن ابصر فلنفسہ ومن عمی فعلیہا۔ اے لوگو تمہارے رب کیطرف سے تو کھلے نشان تمہارے پاس آچکے پھر جو ان نشانوں کو دیکھتا ہے اسیکے فایدہ کیلیے ہے اور جو دیدہ و دانستہ اندھا ہو جائے اسکا وبال اسیپر ہوگا۔ اور سورۃ البقرۃ میں فرمایا۔ ولقد انزلنا الیک آیات بینات وما یکفر بہا الا الفاسقون۔ ہم تو نیر لطیف کھلے کھلے نشان اتار چکے ہیں اور کوئی انکا انکار نہیں کر سکتا سوائے انکے جو فاسق ہیں ایسا ہی سورۃ آل عمران میں اللہ تعالی فرماتا ہے کیف یہدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانہم وشہدوا ان الرسول حق وجاءہم البینات۔ کیونکر خدا ہدایت دے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا بعد اسکے کہ وہ ایمان لا چکے تھے اور یہ گواہی دیچکے تھے۔ کہ یہ رسول برحق ہے اور انکے پاس کھلے نشان آچکے

جو کہانی کفار کے اعتراضات اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جوابوں کی سیل صاحب نے بنائی ہے وہ بھی قابل غور ہے وہ کہتا ہے کہ جب کفار نے معجزات مانگے تو انکو یہ جواب دیا گیا کہ معجزات ہم اسلیے نہیں بھیجتے کہ پہلوں نے انکی تکذیب کی۔ اور اسکے لیے سورۃ حجر اور بنی اسرائیل کا حوالہ دیتا ہے پھر کہتا ہے کہ چونکہ اس جواب سے کفار کا اطمینان نہ ہوا اسلیے مجبوراً انہوں نے یہ رائے لگائی کہ یہ قرآن اساطیر الاولین اور قول شاعر ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ کفار کا قرآن شریف کو اساطیر الاولین کہنا سورۃ القلم میں موجود ہے اور پھر سورۃ التطفیف میں موجود ہے اور یہ دونوں سورتیں ابتدائی زمانہ نبوت کی ہیں پس سیل صاحب کے دعوے کے رو سے سب سے پہلے سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ حجر نازل ہوئیں اور انکے جواب میں سورۃ القلم اور التطفیف نازل ہوئیں ایسا ہی انکا قرآن شریف کو قول شاعر کہنا والصٰفٰت اور الحاقۃ میں موجود ہے جو وہ بھی تمام محققین کے نزدیک بنی اسرائیل اور حجر سے پہلے کی نازل شدہ ہیں پھر یہیں ختم نہیں کرتا بلکہ وہ کہتا ہے کہ اسکے بعد سورۃ البروج اور العبس اور القریش اور الطین اور الطور نازل ہوئیں اور نہیں تو کم از کم پادریصاحب آپنے بھائیوں کی تحریروں کو پڑھ لیتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ انکی یہ کہانی سراسر جھوٹ اور غلط واقعات ہے مگر پادریصاحبان کو تو اسلام کے خلاف لکھنے کو کچھ چاہیئے انہیں سچ اور جھوٹ یا تحقیق سے کیا غرض +

سیل صاحب کے نزدیک انکار معجزات دو جگہ قرآن شریف میں پایا جاتا ہے اول سورۃ الحجر کی آٹھویں آیت میں ہیں شروع سے اس سورت کی آٹھ آیتیں نقل کرتا ہوں تاکہ ناظرین خود معلوم کرلیں کہ یہ پادریصاحب کی محض غلط بیانی ہے۔ الر تلک ایٰت الکتٰب وقران مبین + ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین + ذرہم یاکلوا ویتمتعوا ویلہہم الامل فسوف یعلمون + وما اہلکنا من قریۃ الا ولہا کتاب معلوم + ما تسبق من امۃ اجلہا وما یستاخرون + وقالوا یایہا الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنون + لو ما تاتینا بالملئکۃ ان کنت من الصادقین۔ ما ننزل الملئکۃ الا بالحق وما کانوا اذا منظرین:۔

www.aaiil.org

یہ آیتیں ہیں کتاب کی اور کھلے قرآن کی ایک دن ہوگا کہ کافر بہتیری ہی آرزو کرینگے کہ اے کاش ہم بھی مسلمان ہوتے۔ چھوڑ دو انکو کھائیں اور دنیا کے چند روزہ فایدہ اٹھائیں اور آرزوئیں انکو غافل کیئے رکھیں اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر اسکی میعاد ہلاکت پہلے سے لکھی ہوئی موجود تھی پھر اسوقت مقررشدہ سے نہ کوئی قوم آگے بڑھ سکتی ہے (یعنی وقت مقررشدہ سے پہلے ہلاک نہیں کیجاتی) اور نہ پیچھے رہ سکتی ہے (یعنی جب وہ وقت آجاتا ہے تو پھر وہ بچ نہیں سکتی) اور کہتے ہیں کہ اے وہ شخص جسپر ذکر اتارا گیا تو تو دیوانہ ہے (یعنی تو جو ہماری ہلاکت کی خبر دیتا ہے وہ پوری تو ہوتی نہیں پس یہ تیری بات مجنونانہ ہے) اگر تو سچا ہے تو فرشتوں کو (جو تو کہتا ہے ہماری سزا کے لیئے آئینگے) ہمارے سامنے کیوں نہیں لا کھڑا کرتا۔ (بات یہ ہے کہ) ہم فرشتوں کو نہیں اتارتے مگر آخری فیصلہ کیلیئے اور (جب فرشتے عذاب لیکر آگئے تو) اسوقت انکو مہلت بھی ندی جائیگی" صاف ظاہر ہے کہ فرشتوں کے اترنے سے مطلب کفار کا یہ تھا کہ عذاب کیوں نہیں آتا اور اسی کا جواب دیا گیا کہ عذاب کا وقت تو مقرر ہے جیسا پہلی امتوں کے عذاب کا وقت بھی مقرر تھا۔ سو وقت سے پہلے وہ آئیگا نہیں۔ اور جب آگیا تو پھر ٹلے گا نہیں +

دوسری آیت جس سے سیل صاحب انکار معجزات نکالتے ہیں سورہ بنی اسرائیل کی آیت وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بہا الاولون ہے مگر ظاہر ہے کہ الآیات سے مراد کل آیات نہیں بلکہ خاص آیات ہیں کیونکہ وہ نہ بھیجنے کی یہ دی ہے کہ پہلوں نے انکو جھٹلایا سو یہ تو ممکن ہی نہیں کہ پہلے لوگ ان کل نشانات کو جھٹلا چکے ہوں جو خدا دکھا سکتا تھا۔ کیونکہ خدا کی طاقت غیر محدود ہے وہ طرح طرح کے نشان دکھا سکتا ہے پس یہاں آل خصوصیت کا ہے اور مراد وہ اقتراحی معجزات ہیں جو کفار اپنی ہلاکت کے لیے آپ مانگا کرتے تھے کبھی کہتے تھے پتھر آسمان سے برسیں کبھی کہتے تھے دردناک عذاب میں ہم مبتلا ہو جائیں سو فرمایا کہ اقتراحی معجزات ہلاکت ہم نہیں بھیجتے بلکہ جس رنگ میں چاہیں گے عذاب دینگے جیسا کہ اخیر آیت پر فرمایا وما نرسل بالآیات الا تخویفا یعنی غرض ہلاکت کی نشانیاں بھیجنے سے تو صرف ڈرانے کی ہوتی ہے یعنی تا لوگ اپنے مولے سے ڈریں۔ سو اسکے لیے کیا ضرورت ہے کہ اسی قسم کا عذاب دیا جاوے جو خود وہ لوگ اپنی بیوقوفی سے مانگتے ہیں یا ایسا عذاب دیا جائے جو پہلی قوموں کو دیا گیا چنانچہ ساتھ ہی دوسری آیت کو یوں شروع کیا۔ واذ قلنا لک ان ربک احاطہ بالناس یعنی یہ تو ہم تجھ سے کہہ چکے ہیں کہ تیرے رب نے ان سب لوگوں کا احاطہ کیا ہوا ہے یعنی ضرور انکو عذاب دیکر رہیگا خواہ کسی صورت میں دیدے۔ چونکہ اس مضمون پر بڑے بسط اور تفصیل سے دسمبر ۱۸۹۷ء کے پرچہ میں بحث ہو چکی ہے۔ اسلیئے اب اسکو میں ختم کرکے ناظرین کو اس مضمون کا حوالہ دیتا ہوں تا ان سب دلایل کے دہرانے کی ضرورت نہ ہو جو وہاں دیگئی ہیں +

مولا غلام

www.aaiil.org

الدّجال

وہ خوفناک دجال جس سے خدا کے رسول ہمیشہ سے ڈراتے آئے ظاہر ہو چکا ہے بلکہ ایک زمانہ سے اس نے نہایت کوشش سے اپنا کام شروع کر رکھا ہے۔ میں اس مضمون میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ وہ دجال کون اور کہاں ہے۔

دجال کے نکلنے کی پیش گوئی بہت پرانی ہے۔ یہ پیشگوئی حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور بہت سے انبیاء بنی اسرائیل نے بھی اسکو بیان کیا مگر وہ شخص جس نے اس پیش گوئی پر بہت زور دیا اور جس نے اپنی امت کو بہت خوف دلایا وہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں چونکہ اس پیش گوئی کا تعلق براہ راست اس امت سے تھا اسلیے ہم دیکھتے ہیں کہ کسی نبی نے اس پیش گوئی کو ایسی صفائی اور ایسے زور سے بیان نہیں کیا جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہے آپنے بڑے صاف صاف نشان دجال کے بتلائے ہیں اور اس مضمون میں میں زیادہ تر انہی نشانات پر بحث کرونگا۔ مگر پیشتر اسکے کہ میں دجال کی بابت اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیوں کا ذکر کروں میں مناسب سمجھتا ہوں کہ نفس پیش گوئی کے مضمون پر مختصر بحث کروں +

پیش گوئیوں کے ماخذ

نبی میں کوئی ایسی اندرونی طاقت نہیں ہوتی جس سے وہ خود بخود آیندہ کے واقعات معلوم کر سکے اور جب کبھی وہ کسی آنیوالے واقع کی خبر دیتا ہے تو اسکا یہ سبب نہیں ہوتا کہ اس میں کوئی اندرونی طاقت ہوتی ہے جس سے اسکو آیندہ واقعات کی اطلاع ہو جاتی ہے۔ اس بات میں تو وہ تمام انسانوں کے ساتھ شریک ہوتا ہے یہ خدا تعالے کا کام ہے کہ بعض واقعات کو اپنے پر ظاہر کر دیتا ہے نبی کا علم اسی حد تک محدود ہوتا ہے جس حد تک خدا تعالے اسکو علم دیتا ہے۔ اس سے زیادہ اسکو علم نہیں ہوتا۔ بہت سے طریق ہیں جن سے خدا تعالے اسکو آیندہ واقعات کا علم عطا فرماتا ہے بعض دفعہ وہ اللہ تعالے کے کلام کو سنتا ہے بعض دفعہ کسی کاغذ یا کسی اور چیز پر لکھا ہوا دیکھتا ہے بعض دفعہ وہ خواب میں نظارہ دیکھتا ہے اور بعض دفعہ اسے کشف ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ ایسا اتفاق ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالے اپنے پیغام کے پہنچانیکے لیے کسی فرشتے کو نازل فرما دیتا ہے۔

حقیقت پیش گوئی

کتب سماویہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پیشگوئیاں عموماً استعارات کے رنگ میں ہوتی ہیں اکثر حالتوں میں یہ بتلانا ناممکن ہوتا ہے کہ پیشگوئی کس صفحہ تمیز

www.aaiil.org

پوری ہوگی۔ حتےٰ کہ بعض دفعہ خود نبی بھی بتلا نہیں سکتا کہ پیشگوئی کس رنگ میں پوری ہونیوالی ہے عموماً پیشگوئی کی ٹھیک حقیقت اور اصلیت کا اسوقت ہی پتہ لگتا ہے جسوقت کہ وہ پوری ہوتی ہے پیشگوئی کا پورا ہونا اسکی حقیقت کو آشکارا کر دیتا ہے۔ پیشگوئی پر اجمالی ایمان لاکر اسکی حقیقت اور تفصیل کو حوالہ بخدا کرنا چاہیئے جبتک پیشگوئی پوری نہیں ہوتی وہ ایک راز سربستہ کی طرح ہوتی ہے۔ اکثر دفعہ اللہ تعالےٰ پیشگوئی کو ایسے طور سے پورا کرتا ہے کہ لوگونکے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا کہ پیشگوئی اس رنگ میں پوری ہوگی اسکی عمدہ مثال حضرت عیسےٰ علیہ السلام میں خوب پائی جاتی ہے۔ یہود جنکو مسیح کا وعدہ دیا گیا تھا ہرگز امید نہ رکھتے تھے کہ ایک حلیم خاکسار انکی طرف بھیجا جائیگا۔ مسیح کی بعثت بالکل انکی امیدونکے برخلاف تھی۔ آمد مسیح کی بہت سی پیشگوئیاں یہودیونکے پاس موجود تھیں اور انکا خیال تھا کہ یہ سب لفظ بہ لفظ پوری ہونگی۔ انہوں نے ایک خیالی تصویر مسیح کی بنا رکھی تھی اور جب وہ خدا کا موعود انکی خیالی اور وہمی تصویر پر پورا نہ اترا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ تمام پیشگوئیاں پوری ہوچکی تھیں۔ مگر نہ اس صورت میں جیسا کہ انکا خیال تھا۔ بسا اوقات نبی ایک پیشگوئی کا اظہار کر دیتا ہے مگر ٹھیک طور سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ کس طرز سے یہ پوری ہوگی۔ جہانتک نبی کو خبر دیجاتی ہے وہانتک ہی اسکا علم محدود ہوتا ہے آگے نہیں بڑھتا۔ بعض دفعہ اپر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے مگر وہ نہیں جانتے کہ اسکا کیا مطلب ہے صرف اسوقت اس وحی کے لفظ اپر صاف ہوتے ہیں جبکہ وہ پیشگوئی پوری ہو جاتی ہے کتاب "پیشگوئی اور اسکی حقیقت" کا مصنف حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے "یعقوب آنیوالے کا نام شلوح رکھتا ہے جو ایک بعید الفہم لفظ ہے۔ کیوں بستر مرگ پر بیٹھا ہوا آدمی ایک غیر معمولی لفظ (شلوح) اپنے منہ سے نکالتا ہے۔ .... غالباً وہ سامعین جنہوں نے اس لفظ کو سنا اگر اس نام کے معنونسے بالکل ناواقف نہ تھے تو کم از کم یہ لفظ انکے لیے ایک نرالا لفظ ضرور تھا۔ یہ ایک عجیب اور پُر راز لفظ تھا غالباً خود اس بزرگ کو بھی پتہ نہ تھا کہ اس لفظ سے کیا مراد ہے"۔

یہ اکثر واقع ہوا ہے کہ خود نبی نے پیشگوئی کی تصریح اور تشریح میں غلطی کھائی ہے۔ اس غلطی کی سب سے مشہور مثال حضرت مسیحؑ کی سوانحعمری میں مل سکتی ہے وہ اپنے دوبارہ آنے کی تاریخ مقرر کرنے میں ایک خطرناک غلطی کرتے ہیں اپنے دوبارہ آنیکا ذکر کرتے ہوئے وہ یوں فرماتے ہیں۔ "اسی طرح جب یہ سب دیکھو تو جانو کہ وہ نزدیک بلکہ دروازہ پر ہے میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جبتک یہ سب کچھ ہو نہ لے اس زمانیکے لوگ گذر نہ جاوینگے۔ آسمان اور زمین ٹل جائینگے پر میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی"۔ (متی باب ۲۴۔ آیت ۳۳۔ ۳۵) مگر کون نہیں جانتا کہ نہ صرف وہ پشت اور وہ لوگ ہی بلکہ بعد میں بہت سی پشتیں اور بہت سے لوگ گذر گئے مگر کسی نے مسیح کی آمثانی کو نہ دیکھا یا ایسا معلوم ہوتا

www.aaiil.org

ہے کہ انہوں نے خدا کے کلام اور وحی کی تشریح اور توضیح میں غلطی کھائی جیسا کہ اوروں نے آپکی پہلی آمد کے بارے میں غلطی کھائی تھی الیاس کے مسیح سے پہلے آنیسے یہ سمجھ لیا گیا کہ درحقیقت وہی الیاس جو مدتوں پہلے اس دار فانی سے رحلت کر گیا تھا پھر دوبارہ آئیگا! اور غور کرنیسے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے نبیوں نے بھی اس پیش گوئی کو ظاہری معنوں پر ہی لیا تھا۔ حضرت مسیحؑ کے بیان کے مطابق یہ پیش گوئی حضرت یوحنا یعنی یحییٰ علیہ السلام پر پوری ہوئی مگر حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کبھی خود یہ دعوے نہ کیا کہ وہ اس پیش گوئی کے مصداق ہیں اور جبکہ یہودیوں نے پوچھا کہ کیا آپ الیاسؑ ہیں تو انہوں نے انکار کیا۔ اگر یہودی حضرت مسیحؑ کی اس توجیہ کو کھولکر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پاس بیان کر دیتے تو شاید وہ انکار نہ کرتے۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات پیشگوئیوں کے بارے میں اجتہادی غلطی آپسے بھی واقع ہو جاتی تھی! ایک دفعہ آپنے فرمایا کہ میری بیویوں میں سے میری وفات کے بعد سب سے پہلے وہ فوت ہوگی جسکے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہیں۔ چنانچہ حضور کے سامنے آپکی سب بیویوں کے ہاتھ ماپے گئے اور سودہ کے ہاتھ سب سے لمبے نکلے مگر اس پیش گوئی کی اصل حقیقت اسکے پورا ہونے پر ہی معلوم ہوئی۔ حضور کی بیویوں میں سے آپکی وفات کے بعد سب سے پہلے اس دنیا سے کوچ کرنیوالی زینب تھیں جن کے ہاتھ سخاوت میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ تب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھ لیا کہ لمبے ہاتھ سے مراد سخاوت ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہاتھوں کا ماپا جانا اور آپکا کوئی اعتراض نہ کرنا اور لوگونکو ہاتھونکی پیمایش سے نہ روکنا صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپکو کم از کم یقین نہ تھا کہ ہاتھونکی لمبائی سے کیا مراد ہے! اسی طرح روایت کی گئی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایک نخلستان ..... کی طرف ہجرت کرتا ہوں میں نے یہ سمجھا کہ مجھے یمامہ یا ہجر کیطرف ہجرت کرکے جانا پڑیگا مگر آخر وہ مدینہ نکلا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت پیش گوئی کے بیان کرنے میں یہ ممکن ہے کہ ایک نبی سے غلطی سرزد ہو جائے مگر اس سے اسکی شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ نبی کو کوئی علم غیب نہیں ہوتا اسکو صرف اتنا ہی معلوم ہوتا ہے جتنا خدا اسکو بتلاتا ہے۔ جس جگہ کیطرف ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کرکے جانا تھا اسکا نام نہیں بتلایا گیا تھا۔ صرف اتنا ہی ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ کھجوروں والی زمین ہے۔ اس جگہ کا نام آپنے قیاساً معلوم کرنا چاہا مگر وہ ٹھیک نہ نکلا اس امر کی تشریح کہ نبی کا علم اسی حد تک محدود ہوتا ہے جس حد تک اسکو علم دیا جائے۔ حدیبیہ کے قصے سے بھی ہوتی ہے + مکہ معظمہ میں داخل ہونیکے لیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے آپکو امید تھی کہ مکہ معظمہ میں داخل ہونگے اس امید کی بنا ایک رؤیا پر تھی۔ مگر اسدفعہ یہ امید پوری نہ ہوئی اور آپکو واپس مدینہ شریف آنا پڑا۔ وہ رؤیا آیندہ سال پورا ہوا۔ خدا تعالےٰ نے اس رؤیا کے ذریعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وعدہ دیا کہ آپ مکہ شریف میں داخل ہونگے۔ اور حج کرینگے۔ مگر یہ نہیں بتلایا گیا تھا کہ یہ رؤیا کب پورا ہوگا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قبل از وقت مکہ شریف

www.aaiil.org

کی طرف سفر کرنا دلالت کرتا ہے کہ آپکو یہ علم نہیں تھا کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔

پیشگوئی کے معنی بیان کرنے میں یا وقت مقرر کرنے میں اگر ملہم غلطی کرے تو اس سے نفس پیش گوئی پر کوئی حرف نہیں آتا اگر ایسا ہی ظہور میں آجائے جیسا کہ پیش گوئی کے الفاظ سے پایا جاتا ہے تو یہ کافی ثبوت ہے کہ یہ خدا تعالےٰ کا کلام تھا۔ خواہ اس پیش گوئی کا پورا ہونا ان معنوں کے مطابق نہ ہو جو ملہم نے پیش از وقت اجتہادی طور پر بیان کیے ہوں ہمیں یہ نہیں دیکھنا چاہیئے کہ آیا ملہم کے اجتہادی معنوں کے مطابق پیشگوئی پوری ہوئی ہے یا نہیں۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیا پیشگوئی کے الفاظ نتیجہ پر صادق آتے ہیں یا نہیں۔ الہامی الفاظ بعینہ ہمارے پاس موجود ہیں۔ اگر ایسا واقع وقوع میں آئے جسپر کہ پیشگوئی کے الفاظ ٹھیک ٹھیک چسپاں ہوں تو ہمیں سمجھ لینا چاہیئے کہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ اسکی ایک تازہ مثال یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کا کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوا۔ بایں الفاظ "عفت الدیار محلہا و مقامہا" یعنے عارضی سکونت کے مکان اور مستقل سکونت کے مکان سب مٹا دیئے جائینگے۔ پیش از وقت یہ نہیں بتلایا جا سکتا تھا کہ کس طرح یہ مکانات کی تباہی ظہور میں آویگی۔ چونکہ ملک میں طاعون پھیلی ہوئی تھی اسلیے موجودہ حالات پر نظر کرکے طبعاً خیال اسطرف چلے گئے کہ یہ تباہی طاعون کے ذریعہ آئیگی مگر پیشگوئی اور رنگ میں پوری ہوئی ۱۴ اپریل کو وہ خوفناک زلزلہ آیا جسنے مکانات کو زمین کے ساتھ ملا دیا۔ اس طرح خدا تعالےٰ کے کلام کا ہر ایک لفظ صفائی سے پورا ہوا۔ مگر ہمارا قیاس درست نہ نکلا۔

اس تمام بحث سے ہمیں کیا سبق سیکھنا چاہیئے۔ ہمارا گذشتہ تجربہ ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ پیش از وقت یہ بتلانا قریباً ناممکن ہے کہ فلاں پیشگوئی کس رنگ اور کس صورت میں ظہور پذیر ہوگی۔ ہمیں یہ امید ہمیشہ نہیں رکھنی چاہیئے کہ پیشگوئی عین ہمارے خیال کے مطابق پوری ہوگی۔ صبر سے پیشگوئی کے پورا ہونیکا انتظار کرو۔ قبل از وقت اس پر بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ نہ کہو کہ پیشگوئی اِس رنگ میں پوری ہوگی یا اُس رنگ میں۔ پیشگوئی کے اصل الفاظ کو مدنظر رکھو۔ اور جب وہ پوری ہوگی تو تمہاری توجہ خود بخود اسطرف پھر جائیگی۔ اور اسوقت تم خود دیکھ سکوگے کہ پیشگوئی کے کیا معنے تھے۔ یہودیوں کی اور ان لوگوں کی پیروی نہ کرو۔ جنہوں نے وقت سے پہلے ٹھوکر کھائی۔ کبھی یہ مطالبہ نہ کرو کہ پیشگوئی تمہارے خیال کے مطابق پوری ہو۔ آیندہ کے واقعات کو اپنا خیالی جامہ نہ پہناؤ اور کبھی ایک پیشگوئی کو اسلیے رد نہ کردو کہ وہ تمہارا خیالی لباس پہنکر ظہور میں نہیں آئی۔ ممکن ہے کہ تمہارے خیال کی تصویر حقیقی تصویر نہ ہو پس یہودیوں کی طرح ایک پیشگوئی کا اسلیے انکار کرکے اپنے آپ کو دوزخ کا وارث نہ بناؤ کہ وہ تمہاری خیالی تصویر کے موافق پوری نہیں ہوئی۔

جب ایک پیشگوئی کی بنا رؤیا یا کشف پر ہو تو اسکو ظاہری معنوں میں لینا اور بھی زیادہ غلطی ہے کیونکہ خواب اکثر تعبیر طلب ہوتے ہیں انکی زبان الگ ہے۔ معمولی لغت کی کتابیں انکے سمجھنے میں کوئی مدد نہیں دیسکتیں اس امر کو بھی کی پیشگوئی پر غور کرتے وقت ضرور مدنظر رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ جیسا کہ میں بعد میں دکھاؤنگا اسکی بنا زیادہ تر کشف اور رؤیا پر ہے

www.aaiil.org

علامات دجال - بڑی بڑی دجال کی علامتیں جو احادیث میں آئی ہیں مندرجہ ذیل ہیں -
اوّل - دجّال ایک آنکھ سے کانا ہوگا - دوم - اسکی پیشانی پر ک - ف - ر - لکھے ہوئے ہونگے - جسکو خواندہ ناخواندہ سب پڑھ سکینگے - سوم - اسکے ساتھ ایک بڑا گدھا ہوگا جسکے دو کانوں کے درمیان کا فاصلہ ستر باع ہوگا - چہارم - وہ شیطانی وسوسوں اور جھوٹے عجوبوں سے لوگوں کو گمراہ کریگا - پنجم - ابتدائے آفرینش سے قیامت تک اسکے برابر کوئی فتنہ نہ ہوگا - ششم - ستر ہزار مسلمان اسکی پیروی اختیار کرینگے - ہفتم اسکے ساتھ ایک دوزخ ہوگا اور ایک بہشت - ہشتم - اسکے ساتھ روٹیوں کے پہاڑ ہونگے - نہم - زمین و آسمان پر اسکا تسلّط ہوگا - اسکے حکم سے بارش ہوگی اسی کے حکم سے زمینیں اپنی پیداوار نکالیں گی - وہ ویرانوں پر سے گذریگا اور اسکے حکم کے ساتھ ویران زمینیں اپنے خزانے باہر پھینکیں گی وہ خزانے اسکے پیچھے پیچھے اس طرح جائینگے جیسے شہد کی مکھیاں اپنی رانی کے پیچھے پیچھے جاتی ہیں - دہم - وہ سب زمین پر پھیل جاویگا - یازدہم - مکّہ معظمہ اور مدینہ شریف میں داخل نہیں ہوسکیگا - دوازدہم - اسکی آواز کل دنیا پر سنی جائیگی - سیزدہم - دجال قسطنطنیہ کی فتح کے بعد خروج کریگا - چہاردہم - وہ آخری زمانہ میں نکلیگا - پانزدہم - وہ گرجاؤں سے نکلیگا - شانزدہم - وہ مشرق کی زمین میں ظاہر ہوگا - ہفدہم - سورہ کہف کی ابتدائی دس آیتوں کے پڑھنے سے انسان اسکے فتنہ سے محفوظ رہ سکیگا - ہیزدہم - مسیح اسکو قتل کریگا - نہ کسی ہتھیار سے بلکہ اپنے سانس سے - نوزدہم - اگر مسیح اسکے قتل کرنیکے لیے نہ بھی آتا پھر بھی دجال خود بخود اس طرح پگھل جاتا جیسا کہ نمک پانی میں حل ہوجاتا ہے - بستم - باب اللد کے پاس دجال قتل کیا جاویگا -

اب ہمارے مسلمان بھائی ہرگز قبول نہ کرینگے کہ پیشگوئی پوری ہوگئی - جبتک کہ کوئی ایسا شخص ظاہر نہ ہو جو آنکھ سے کانا ہو - جسکے ماتھے پر - ک - ف - ر - کے حروف کھدے ہوئے ہوں جسکے پاس ایک اتنا بڑا گدھا ہو - جسکے دو کانوں کے درمیان کا فاصلہ ٹھیک ستر باع ہو - نہ انچ کم نہ زیادہ جو چالیس سال تک خدائی طاقتیں غصب کیے رکھے - اور زمین و آسمان اسکے حکم کے تابع ہوں - اور اسکے پاس ایک بہشت ہو اور ایک دوزخ - زمین کے خزانے خود بخود نکلکر اسکے پیچھے اس طرح چلیں جس طرح شہد کی مکھیاں اپنی رانی کے پیچھے چلتی ہیں - روٹیوں کے پہاڑ اسکے ساتھ ہوں - آسمان اسکے حکم سے بارش برسائے - اور زمین اپنے پوشیدہ خزانے ظاہر کرے اور اسکا گدھا اسقدر تیز ہو کہ تھوڑی دیر میں زمین کے ایک کنارے سے دوسرے کنارہ تک پہنچ جاوے - القصہ آجکل کے مسلمان پیشگوئی کو بالکل لفظی اور ظاہری معنوں میں لینا چاہتے ہیں اور ہرگز کسی کو دجال قبول نہیں کرینگے جبتک کہ ہر ایک لفظ ظاہری طور پر پورا نہ ہو - انسان نے ہزارہا دفعہ ٹھوکر کھائی ہے - مگر پھر بھی وہ سبق نہیں سیکھنا چاہتا - انسان نے حضرت مسیح کے زمانہ میں ٹھوکر کھائی اور پھر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور ان دو خدا کے

www.aaiil.org

برگزیدہ سے اسلیے انکار کیا کہ اُنکا ظہور اُسکے خیال کے مطابق نہیں تھا۔ گذشتہ تجربہ انسان کو سکھلاتا ہے کہ پیشگوئی کے ہر ایک لفظ کی نسبت یہ کہنا کہ یہ ظاہری صورت پر پورا ہو ایک خطرناک غلطی ہے۔ خدا تعالیٰ کا آیندہ واقعات کو ظاہر کرنیکا طرز ایک خاص طرز ہے۔ خدا تعالےٰ یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مطلب کو استعارات سے بھری ہوئی زبان میں ظاہر کرے وہ اکثر اپنے خیالات کے اظہار کے لیے اشارات سے کام لیتا ہے وہ ایک واقعہ کو پورے طور پر کھولکر کم ہی بیان کرتا ہے۔ وہ قریبًا ہمیشہ کچھ حصہ مخفی رکھتا ہے وہ انسان کے علم کو اپنے علم کیطرح حاوی اور محیط نہیں بناتا انسان کا علم کسی صورت میں خدا تعالےٰ کے علم کے برابر نہیں ہو سکتا اگر خدا تعالےٰ کی یہ سنت ہوتی کہ وہ آیندہ کے واقعات کو کھلے اور صریح لفظوں میں ظاہر کرتا۔ اگر وہ انسان کے علم کو ایسا ہی وسیع کر دیتا جیسا کہ اسکا اپنا علم وسیع ہے تو پھر خدا تعالےٰ کے فرستادوں کا کبھی انکار نہ کیا جاتا۔ اگر خدا تعالےٰ آیندہ کے واقعات کو ایسا کھلا کر دیتا کہ انسان پہلے سے ہی بتلا دیتا کہ یہ بات ٹھیک اس طرح وقوع میں آئیگی تو پھر انبیا کے قبول کرنے میں کوئی ثواب نہ رہتا جیسا کہ طلوع آفتاب پر ایمان لانے میں کوئی ثواب نہیں۔ پھر کوئی ایمان کی آزمایش باقی نہ رہتی۔ شریر اور خدا ترس دونوں خدا تعالےٰ کے رسولوں پر برابر ایمان لاتے۔ اور کوئی ثواب کا مستحق نہ ہوتا۔ جب سورج مشرق سے طلوع کرتا ہے تو نیک و بد اسکے طلوع کو قبول کرتے ہیں مگر اس قبول کرنیسے وہ قابل تعریف نہیں ٹھیر سکتے اسلیے جب خدا تعالےٰ ایمانداروں اور شریروں میں امتیاز کرنا چاہتا ہے تو وہ آیندہ کے واقعہ کو ایسا صریح طور پر بیان نہیں کرتا کہ اس میں کوئی پردہ اور غیبوبیت باقی نہ رہے۔ مگر تاہم جسقدر خدا تعالےٰ آیندہ کے واقعہ کا بیان کرتا ہے وہ انسان کی ہدایت کیلیے کافی ہوتا ہے اس میں اسقدر ضرور صراحت پائی جاتی ہے کہ ایک نیک اور متقی شخص اس کے ذریعہ حق کو پہچان لے۔ خدا تعالےٰ کی غرض ایمان کو آزمانا ہوتا ہے۔ اور نیک و بد میں تمیز کرنا۔ تاکہ وہی ثواب حاصل کریں جو ثواب کے مستحق ہیں۔

ریورینڈ آر۔ لے۔ ریڈ فورڈ ایم۔ اے ایل ایل بی لکھتا ہے "یہاں ہم اس اعتراض کا ذکر کرتے ہیں جو بعض لوگ پیش کیا کرتے ہیں کہ پیشگوئیکو سچی پیشگوئی نہ سمجھنا چاہیئے۔ جبتک کہ واقعہ کو کھلے اور صریح الفاظ میں بیان نہ کیا جاوے۔ مثلاً وان ایمن اپنی کتاب کرسٹالوجی کے صفحہ ۱۲ پر لکھتا ہے کہ ایسے آسان فقرے جیسا کہ ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ بنی اسرائیل کو بادشاہ کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے بلکہ ایک معلم کی انتظار کرنی چاہیئے۔ یہ معلم بیت اللحم میں ہیرودیس کے زمانے میں پیدا ہوگا۔ وہ ٹائیبریس کے عہد میں اپنے مذہب کی سچائی کی تصدیق میں اپنی جان دیدیگا۔ یروشلم کی تباہی اور یہودی ریاست کی پوری بیخکنی کے ذریعہ سے وہ دنیا کے ہر ایک حصہ میں اپنے مذہب کو پہنچائیگا۔ اس قسم کے چند فقرے کھلی تاریخی عبارت میں لکھے ہوئے صرف سچی پیشگوئی ہی نہ کہلاتے۔ بلکہ جب کبھی انکی سچائی ثابت ہوتی۔ تو ایسی پیشگوئی کا درجہ عہد عتیق کی تمام پیشگوئیوں سے بڑھکر ہوتا۔ یہ وہ اعتراض ہے جسکو

www.aaiil.org

وان ایمن پیش کرتا ہے۔ اس اعتراض کے یہ معنے ہیں کہ ہماری سمجھ خدا تعالیٰ کی سمجھ سے بڑھ کر ہے اور جو طریقہ ہماری سمجھ میں آتا ہے وہ اس طریقہ سے بڑھکر ہے جو خدا تعالےٰ نے اختیار کیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ ضرور یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ اس بڑے بھید کو مخفی رکھتا ہے۔ یہانتک کہ انسان اسکے برداشت کرنیکے قابل ہوں اس بھید کی تلاش میں رہنا ہی انسانوں کی تربیت کا ایک حصّہ ہے اگر مسیح اور اسکی تاریخ اور اسکی سلطنت کا پورا پورا بیان پہلے سے بتلا دیا جاتا۔ تو ایمان کے لیے کہاں موقع رہتا۔ اور کسقدر ممکن تھا۔ کہ جھوٹے شخص بھی مسیحیت کا دعوے کر لیتے۔ سچا شخص دنیا میں روز روشن کی طرح نہیں آتا۔ وہ پہلے ان لوگوں کے پاس آتا ہے جو اس کا استقبال کرنیکے لیے انتظار کر رہے ہوتے ہیں! اور اسکو قبول کرنیکے لیے تیار ہوتے ہیں"۔

دجال کی پیش گوئی کو بالکل لفظی معنوں میں لینا مندرجہ ذیل وجوہات سے بھی غلط ثابت ہوتا ہے۔ اول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ رایتنی اللیلۃ عند الکعبۃ فرأیت رجلاً آدم..... فسألت من ہذا فقالوا ہذا المسیح ابن مریم قال ثم اذا انا برجل اعور العین الیمنے۔ فسألت من ہذا۔ فقالوا ہذا المسیح الدجال۔ (ترجمہ) آج رات میںنے اپنے آپکو کعبہ کے پاس دیکھا۔ جہاں کہ مجھے گندم گوں آدمی نظر آیا۔ میںنے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ مسیح ابن مریم ہے۔ پھر ناگاہ ایک دہنی آنکھ سے کانے آدمی کو دیکھا میںنے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ مسیح الدجال ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال کو خواب میں دیکھا تھا۔ اور یہ مسلّم بات ہے کہ خوابیں تاویل طلب ہوتی ہیں۔ جو کچھ خواب میں دیکھا جاوے اسکی نسبت یہ امید کرنا کہ یہ ہو بہو اسی طرح پورا ہوگا۔ ایک بڑی غلطی ہے۔ دوئم اگر مسلمانوں کو قرآن شریف پر ایمان ہے تو انہیں اس پیش گوئی کو ہرگز لفظی معنوں میں نہیں لینا چاہیئے۔ اس پیش گوئی کو لفظی معنوں میں لینے سے قرآن شریف کی بہت سی آیات کو غیر صحیح ماننا پڑتا ہے۔ دجال کی پیشگوئی کے لفظی معنے کرکے دجال کو خدا تعالےٰ کا حریف ماننا پڑتا ہے اور اس میں ایسی طاقتیں ماننی پڑتی ہیں جو صرف خدا تعالےٰ کیلیے خاص ہیں۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے:۔ خلق الانسان ضعیفا۔ چونکہ دجال بھی ایک انسان ہے اسلیے وہ بھی ضعیف ہے لیکن اگر اس میں حقیقی طور پر وہ ساری طاقتیں ہوں گی جو اسکی طرف منسوب کیجاتی ہیں اگر حقیقی طور پر زمین و آسمان پر اسکا اختیار ہوگا اگر واقعی طور پر وہ اس جلال کے ساتھ خروج کریگا جو اسکو دیا جاتا ہے تو پھر وہ کمزور انسان نہیں ہے بلکہ ایسی زبردست ہستی ہے جسکی طاقت خود خدا تعالےٰ کے برابر ہوگی خدا تعالےٰ اپنی نسبت فرماتا ہے:۔ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون لیکن دجال کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ بھی اپنے حکم سے جو چاہیگا کریگا۔ وہ ایک چیز کو کہیگا۔ ہو جا۔ اور وہ ہو جائیگی۔ اس طرح دجال کو خدا تعالےٰ کے برابر قرار دیتے ہیں مگر ایسا ماننا اس توحید کے برخلاف ہے جسکی قرآن شریف تعلیم دیتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ہم ان الفاظ کو حقیقی معنوں پر حمل نہیں کر سکتے۔ سوم۔ دجال کی نسبت لکھا ہے۔

✣ حدیث بالاختصار لکھی گئی۔ منہ

www.aaiil.org

کہ اس کی آنکھوں کے درمیان ک۔ ف۔ ر۔ لکھا ہوا ہوگا۔ اور ہر ایک مومن خواہ خواندہ ہو یا ناخواندہ ان حروف کو پڑھ لیگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک معمولی تحریر نہیں ہوگی کیونکہ ناخواندہ لوگ معمولی تحریر کو پڑھ نہیں سکتے چہارم۔ دجال کی پیش گوئی میں کثرت سے ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جو صریحاً استعارات ہیں۔ مثلاً کہا گیا ہے کہ دجال اس بادل کی طرح چلیگا جسکے پیچھے ہوا ہو۔ اسکا گدھا اتنا بڑا ہوگا کہ اسکے دونوں کانوں کے درمیان کا فاصلہ ستر باع ہوگا۔ زمین کے خزانے اسکے پیچھے اس طرح چلینگے جیسے کہ مکھیاں اپنی رانی کے پیچھے چلتی ہیں اس کے ساتھ روٹیوں کے پہاڑ ہونگے اور اگر مسیح اسکے قتل کرنیکے لیے نہ بھی آتا پھر بھی وہ خود بخود اس طرح پگھل جاتا جیسا کہ نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب استعارات ہیں جن کو کوئی سمجھدار آدمی ظاہری معنوں پر حمل نہیں کر سکتا۔ پنجم۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص ابن صیاد پر بعض صحابہ نے شبہ کیا کہ وہی دجال موعود ہے چنانچہ انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو بھی اپنے خیال کا اظہار کیا۔ اور آپ نے اسکے دجال ہونیسے انکار نہ کیا بلکہ خاموش رہے۔ ابن صیاد بعد میں مسلمان ہوگیا۔ مگر یہ قصہ ہمیں ایک عمدہ سبق سکھلاتا ہے۔ ابن صیاد میں دجال کی ظاہری علامتیں پوری نہیں ہوئی تھیں اسکے ماتھے پر ک۔ ف۔ ر۔ نہیں لکھا ہوا تھا۔ اسکے ساتھ نہ دوزخ تھا نہ بہشت اور نہ اتنا بڑا گدھا۔ جسکا احادیث میں ذکر ہے۔ اُسنے نہ نبوت کا دعوے کیا نہ خدائی کا۔ اسکے ساتھ روٹیوں کے پہاڑ نہ تھے۔ اور نہ زمین و آسمان اسکے حکم کے تابع تھے۔ پھر بھی صحابہ نے اسکو دجال موعود قرار دیدیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کا یہ خیال نہیں تھا کہ دجال کی علامتیں ضرور ظاہری طور پر پوری ہونی چاہئیں۔ وہ اسکو صرف پیشگوئی کی نظر سے دیکھتے تھے اور انکے نزدیک بالکل ممکن تھا کہ دجال کسی غیر مترقبہ صورت میں پیدا ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خاموش رہنا بھی یہی ظاہر کرتا ہے۔ اگر انکے نزدیک ضروری ہوتا کہ دجال کی ساری علامتیں ظاہری طور پر پوری ہوں تو آپ ضرور فرماتے کہ ابن صیاد دجال موعود نہیں ہے کیونکہ ک۔ ف۔ ر۔ اسکے ماتھے پر کھدے ہوئے نہیں ہیں۔ اور ایسا ہی بہت سی اور علامتیں ابن صیاد میں پائی نہیں جاتیں۔ مگر آجکل کے مسلمان نہ صحابہ کی اتباع کرنا چاہتے ہیں نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی۔ یہ نسل یہودیوں کی طرح سخت دل اور کند ذہن ہوگئی ہے۔ اور انکو الہی نشان نہیں ہوتا جبتک کہ انکا خیالی دجال ظاہر نہو۔

"پیش گوئی کا پورا ہونا"

یہ ثابت کرنیکے بعد کہ دجال کی پیشگوئی کو بالکل ظاہری معنوں میں لینا غلطی ہے۔ میں اب یہ دکھلانا چاہتا ہوں کہ یہ پیشگوئی کس طرح پوری ہوئی۔

www.aaiil.org

اول۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔ فمن ادرکہ منکم فلیقرأ علیہ فواتح سورۃ الکہف فانہا جوارکم من فتنتہ۔ یعنی جو شخص تم میں سے دجال کو پائے تو اسے چاہیئے کہ سورہ کہف کی پہلی آیتیں اسپر پڑھے۔ کیونکہ یہ تمہیں اس کے فتنہ سے بچائینگی۔ یہ حدیث بہت ہی قابل قدر ہے کیونکہ یہ دجال کے پہچاننے کے لیے کلید کا کام دیتی ہے۔ اس حدیث میں دجال کے شر سے بچنے کیلیے علاج بتلایا گیا ہے اسکے سوا کوئی اور علاج نہیں بتلایا گیا آؤ ہم اس نسخہ کی ترکیب پر غور کریں اور دیکھیں کہ اس نسخہ پر غور کرنیسے بیماری کی تشخیص میں کچھ مدد ملتی ہے یا نہیں۔ جب ہم ان آیات کو پڑھتے ہیں تو ان میں مندرجہ ذیل آیتیں پاتے ہیں۔ وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولدا۔ مالہم بہ من علم ولا لآبائہم کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون الا کذبا یعنی عیسائی کہتے ہیں کہ اللہ تعالے کا ایک بیٹا ہے۔ نہ انکو اسکا علم ہے نہ انکے باپ دادونکو۔ یہ بڑی بات ہے جو انکے منہ سے نکلتی ہے۔ یہ جھوٹ کہتے ہیں۔ یہ وہ آیات ہیں جنکا پڑھنا دجال کے فتنہ سے بچنے کیلیے ایک علاج ہے۔ ان آیات میں صرف حضرت مسیح کی ابنیت کے مسئلہ کی پرزور الفاظ میں تردید کیگئی ہے اور ان لوگونکو جھوٹا کہا گیا ہے جو مسیح کو خدا تعالے کا بیٹا کہتے ہیں۔ چونکہ ان آیات کا پڑھنا دجال کے فتنہ کا ایک علاج ہے اس سے صاف ثابت ہوا کہ دجال لوگونکو اس امر کی دعوت کریگا۔ کہ وہ حضرت مسیح کو خدا تعالے کا بیٹا تسلیم کریں اس امر کو ہم دوسرے الفاظ میں یوں بیان کر سکتے ہیں کہ دجال پادریونکا نام ہے جو حضرت مسیح کو ابن اللہ ابن اللہ کہکر پکارتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کل دنیا اس عقیدہ کو اختیار کرے۔

دوم۔ دجال کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ ما بین خلق آدم الی قیام الساعۃ امر اکبر من الدجال۔ یعنے آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک دجال سے بڑھکر کوئی فتنہ نہ ہوگا۔ اس بیان سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ دجال عیسائیونکا نام ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال کے فتنہ کو سب سے بڑا فتنہ بیان فرمایا۔ اور قرآن شریف ان پادریونکے فتنہ کو سب سے بڑا فتنہ قرار دیتا ہے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کو خدا تعالے کے قول کے ساتھ مطابق کرنیسے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ پادری لوگ ہی دجال ہیں۔ خدا تعالے فرماتا ہے۔ تکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ہدا ان دعوا للرحمن ولدا۔ (سورہ مریم رکوع ۶) قریب ہے کہ آسمان اس بات سے پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جاوے۔ اور پہاڑ ٹوٹ پڑیں اسلیئے کہ رحمان کیطرف بیٹا منسوب کیا جاتا ہے دیکھو قرآن شریف کیسے زور سے عیسائیونکے اس مسئلہ پر لعنت بھیجتا ہے خدا تعالے کسی اور مسئلہ کو ایسے پرزور الفاظ میں رد نہیں کرتا اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالے کے نزدیک کوئی اور بات ایسی ناپسند نہیں ہے جیسا کہ عیسائیونکا مسئلہ کہ مسیح خدا تعالے کا بیٹا ہے اس طرح قرآن شریف کی رو سے پادریونکے فتنہ سے بڑھکر کوئی فتنہ نہیں ٹھیر سکتا جو کہ صرف مسیح کو خدا ہی نہیں بناتے بلکہ کل دنیا کو اس اعتقاد پر لانیکے لیے جان توڑ کوششیں کر رہے ہیں۔

www.aaiil.org

جانیں خطرے میں ڈالی جاتی ہیں اور روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے۔ انسان اگر ایک سال تک سوچتا رہے تو وہ کوئی ایسی تجویز نہیں سوچ سکتا جو عیسائیوں نے اپنے دین کی اشاعت کے لیے استعمال نہیں کی مڈی دل کی طرح کرۂ زمین پر پھیل گئے ہیں کوئی کان نہیں جس نے انکی آواز نہیں سنی اور کوئی آنکھ نہیں جس نے انکی تحریروں کو نہیں پڑھا۔ اور بہت تھوڑے دل ایسے ہونگے جنپر انکی زہر نے اثر نہیں کیا۔ وہ صرف اپنے مذہب کے وعظ پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ دوسرے مذاہب پر بھی سخت حملے کرتے ہیں۔ مذہب اسلام کو بالخصوص انہوں نے اپنے حملوں کا نشانہ بنا رکھا ہے جو تحریریں انہوں نے اپنے مذہب کی اشاعت اور مذہب اسلام کی مخالفت میں لکھی ہیں انکو اگر جمع کیا جاوے تو ایک پہاڑ بنتا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ ایک شخص کا مرتد ہونا ایک قیامت برپا کر دیتا تھا اور اب ہزاروں آدمی اعلےٰ خاندانوں اور بزرگ نسلوں سے اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کو اختیار کر رہے ہیں۔ مسیں گھروں میں جاکر پردہ نشین عورتوں کو گمراہ کرتی ہیں کوئی پھندہ نہیں جو انہوں نے لوگوں کے گمراہ کرنیکے لیے نہیں لگایا۔ انکے پاس روٹیوں کے پہاڑ ہیں جن کو دیکھکر بہت سے بھوکے اور ننگے انکا مذہب قبول کر لیتے ہیں۔ جب ملک میں قحط پڑتا ہے تو وہ زمانہ عیسائیت کی ترقی کیلیے بہت مفید ہوتا ہے ہسپتال قایم کر رکھے ہیں جہاں دوائی کے ساتھ مسیح کی ابنیت کا وعظ بھی سنا دیا جاتا ہے۔ چونکہ اس مذہب میں آزادی حد سے زیادہ ہے عورتوں اور مردوں میں حد سے زیادہ اختلاط ہے۔ شراب کا پینا حرام نہیں سمجھا جاتا کیونکہ انکا خداوند خود شراب پیا کرتا تھا۔ اور ساتھ اسکے پاک دل کیمیا بوسہ لینا بھی جایز ہے اسلیئے بہت سے لوگ اس مذہب کو اختیار کرنا پسند کرتے

علاوہ ان لوگوں کے جنہوں نے کھلے طور پر عیسائیت کو اختیار کر لیا ہے ہزارہا ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو اگرچہ کھلے طور پر عیسائی نہیں ہوئے مگر انکے دل پر اس زہر نے اثر کیا ہے اور وہ عیسائیت کے رنگ میں رنگین ہو گئے ہیں۔ عیسائیوں کی طرح آزاد زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسلامی فرایض کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ الغرض کوئی شخص اس نقصان کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ جو عیسائیت نے اسلام کو پہنچایا ہے تاریخ میں اسکی کوئی نظیر نہیں ملتی نہایت مخفی اور باریک تدبیروں کو کام میں لایا جاتا ہے اور اسلام کے قلعہ کو نقصان پہنچانیکے لیے بہت سی سرنگیں تیار کی گئی ہیں۔ پہلے بھی ایسے لوگ ہوئے ہیں جو اسلام کے دشمن تھے اور مسلمانوں کو اذیت پہنچانا چاہتے تھے مگر وہ صرف مسلمانوں کے بدن پر حملہ کرتے تھے اور عیسائی مسلمانوں کے دلوں پر حربہ چلاتے ہیں انکی اذیت سے مومنوں کے ایمان اور بھی پختہ ہوتے تھے مگر پادریوں کے وسوسوں سے نہایت مضبوط ایمان بھی متزلزل ہو جاتے ہیں غرض عیسائیوں کے فتنہ سے کوئی فتنہ بڑھ کر نہیں ہے اور پادریوں سے بڑھ کر کوئی سخت دشمن اسلام کا نہیں پایا جاتا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ستر ہزار مسلمان دجّال کی پیروی اختیار کرے گا۔ یہ پیشگوئی پادریوں کے حق میں کیسے کھلے طور سے پوری ہو گئی ہے اب اس دجال سے بڑھ کر مسلمان اور کس دجال کا انتظار کر رہے ہیں +

www.aaiil.org

سوم- دجال کی نسبت لکھا ہے کہ وہ کل دنیا پر پھر جائیگا مگر مکہ اور مدینہ میں وہ داخل نہیں ہو سکیگا۔ یہ بات بھی پادریوں پر خوب صادق آتی ہے۔ انکے خروج سے پہلے سفر کے وہ ذرائع موجود نہ تھے جو آج کل پائے جاتے ہیں۔ عیسائی لوگ ہی ہیں جنہوں نے ایسی سواریاں ایجاد کی ہیں جن کے ذریعہ یہ ہوا کی طرح سب دنیا پر پھیل جاتے ہیں جو مسافتیں انسان عمر بھر میں طے نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اب چند دنوں میں طے کیجاتی ہیں۔ یہ لوگ کل دنیا پر پھیل گئے ہیں۔ اور ایسی تیزی سے سفر کرتے ہیں کہ چند دنوں میں کل دنیا پر چکر لگا سکتے ہیں۔ کوئی ایسا ملک نہیں جہاں یہ نہ گئے ہوں۔ افریقہ کے حبشیوں امریکہ کے اصلی باشندوں اور جزائر کے رہنے والوں نے سب نے تثلیث کی منادی کی آواز سن لی ہے مگر باوجودیکہ پادری سب دنیا میں پھیل گئے اور ہر ایک جگہ انہوں نے اپنے مشن قایم کر دیئے ہیں مگر مکہ معظمہ میں حسب منشاء پیشگوئی داخل نہیں ہو سکے۔ سب مقدس شہروں میں یہ لوگ داخل ہو گئے ہیں مگر اسلام کے مقدس شہروں میں خدا تعالے نے انکو قدم رکھنے کا موقعہ نہیں دیا۔ یہ خدا تعالے کا ہاتھ ہے جسنے انکو روکا ہے ورنہ کس طرح ممکن تھا کہ وہ قوم جس نے خشکی اور تری کا چپہ چپہ دیکھا اور پامال کیا وہ ایسے عظیم الشان شہروں میں اپنا مشن قایم نہ کرتی۔ یہ انکے دجال ہونیکا صریح ثبوت ہے اگر پادریصاحبان اپنے لیے دجال کا لفظ پسند نہیں کرتے تو وہ اس پیش گوئی کی تغلیط کر کے دکھائیں مگر خدا کے رسول کا کلام ہے اسکو کون غلط ثابت کر سکتا ہے۔

چہارم- دجال کا گدھا۔ دجال کا گدھا ایک معمولی گدھا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس قدوقامت کے گدھے دنیا میں نہیں پائے جاتے اگر اتنے بڑے گدھوں کی نسل دنیا میں موجود ہوتی تو قریب قیاس تھا کہ واقعی ایک گدھا دجال کے ساتھ ہو۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر کہ وہ گدھا اس طرح چلیگا جیسے وہ بادل چلتا ہے جسکے پیچھے تیز ہوا ہو۔ صاف اشارہ کر دیا کہ وہ گدھا زندہ جانور نہیں ہوگا بلکہ ایک ایسی چیز ہوگی جو ہوا کے مشابہ کسی چیز کے زور سے چلے گی۔ پس وہ گدھا ریل گاڑی ہے جو دُخان کے زور سے چلتی ہے۔ اور یہ گدھا بڑے قد کا بھی ہے جیسا کہ احادیث کا منشاء ہے اور تیز رفتار بھی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسیح موعود کے زمانہ میں لیترکن القلاص فلا یسعی علیہا۔ یعنے اونٹونکی سواری متروک ہو جائیگی۔ اور کوئی انپر نہیں دوڑے گا یہ پیشگوئی بھی ریل گاڑی کے نکلنے سے پوری ہوئی۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دجال کے گدھے پر عام طور پر لوگ سوار ہونگے ورنہ اونٹ کس طرح متروک ہو سکتے تھے۔ اس سے وہ اعتراض رفع ہوا جو بعض لوگ بحث کرتے ہیں کہ اگر ریل گاڑی دجال کا گدھا ہے تو مسلمان اسپر کیوں سوار ہوتے ہیں۔ ضروری تھا کہ عام لوگ اسپر سوار ہوں تا اونٹوں کے متروک ہونے کی پیشگوئی پوری ہو۔ اور ریل گاڑی کو دجال کا گدھا اسلیئے کہا گیا کہ اسکو جاری کرنیوالی یہی قوم ہے۔ چونکہ ریل گاڑی بھی اسی زمانہ میں اور اسی قوم کے ہاتھوں سے جاری ہوئی ہے

www.ahlehaq.org

اس لیے اسکو دجال کی علامت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

پنجم۔ دجال کی نسبت کہا گیا تھا کہ وہ ایک آنکھ سے کانا ہوگا دجال کی اس نابینائی سے اسی قسم کی نابینائی مراد ہے جسکا ذکر اس آیت میں ہے۔ من کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرۃ اعمی۔ یعنے جو اس دنیا میں نابینا ہے وہ آخرت میں بھی نابینا ہی ہوگا۔ یہاں نابینائی سے مراد روحانی نابینائی ہے پس دجال کے ایک آنکھ سے کانا ہونیکے یہی معنے ہیں کہ وہ روحانی نور سے بے بہرہ ہوگا۔ اور مذہب کے پہلو سے اندھا ہوگا۔

ششم۔ دجال کی نسبت لکھا ہے کہ وہ ویرانوں پر سے گذریگا اور زمین اُسکے حکم سے اپنے خزانے باہر پھینکے گی۔ بادل اسکے حکم سے بارش برسائینگے اور زمین کے خزانے اس طرح اسکے پیچھے پیچھے چلینگے جیسے مکھیاں رانی کے پیچھے جاتی ہیں ان باتوں کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ درحقیقت دجال میں خدائی طاقت ہوگی۔ بلکہ صرف یہی مطلب ہے کہ وہ اپنی ساری کوششوں میں کامیاب ہوگا۔ اور خدا تعالےٰ تقدیر کو اسکی تدبیر کے مطابق کردیگا جس امر کو وہ اپنے ہاتھ میں لیگا اسمیں خدا تعالےٰ اسکو کامیابی دیگا۔ پانی بھی انکا حکم مانتا ہے اور آگ بھی۔ اور ان چیزوں کو گویا مسخر کرکے بڑے بڑے عجوبے دکھلاتے ہیں۔ دیکھو ریل گاڑی میں بھی آگ اور پانی کو ہی قابو کیا ہوا ہے اور انہی دو چیزوں کو زور لیکر ریل گاڑی لاکھوں آدمیوں کو لیے اور لاکھوں من بوجھ اٹھائے ہوئے ہوا کی طرح دوڑتی ہے۔ غرض انکو خدا تعالےٰ نے اس رنگ کی کامیابی عطا کی ہے کہ ہر ایک چیز انکے تابع معلوم ہوتی ہے جس زمین کو چاہتے ہیں آباد کرتے ہیں اور ویرانوں کو زرخیز بنا دیتے ہیں۔ جن ممالک کو فتح کرتے ہیں اسکی پیداوار اور وہاں کے خزانے یورپ کی طرف بھیجے جاتے ہیں۔ خزانوں سے لدے ہوئے جہاز یورپ کیطرف اس طرح جاتے ہیں گویا شہد کی مکھیاں اپنی رانی کے پیچھے جاتی ہیں۔ ہفتم۔ دجال کے ساتھ ایک بہشت ہوگا اور ایک دوزخ۔ بہشت سے مراد وہ نئے نئے اسباب تنعم و آسایش ہیں جو ان لوگوں نے ایجاد کیے ہیں۔ اور انکے ساتھ بعض اسباب ایسے بھی ہیں جنکو دوزخ سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ ان لوگونکے پاس لڑائی کے خوفناک سامان ہیں اور نئے نئے آلات جنگ ایجاد کیے گئے ہیں جن سے دشمن کو بھسم کردیتے ہیں انکے جنگی جہاز ایک دوزخ کا نمونہ ہیں۔ یہ آگ کے ذریعہ ہی جنگ کرتے ہیں +

ہشتم۔ دجال کا دعوے خدائی و نبوت۔ دجال کے دعوے خدائی و نبوت کو ہم حقیقت پر حمل نہیں کرسکتے۔ کیونکہ جو شخص نبوت کا دعوے کرتا ہے وہ خدا کی ہستی کا قائل ہوتا ہے اور جو شخص خدائی کا دعوے کرتا ہے۔ وہ اپنے سوا کسی اور خدا کے وجود کا قائل نہیں ہوتا۔ پس یہ دونوں دعوے ایک ہی شخص میں حقیقی طور پر جمع نہیں ہوسکتے یہ دجال کے دو مختلف گروہوں کی طرف اشارہ ہے۔ ایک گروہ تو خود پادریوں کا ہے جو ایک رنگ میں نبوت کا دعوے کررہا ہے بیسیوں کتابوں میں سے چند کتابیں بلا دلیل منتخب کرلی ہیں جنکا مغشوش اور غلطیوں سے بھرپور ہونا ثابت ہوچکا ہے اور یہ کتابیں بھی اصل انکے پاس نہیں۔ اپنے تراجم کو پیش کرتے ہیں جنمیں ہمیشہ اپنے خیال کے

www.aaiil.org

بموجب ترمیم کرتے رہتے ہیں اور ان تراجم کا نام انجیل رکھتے ہیں اور عوام کو سناتے ہیں کہ یہ وہی انجیل ہے جسکا ذکر قرآن مجید میں ہے جو حضرت عیسے علیہ السلام پر اتری تھی۔ جسطرح جھوٹا نبی اپنے کلام کو خدا کا کلام بیان کرتا ہے اسی طرح بڑی دلیری اور شوخی سے یہ انسان کے کلام اور اپنے تراجم کو خدا کا کلام بیان کرتے ہیں اسی واسطے حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی انکا نام جھوٹے نبی رکھا ہے۔ حضرت عیسے علیہ السلام نے جمع کا صیغہ بولکر یہ بھی جتلادیا کہ دجال نبوت کا دعوے کرنیوالا ایک شخص نہیں ہوگا۔ بلکہ بہت سے لوگ ہیں جو یہ منصب اختیار کرینگے +

دجال نے دعوے الوہیت کس طرح کیا۔ اسکا جواب میں کتاب البریت صفحہ ۲۱۱ سے نقل کرتا ہوں "اور دجال کی دوسری جزو جنکے افعال خدائی کے دعوے سے مشابہ ہیں وہ ... یورپ کے فلاسفروں اور کلوں کے ایجاد کرنے والوں کا گروہ ہے۔ جنہوں نے اسباب اور علل کے پیدا کرنیکے لیے اپنی کوششوں کو انتہا تک پہنچا دیا ہے اور بہت سی کامیابیونکی وجہ سے آخر اس ردّی اعتقاد تک پہنچ گئے ہیں کہ خدا کی قدرت اور اسپر ایمان رکھنا کچھ چیز نہیں ہے۔ اور اس گروہ کے تابع اکثر یورپ کے خواص عیسائی ہیں اور وہ دن رات ان تلاشوں میں لگے ہوئے ہیں کہ ہم خود ہی کسی طرح پر اس راز کے مالک ہو جائیں کہ جب چاہیں بارش برسادیں اور جب چاہیں کسی کے گھر میں لڑکا یا لڑکی پیدا کردیں اور جب چاہیں کسی کو عقیمہ بنادیں پس کچھ شک نہیں کہ یہ طریق دوسرے لفظوں میں خدائی کا دعوی ہے"

نہم۔ تمیم داری کا رؤیا۔ تمیم داری پہلے عیسائی تھا۔ بعد میں مسلمان ہوا اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر بیان کیا کہ وہ تیس ۳۰ اور آدمیونکے ساتھ ایک جہاز میں روانہ ہوا۔ سمندر کی لہریں اسکو دھکیل کر ایک مہینہ کے سفر کے بعد ایک جزیرہ میں لے گئیں۔ وہاں انہوں نے ایک جانور دیکھا جسکے بدن پر کثرت سے بال تھے۔ وہ جانور بولا کہ سامنے کے گرجہ میں ایک شخص تمہاری ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ وہاں جاکر انہوں نے ایک آدمی دیکھا جو زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اس نے کہا کہ میں دجّال ہوں۔ قریب ہے کہ میں آزاد کیا جاؤں۔ پھر میں سب دنیا پر پھر جاؤنگا سوائے مکہ اور مدینہ کے۔ اسکے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔ الا انہ فی بحر الشام او بحر الیمن لا بل من قبل المشرق۔ ما ہو + پھر آپنے ہاتھ کے ساتھ مشرق کیطرف اشارہ فرمایا اس حدیث کی صحت پر کسیکو کلام نہیں۔ اور صریحاً یہ تمیم داری کا رؤیا تھا جو اسنے بیان کیا کیونکہ جانورونکو بیداری میں کبھی کسی نے بولتے نہیں سنا۔ پادری اکبر مسیح اخبار اپی فینی میں لکھتا ہے کہ یہ خواب نہیں تھا۔ تمیم داری نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک جھوٹا قصہ سنا کر دھوکہ دیا تھا مگر اسکا یہ کہنا بالبداہت غلط ہے کیونکہ اسی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اسنے اسی موقعہ پر اسلام قبول کیا۔ اگر اسنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچائی آزمانیکے لیے ایک جھوٹا قصہ بنا کر آپکو دھوکہ دیا تھا تو پھر وہ مشرف باسلام کیوں ہوا اسکو تو یہ نتیجہ نکالنا چاہیے تھا کہ معاذ اللہ یہ سچے نبی نہیں ہیں ایسا ہی یہ کہنا بھی غلط ہے کہ واقعی تمیم داری نے ایک شخص کو ایک جزیرہ میں قید دیکھا تھا اور وہی شخص آخری زمانہ

www.aalif.org

میں ظاہر ہوگا۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسوقت جسقدر انسان زندہ ہیں ان میں سے ایکسو سال کے بعد کوئی بھی زندہ نہ ہوگا۔ وہ کونسا جزیرہ ہے جہاں تمیم داری تو پہنچ گیا تھا مگر اسوقت تک اور کوئی شخص وہاں نہیں پہنچا۔ ان سب امور سے ثابت ہوتا ہے کہ تمیم داری نے صرف ایک خواب دیکھا تھا۔ ❁

واقعات تمیم داری کے بیان کی تصدیق کرتے ہیں۔ کیونکہ دجال پہلے ایک جزیرہ میں ہی قید تھا پہلے عیسائی واعظ ملکوں میں جاکر تثلیث کی منادی نہیں کرتے تھے اپنے جزیرہ میں قید تھے۔ نیز تمیم داری کے بیان کے مطابق دجال گرجے سے ہی نکلا ہے اور اب تمام دنیا پر پھر گیا ہے مگر مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوسکا جیسا کہ تمیم داری کے پاس دجال نے بیان کیا۔ یہ واقعات بھی گواہی دے رہے ہیں کہ تمیم داری کا خواب سچا خواب تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکا بیان سُنکر فرمایا کہ دجال مشرق سے نکلیگا۔ اور ایسا ہی وقوع میں آیا۔ نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال کے راستہ کا بھی پتہ دیدیا کیونکہ بحیرہ شام اور بحیرہ یمن کے راستہ سے ہی دجال یعنی پادریصاحبان ہندوستان کیطرف آیا کرتے ہیں۔ دہم۔ تمیم داری کے خواب کی تصدیق مکاشفات باب ۲۰ سے بھی ہوتی ہے اس کتاب کے بیس ۲۰ باب میں ایک کشف درج ہے جو تمیم داری کے خواب سے بہت امور میں متشابہ ہے۔ شیطان کا وجود کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ ہمیشہ وہ اپنے مظہروں کے ذریعہ سے کام کرتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس سانپ کیصورت میں آیا۔ وہی پرانا سانپ آخری زمانہ میں دجال کے بھیس میں نکلیگا اسلیے جس سانپ کا ذکر مکاشفات باب ۲۰ میں ہے وہی دجال ہے۔ اس کتاب کے ۲۰ باب سے ظاہر ہوتا ہے کہ پرانا سانپ یعنی دجال حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں قید کیا گیا۔ پھر لکھا ہے کہ جب ہزار سال گذر جائینگے تو دجال چھوڑا جائیگا پھر وہ ساری زمین پر پھیل جائیگا۔ اور ہزار سال تک وہ قوموں کو گمراہ کریگا۔ جسکے بعد وہ ہلاک کیا جائیگا وہ ہزار سال جو دجال کی قید کا زمانہ ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تین سو سال بعد ختم ہوا۔ اسواسطے جب تمیم داری نے دجال کو دیکھا تو دجال نے کہا کہ قریب ہے کہ میں آزاد کیا جاؤں چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جلدی ہی عیسائی قوموں نے اپنے قیدخانہ سے نکلنا اور اِدھر اُدھر پھرنا شروع کیا۔ اب حساب کے رو سے آزادی کا ہزار سال بھی ختم ہوگیا ہے۔ اگر ابتک دجال نہیں نکلا تو اب وہ نہیں نکلیگا کیونکہ اسکے نکلنے کا زمانہ گذر گیا۔ تمیم داری کا خواب مکاشفات کے مصنف کے خواب سے زیادہ واضح ہے کیونکہ تمیم داری نے قید کا مقام بھی بتلادیا یعنی کہا کہ وہ ایک جزیرہ میں قید ہے پھر یہ بھی بتلایا کہ وہ دجال گرجا سے نکلیگا اور یہ بھی بتلایا کہ وہ مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوگا۔ یازدہم مسیح موعود کی نسبت لکھا ہے کہ وہ صلیب کو توڑنیکے لیے آئیگا اس سے پایا جاتا ہے کہ وہ ایسے وقتمیں ظاہر ہوگا جب صلیبی مذہب عروج میں ہوگا اور صلیب کا بڑا زور ہوگا پس ایکطرف تو یہ بتایا گیا ہے کہ مسیح موعود اسوقت ظاہر ہوگا جب عیسائی مذہب کا فتنہ دنیا میں پھیل جائیگا۔ اور دوسری طرف دجال کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے ظہور سے پہلے دجال

www.aaiil.org

❁ اگر رؤیا نہ ہوتی تو تاویل آدھوں سے بھی کوئی اسات کو سال نہ کرتا۔

کا فتنہ دنیا میں بڑا بھاری فتنہ ہوگا۔ ان دو باتوں کو تطبیق دینے سے نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ دو مختلف فتنے نہیں ہیں بلکہ ایک ہی فتنہ ہے۔ ایک طرف تو حضرت مسیح موعود کا ذکر کرتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیح موعود کا پہلا اور بھاری کام کسر صلیب ہوگا۔ اور دوسری طرف دجال کا ذکر کرتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیح کا پہلا اور بڑا کام قتل دجّال ہوگا اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ کسر صلیب اور قتل دجال ایک ہی ہیں۔ اور صلیب اور دجال کے فتنوں کے ایک ہونے کی ایک اور دلیل یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال کے فتنے سے بچنے کیلیے انہی آیتوں کا پڑھنا فرمایا ہے جن میں عیسائیت کی سخت تردید کی گئی ہے اور جنمیں عیسائیوں کو جھوٹا کہا گیا ہے جیسا کہ دجال کا نام جھوٹا ہے۔ پھر دجال کی نسبت لکھا ہے کہ وہ گرجا سے نکلیگا۔ پھر جیسا دجال کی نسبت لکھا ہے کہ وہ ساری دنیا پر پھیل جاویگا۔ عیسائی مذہب کے واعظ سب دنیا پر پھیل گئے ہیں۔ کل علامتیں دجال کی ان لوگوں میں پائی جاتی ہیں پھر کیوں انکار کیا جاتا ہے کہ صلیبی فتنہ اور دجالی فتنہ ایک فتنہ نہیں ہے +

دوازدہم۔ اور بھی کئی وجوہات سے ثابت ہوتا ہے کہ دجال ظاہر ہو چکا ہے اسکی نسبت لکھا تھا کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا قرآن شریف اور احادیث میں آخری زمانہ اور مسیح موعود کے ظہور کی کئی علامات لکھی ہیں ہمنے ان علامتوں کا پورا ہونا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ مسیح موعود اپنی تمام علامات کے ساتھ ظاہر ہو گیا ہے اور اس نے اپنے دعوے کو زبردست دلایل اور آسمانی نشانوں سے ثابت کر دیا ہے۔ میں اس جگہ بوجہ عدم گنجایش صرف چند علامتوں کا ذکر کرتا ہوں۔ صحیح بخاری میں لکھا ہے:۔ علے نقاب المدینۃ ملائکۃ لا یدخلہا الطاعون والدجال۔ طاعون اور دجال کا اکٹھا ذکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال کے ساتھ طاعون بھی ظاہر ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دابۃ الارض سے بھی طاعون ہی مراد ہے طاعون کا باعث ایک قسم کے کیڑے ہیں جو زمین میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور سب سے پہلے چوہوں پر حملہ کرتے ہیں۔ قرآن شریف کی وہ آیت جسمیں دابۃ الارض کا ذکر ہے اس طرح ہے۔ واذا وقع القول علیہم اخرجنا لہم دابۃ من الارض تکلمہم ان الناس کانوا بایتنا لا یوقنون (سورہ نمل رکوع ۶) جب انپر فرد جرم لگ جائیگا تو ہم انکے لیے زمین میں سے ایک جانور نکالینگے جو لوگوں کو کاٹیگا۔ اسلیئے کہ وہ ہمارے نشانوں پر یقین نہیں کرتے تھے۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طاعون کا کیڑا مسیح موعود اور اسکے نشانوں سے انکار کرنیکی وجہ سے نکلیگا۔ (۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لیترکن القلاص فلا یسعی علیہا یعنی اونٹنیاں متروک ہو جائینگی اور انپر کوئی سوار نہیں ہوگا۔ اسی مضمون کی آیت قرآن شریف میں بھی موجود ہے یعنی واذا العشار عطلت۔ یعنی اونٹنیاں معطل و بیکار ہو جائینگی یہ آخری زمانہ کی علامت ہے اور ریل گاڑی کے نکلنے سے پوری ہو چکی ہے۔ (۳) مہدی کے زمانہ کی علامت لکھی ہے کہ رمضان شریف میں چاند گرہن کی راتوں میں سے پہلی رات کو چاند کو گرہن لگیگا۔ اور سورج کے گرہن کیلیے جو دن مقرر ہیں ان میں سے درمیان کے دن میں سورج کو گرہن لگیگا۔ قرآن شریف میں بھی اسی کسوف و خسوف....

www.aaiil.org

کی طرف مندرجہ ذیل آیت میں اشارہ کیا گیا ہے وخسف القمر وجمع الشمس والقمر..... یہ علامت بھی ۱۳۱۱ھ ہجری میں پوری ہو چکی ہے۔ میں ان سب علامتوں کا یہاں ذکر نہیں کر سکتا۔ نمونہ کے طور پر چند علامتوں کا ذکر کر دیا ہے۔ اور میرا مقصود اس سے یہ ہے کہ آخری زمانہ کی علامتیں جنکا ظہور دجال کے ساتھ یا دجال کے بعد ہونا تھا۔ وہ ظاہر ہو چکی ہیں جس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ دجال بھی ظاہر ہو چکا ہے۔ **سیزدہم**۔ پادریوں کا دجال ہونیکا قرآن شریف سے ثبوت۔ قرآن شریف میں صرف دو فتنوں سے ڈرایا گیا ہے۔ اول یہودی بننے سے ڈرایا گیا ہے۔ دوم عیسائیوں کے فتنہ سے ڈرایا گیا ہے۔ المغضوب علیہم سے مراد بموجب تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہودی اور الضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔ مسلمانوں کو بھی ایک مسیح کا وعدہ دیا گیا تھا۔ اور خدا تعالےٰ انکو منع کرتا ہے کہ تم اس آنیوالے مسیح کا انکار کر کے اپنے تئیں یہودی نہ بنا دو۔ ایسا ہی عیسائیوں کے فتنہ سے خدا تعالےٰ ڈراتا ہے کیونکہ خدا تعالےٰ جانتا تھا کہ ایک زمانہ آنیوالا ہے جبکہ یہ لوگ خلق خدا کو گمراہ کرنیکے لیے کوئی دقیقہ باقی نہ رکھینگے۔ احادیث میں بھی ان دونوں فتنوں کا ذکر ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف فرمایا ہے کہ آخری زمانہ میں اس امت کے لوگ اکثر یہودی خصلت ہو جائینگے اور دوسرا فتنہ جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا وہ دجال کا فتنہ ہے۔ آپ نے دجال کے فتنہ کو سب سے بڑا فتنہ بیان فرمایا اور قرآن شریف پادریوں کے فتنہ کو سب سے بڑا فتنہ قرار دیتا ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔ تکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ہدًا ان دعوا للرحمٰن ولدا۔ (سورہ مریم رکوع ۶) قرآن شریف صرف دو فتنوں کا ذکر کرتا ہے اور دجال کا فتنہ بھی انہی دو فتنوں میں شامل ہے کیونکہ قرآن شریف کسی اور فتنہ کا ذکر نہیں کرتا۔ احادیث کی رو سے دجال کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ ہے اور قرآن شریف کی رو سے عیسائیوں کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ ہے جس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ دونوں فتنے ایک ہی ہیں اور جب یہ دیکھا جائے کہ دجال کے فتنہ سے بچنے کیلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انہی آیتوں کے پڑھنے کی تاکید کی ہے جن میں عیسائیوں کے فتنہ کا ذکر ہے تو کامل یقین ہو جاتا ہے کہ دجال کا فتنہ بھی عیسائی پادریوں کا فتنہ ہے اور جیسا کہ دجال نے گرجا سے ظاہر ہونا تھا ایسا ہی پادریوں کا فتنہ بھی گرجے سے ہی نکلا ہے۔ جیسا سورہ فاتحہ کے آخر میں عیسائیوں سے ڈرایا ہے۔ ایسا ہی قرآن شریف کے آخر میں بھی عیسائیوں کے فتنہ کا ہی ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی خنّاس کا ذکر کر کے ظاہر کر دیا ہے کہ دجّال ہی خنّاس ہے خنّاس وہی لفظ ہے جسکو عبرانی میں نخاش کہتے ہیں۔ نخاش اس سانپ کا نام ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس گیا تھا۔ اس شیطان کا آخری سورۃ میں ذکر کر کے بتلایا گیا ہے کہ وہی پرانا سانپ پھر آخیر زمانہ میں زور کے ساتھ ظاہر ہوگا اور عیسائیوں کا ساتھ ہی ذکر کر کے بتلا دیا ہے کہ وہ ظہور انہی لوگوں کے ذریعہ ہوگا۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ قال فانک من المنظرین الی یوم الوقت المعلوم (سورہ ص۔ رکوع ۶) یعنی خدا تعالےٰ نے شیطان کو کہا کہ تجھے ایک وقت معلوم تک مہلت دیجاتی ہے۔ اس وقت معلوم سے مراد وہ وقت ہے جبکہ شیطان کا آخری مظہر یعنی دجال مسیح موعود کے ہاتھ سے قتل کیا جائیگا

www.aalil.org

چہاردہم - دجال ایک گروہ کا نام ہے = (۱) میں اوپر دکھا چکا ہوں کہ دجال کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک رویا میں دیکھا اسلیے یہ ضروری نہیں ہے کہ آنیوالا دجال ضرور شخص واحد ہی ہو۔ احادیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات خواب میں ایک آدمی دیکھا جاتا ہے اور مراد اس سے ایک قوم ہوتی ہے۔ چنانچہ جب ایک صحابی نے عرب کے قدیم بادشاہ نعمان بن المنذر کو خواب میں دیکھا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکے وجود سے مراد اہل عرب ہیں (۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تمیم داری کا رویا سنکر تین دفعہ فرمایا۔ من قبل المشرق ما ہو۔ وہ مشرق کیطرف سے نکلیگا جو کچھ وہ ہے۔ ان الفاظ (جو کچھ وہ ہے) سے پایا جاتا ہے کہ آپکے نزدیک ضروری نہیں تھا کہ دجال ہو بہو اس شکل میں ظاہر ہو جسمیں کہ تمیم داری نے یا خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا تھا۔ (۳) کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۴ میں مندرجہ ذیل حدیث درج ہے یخرج فی آخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین یلبسون للناس جلود الضان السنتھم احلی من العسل وقلوبھم قلوب الذیاب الخ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۴) یعنی آخری زمانہ میں دجال نکلیگا وہ دنیا کو دین سے ملا دینگے۔ لوگونکو دھوکہ دینے کیلیے بھیڑ ونکی کھالیں ظاہر ہونگے انکی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہونگی اور انکے دل بھیڑیوں کے دلونکی طرح ہونگے اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دجال ایک گروہ کا نام ہے پھر دیکھو کہ اس حدیث میں پادریوں کا کیسا ٹھیک نقشہ کھینچا گیا ہے۔ (۴) عربی لغت کی کتابیں بھی اسی امر کی تائید کرتی ہیں کہ دجال ایک گروہ کا نام ہے۔ قاموس میں لکھا ہے الدجال من الدجالۃ طائفۃ عظیمۃ یحمل المتاع للتجارۃ۔ یعنی دجال کا لفظ دجالہ سے نکلا ہے جسکے معنی ہیں ایک بڑا گروہ جو تجارۃ کیلیے مال لیکر پھرتا ہو اقرب الموارد میں ہے الدجال الرفقۃ العظیمۃ (یعنی ایک بڑی جماعت)۔ لغت کی رو سے لفظ دجال میں دو مفہوم پائے جاتے ہیں اول یہ کہ دجال ایک گروہ کا نام ہے۔ دوسرا مفہوم اسمیں جھوٹ بولنے کا پایا جاتا ہے جو دجال کا خاصہ ہے۔ اور سورہ کہف کی دس آیتونمیں صرف عیسائی مذہب کی تردید ہی نہیں کیگئی بلکہ انکو جھوٹا بھی کہا گیا جیساکہ احادیث میں دجال کو جھوٹا ظاہر کیا گیا ہے (۵) قرآن شریف میں ہے۔ لخلق السموات والارض اکبر من خلق الناس۔ محدثین اور مفسرین کا قول ہے کہ الناس سے مراد دجال ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ دجال ایک گروہ کا نام ہے کیونکہ الناس جمع کا صیغہ ہے اس تفسیر کی تصدیق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے بھی ہوتی ہے۔ مابین خلق آدم الی قیام الساعۃ خلق اکبر من الدجال۔ (صحیح مسلم) **پانزدہم** - دجال کا قتل :- عقلمند لوگوں نے پہلے ہی سے اس مذہب کو ترک کرنا شروع کر دیا ہے اس طرح اس مذہب کا پگھلنا شروع ہو گیا ہے مگر خدا تعالے اتنی مہلت بھی نہیں دینا چاہتا کہ یہ مذہب آہستہ آہستہ خود بخود پگھل جائے۔ اسلیے خدا تعالے نے مسیح موعود کو ایک آسمانی حربہ کے ساتھ بھیجا ہے احادیث میں ہے کہ دجال باب لد کے پاس قتل کیا جائیگا۔ لد لغت کی رو سے ایسے لوگونکو کہتے ہیں جو بیجا طور پر جھگڑیں اور جنکو کوئی دلیل خاموش نکر سکے پس باب لد کے پاس قتل ہونے سے یہ مراد ہے کہ جب عیسائیونکے بیجا جھگڑے حد سے بڑھ جائینگے اور کسی دلیل سے وہ خاموش نہ ہونگے تو اسوقت خدا تعالے ایک ایسا امر پیدا کریگا جس سے انکے مذہب کا ابطال روز روشن کیطرح واضح ہو جائیگا اور انکے منہ بند ہو جائینگے + عیسائیت کے لیے مقدر ہے کہ وہ اسی قبر میں دفن کیجاوے

www.aaiil.org

رؤیا والہامات حضرت مسیح موعود (علیہ السلام)

یکم اکتوبر ۱۹۰۵ء کسی شخص نے ہمارے ہاتھ پر سونف رکھدی ہے۔ ۲۔ اکتوبر۔ دیکھا کہ ایک مکان ہے اسپر چڑھنے کیلئے ایک زینہ لگا ہوا ہے جو لوہے کا ہے اور تختے پاؤں رکھنے کے بھی ہیں اوپر ایک دروازہ ہے میں اس زینہ پر چڑھتا ہوں مگر چڑھ نہیں سکتا اتنے میں اوپر سے کسی نے دروازہ بند کر دیا اور کہا کہ دوسرے راستہ سے آؤ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ راستہ تو نزدیک ہے اور فوراً پہنچ سکتے ہیں مگر دوسرا راستہ دور ہے کوئی دو تین سو گز کا فاصلہ ہے پس ہم اس دوسرے راستے سے جانے لگے تو دیکھا کہ میں ایک مضبوط گھوڑے پر سوار ہوں اور آگے آگے ایک خلق منتظار ہے جسکا نام غفار ہے اور ایک اور سوار بھی ہے جو آگے آگے چلتا ہے میں غفار کو کہتا ہوں کہ آگے مت نکل ہمارے ساتھ ساتھ چل تھوڑا راستہ طے کیا تھا کہ آنکھ کھلگئی + ۲۷ ستمبر ۱۹۰۵ء ۱۔ تاتیک نصرتی۔ ترجمہ میری مدد تیری پاس آئیگی۔ ۲۔ یاتیک من کل فج عمیق۔ ترجمہ ہر ایک دور کی راہ سے تیرے پاس لائینگے + ۲۸ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ حسنت مستقراً ومقاما۔ ترجمہ خوب ہوا از روئے جگہ قرار پکڑنیکے اور از روئے جگہ ٹھیرنیکے ۵ اکتوبر ۱۹۰۵ء۔ رہا گوسفندان عالیجناب + ۷ اکتوبر۔ بوقت صبح پیش از نماز فجر۔ رؤیا دیکھا کہ میں گورداسپور سے آیا ہوں اور ایک مضبوط گوٹ گھوڑے پر سوار ہوں جو گلگوں رنگ کا ہے گھوڑے پر ہی نماز پڑھی ہے اور سجدہ بھی کیا ہے۔ مجھے خیال آیا کہ جب میں گورداسپور گیا تھا تو میرا بھائی بیمار تھا اور انکے بچنے کی امید نہ تھی معلوم نہیں اسکا اب کیا حال ہے گھر کے پاس کوچہ میں میراں بخش حجام ملا۔ وہ بڑی خوش خوش باتیں کرتا ہے جس سے میں نے سمجھا کہ اب بھائی صاحب تندرست ہونگے۔ ۷ اکتوبر ۱۹۰۵ء قبل از نماز فجر۔ رؤیا دیکھا کہ ایک عورت فوت ہو گئی + ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۵ء۔ رؤیا دیکھا کہ میں کسی جگہ ہوں اور استنجا کیواسطے ایک جگہ سے ڈھیلا لیا ہے تو دیکھا کہ وہاں بہت سے آدمی جیسے مزدور لنگوٹی پوش ہوتے ہیں بیٹھے ہیں جنسے کراہیت ہوئی۔ پھر میں نے شادیخاں کو بلانا چاہا۔ اور خیال آیا کہ اتنے آدمیوں میں سے کیونکر شناخت کروں مگر میں نے آواز دی تو شادیخاں فوراً کھڑا ہو گیا اسکے ساتھ الہام ہوا اذ کففت عن بنی اسرائیل۔ ترجمہ جب میں نے بنی اسرائیل کو دشمنوں کے شر سے بچالیا۔ ۴ ستمبر ۱۹۰۵ء یا اسکے قریب الہام تو شرون الحیوٰۃ الدنیا۔ ترجمہ دنیا کی زندگی کو تم اختیار کرتے ہو + ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۵ء رؤیا دیکھا کہ قدرت اللہ کی بیوی روپیوں کی ایک ڈھیری میرے پیش کرتی ہے اسمیں ایک لکڑی بھی ہے۔ الہام۔ اُرید الخیر۔ ترجمہ میں خیر کا ارادہ ہوتا ہوں + ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۵ء۔ رسید مژدہ کہ آں یار دل پسند آمد + رسید مژدہ کہ دیوار از میاں برخاست + ۱۸ اکتوبر۔ انی مع الرسول اقوم والوم من یلومہ واعطیک ما یدوم + رؤیا۔ ایک شخص نے مجھے کنوئیں کی ایک کوری ٹنڈ میں ٹھنڈا پانی دیا۔ پھر الہام ہوا "آب زندگی" اسکے بعد الہام ہوا "قل میعادربک"۔ پھر الہام ہوا "خدا کیطرف سے سب پر اداسی چھا گئی"۔ رؤیا۔ خواب میں دیکھا کہ ایک چغہ ہے وہ اُلٹا ہے مگر اسپر زربفت کا کام کیا ہوا ہے دھاگا نظر نہیں آتا + ۱۹ اکتوبر "لا تقوموا ولا تقعدوا الا معہ لا ترد وا مورداً الا معی۔ انی معک ومع اہلک"۔ + ۲۰ اکتوبر۔ یہ خدا کا کام ہے۔ اللہ اکبر + ۲۱ اکتوبر۔ انی الوم من یلوم واعطیک ما یدوم انی مع الرسول اقوم واردوم ما یردوم + ۲۲ اکتوبر۔ رؤیا دیکھا کہ دہلی گئے ہیں تو تمام دروازے بند ہیں۔ پھر دیکھا کہ کوئی شخص کچھ تکلیف دینے والی شے میرے کان میں ڈالتا ہے میں نے کہا تم مجھے کیا دکھ دیتے ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ دکھ دیا گیا تھا + ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۵ء۔ صبح حضرت نے فرمایا کہ آج رات میں نے خواب دیکھا ہے کہ تھوڑے چنے بھنے ہوئے سفید ہیں

www.aaiil.org

ضمیمہ ریواوف ریلجنس بابت نومبر ۱۹۰۵ء

حیرت کی حیرانی حصہ اول و دوم

رباعی

ہی کھڑا ششدر قلم تحریر حیرانی میں ہی
وہ کھنچا نقشہ کہ خود تصویر حیرانی میں ہی

حق تو یہ ہی ہی یہ وہ آئینہ حیرت نما
جس سے حیرت صورت تصویر حیرانی میں ہی

الحمد للہ کہ مذکورۃ العنوان رسالہ کا دوسرا حصہ بھی شایع ہوگیا ہی جس مین میان حیرت اڈیٹر کرزن گزٹ دہلی کے اس چیلنج کا جواب دیا ہی جو انہون نے احمدی جماعت کو مناظرہ وغیرہ کیلئے دیا تھا ساتھ ہی بہت سی نکتہ چینیون کا جواب دیکر ان کی اُس تحدی کی قلعی کھولی ہی جو انہون نے اپنی مصنفہ کتب کو احمدی جماعت کے سامنے پیش کرکے کی تھی کہ ان کتب کے مضامین ایسے بے مثل اور بینظیر ہین جنکا مقابلہ احمدی جماعت نہین کر سکتی ہی ان کتب کے بعض خاص مضامین پر تفصیلی بحث کرکے یہ ثابت کر دیا ہی کہ ان مین متضاد مضامین اور تدابیر انہ خیالات کا کوڑا کرکٹ بھرا ہوا ہی۔ خلاصہ یہ ہی کہ حصہ اول مین میان حیرت کے ذاتی دعاوی مجددیت وغیرہ کی خوب طرح سے قلعی کھول کر ان کی چالبازیون کا اظہار کر دیا ہی کہ کس کس طرح سے مختلف ضرورتون اور اغراض کیلئے وہ مجدد اور مسیح اور جو کچھ جی چاہتا ہی بن جاتے ہین اور پھر خود ہی ان دعاوی سے انکار کر دیتے ہین اور ان دعاوی کے جو دلائل بیان کرتے ہین ان کی تردید بھی انہی کی دوسری تحریرات مین موجود ہوتی ہین جو دوسری اغراض کے لیئے دوسرے موقعون پر ظاہر کر چکے ہین لیکن خلاف واقعہ تحریرات کے ذریعہ سے اپنی کامیابیون کے شادیانے بجاتے ہین اور مختلف مقاصد کے حاصل کرنے کے لیئے کسی شخص کی برائی کرکے اسی کی پھر تعریف کر دینے اور تعریفین کرکے پھر انہی تعریف کردہ خوبیون کی برائی کر دینے ذرا شرم و لحاظ نہین کرتے ہین اور دوسرے حصہ مین ان کی تحریرات کی لغویت ظاہر کرکے ان چالبازیون کا پردہ اٹھا دیا ہی جو وہ عوام الناس کے ساتھ برتکر دھوکہ دیا کرتے ہین۔ ان رسائل کے جواب دینے پر میان حیرت کو ایک ہزار روپیہ انعام دینے کا بھی وعدہ بہ تفصیل ذیل کیا گیا ہی۔

یعنے حصہ اول کے جواب کے لیئے پانچسو روپیہ حصہ دوم کے لیئے ڈھائی سو روپیہ یہ کل ۷۵۰ روپیہ ہوئے باقی ڈھائی سو روپیہ بہت ہی معمولی بات کے لیئے میان حیرت صاحب کی نذر کیئے گئے ہین جس کی کیفیت یہ ہی کہ حیرت صاحب نے اپنی تصانیف کو بطور تحدی پیش کرکے اپنی قابلیت کے گھمنڈ کے ساتھ یہ بھی ظاہر کیا ہی کہ حضرت اقدس کی عربی تصانیف مین بہت سی غلطیان ہین اس لیئے ان کو چیلنج دیا ہی کہ اگر وہ جلسہ عام مین حضرت اقدس کی عربی تصانیف مین سے ۳ صفحہ روان صحیح پڑھ دین گے اور پھر ان مین سے صرف ایک غلطی نکال دین گے تو ڈھائی سو روپیہ اسی وقت ان کے حوالہ کر دیئے جاوین گے۔ ان رسائل مین بڑی عجیب بات یہ ہی کہ تمام بحث تحریری شہادتون کے ذریعہ سے کی گئی ہی باوجود پوری واقفیت کے اس سے کسی جگہ فائدہ نہین اٹھایا ہی۔

ابتدا مین نے ان رسائل کو بالکل معمولی بات سمجھا تھا لیکن حضرت اقدس اور بزرگان ملت نے اسکو از بس پسند فرمایا ہی جس کا یہ نتیجہ ہوا ہی کہ کتاب امید سے زیادہ مقبول ہوئی اور ہند کے مختلف اطراف سے جو خطوط مجھے وصول ہوئے ہین ان مین سے بعض ایسے لوگون کے ہین جنکو کرزن گزٹ اور میان حیرت سے خاص تعلق تھا جو کثیر التعداد مراسلتون مین میان حیرت کو بڑے بڑے القاب سے یاد کرتے تھی حیرتی کمپنی کے حصہ دار ہونے کے علاوہ بقول حیرت صاحب انکی روحانی تعلیم کے رجسٹر مین اپنا نام لکھوا چکے تھے یا میان حیرت نے خود ہی زور شور کیساتھ ان کا نام اپنے مریدون کی فہرست مین شایع کر دیا تھا بعض لوگون نے میان حیرت پر تبرا بھیجا ہی بعض نے لکھ دیا ہی کہ اب ہم اسکی تحریرات کو بنظر قبولیت نہین دیکھتے بلکہ حقارت سے دیکھتے ہین غرض ان وصول شدہ خطوط سے یہ ثابت ہوگیا ہی کہ ان رسائل کی اشد ضرورت تھی اور ابھی تیسرے حصہ کی بھی ضرورت ہی جسمین باقی تمام اعتراضات کے جواب خود حیرت صاحب ہی کی تحریرات کے ذریعہ ایسی طرز پر دیئے ہین کہ علاوہ دلچسپ ہونے کے وہ جوابات بالکل لاجواب ہین یہ تیسرا حصہ بھی لکھا ہوا بالکل تیار ہی کاپیان لکھی جا رہی ہین اور اس کے جلد شایع کرنے کے لیئے امداد کی ضرورت ہی جو حصہ اول و دوم کی کثرت اشاعت سے ہو سکتی ہی امید ہی کہ برادران احمدیہ ان کی کثرت اشاعت کی بابت کوشش فرماوین گے اور مقامی جماعت مین تحریک فرما کر اپنی بساط اور جماعت کی حالت کے موافق رسالہ کی خاص تعداد یکدم منگوا کر امداد فرماوین گے تاکہ تیسرا حصہ جلد شایع ہو سکے۔ حصہ اول ساڑھے نو جزو اور حصہ دوم چھ جزو ہی جن کی قیمت باوجود اسقدر ضخامت کے صرف ۵ اور ۴ رکھی ہی حصہ دوم امید سے زیادہ بڑا ہوگیا ہی ورنہ اسکی قیمت کم رکھنے کا ارادہ تھا۔ یہ جو کچھ قیمت ان رسائل کی رکھی ہی وہ صرف اسی غرض کے لیئے ہی کہ دوسرے حصص کی اشاعت مین امداد ملتی رہے ورنہ اللہ شاہد ہی کہ اس ذریعہ سے مالی منافع اٹھانے کی میری غرض ہرگز نہین ہی امید ہی کہ ہمارے بھائی اپنی حالت کے موافق امداد سے دریغ نہ فرمائینگے۔ جماعت کے غربا جسقدر کم قیمت پر طلب فرماوین گے ان کو اسی قیمت پر ہر دو حصہ بھیجدیئے جاوین گے امید ہی کہ احمدی جماعت کے سرگرم ممبر حتی المقدور سعی کرنے سے دریغ نہ فرماوین گے اور مزید اشتہارات کی اگر ضرورت ہوگی تو طلب فرماوین گے۔

ہر دو رسائل یکم دسمبر تک دہلی دفتر نہر کے پتہ سے اور یکم دسمبر کے بعد دہلی سے تبدیل ہو جانے کی وجہ سے لاہور پتہ ذیل سے مل سکتے ہین۔

عبد العزیز کلارک دفتر صاحب اگزکٹو انجنیر بہادر نہر اپر چناب۔ ڈویژن نمبر ۵۔ لاہور۔

www.aaiil.org

"رؤیا و الہامات"

یکم نومبر ۱۹۰۵ء۔ دست تو دعائے تو ترحم زخدا۔ (میر ناصر نواب صاحب کو خطرناک درد قولنج تھی۔ دعا کرنے پر یہ الہام ہوا۔ اور خدائے شفا دی) ۹۔ نومبر ۱۹۰۵ء۔ خواب میں گنا دکھائی دیا (فرمایا اس سے مراد کوئی مفسد ہنگامہ ہوتا ہے اسکے بعد الہام ہوا۔ انی مع الرسول اقوم (اسی دن ۹ بجے جب حضرت اقدس نے امرتسر میں لیکچر دینا چاہا تو مخالفین نے سخت شور مچایا اور آخر جب گاڑی پر سوار ہوئے تو بارش کی طرح پتھر برسائے مگر اللہ تعالیٰ کی محافظت ساتھ تھی۔) ۱۱۔ نومبر ۱۹۰۵ء (۱) اما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک۔ (۲) لا یقبل عمل متقال ذرۃ من غیر التقوی۔
۱۵۔ نومبر ۱۹۰۵ء۔ زندگیوں کا خاتمہ۔

حضرت اقدسؑ کی اوقات گرامی میں یہ امور مخل نہ ہوں۔

زکوٰۃ کے متعلق بھی ابتک کوئی باقاعدہ انتظام نہیں ہوا۔ اس لئے جیسا کہ مَیں نے چٹھی میں لکھا ہے حضرت اقدس کا یہ منشار ہے کہ زکوٰۃ کا کل روپیہ ایک جگہ جمع ہونا چاہیئے اور پھر حسب مصلحت وقت وارشاد حضرت اقدسؑ وہ روپیہ ضروری مدات میں خرچ ہو۔ زیور کی زکوٰۃ کے متعلق بعض احباب کے استفسار پر حضرت اقدسؑ نے مفصلہ ذیل سطور تحریر فرمائی ہیں جو تمام..... احباب کی اطلاع کیلئے شائع کیجاتی ہیں۔

"جو زیور پہنا جائے اور کبھی کبھی غریب عورتوں کو استعمال کے لئے دیا جائے بعض کا اسکی نسبت یہ فتویٰ ہے کہ اسکی کچھ زکوٰۃ نہیں۔ اور جو زیور پہنا جائے اور دوسروں کو استعمال کے لئے نہ دیا جائے اس میں زکوٰۃ دینا بہتر ہے کہ وہ اپنے نفس کے لئے مستعمل ہوتا ہے اسی پر ہمارے گھر میں عمل کرتے ہیں اور ہر سال کے بعد اپنے موجود زیور کی زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور جو زیور روپے کی طرح جمع رکھا جائے اس کی زکوٰۃ میں کسی کو بھی اختلاف نہیں۔"

پس ہمیں اس راہ پر چلنا چاہیئے جس پر ہمارا امام چلتا ہے۔ اور زیور کی زکوٰۃ جو اپنے ہی استعمال میں آتا ہو دینی چاہیئے۔ زکوٰۃ کا روپیہ بنام امین زکوٰۃ فنڈ قادیان بھیجا جاوے اور یہ روپیہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کے پاس بطور امانت جمع رہیگا۔ لنگر خانہ کا روپیہ خود حضرت اقدسؑ کے نام آنا چاہیئے اسکے متعلق خط وکتابت راقم حروف سے ہونی چاہیئے۔ والسلام

خاکسار
محمد علی
۱۲۔ نومبر ۱۹۰۵ء

سند عبدالحی عرب الخادم۔ ان تیار کر رہے ہیں درخواستیں مصنف کے نام بھیجی جاویں۔ قیمت عہ۔ پیشگی

اطلاع۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تائید میں انوار الاسلام نمبر ۲ صفحہ کی ایک جلد قیمت صرف ۲ پیسہ ڈاک خرچ علیحدہ ہے۔ منیجر مینیجر قادیان سے مل سکتی ہے۔

www.aaiil.org

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۰۳

عید فنڈ مدرسہ

عید الفطر کا مبارک موقعہ بہت ہی قریب ہے۔ لہٰذا بطور یاد دہانی یہ چند سطریں لکھی جاتی ہیں کہ حسب معمول بلکہ پہلے سے بڑھکر ہمت سے عید فنڈ کا روپیہ جو بحساب فی کس ایک روپیہ ہے جمع کرکے ہر جگہ کی جماعتیں بہت جلد بنام امین مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان بھیجدیں۔ اور چونکہ رمضان شریف صدقات کا مہینہ ہے اور عید الفطر خصوصیت سے صدقات کا موقعہ ہی اسلئے میں دوستوں کی اطلاع کے لئے یہ بات بھی لکھدیتا ہوں کہ دو ماہ سے فنڈ مساکین میں وظائف نہیں ملے شائد یہی بات کسی دوست کے دلمیں تحریک پیدا کرکے اسی اسطرف متوجہ کرے۔

سکرٹری مجلس منتظمہ مدرسہ

ضروری اطلاع

ان جملہ احباب کیخدمتمیں جو کسی قومی مد میں قادیان روپیہ بھیجتے ہیں۔ یہ ضروری التماس ہی کہ وہ منی آرڈر کوپنمیں تعداد مبلغات نام مد جسکے متعلق روپیہ ہے اور بھیجنے والیکا نام مع پتہ خوشخط لکھا کریں اسمیں فریسندہ کو تھوڑی سی تکلیف تو ہوگی مگر منتظمین مدات کو بہت آرام ملتا ہی۔ کیونکہ روپیہ وصول کرنیوالے کے پاس صرف کوپن ہی رہ جاتا ہے اسپر مفصل اطلاع نہ ہو تو بعض وقت دقت پیش آجاتی ہی۔ اور پھر کوپن پر سب کچھ لکھنا پڑتا ہی اور بعض وقت دس دس بیس بیس منی آرڈر ونپر یہی کرنا پڑتا ہی تو بہت وقت ضائع ہوتا ہی۔ دوسری عرض یہ ہے کہ وہ سوائے لنگر خانہ کے روپے کی باقی مدات کا روپیہ کسی کے نام پر نہ بھیجا کریں بلکہ مدرسہ کا روپیہ بنام امین مدرسہ تعلیم الاسلام۔ میگزین کا روپیہ بنام مینجر میگزین۔ زکوٰۃ کا روپیہ بنام امین زکوٰۃ فنڈ۔ اور مساکین و یتامی کا روپیہ بنام امین مدرسہ تعلیم الاسلام بھیجا کریں۔ تیسری عرض یہ ہے کہ لنگر خانہ کا روپیہ جو حضرت اقدس کے نام بھیجا جاتا ہے اسکے ساتھ دوسری مد کا روپیہ نہ بھیجا کریں کیونکہ اسطرح پر تقسیم کرنیمیں حضرت اقدس کو بہت تکلیف ہوتی ہے اگر کوئی ایسی ضرورت پیش ہی آجائے کہ اکٹھا روپیہ بھیجنا ضروری ہو تو امین مدرسہ یا مینجر میگزین کے نام بھیجکر اسی کوپن میں ہدائت کر دیا کریں کہ اسمیں اسقدر روپیہ لنگر خانہ کا ہی جو حضرت اقدس کو دینا چاہیئے۔ سب سے بہتر صورت یہی ہے کہ ہر مد کا روپیہ الگ الگ بھیجا جاوے۔ خاکسار محمد علی

اطلاع بنام خریداران میگزین } باوجود بار بار کی تاکید اور ہر دفعہ کی اطلاع کے خریداران خط و کتابت میں اور روپیہ بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری نام کے ساتھ نہیں لکھتے جس سے بعض وقت تعمیل نہیں ہوسکتی اور روپیہ درج کھاتہ نہیں ہوسکتا اور خط و کتابت کا بوجھ فریقین پر بڑھتا ہے۔ اس دقت کے لئے مینے لکھا تھا کہ اگر

www.aaiil.org

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ✤ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد (۴) نمبر (۱۲)

بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۰۵ء

فہرست مضامین

غلامی ۴۴۵

۵- لونڈیوں کے متعلق احکام - ۴۴۵-۴۶۲

عصر جدید کا ہیجان جوش اور سلسلہ احمدیہ کی اصلی غرض ۴۶۳/۴۶۹

ریویو اور نوٹ - ۴۷۰-۴۷۹

رؤیا والہامات حضرت مسیح موعود ع ۴۸۰

www.aaiil.org

غیر احمدیوں کی رائیں اس رسالہ کے متعلق

رسالہ البیان - جلد ۴ نمبر ۵ صفحہ ۲۲ لکھنؤ کا عربی اردو کا مشہور پرچہ لکھتا ہے "ریویو آف ریلیجنس ہی ایک ایسا پرچہ ہے جسکو خالص اسلامی پرچہ کہنا صحیح ہے۔ ہمنے اسکے کئی نمبر دیکھے اور ہم کو اس امر کے ظاہر کرنیمیں کوئی تامل نہیں کہ عربی میں المنار اور اردو میں ریویو آف ریلیجنس سے بہتر پرچے کسی زبان میں نہیں شائع ہوتے۔ مسلمانوں کو خوش ہونا چاہیئے کہ ہندوستان میں ایک ایسا رسالہ نکل رہا ہے جسکے زوردار مضامین پر علم و فضل کو ناز ہے۔ جہاں تک ہم سمجھتے ہیں مسلمانوں کا سواد اعظم اس رسالہ سے ناواقف ہے جسکی وجہ شائد یہ ہو کہ یہ رسالہ قادیان سے نکلتا ہے اور میرزا غلام احمد قادیانی اس کے سرپرست ہیں"۔

اخبار کوہسنٹ - لورپول کا مشہور اسلامی پرچہ اس رسالے پر ریویو کرتا ہوا ۱۶ ستمبر ۱۹۰۳ء کے پرچے میں لکھتا ہے۔ "ریویو آف ریلیجنس کا پرچہ دلچسپ مضامین سے بھرا ہوا ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کی متعلق جو جاہل عیسائی الزام لگایا کرتے ہیں انکی تردید میں ایک نہائت ہی فاضلانہ مضمون اسمیں لکھا گیا ہے جس سے عمدہ مضمون آجتک ہماری نظر سے نہیں گذرا اور ہم پوری جوش کی ساتھ اس مضمون کی طرف اپنے ناظرین کو توجہ دلاتے ہیں"۔

محمد الگزنڈر رسل وب - امریکہ سے لکھتے ہیں "میں اس پرچہ کو بہت پسند کرتا ہوں میری یہ رائے ہے کہ یہ پرچہ ہر ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہونا چاہیئے جو کچھ بھی اپنی قوت متفکرہ سے کام لے سکتا ہے۔ ہر ایک نیک مزاج اور انصاف پسند آدمی جو اسکو پڑھیگا وہ ضرور اس سے روحانی اور اخلاقی فائدہ حاصل کریگا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ یہ رسالہ دنیا میں مذہبی خیال کو ایک خاص صورت دینے کے لئے ایک نہایت زبردست طاقت ہوگی اور یہ بھی یقین کرتا ہوں کہ آخر کار یہی رسالہ ان رکاوٹوں کو دور کرنیکا ذریعہ ہوگا جو جہالت سے سچائی کی راہ میں ڈالی گئی ہیں۔ اور اس طرح پر صداقت کو اپنی شاندار روشنی کے ساتھ دنیا کے سامنے چمکا کر دکھلائیگا"۔

شیخ عبداللہ کولیم - لورپول انگلستان سے لکھتے ہیں۔ "میں ریویو آف ریلیجنس کو پڑھکر بہت ہی خوش ہوتا ہوں اور اس مقدس مذہب کی تائید میں میں اسے ایک نہایت ہی قیمتی تحریر سمجھتا ہوں۔ میں چند آدمیوں کی ابتدائی فہرست بھیجتا ہوں جو آپکے مفت رسالہ بھیجنے پر بہت ہی خوش ہوں گے"۔

مسٹر میکبین پالم پور۔ "میں نے آپکے رسالہ کو جسکا نام ریویو آف ریلیجنز ہے اور جو اعلیٰ درجہ کی قابلیت کے ساتھ لکھا گیا ہے پڑھا ہے۔ مجھے اسلام کا مطالعہ کرتے ہوئے تیرہ سال سے زیادہ عرصہ ہوگیا ہے اور میں نے جسقدر ممکن تھا کوشش کرکے انگریزی زبان میں جسقدر کتابیں اسلام پر لکھی گئی ہیں خواہ انکے مصنف مسلمان تھے یا غیر مسلمان سب جمع کی ہیں اور اب اسلامی مذہب کا ایک خاصہ کتب خانہ میرے پاس جمع ہوگیا ہے۔ مگر ابتک میں نے ایک بھی ایسی کتاب نہیں پڑھی

www.aaiil.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

غلامی

۵- لونڈیوں کے متعلق احکام

عیسائیوں نے تعدد ازدواج سے نیچے اُتر کر اسلام پر ہمیشہ یہ اعتراض کیا ہے کہ گویا اس مقدس مذہب کے رُو سے لونڈیوں کے نام سے جتنی عورتیں کوئی چاہے گھر میں ڈال سکتا ہے۔ چنانچہ سیل جو میور کے بعد اسلامی امور پر رائے دینے کے لئے تعلیم یافتہ عیسائیوں کے اندر بڑا معتبر سمجھا جاتا ہے اپنے اس مضمون میں جو اسلام پر اُس نے کرسچین کالج میگزین مدراس میں لکھا ہے کہتا ہے کہ "تعدد ازدواج سے بھی سخت تر غلطی جو اسلام نے کی وہ یہ تھی کہ اس مذہب نے یہ اجازت دی کہ لونڈیوں کے نام سے جتنی عورتیں کوئی چاہے گھر میں ڈال لے۔ اسکی جواب میں بعض وقت یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام میں کھلی اجازت دیگئی ہے کہ جس سے چاہے وطی کرلے اس میں اور رنڈی بازی میں کچھ بھی فرق نہیں۔ اور جہاں یورپ کے عام مذہب نے رنڈی بازی کو سخت منع کیا ہے مذہب اسلام نے لونڈیوں سے وطی کو جائز رکھا ہے"۔ قبل اس کے کہ میں اصل اصول اسلام پر بحث کروں میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ اس عبارت میں پادری صاحب نے کسقدر جھوٹ سے کام لیا ہے۔ اس تحریر کا ماحصل یہ ہے کہ جس طور سے اسلام نے لونڈیوں کے ساتھ وطی کو جائز رکھا ہے اس میں اور رنڈی بازی میں کچھ فرق نہیں اور کہ عیسائی ممالک اس قسم کی برائیوں یعنی کسبیوں وغیرہ سے پاک ہیں اور جس طریق پر یہودیوں کے درمیان لونڈیوں سے بیوی کا سا تعلق رکھنا جائز تھا اُسکو عیسائیت نے منع کردیا۔ یہ اخیری نتیجہ اگرچہ بصراحت الفاظ میں موجود نہ ہو مگر اسلام پر لونڈیوں کے احکام کے متعلق حملہ کرنیسے معترض اپنے مذہب کو لازماً اس سے خالی قرار دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص اناجیل کے لفظ لفظ کو پڑھ ڈالے تو وہ پادری صاحبان کی اس جرأت سے حیران ہوگا کہ جس صورتیں یہودی شریعت میں یہ رواج چلا آتا تھا اور انجیل میں اسکی ممانعت کا اشارہ تک بھی نہیں تو پھر اس بنا پر اسلام پر اعتراض کرنا کسقدر حماقت کا کام ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہودی شریعت کے اندر

www.aaiil.org

لونڈی کو بطور بیوی کے رکھنا تعدد ازدواج کی ایک صورت تھی اور ان دونوں امور میں عیسائی مذہب کو مانع نہیں ہوا بلکہ لوتھر کے زمانے میں یعنی عیسائی مذہب کی پیدائش کے تیرہ چودہ سو سال بعد بھی جب اسکے سامنے تعدد ازدواج کے سوال کو پیش کیا گیا تو اُس نے یہی جواب دیا کہ انجیلوں سے تعدد ازدواج کی ممانعت معلوم نہیں ہوتی۔ ایسا ہی غلامی کو بھی حضرت مسیح نے کبھی نہیں روکا بلکہ ایک لفظ بھی اس کے خلاف نہیں کہا۔ اور یہ رواج بھی اس کے پیروؤں میں ہمیشہ چلا آیا۔ بلکہ اس امر کی بھی کھلی کھلی شہادت ملتی ہے کہ لونڈیوں کو بطور بیوی کے گھر میں ڈال لینا عیسائیوں میں بھی مروج رہا ہے۔ چنانچہ انسکلوپیڈیا برٹینیکا میں لونڈیوں پر مضمون لکھتے ہوئے عیسائی مضمون نویس لکھتا ہے۔ کہ "پوپوں کے خطوط کے بعض فقرات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے تعلقات کی انہوں نے اجازت بھی دی تھی"، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف عیسائیوں میں اس امر کا رواج ہی رہا بلکہ اُنکے مقدس پوپوں نے بھی اس کو جائز قرار دیا اور ایسا کرنیکی اجازت دی۔ اور پھر وہی مضمون نویس کہتا ہے کہ "ٹولیڈو کی کونسل اوّل کا (جو ۴۰۰ عیسوی میں ہوئی) قاعدہ مقرر ہوا کہ جو شخص ایک پاکدامن بیوی کی موجودگی میں لونڈی کو گھر میں ڈال لیتا ہے اسکو خارج کیا جاویگا۔ لیکن اگر وہ لونڈی بیوی کی طرح اسکی خدمت کرے اور ایک ہی عورت جسکو لونڈی کہا جاتا ہے اس کے پاس ہو۔ تو پھر اُسکو خارج نہیں کیا جاوے گا۔ یہ طریق صرف عوام الناس کے لئے ہی جائز نہ تھا بلکہ چھوٹے درجہ کے پادری جنکو نکاح کرنیکی اجازت تھی انکو بھی اسی طرح لونڈی گھر میں ڈال لینے کی اجازت تھی۔ اس کے بعد جو کونسلیں ہوئیں انہوں نے لونڈی کا نام ان بدکار عورتوں پر بھی بولا ہے جو گھر میں نہیں رکھی جاتی تھیں" اس میں شک نہیں کہ یہ صورت جسکا ذکر اخیر میں اس عبارت میں کیا گیا ہے بالکل کسبیوں کی سی ہے۔ اور شائد پادری سیل صاحب کو اپنے بزرگوں کی اس غلطی سے ہی غلطی لگی ہو کہ انہوں نے اسلامی لونڈیوں کو کسبیاں قرار دیا۔ مگر پادری صاحب مطمئن رہیں کہ اسلام اس قسم کی تمام بدکاریوں پر لعنت بھیجتا ہے اور اُنکے لئے سخت سے سخت سزا تجویز کرتا ہے۔ ہاں اس بات کا جواب انکو دینا چاہیئے کہ وہ تو عیسائیت میں لونڈیوں کے ہونے سے صاف انکار کرتے ہیں اور یہاں عیسائی کونسلیں (یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ وہی کونسلیں ہیں جنہوں نے تثلیث وغیرہ کے عقائد باطلہ گھڑ کر رائج کئے) نہ صرف لونڈیوں کے گھر میں ڈالنے کی ہی اجازت دیتی ہیں بلکہ جیسا کہ انسکلوپیڈیا کے اس بیان سے پایا جاتا ہے۔ ان فاحشہ عورتوں سے بھی تعلقات رکھنے کی اجازت دیتی ہیں جو گھر میں نہیں رکھی جاتی تھیں۔

دوسرا امر جس پر پادری صاحب نے بہت زور دیا ہے یہ ہے کہ کم از کم کسبیوں کی عیسائی مذہب نے سخت ممانعت کی ہے۔

جب ہم بائبل کو پڑھتے ہیں تو اس میں اس ممانعت کا ذکر صریح الفاظ میں بجائے اناجیل کے جو عیسائی

www.aiil.org

مذہب کی خاص کتابیں ہیں احبار ۱۹/۲۰ اور استثنا ۲۳/۱۷ میں پاتے ہیں۔ اناجیل میں اگر کچھ کسبیوں اور فاحشہ عورتوں کا ذکر ہے تو صرف اتنا ہے کہ کسبیاں اور فاحشہ عورتیں یہودی علما سے پہلے خدا کی سلطنت میں داخل ہوں گی۔ کیا پادری صاحب کے نزدیک یہی کسبیوں کے پیشہ کی ممانعت ہے؟ کہ انکو فقیہوں اور فریسیوں پر ترجیح دیکر اور بھی دلیر کیا گیا ہے۔ مگر اس بات کو تسلیم کرکے کہ حضرت مسیح نے اس بدکاری کی ممانعت ضرور کی ہوگی کیونکہ جسقدر انبیاء دنیا میں مبعوث ہوئے ہیں ان سب نے زنا کو سب سے بڑی بدکاری سمجھا ہے اور اس سے لوگوں کو روکا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عیسائی مذہب نے کون کونسی کوشش اس بدکاری کے دنیا سے دُور کرنیکے لئے کی اور اس سے بھی بڑھکر ضروری سوال یہ ہے کہ عیسائیوں کا اسباری میں کیسا عملدرآمد رہا۔ ان دونوں سوالوں کا جواب میں وہی نقل کرتا ہوں جو عیسائی صاحبان نے دیا ہے امر اول کے متعلق انسکلوپیڈیا برٹینکا میں لکھا ہے "مگر کلیسیا نے کسبیوں پر کبھی سختی نہیں کی اور توبہ کرنے پر انکو داخل کرلیا جاتا تھا۔ اور بعض عیسائی بزرگوں نے کسبیوں کے پیشہ کو بدی سمجھکر صریح الفاظ میں اسکی ضرورت کو بھی تسلیم کیا ہے۔ (یہ الفاظ قابل غور ہیں) انہی میں سینٹ اگسٹین بھی تھا جس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اسکے روکنے سے بدکاری کی اس سے زیادہ تباہ کن راہیں پیدا ہوجائیں گی۔ اس آزادی خیال نے تدریجاً مربیانہ رنگ پکڑنا شروع کردیا۔ (یعنی اوّل اوّل تو کسبیوں سے صرف درگذر کیجاتی تھی پھر اس سے ترقی کرکے وہی لوگ خود ان کسبیوں کے مربّی بن گئے۔) درمیانی زمانوں سے پہلے ہی کلیسیا کے رواج اور قواعد اور اس کے عہدیدار اور پادری زناکاری کے لئے ضرب المثل بن گئے (افسوس ہے کہ پادری صاحبان کفارہ کے فوائد بیان کرتے وقت ان شہادتوں کو بھول جاتے ہیں)۔ شارل مین نے اس ابتری کی حالت کو روکنا چاہا اور کوشش کی مگر اسکی اپنی زندگی اوباشانہ اور بدکاری کی تھی اس لئے اسکے احکام جنکے رُو سے کسبیوں اور کٹنیوں کو کوڑے لگائے جانیکا حکم تھا اخلاقی وجوہ پر مبنی نہ تھے"۔ میں اِس امر سے بکلّی انکار نہیں کرتا کہ عیسائی مذہب نے کوئی کوشش کسبیوں کی بدکاری کے دُور کرنیکی کی ہو مگر جو کوشش کی گئی اس میں یا تو شارل مین کی کوشش کیطرح خود کوشش کرنیوالوں کی اپنی اخلاقی حالت ایسی گری ہوئی تھی کہ اسکا کوئی نیک اثر نہ ہوسکتا تھا اور یا کوشش بہت کمزور اور کسی اصول حکمت پر مبنی نہ تھیں اور اسی لئے کبھی بھی انکا نتیجہ نیک نہیں ہوا چنانچہ وہی مصنف جس کے اقوال اوپر نقل کئے گئے ہیں لکھتا ہے "باوجود ایسی کوششوں کے اور باوجود کبھی کبھی کسی کسی بادشاہ کی سختی کے کسبیوں کا پیشہ درمیانی زمانہ میں ہر جگہ غلبہ پکڑتا گیا۔ صرف یہی نہ تھا کہ اسکی برداشت کیجاتی ہو یا اس سے اغماض کیا جاتا ہو بلکہ اسکے لئے لائسنس یعنی

پروانے دیئے جاتے تھے اور قانون میں اس کے قواعد منضبط کئے گئے تھے۔ لندن میں چکلوں کا ایک بازار تھا جنکا لائسنس سب سے پہلے وینچسٹر کے لاٹ پادری نے دیا تھا۔ اور بعد میں پارلیمنٹ اسکی منظوری دیتی رہی۔ یورپ کے دیگر ممالک میں اس زمانے میں یہی حالت تھی۔ کسبیوں کی حفاظت کیجاتی تھی اور اس پیشہ کے لئے قواعد قانوناً تجویز کئے جاتے تھے اور بہت سی حالتوں میں ملکی آمدنی کا یہ ایک ذریعہ تھا"

یہ تو عیسائی ممالک کی حالت گذشتہ زمانہ میں تھی۔ اِس زمانہ میں بھی یہ پیشہ رُو بہ تنزل نہیں بلکہ دن بدن ترقی کر رہا ہے۔ فرانس میں فوجداری قانون کسبیوں پر گرفت نہیں کرتا۔ جرمنی میں کسبی کا پیشہ کرنیکی ممانعت نہیں لیکن جو عورت بغیر نام رجسٹر کرانیکے ایسا پیشہ اختیار کرے وہ گرفتار ہو سکتی ہے اسٹریا کے قانون کے رُو سے اس پیشہ کی ممانعت ہے مگر پولیس کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ بعض شرائط کے نیچے اسکی اجازت دیدیا کریں۔ انگریزی قانون اس پیشہ کو مضر عام سمجھتا ہے مگر قانون کی کوئی پروا نہیں کیجاتی اور نہ ہی کوئی باز پُرس ہوتی ہے چنانچہ اِسی مضمون میں جسکا حوالہ انسکلوپیڈیا سے اوپر دیا گیا ہے۔ لکھا ہے۔ کہ "انگریزی قانون کے نیچے عام بازار صاف رکھے جا سکتے ہیں ..... اور بعض وقت قصبات میں سرگرم پولیس کی کوشش سے ایسا ہوتا بھی ہے مگر لندن میں کسبیوں کی تعداد اسقدر بڑھی ہوئی ہے کہ پولیس اپنی ساری طاقت کو خرچ کر کے بھی اُنکا مقابلہ کرنیکے بالکل ناقابل ہے۔ بڑے بڑے بازاروں اور عام مجمعوں کی جگہوں میں عین دن کے وقت کسبیوں کی بڑی بڑی تعداد موجود رہتی ہے اور رات کے وقت تو گویا راستے اُن سے بند ہی ہوتے ہیں" نہ ہی دوسرے بلاد یورپ میں قانون کی کچھ پروا کی جاتی ہے۔ فرق اسقدر ہے کہ یہاں کھلم کھلا کسبیاں پھرتی ہیں وہاں ظاہر بدکاری اتنی نظر نہیں آتی مگر چکلوں کی تعداد بہت ہی زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ "ہر جگہ پولیس اس امر کی شاکی ہے کہ پوشیدہ طور پر کسبیوں کا پیشہ اسقدر ترقی پکڑ گیا ہے جسکو وہ کسی طرح ضبط کے نیچے نہیں لا سکتے اور دن بدن جیسے جیسے یہ خفیہ بدکاری بڑھتی جاتی ہے اسی قدر ان کسبیوں کی تعداد کم ہوتی جاتی ہے جنکے نام سرکاری رجسٹروں میں موجود ہیں"۔ اس کثرت بدکاری کو دیکھکر تمام مدبر حیران بلکہ مایوس ہو رہے ہیں۔ چنانچہ انسکلوپیڈیا میں اخیر پر یہ نتیجہ نکالا گیا ہے۔ "کوئی ایسے واقعات موجود نہیں جنکی بنا پر مغربی ممالک کی بدکاری کا مقابلہ دوسرے ممالک سے یا پہلے زمانوں سے ہو سکے۔ لیکن وہ ناقابل ذکر واقعات جو ہمیشہ پولیس کے علم میں آتے رہتے ہیں اس بات کو ایسا یقینی طور پر ثابت کرتے ہیں جس میں شک کی کچھ بھی گنجائش نہیں۔ کہ موجودہ تہذیب کے بڑے بڑے مرکز اپنی بدکاری میں ان مشہور بدکاری

www.aaiil.org

کے مرکزوں یعنی کارنتھ یا روما یا قدیم مصر یا موجودہ چین سے کسی طرح کم نہیں۔ وہ پرانی بدکاری کے نقشے جو کھنڈرات سے نکلتے ہیں اور عجائب گھروں میں رکھے جاتے ہیں اُنسے کئی درجہ بڑھ کر وہ بدکاری کی تصویریں ہیں جو آج پیرس یا امسٹرڈم میں کھینچی جاتی ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ بدکاری کی خطرناک ترقی صرف عارضی ہو مگر یہ وہی صورت ہے جس نے پہلے بھی بڑی بڑی قوموں کو تباہ کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کسبیوں کا پیشہ دن بدن خطرناک ترقی کرتا جاتا ہے۔ اس ترقی کا اثر ابھی سے اعلیٰ درجہ کی تہذیب یافتہ مغربی اقوام پر پڑنا شروع ہو گیا ہے کیونکہ نکاحوں اور پیدائشوں کی تعداد دن بدن گھٹ رہی ہے۔"

یورپ میں سیہ کاری کی یہ خطرناک تصویر صرف عیسائیت کی ناجائز تعریف کا جواب ہی نہیں بلکہ پادری سیلؔ نے جو بہتان آمیز حملہ اسلام پر کیا ہے اُسکا بھی جواب ہے۔ پادری صاحب یا تو عیسائیت کی تعلیم پر حصر کریں اور یا عیسائی صاحبان کے عمل پر۔ مگر یہ نکریں کہ جہاں مطلب کی بات ہوئی وہی پہلو اختیار کر لیا۔ تعدد ازدواج اور لونڈیوں کے متعلق تو آپ جھٹ سے عیسائی اقوام کا عمل دکھا دیتے ہیں اور رنڈی بازی اور زناکاری کے متعلق عیسائیت کی تعلیم پیش کر دیتے ہیں یہ انصاف اور ایمانداری نہیں ایک پہلو جو چاہیں اختیار کریں۔ اگر وہ کسبیوں اور زناکاری کے ذکر کے وقت عیسائیوں کے عمل سے بیزاری ظاہر کر کے عیسائیت کی اصل تعلیم کی طرف رجوع کرنا چاہتے ہیں تو تعدد ازدواج اور لونڈیوں کے احکام کے ذکر کے وقت بھی اپنی بحث کا انحصار مذہب عیسوی کی تعلیم پر ہی رکھیں۔ جسکے رُو سے انہیں ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیح کے مُنہ سے جو ہی اصل عیسائی تعلیم ہے ایک لفظ بھی ایسا نہیں نکلا جس میں تعدد ازدواج کی ممانعت ہو یا یہودیوں کے اس رواج کا انکار ہو جو لونڈیوں کے متعلق انکے درمیان پشتوں سے چلا آتا تھا۔ پادری صاحب ایمان سے بتاویں کہ کیا یہ چالبازی نہیں کہ جدھر سے مطلب نکلتا دیکھا اُدھر کا پہلو ہی بدل لیا؟ اب اصل بات یہ ہے کہ بدکاری اور رنڈی بازی کی ترقی تعدد ازدواج کی ممانعت سے ہی شروع ہوئی ہے۔ کیونکہ اگر یہ سچی بات ہے کہ ابتدائی عیسائی سوسائٹی میں کسبیاں نہ ہوتی تھیں تو اُس سے بھی بڑھکر یہ امر حق ہے کہ اس ابتدائی سوسائٹی میں تعدد ازدواج کی بھی ممانعت نہ تھی بلکہ اسپر عمل بھی ہوتا تھا۔ پھر جوں جوں تعدد ازدواج کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا ویسے ہی بدکاری ترقی کرنے لگی عیسائی صاحبان عموماً یہ بھی کہدیا کرتے ہیں کہ کسبیوں کی پیدا ہونے اور ترقی کی وجہ افلاس ہے مگر یہ بات بالکل غلط ہے کیا سب سے بڑھکر افلاس یورپین اقوام کے اندر ہی آگیا؟ جو ان میں کسبیوں کی خطرناک ترقی ہو گئی۔ اور پھر کیا دن بدن افلاس بڑھ رہا ہے جو یہ بدی ترقی کر رہی ہے؟ یہ بات ہرگز نہیں چنانچہ انسکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ "بڑی بڑی اقوام کے اندر کسبیوں کا وجود انسانی

www.aaiil.org

سوسائٹی سے غیر منفک ہے۔ موجودہ تہذیب کے تمدنی اور انتظامی ذرائع میں سے کوئی بھی ایسا ذریعہ ثابت نہیں ہُوا جو اسکو روک سکے کیونکہ وہ اصلی قوانین جنکی وجہ سے یہ بدکاری پھیل رہی ہے ان انسانی تجویز کردہ قواعد سے جو اخلاقی تعلیم یا فرضی معیار (یعنی پاکیزگی کے معیار) یا مجالس واضع قوانین تجویز کرتی ہیں بہت زیادہ زبردست ہیں۔ اور جب کبھی اس بدکاری کے روکنے کی کوشش کیجاتی ہے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اور راہ سے پھوٹ نکلتی ہے اصل بات میں کوئی فرق نہیں آتا صرف وہ واقعات ایک وقت کے لئے کوئی اور پہلو اختیار کر لیتے ہیں۔ غرضیکہ باوجود سب قسم کے علاجوں کے یہ بیماری نہیں ہوئی اور اگرچہ اسکا وجود قومی قوت کے ساتھ بھی رہ سکتا ہے مگر اسکا حد سے زیادہ بڑھ جانا اس بات کی علامت ہے کہ تہذیب کو اندر سے کیڑا لگا ہُوا ہے اور وہ تنزل کی حالت میں ہے۔" یہ بات کہ ہر ایک قوم کے درمیان کسبیوں کے وجود کا ہونا ضروری ہے بغیر استثنا کے صحیح نہیں اور میں وہ واقعات دکھا سکتا ہوں جنکی بنا پر میں یہ کہتا ہوں۔ بلکہ اگر عام نظر سے بھی اس دعوے کو دیکھا جائے کہ یہ ایسی بیماری ہے جسکا کوئی علاج ہی نہیں تو اسکا باطل ہونا اظہر من الشمس ہے۔ ایسا اعتقاد رکھکر کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی بدکاری کا کوئی علاج ہی پیدا نہیں کیا ہم اُسکی طاقت اور قدرت اور احسانوں کا انکار کرنیوالے ہوں گے۔ کیا ہی پاک لفظ ہیں جو اُس پاک انسان کے مُنہ سے نکلے جس نے اللہ تعالیٰ کے حُسن و احسان کو سب سے بڑھ کر دیکھ لیا تھا ما من داء الا وله دواء یعنی کوئی ایسی بیماری نہیں جس کی اللہ تعالیٰ نے دوا پیدا نہ کی ہو۔ بیماریوں میں نہ صرف جسمانی بیماریاں ہی شامل ہیں بلکہ یہ لفظ اخلاقی اور روحانی امراض پر بھی حاوی ہے۔ اور یہ صرف لفظ ہی لفظ نہ تھے بلکہ آپ نے اپنے اس دعوے کی سچائی کو ثابت کرکے دکھا دیا اس طرح پر کہ وہ بدکاریاں اور روحانی اور اخلاقی بیماریاں جو عربوں کا گویا جزو خون بن چکی تھیں کیونکہ پشتوں سے وہ انکے عادی چلے آتے تھے ان تمام کو آپ نے جڑ سے اکھاڑ کر جزیرہ نما عرب کو بالکل انسے پاک کر دیا۔ ایک قمار باز کا قمار بازی سے روکنا یا ایک شراب خور کو شراب سے باز رکھنا یا ایک زانی کو زنا سے چھڑا دینا کسقدر مشکل کام ہے مگر اس انسان کامل کی توجہ نے شرابخوری زناکاری اور قمار بازی جیسی بدیوں کو نیست و نابود کرکے دکھا دیا اور نہ صرف اپنے صحابہ میں سے ہی انکو دُور کیا بلکہ ایک دراز زمانہ تک مسلمان سوسائٹی کو انسے پاک کر دیا پس اسلامی سوسائٹی وہ سوسائٹی ہے جو ایک دراز عرصہ تک کسبیوں کی موجودگی سے بالکل پاک رہی حالانکہ ایک بڑی بھاری قوم اور اس زمانے میں اعلیٰ درجہ کی تہذیب یافتہ قوم تھی۔ اور اسلامی علاج ہی وہ علاج ہے جو اس بدی کو دُور کر سکتا ہے جسکے دُور کرنے میں تمام انسانی کوششیں

www.aaiil.org

ناکام ثابت ہوئی ہیں۔ کاش کہ عیسائی صاحبان میں سے کوئی ایسے وسیع خیال کے انسان بھی ہوں جو تعصب مذہبی کے تنگ دائرہ سے نکل کر ان امور پر غور کریں کہ آیا یہ حق نہیں ؟

لونڈیوں سے نکاح جسکو عموماً لونڈیوں کو گھر میں ڈال لینے کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے نکاح کی ایک خاص صورت تھی جو اُس وقت کی سوسائٹی میں بلحاظ غلامی کے رواج کے بعض اوقات ضروری ہوتا تھا جیسا کہ پہلے حصص مضمون غلامی میں دکھایا جا چکا ہے اسلام کا منشا تدریجی طور پر غلاموں کے آزاد کرنیکا تھا۔ اور اسکی تعلیم کا میلان آخرکار غلامی کے قطعاً دُور کرنیکا تھا۔ اگر مسلمان سوسائٹی کے بعد کے حالات نے اس میلان کو ترقی نہ کرنے دی تو یہ اعتراض اصول اسلام پر نہیں۔ ایک امر بیشک صاف ہے کہ چونکہ اس زمانے میں شریعت اسلام کے رُو سے غلام لونڈیاں بنائے نہیں جا سکتے۔ اور خرید و فروخت کے ذریعہ یا زبردستی پکڑ کر غلام بنا لینے کے رواج کی شریعت اسلامی مانع ہے۔ اس لئے موجودہ رسم لونڈیوں کے گھر میں ڈال لینے کی بھی شریعت کے رُو سے درست نہیں کیونکہ شرعی معنوں میں وہ لونڈیاں لونڈیاں ہی نہیں یہ امر کہ لونڈیوں کے متعلق شریعت اسلامی کا کیا حکم تھا اور وہ موجودہ رواج سے الگ تھا یا نہیں میں ابھی دکھاؤنگا مگر اسجگہ میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ یہ رواج لونڈیوں کے گھر میں ڈال لینے کا جو آجکل بعض اسلامی ممالک میں درست سمجھا گیا ہے اگرچہ واقعی نکاح کی رسم ادا نہ بھی ہو تو بھی نکاح کی ہی ایک صورت ہے اور کسبیوں کی حالت یا زنا سے ایسا ہی الگ ہے جیسا کہ خود رواج نکاح۔ پادری سیلؔ صاحب نے اس رواج کو کسبیوں کے پیشہ کے برابر ٹھہرایا ہے اور اگر اُس نے عمداً حق کو نہیں چھپایا تو کم از کم اس میں سخت غلطی کھائی ہے۔ کسبیاں وہ عورتیں ہیں جنکا پیشہ یہ ہے کہ جو شخص کچھ معاوضہ انہیں دیدے اسی سے ارتکاب زنا کریں۔ مگر لونڈی کو گھر میں ڈال لینے سے یہ منشا ہے کہ آقا اسکو بطور بی بی کے رکھے بلحاظ حیثیت کے نہیں بلکہ بلحاظ تعلقات زن و شوی کے۔ لونڈی اپنے آقا کی جورو کی طرح ہوتی ہے اور آقا اُس لونڈی کا خاوند ہوتا ہے۔ یہ کسقدر بیحیائی ہے کہ ایسی لونڈیوں کو کسبیاں کہا جائے کیا وہ بازار میں بیٹھتی ہے یا سوائے اپنے آقا کے جو اُسکا خاوند ہوتا ہے کسی اور سے ہمبستری کرتی ہے یا کسی سے کچھ معاوضہ لیتی ہے۔ پھر یہ کسقدر جرأت ہے کہ ایک ایسے رواج کو جو بعینہٖ نکاح کے مطابق ہے خواہ اس میں رسم نکاح ادا نہ بھی ہوئی ہو کسبیوں کے پیشہ کے برابر بنایا جاوے۔ نہ ہی اس طرح لونڈی کو گھر میں ڈال لینے کو زنا ہی کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ایک شخص جو مثلاً ایک بیوی کے ہوتے ہوئے ایک لونڈی کو گھر میں ڈال لیتا ہے وہ گویا دو بیویاں رکھتا ہے وجہ اسکی یہ ہے

www.aaiil.org

کہ زنا کی اولاد یا کسبیوں کی اولاد اپنے باپ کی کبھی وارث نہیں سمجھی گئی۔ مگر جو رواج لونڈیوں کے گھر میں ڈال لینے کا ہی اسکے رُو سے یعنی ان لونڈیوں کی اولاد جو آقا سے پیدا ہوتی ہے وہ آقا کی صحیح اور جائز اولاد سمجھی جاتی ہے اور اُسکی جائز وارث ہوتی ہے یعنہ اُسی طرح جس طرح نکاح کی اولاد وارث ہوتی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لونڈی کو بطور بیوی کے گھر میں رکھا گیا ہے۔ ورنہ اُسکی اولاد کو وہ حقوق کیونکر مل سکتے تھے جو ایک بیوی کی اولاد کو ملتے ہیں۔ ایسا ہی ایسی لونڈی کا سوائے اپنے آقا یعنی خاوند کے کسی دوسرے سے ہمبستر ہونا قانوناً زنا سمجھا جاتا ہے پس اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ بطور بیوی کے گھر میں رہتی ہے اگر کوئی فرق ہی تو وہ صرف حیثیت کا ہے کہ وہ آزاد بیوی کے برابر حیثیت نہیں رکھتی۔ پس اگر ایسے تعلقات پر کوئی اعتراض آسکتا ہی تو وہ یہ ہی کہ وہ نکاح کی ایک ادنیٰ صورت ہے جس میں عورت کو برابری کے حقوق نہیں دیئے گئے اور رسم نکاح اس طرز پر ادا نہیں ہوئی جس طرز پر آزاد عورتوں کی رسم نکاح ادا ہوتی ہے۔ مگر زنا یا کسبیوں کے پیشہ کے یہ رواج ایسا ہی مخالف ہے جیسا کہ رواج نکاح۔ بلکہ یورپ کے مہذب ممالک میں جو یہ رواج چلا آتا ہے کہ خاوند کا جب جی چاہے تو علاوہ منکوحہ بیوی کے ایک یا دو یا جسقدر چاہے معشوقہ بھی رکھ لے خصوصاً انگلستان میں تو یہ بہت ہی آسان امر ہے کیونکہ صرف زنا قانون انگلستان کے رُو سے نہ خوجداری جُرم ہے اور نہ ہی خالی خاوند کے زنا کی وجہ سے بی بی طلاق حاصل کر سکتی ہے۔ یہ مہذب رواج..... بھی جسکی کوئی حد بندی نہیں زنا کی تعریف میں ہی آتا ہے۔ کیونکہ اگرچہ اسکی روک کوئی نہیں مگر ایسے تعلقات کی اولاد جائز اولاد نہیں سمجھی جاتی۔ لونڈیوں کے گھر میں ڈال لینے کو ان تمام باتوں سے کوئی نسبت نہیں اسکو صرف نکاح کی ایک رواجی صورت کہہ سکتے ہیں جس میں باوجود بعض تفاوتوں کے نکاح کے اغراض حاصل ہیں۔ اس قسم کے رواج ابتک بعض عیسائی ممالک میں بھی پائے جاتے ہیں خواہ سیل صاحب کو انکا علم نہ ہو یا علم ہو تو وہ عمداً اخفا کرتے ہوں۔ خصوصاً جرمنی میں یہ رواج ابتک موجود ہے۔ ہاں فرق صرف یہ ہے کہ وہاں اگر منکوحہ بیوی کی اولاد موجود ہو تو لونڈی کی اولاد کو وراثت میں کوئی حصہ نہیں ملتا اور اگر منکوحہ بیوی سے اولاد کوئی نہ ہو تو اس صورت میں لونڈی کی اولاد کو باپ کی جائداد کی ایک تہائی ملتی ہے۔ پس اصولاً لونڈی کو بطور بیوی کے رکھ لینے کا منشا اس سے نکاح کا ہی ہوتا ہے مگر شریعت اسلامی نے کونسا طریق پسند کیا ہے۔ اسکو میں اب بیان کرتا ہوں۔

اب میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ قرآن شریف اور صحیح احادیث اور سُنّت نے لونڈی کے ساتھ نکاح کے متعلق کیا ہدایات کی ہیں۔ اسلام سے پہلے منجملہ اور بد رسوم کے ایک یہ قبیح رسم بھی مروج تھی کہ

www.aalim.org

لونڈیوں سے مجبور کرکے کسبیوں کا پیشہ کرایا جاتا تھا اور اس سے جو مال حاصل ہوتا تھا اسکا فائدہ آقا کو پہنچتا تھا۔ اس بدرسم کا اور پھر اسلام کے ذریعہ اسکے موقوف کئے جانیکا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحیوٰۃ الدنیا۔ (سورہ نور) یعنی تمہاری لونڈیاں جو پاک دامن رہنا چاہتی ہیں انکو دنیا کے مال کے فائدہ کے لئے حرامکاری پر مجبور نہ کرو۔ اور صرف اسی اصلاح پر بس نہیں کی بلکہ ساتھ ہی اس سے پہلی آیت میں یہ فرمایا جسکا منشا یہ تھا کہ ہر قسم کی بدکاری کو جڑ سے کاٹ جاوے کہ وانکحوا الایامیٰ منکم والصلحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ۔ اور جنکے تم میں سے بیاہ نہیں ہوئے ہوئے انکے نکاح کردو اور ایسا ہی اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے بھی جو نیک بخت ہوں نکاح کردو۔ یہاں صاف الفاظ میں غلاموں اور لونڈیوں کے آقاؤں کو حکم ہے کہ انکے نکاح کردیا کریں۔ اگرچہ غلاموں لونڈیوں کا آزاد لوگوں سے الگ رکھا گیا تھا مگر ضرورت کے وقت قرآن شریف نے آزاد مرد کو لونڈی سے اور آزاد عورت کو غلام سے نکاح کرنیکی اجازت دیدی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امتیاز کو قرآن شریف نے ایک عارضی امتیاز ٹھہرایا تھا۔ جو صورتیں اسکی قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔ اوّل سورۃ البقرۃ آیت ۲۲۲۔ رکوع ۲۷۔ ولا تنکحوا المشرکٰت حتی یومن ولامۃ مؤمنۃ خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا ولعبد مؤمن خیر من مشرک ولو اعجبکم۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان مردوں کو نہیں چاہیئے کہ وہ مشرک عورتوں سے جبتک وہ ایمان نہ لے آئیں نکاح کریں بلکہ شرک کرنیوالی آزاد عورت خواہ کیسی ہی بھلی کیوں نہ لگے اس سے مسلمان لونڈی بہتر ہے اور نہ ہی اپنی آزاد عورتوں کو مشرک مردوں کے نکاح میں دینا چاہیئے جبتک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔ اور مشرک تم کو کیسا ہی بھلا کیوں نہ لگے اس سے مسلمان غلام بہتر ہے۔ یعنی مشرک عورت سے نکاح کرنیکی نسبت مسلمان لونڈی سے نکاح کرلینا بہتر ہے۔ پس اس آیت کے رو سے آزاد مردوں اور لونڈیوں اور آزاد عورتوں اور غلاموں میں نکاح جائز قرار دیئے گئے۔ دوسرا موقعہ سورۃ النساء آیت ۲۹ و ۳۰ ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ومن لم یستطع منکم طولاً ان ینکح المحصنٰت المؤمنٰت فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المؤمنٰت واللہ اعلم بایمانکم بعضکم من بعض فانکحوھن باذن اھلھن واٰتوھن اجورھن بالمعروف محصنٰت غیر مسفحٰت ولا متخذٰت اخدان فاذا احصن فان اٰتین بفاحشۃ فعلیھن نصف ما علی المحصنٰت من العذاب ذٰلک لمن خشی العنت منکم وان تصبروا خیر لکم واللہ غفور رحیم۔ "اور تم میں سے جسکو مسلمان آزاد عورتوں سے نکاح کرنیکا مقدور نہ ہو تو مسلمان لونڈی سے جو تمہارے

www.aaul.org

قبضہ میں آچکی ہیں نکاح کرلے اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے (آزاد اور غلام) تم ایک دوسرے کے ہم جنس ہی ہو پس لونڈی کے اہل کے اذن سے اُنکے ساتھ نکاح کرلو اور دستور کے مطابق انکے مہران کے حوالے کردو بشرطیکہ وہ نکاح کی قید میں ہوکر رہیں نہ کھلی بدکاری کرنیوالی ہوں اور نہ چھپی آشنائی رکھنے والی۔ پھر اگر وہ قید نکاح میں رہنے کے بعد ارتکاب زنا کریں تو انکی سزا آزاد بیاہی عورت کی سزا سے نصف ہے۔ یہ اجازت (لونڈیوں سے نکاح کرنے کی) تم میں سے انکے لئے ہے جسکو اندیشہ ہو کہ (اگر وہ نکاح نہ کریگا تو) کسی گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے گا۔ اور اگر تم صبر کرو تو تمہارے حق میں زیادہ اچھا ہے اور اللہ بڑا حفاظت کرنیوالا اور مہربان ہے"۔ ان آیات سے کئی باتیں صاف ہوتی ہیں سب سے پہلے تو پادری سیلؔ صاحب کا یہ جھوٹا اعتراض ہی دُور ہوتا ہے کہ اسلام نے لونڈیوں کو کسبیوں کی طرح رکھنے کی اجازت دی۔ یہاں صاف فرمادیا ہے کہ لونڈی قید نکاح میں ہوکر رہے اور نہ کھلی بدکاری بازاری عورتوں کی طرح کرے۔ اور نہ چھپے آشنا رکھے یعنی جیسے بعض عورتیں گھروں میں رہ کر زنا کرتی ہیں۔ دوسرا ان آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسوقت اور کن شرائط کے ماتحت ایک آزاد مرد ایک لونڈی سے نکاح کرسکتا ہے۔ اور تیسرا یہ کہ لونڈی اگر خاوند کے سوا کسی دوسرے سے تعلق رکھے گی تو اسکو مرتکب زنا سمجھکر سزا دی جاوے گی۔

جہانتک مَیں نے اس سوال پر غور کیا ہے قرآن کریم سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آقا کو اختیار تھا کہ جسوقت جس لونڈی سے چاہے صرف اسوجہ سے کہ وہ اسکی مملوکہ ہے وطی کرے۔ یہ ایک غلط نتیجہ ہے جو اس آیت سے نکالا گیا ہے۔ والذین ھم لفروجھم حٰفظون الا علیٰ ازواجھم او ما ملکت ایمانھم۔ اس سے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ ازواج کو ما ملکت ایمانہم سے الگ بیان کرنیکا مطلب یہ ہے کہ ما ملکت ایمانہم کو بغیر زوجیت میں لانیکے آقا کو انسے وطی کرنا جائز تھا۔ یہ ٹھیک نہیں۔ ازواج اور مملوک یمین کو الگ بیان کرنیکا منشا صرف اس امتیاز کو ظاہر کرنا تھا جو آزاد عورتوں اور لونڈیوں میں رکھا گیا تھا۔ اس امتیاز کی شہادت قرآن کریم سے بھی ملتی ہے کیونکہ عام طور پر یہ اجازت نہیں دیگئی کہ آزاد مرد لونڈیوں سے نکاح کریں بلکہ سخت مجبوری کی حالت میں اسے جائز قرار دیا گیا ہے۔ یعنی ایک شخص ضرورت نکاح کی بھی رکھتا ہو پھر اسے کوئی آزاد عورت خواہ وہ غریب ہی ہو نہ ملسکتی ہو پھر اُسے ڈر بھی ہو کہ اگر نکاح نہ کیا تو بدکاری میں مبتلا ہوجائیگا۔ تب وہ لونڈی سے ہی نکاح کرلے مگر پھر بھی ساتھ فرمادیا ہے کہ صبر کرو تو بہتر ہی ہے۔ پس جب خود قرآن شریف نے آزاد عورتوں اور لونڈیوں کی حیثیت میں اسقدر فرق رکھا ہے اور لونڈی کے ساتھ نکاح کی صرف مجبوری کی حالت میں اجازت دی ہے تو پھر کیا ضروری نہ تھا کہ

www.aaiil.org

لونڈیونکا ذکر ازواج یعنی آزاد عورتوں سے الگ کیا جاتا۔ لفظ زوج میں جہاں ایک طرف خاوند یا بیوی ہونیکا مفہوم موجود ہی ساتھ ہی ایک برابری کا مفہوم بھی موجود ہی کیونکہ زوج جوڑے کو کہتے ہیں یعنی وہ دونوں چیزیں ایک ہی اور ایکدوسرے کی ہم پلہ ہوں۔ مگر چونکہ لونڈی میں حیثیت کی مساوات خاوند کے ساتھ نہیں پائی جاتی تھی اسواسطے اسکو ازواج سے الگ کرکے بیان کیا۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ الفاظ ما ملکت ایمانہم کا مفہوم صرف لونڈیاں نہیں بلکہ اس میں لونڈیاں اور غلام دونوں داخل ہیں پس یہ تو کہا نہیں جا سکتا کہ ہم ان الفاظ کے مفہوم کی تحدید نہیں کر سکتے کیونکہ ان معنوں میں اسقدر عمومیت ہے کہ تحدید کرنی لازمی ہے پس جب کسی وجہ پر ایک طرح کی تحدید ہو سکتی ہے تو کسی دوسری کافی وجہ پر کوئی اور قید بھی انہی معنو پر لگ سکتی ہے اور یہ قید کہ وہ مملوکہ عورتیں جنکا یہاں ذکر ہے نکاح میں بھی داخل ہونی چاہئیں نہ صرف اسی جگہ سے جہاں یہ الفاظ استعمال ہوئے ظاہر ہے بلکہ قرآن شریف کی صریح نص جو دوسری جگہ موجود ہے اس تحدید کو ضروری ٹھہراتی ہے۔

میرا دعویٰ یہ ہے کہ جہاں قرآن شریف نے آزاد مردوں کے لئے ازواج کے علاوہ لونڈیوں کو بھی جائز ٹھہرایا تو اسکا منشا یہ نہ تھا کہ لونڈیاں بلا نکاح ہی گھروں میں ڈال لی جاویں یا جس کی ملک میں ہوں وہ انسے بلا نکاح وطی کرے بلکہ منشا اس حکم کا یہ تھا کہ آزاد مردوں کو یہ اجازت ہے کہ ضرورت کے وقت لونڈیونمیں سے بھی بیویاں بنالیں یعنی انکو اپنے نکاح میں لے آویں۔ اب اس دعوے کے دلائل میں بیان کرتا ہوں۔

سب سے پہلے دیکھتے ہیں کہ قرآن شریف نے خود ہی تمام موقعوں کو صاف اور صریح الفاظ میں یہ حکم دیا کہ وہ اپنی عباد یعنی غلاموں اور اماء یعنی لونڈیوں کے نکاح کر دیویں۔ اب یہ دعویٰ کہ قرآن شریف لونڈیوں کے آقاؤں کو یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ انکے ساتھ صرف انکے مملوکہ ہونیکی وجہ سے وطی کر لیا کریں پہلے حکم کے خلاف ہے۔ اگر یہ اجازت تھی تو پھر انکے نکاحوں کے حکم دینے کی کیا ضرورت تھی یہ دونوں باتیں خود ایک دوسرے کی تردید کرتی ہیں کہ ایک طرف آقا کو کہا جائے کہ تم اپنی لونڈی کا نکاح کسی دوسرے سے کر دو اور دوسری طرف یہ کہا جائے کہ تم بلا نکاح خود اس سے وطی کر لیا کرو۔ اگر لونڈی کے محض مملوکہ ہونیکی وجہ سے آقا کو اس کے ساتھ وطی کا حق پیدا ہو جاتا تھا اور ملک ہی قائمقام نکاح تھی تو پھر نکاح کا حکم کیوں دیا کیونکہ جب ایک ایسی صورت موجود ہے کہ ایک مرد اور عورت میں میاں بیوی کا تعلق موجود ہے تو پھر اس تعلق کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ تم اس لونڈی کا نکاح کہیں اور کرو خلاف عقل ہے۔ مگر چونکہ سورۂ نور نے قطعی طور پر آقا کو اپنی لونڈیوں کے نکاح کر دینے کا حکم صاف الفاظ میں دیا ہے پس اس حکم کے ہوتے ہوئے وہی کتاب یہ اجازت نہ دیسکتی تھی کہ آقا خود بھی بلا نکاح اسے بطور منکوحہ کے استعمال کرے۔

پھر دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایک آقا اپنی لونڈی کا نکاح کسی دوسرے مرد یا غلام سے کر دیوے تو

www.aalif.org

کیا پھر بھی ملکِ یمین کے حق سے اس لونڈی کے ساتھ وہ وطی کر سکتا تھا؟ ظاہر ہے کہ اس سوال کا جواب نفی ہے۔ یعنی ایسا حق اسکو ہرگز نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن اگر اسکا جواب نفی میں دیا جاوے تو ساتھ ہی اس دعوے کی بھی نفی ہو جائیگی کہ ملکِ یمین سے وطی کا حق آقا کو حاصل ہو جاتا تھا کیونکہ ملکِ یمین تو باوجود نکاح کے ویسی کی ویسی موجود ہے۔ اور اگر ملکِ یمین سے بدون کسی اور شرط کے وطی جائز تھی تو پھر مذکورہ بالا سوال کا جواب بھی ہاں ہوگا مگر قرآن شریف اس جواب کی تردید کرتا ہے جس سے ثابت ہُوا کہ قرآن شریف محض ملکِ یمین سے وطی کی بھی تردید کرتا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ الفاظ ما ملکت ایمانھم کو محض مملوک کے عام اور وسیع معنوں میں نہیں لے سکتے بلکہ اوّل تو اس سے مراد مملوکہ عورتیں ہیں اور پھر انہیں سے وہ عورتیں جنکو بطور بیویوں کے نکاح میں لایا گیا ہے اس طریق پر جو سورۂ نساء آیت ۲۹ و ۳۰ میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ جہاں ان آیات میں لونڈیوں سے نکاح کا صاف لفظ میں حکم دیا ہے وہاں بھی وہی الفاظ ما ملکت ایمانکم ہی استعمال کیے ہیں اب یہ بات ظاہر ہے کہ لونڈیاں جنسے نکاح کیا گیا ہے وہ بھی ما ملکت ایمانکم میں ہی داخل ہیں پس ہمیں ماننا پڑیگا کہ اس آیت والذین ھم لفروجھم حافظون الا علیٰ ازواجھم او ما ملکت ایمانھم میں منکوحہ لونڈیاں جنکے ساتھ حسب ارشاد آیت سورۂ نساء نکاح کیے گئے ہیں اور ایسا ہی دوسری منکوحہ لونڈیاں زیرِ الفاظ ما ملکت ایمانھم داخل ہیں۔ کیونکہ نکاح سے وہ مملوک ہونے سے نہیں نکل گئیں۔ پس جس صورت میں کم از کم ما ملکت ایمانھم میں منکوحہ لونڈیاں بھی داخل ہیں تو یہ مفہوم ان الفاظ سے نہیں نکالا جا سکتا کہ یہ صرف وہی لونڈیاں ہیں جنسے ملکِ یمین سے وطی کیجاوے اور ملکِ یمین کی شرط مفقود ہو گئی۔ علاوہ ازیں جب قرآن کریم نے اسبات کی تصریح کر دی کہ کن صورتوں میں آزاد مرد لونڈیوں سے نکاح کر سکتا ہے تو یہ خیال کرنا کہ اسکے علاوہ کوئی اور قانون بھی ہے جسکا قرآن شریف میں ذکر نہیں غلطی ہے۔ ان آیات میں ومن لم یستطع منکم طولاً میں کُل آزاد مرد داخل ہیں۔ اور کوئی استثنا نہیں کہ جس کے ہاں لونڈی اپنی ملک کی موجود ہو وہ نکاح نہ کیا کرے۔

اسی کی شہادت قرآن کریم کے دیگر مقامات سے بھی ملتی ہے۔ سورۂ احزاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے متعلق فرماتا ہے۔ قد علمنا ما فرضنا علیھم فی ازواجھم وما ملکت ایمانھم۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ازواج اور ما ملکت ایمانھم کے معاملہ میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مقرر فرمایا ہے اسکا ذکر قرآن شریف میں کسی جگہ کیا بھی گیا ہے۔ سو یہ ذکر سوائے سورۂ نساء کی ان آیات کے جو اوپر لکھی گئی ہیں اور کسی جگہ موجود نہیں۔ یہی ایک

www.aaiil.org

مقام ہے جہاں مفصل یہ بیان فرمایا ہے کہ کن حالات میں لونڈیوں سے نکاح کرنا چاہیئے اور کس طرح انکا مہر ادا کرنا چاہیئے۔ پس سورہ احزاب میں جو اشارہ ہے وہ انہیں آیات کی طرف ہے۔ اس کے سوائے دوسری آیات میں اس کے ذکر نہیں کہ مومنوں کو ازواج اور ماملکت ایمان کے سوائے اپنے فروج کے حفاظت کرنی چاہیئے۔ سو ایسے مقامات پر ازواج یا ماملکت ایمان کے بارہیں کچھ بیان نہیں کیا۔ یہ بیان ازواج کے متعلق تو قرآن شریف کے مختلف مقامات میں ہے مگر مملوکوں کے بارہیں سوائے سورۂ نساء کی ۲۹ اور ۳۰ آیتوں کے اور کسی جگہ نہیں۔ پس قرآن شریف نے خود یہ تصریح فرمادی ہے کہ ماملکت ایمانھم کے بارہیں جو کچھ قرآن شریف میں دوسری جگہ فرض کردیا گیا ہے اسکے سوا اور اسکا کچھ نشان نہیں۔

ایک موقعہ اور بھی قابل ذکر ہے۔ سورۂ نساء کی ابتدائی آیتوں میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وان خفتم الا تقسطوا فی الیتٰمی فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی وثلث وربٰع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ماملکت ایمانکم۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارہیں جنکو تم اپنے نکاح میں لاؤ) انصاف قائم نہ رکھ سکوگے تو (دوسری) عورتوں میں سے جو تمہیں اچھی لگیں دو دو تین تین اور چار چار سے نکاح کرلو لیکن اگر تم کو اندیشہ ہو کہ کئی بیویوں میں عدل نہ کرسکوگے تو پھر (نکاح کرو) ایک ہی بی بی سے یا انسے جنکے تمہارے دہنے ہاتھ مالک ہوچکے۔ اب اس میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا کہ واحدۃ اور ماملکت ایمانکم دونوں فعل جسقدر انکحوا کے نیچے ہیں۔ دوسرا کوئی فعل اس آیت میں یا اس سے پہلی آیتوں میں ایسا نہیں جسکے متعلق انکو کرسکیں۔ کم از کم اس سے تو انکار نہیں ہوسکتا کہ واحدۃ اور ماملکت ایمانکم ایک ہی حالت میں ہیں اگر ایک ہی بی بی بغیر نکاح کے آدمی کے لئے درست نہیں ہوسکتی تو ماملکت ایمانکم بھی بغیر نکاح کے درست نہیں ہوسکتی پس یہ آیت بھی لونڈیوں سے نکاح پر قطعی دلالت کرتی ہے۔ مگر اس جگہ بھی وہ احکام بیان نہیں ہوئے جنکا اشارہ سورہ احزاب میں پایا جاتا ہے بلکہ تفصیل احکام کے لئے ہمیں انہیں آیتوں کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے جو ومن لم یستطع سے شروع ہوتی ہیں

اس طرح پر کم از کم چار موقعہ قرآن کریم میں ایسے موجود ہیں جن میں بڑی صفائی اور وضاحت سے لونڈیوں کے نکاح کا حکم یا بیان ہے۔ یعنی سورۂ بقرہ کی آیت ۲۲۲ جس میں یہ ارشاد ہے کہ نکاح کرنیکے وقت آزاد مشرکہ پر مسلمان لونڈی کو ترجیح دیجاوے۔ سورۂ نور کی ۳۲ ویں آیت جس میں صاف حکم ہے کہ اپنے غلام اور لونڈیوں کے نکاح کردیا کرو۔ سورۂ نساء کی تیسری آیت جس میں لونڈیوں سے نکاح کرنیکی اجازت ہے اور اسی سورۃ کی انتیسویں اور تیسویں آیتیں جن میں وہ حالات بیان کئے گئے ہیں

www.aaiil.org

جسکے ماتحت ایک آزاد مسلم مسلمہ لونڈی سے نکاح کرسکتا ہے۔ اور صرف دو موقعہ ایسے ہیں جن میں قرآن شریف نے سوائے ازواج اور ماملکت ایمان کے دوسری عورتوں سے منع کیا ہے۔ جس سے ملک یمین نکالی جاتی ہے۔ مگر میں یہ دکھا چکا ہوں کہ اس جگہ مقصود صرف آزاد عورتوں اور لونڈیوں کا مقابلہ ہے۔ اور الفاظ ماملکت ایمانہم کے وسیع معنی نہیں لئے جاسکتے بلکہ انپر بعض قیود لگانی پڑتی ہیں۔ مثلاً ایک طرف جب قرآن شریف ہی حکم دیتا ہے کہ اپنی لونڈیوں کے نکاح کردیا کرو تو کم از کم ایسی منکوحہ لونڈیوں کے ساتھ ملک یمین سے وطی جائز ہوسکتی تھی۔ بلکہ پھر یہ فعل زنا کی تعریف میں آئیگا۔ ایسے ہی یہ قید بھی ضروری ہے کہ وہ لونڈیاں بغیر نکاح کے تصرف میں نہ لائی جاویں کیونکہ اسکا ذکر سورۂ نساء کی آیت ۲۹ و ۳۰ میں بالصراحت موجود ہے۔ اور علاوہ ازیں ازواجکا مقابلہ مملوکہ سے خود انہی معنوں کو چاہتا ہے۔ گویا مقصود ان مقامات پر صرف اسقدر بیان کرنیکا ہے۔ کہ لونڈیوں کے ساتھ بھی نکاح جائز ہے۔ کن صورتوں میں جائز ہے اسکا پتہ دوسرے مقام سے ملتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بات خود ظاہر ہے کہ جہاں مرد و عورت کے تعلق کا ذکر ہے وہاں نکاح کا مفہوم خود ضروری ہے۔ اسکی میں دو مثالیں دیتا ہوں سورہ نساء میں ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وان خفتم الا تقسطوا فی الیتٰمی۔ اس جگہ لفظ تو صرف تیامٰی بولا۔ مگر مراد اس سے ہر قسم کے یتیم نہیں بلکہ یتیم لڑکیاں اور ان میں بھی وہ جو باوجود ولی ہونیکے نکاح میں لائی جاویں دراصل یہ موقعہ ماملکت ایمانہم سے خوب مطابقت کھاتا ہے۔ یہاں صرف تیامٰی کا ذکر کرکے مراد لیا ہے یتیم لڑکیاں جو نکاح میں لائی جاویں وہاں صرف مملوک کا ذکر کرکے مراد لیا ہے مملوکہ عورتیں جو نکاح میں لائی جاویں اگر کسی کو ایک جگہ ایسے معنے لینے میں اعتراض ہے تو دوسری جگہ کیوں نہیں۔ دوسرا موقعہ سورۂ احزاب کی آیت ہے یایھا النبی انا احللنا لک ازواجک التی اٰتیت اجورھن وما ملکت یمینک مما افاء اللہ علیک وبنٰت عمک وبنٰت عمٰتک وبنٰت خالک وبنٰت خٰلٰتک التی ھاجرن معک۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حلال کی گئی ہیں۔ اوّل آپکی ازواج جنکے آپ مہر دے چکے ہیں۔ دوئم۔ مملوکہ یمین جو خدا نے آپ کو دی ہیں۔ سوئم۔ چچا اور پھوپھیوں اور ماموں اور خالاؤں کی بیٹیاں۔ اب اگر مملوکہ یمین بغیر ازواج کے داخل ہونیکے حلال ہوتیں تو پھر چاہیئے کہ قسم سوئم کی عورتیں یعنی چچا وغیرہ کی بیٹیاں بھی بغیر ازواج میں داخل ہونیکے حلال ہوتیں۔ پس ایک تو اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ ملکت یمین والی عورتیں بھی آپکے لئے اسی صورت میں حلال تھیں کہ آپ انسے نکاح کرتے۔ جیسا کہ چچا وغیرہ کی بیٹیاں بھی نکاح کرنے کے بعد ہی حلال تھیں اور دوسرا یہ ثابت ہوا کہ اسی قسم کی آیت جو الا علی ازواجھم او ماملکت ایمانھم ہے

www.aaiil.org

وہاں بھی ملک یمین والی عورتیں ازواج کی طرح ہی نکاح میں آنی چاہئیں۔ میں نہیں سمجھتا اس سے بڑھکر صریح شہادت اس امر کی اور کیا ہو سکتی ہے کہ لونڈیوں کے ساتھ نکاح ضروری تھا خواہ وہ اپنی لونڈی ہو یا دوسرے کی۔

یہ تو قرآن شریف کی شہادت ہے اور اس سے بڑھکر معتبر شہادت اور کوئی پیش نہیں ہو سکتی مگر دو ذرائع شہادت کے اور بھی ہیں جو قرآن کریم کے موید ہیں۔ یعنی حدیث اور سنت یا عمل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کبار رضی اللہ عنہم۔ ان میں سے حدیث میں میں سب سے زیادہ معتبر کتاب بخاری کو لیتا ہوں کہ اس میں اس امر کے متعلق کونسی حدیثیں آئی ہیں کوئی حدیث اصح الکتب بعد کتاب اللہ میں ایسی نہیں ملتی جس میں یہ بیان کیا گیا ہو کہ صرف ملک یمین سے اور بغیر نکاح کے لونڈی سے وطی کرنا جائز ہے۔ بلکہ ایک ہی حدیث جو اس امر کے متعلق ملتی ہے اس سے اس خیال کی تردید ہوتی ہے۔ یہ حدیث امام بخاری علیہ السلام نے دو جگہ دو مختلف روایتوں سے بیان کی ہے۔ ایک غلاموں کی آزادی کے باب میں۔ اور دوسری جگہ نکاح کے باب میں۔ پہلے موقعہ پر جس طرح پر حدیث آئی ہے اسکو میں اپنے موقعہ پر گذشتہ مضامین میں بیان کر چکا ہوں۔ دوسرے موقعہ پر یہ حدیث اس طرح پر آئی ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما رجل کانت عندہ ولیدۃ فعلمھا فاحسن تعلیمھا و ادبھا فاحسن تادیبھا ثم اعتقھا و تزوجھا فلہ اجران و ایما رجل من اھل الکتاب آمن بنبیہ و آمن بی فلہ اجران و ایما مملوک ادی حق موالیہ و حق ربہ فلہ اجران۔ ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس لونڈی ہو پھر وہ اُسے تعلیم دے اور نہایت عمدہ تعلیم دے اور اسکو اخلاق سکھائے اور نہائت عمدہ اخلاق سکھائے پھر اسکو آزاد کرے اور پھر اس سے نکاح کرے تو اسکو دوہرا اجر ملیگا۔ اور جو شخص اہل کتاب میں سے اپنے نبی پر ایمان لائی اور مجھ پر بھی ایمان لائے تو اس کو دوہرا اجر ملیگا۔ اور جو غلام اپنے آقا کا حق ادا کرے اور اپنے رب کا حق بھی ادا کرے تو اس کو دوہرا اجر ملیگا۔ اب ان الفاظ سے یہ مطلب نہیں کہ جو شخص ان باتوں کی خلاف ورزی کرے اسکو بھی ایک اجر ضرور ملیگا۔ مثلاً اہل کتاب میں سے جو شخص اپنے نبی پر ایمان لاتا ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتا وہ نافرمان ہے اور غلام جو اپنے آقا کے احکام کی فرمانبرداری کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری نہیں کرتا وہ بھی بے فرمان ہے۔ اسیطرح جو شخص لونڈی کو بغیر تعلیم دینے اور آزاد کرنیکے اور بغیر نکاح کرنیکے وطی کرتا ہے وہ بھی نافرمان ہے۔

www.aaiil.org

تینوں صورتیں ایک سی ہی ہیں۔ گویا انہیں صرف ترغیب ہی نہیں بلکہ حکم ہے کہ ہر ایک آدمی کو ایسا ہی کرنا چاہیئے دوہرا اجر اسواسطے کہا کہ دو کام نیکی کے ایسے شخص نے کیئے۔ لونڈی کو تعلیم بھی دی اور اسے آزاد کر کے اس سے نکاح بھی کیا۔ اہل کتاب اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی ایمان لایا غلام نے اپنے آقا کا حکم بھی مانا اور خداوند تعالیٰ کے احکام کو بھی بجا لایا۔ اس سے سمجھ لینا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسقدر تاکید کرتے ہیں کہ اگر ایک شخص کی اپنی لونڈی ہو تو اُسے چاہیئے کہ اُسے تعلیم بھی اعلیٰ درجہ کی دے آزاد بھی کرے اور پھر اس سے نکاح بھی کرے۔

ایک اور حدیث جسے امام بخاری علیہ السلام نے باب نکاح میں ہی بیان کیا ہے اس مضمون پر روشنی ڈالتی ہے عن انس رضی اللہ عنہ قال اقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین خیبر والمدینۃ ثلثا یبنی علیہ بصفیۃ بنت حیی فدعوت المسلمین الی ولیمتہ فما کان فیھا من خبز ولا لحم امر بالانطاع فالقی فیھا من التمر والاقط والسمن فکانت ولیمتہ فقال المسلمون احدی امھات المؤمنین او مما ملکت یمینہ فقالوا ان حجبھا فھی من امھات المؤمنین وان لم یحجبھا فھی مما ملکت یمینہ فلما ارتحل وطی لہ خلفہ ومد الحجاب بینھا وبین الناس۔ یعنی انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر اور مدینہ کے درمیان تین دن ٹھہرے جہاں صفیہ بنت حیی بطور عروس کے آپکے پاس لائی گئی۔ پھر میں نے مسلمانوں کو آپکے ولیمہ کے لئے دعوت کی اور اس میں روٹی اور گوشت نہیں تھا۔ پھر دسترخوان بچھائے گئے اور انمیں کھجوریں اور پنیر اور گھی ڈالا گیا سو یہ آپ کا ولیمہ تھا۔ پھر مسلمانوں نے آپس میں کہا کہ آیا امہات المؤمنین میں سے ایک ہونگی یا ما ملکت یمینہ میں سے یعنی لونڈیوں میں سے۔ آخر انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر آپ انکو پردہ میں رکھیں تو انہیں امہات المؤمنین میں سے سمجھنا چاہیئے اور اگر پردہ نہ رکھیں تو ما ملکت یمینہ میں سے ہونگی پس جب آپنے کوچ کیا تو اپنے پیچھے صفیہ رضی اللہ عنہا کو بٹھایا اور انکے اور اور لوگوں کے درمیان پردہ ڈال دیا۔

اس حدیث سے بہت سے ضروری نتائج پیدا ہوتے ہیں پہلا نتیجہ جسکو مضمون زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں یہ ہے کہ یہودیوں کو فتح کرنے کے بعد بھی آپ اپنے صحابہ کی دعوت میں گوشت اور روٹی نہیں دے سکتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسقدر جھوٹ ہے جو کہا جاتا ہے کہ آپ کی جنگیں لوٹ کی خاطر تھیں۔ یہودیونکی قوم ہو جو دنیا میں ہر جگہ اپنی دولتمندی کے لئے مشہور رہے ہیں اور جو مدت تک عیسائی بادشاہوں کے ہاتھوں سے سخت ظلم اُٹھاتے رہے محض روپے کی خاطر۔ اور انکو فتح کرنے کے بعد بھی آپ کی اور آپکے صحابہ کی یہ حالت ہو

www.aaiil.org

پس یہ کسقدر ظلم ہے جو کہا جاتا ہے کہ لوٹ کی خاطر سب کچھ کرتے تھے؟ مگر اس بحث سے اسجگہ ہمیں کوئی تعلق نہیں مضمون زیر بحث کے متعلق جو نتیجہ اس سے پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ازواج اور ماملکت ایمان یعنی بیویوں اور لونڈیوں میں سوائے حجاب کے اور کوئی فرق نہ تھا۔ کیونکہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ نکاح بھی ہو چکا اور ولیمہ بھی ہو چکا تھا اور ابھی مسلمان متذبذب تھے کہ آیا انہیں آپ کی بیوی قرار دیں یا لونڈی۔ اور آخر حجاب پر فیصلہ کیا جس سے معلوم ہوا کہ بیوی اور لونڈی میں سوائے حجاب کے اور کوئی فرق نہ تھا۔ نکاح وغیرہ کے مراسم اور باقی سب امور میں دونوں یکساں تھیں حضرت صفیہ جنگ میں بطور قیدی کے آئی تھیں اور آپنے انسے نکاح بھی کیا اور ولیمہ بھی ہو گیا مگر انمیں سے کوئی بات ایسی ممیز نہ تھی جس سے یہ فیصلہ ہو جاتا کہ وہ ام المومنین ہیں یا مملوکہ۔ فیصلہ کن امر صرف یہ تھا کہ حجاب میں رکھتے ہیں یا نہیں اس سے ساری مشکلات حل ہو جاتی ہیں کیونکہ اصل تمیز حرہ اور مملوکہ میں نکاح کی نہ تھی بلکہ حجاب کی تھی۔ اور یہ قرآن شریف کے بھی مطابق ہے کیونکہ قرآن شریف نے بھی اور کوئی فرق حرہ اور مملوکہ میں قرار نہیں دیا سوائے اس کے کہ مملوکہ کا مرتبہ حرہ کے برابر نہ تھا اور اسی لئے وہ پردہ میں نہ رکھی جاتی تھی ورنہ نکاح ایسا ہی ضروری تھا جیسا حرہ کی صورت میں۔

ایک اور حدیث سے جو وہ بھی بخاری میں مذکور ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نکاح سے پہلے صفیہ آزاد بھی کر دی گئی تھیں۔ اس کے بعد بھی صحابہ کی متذبذب ہونیسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ باوجود آزاد کرکے نکاح کرنے کے بھی ایک عورت ماملکت ایمان میں داخل ہو سکتی تھی۔ اور صحیح اور ممیز فرق حرہ اور مملوکہ میں سوائے حجاب کے کچھ نہ تھا بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اس سے پہلی حدیث کا منشاء ہے کہ مالک کو حکم تھا کہ اگر وہ خود لونڈی سے نکاح کرنا چاہے تو اسکو آزاد کرنیکے بغیر نہ کرے یہی وہ طریق تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود صفیہؓ کے نکاح میں ملحوظ رکھا۔ ان صحیح اور یقینی احادیث کے خلاف جنکی قرآن شریف سے بھی تائید ہوتی ہے اگر کوئی کم پایہ کی ایسی حدیث بھی ہو جس میں کوئی ایسا واقعہ مروی ہو کہ کسی شخص نے ملک یمین سے وطی کی تو ایسے بلا تائید بیان کی ہم تصدیق نہیں کر سکتے کیونکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ اسکی تردید کرتے ہیں۔

تیسرا ذریعہ شہادت کا امر زیر بحث کے متعلق رسول اللہ علیہ وسلم کا اپنا طریق عمل ہے۔ کیونکہ ملکت یمین جیسی مومنوں کے لئے جائز تھی ویسی ہی آپکے لئے بھی جائز تھی۔ اس امر کو بالاتفاق تسلیم کیا گیا ہے کہ ملکت یمین والی عورتوں میں سے جویریہ اور صفیہ آپکے پاس تھیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بالاتفاق تسلیم کیا گیا ہے کہ ان دونوں کو آپنے آزاد کرکے انکے ساتھ نکاح کیا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ دونوں آپکے ملک یمین میں آچکی تھیں کیونکہ سراری میں تھیں پھر آپکو کیا ضرورت تھی کہ انکو آزاد کرتے اور پھر انسے نکاح کرتے۔ آپکے اس عمل سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کا منشاء وہی تھا جو آپنے ایک حدیث میں بیان فرمایا کہ جسکے پاس لونڈی ہو اُسے چاہیئے کہ

www.aaiil.org

اُسے تعلیم دے اور آزاد کرے اور پھر اُس سے نکاح کرے۔ ایک طرف آپکے لفظ اور دوسری طرف آپکا امہات المومنین جویریہ اور صفیہ رضی اللہ عنہما سے یہ طریق عمل کہ محض ملک یمین سے انکو اپنے تصرف میں نہیں لائے بلکہ ہر دو کو آزاد کرکے اُن سے نکاح کیا۔ یہ قول اور یہ فعل بھی اگر کسی کو اس بات کے حق ہونیکے قائل نہیں کر سکتے تو اسکا تو میری پاس کوئی جواب نہیں۔ لیکن جو شخص آپکے قول اور فعل کی پیروی کرنا چاہتا ہو اسکے لئے یہ شہادت کافی ہے۔ ماریہ قبطیہ اور ریحانہ کے متعلق جو کہا گیا ہے کہ وہ ہر دو ملک یمین سے آپکے تصرف میں تھیں بالکل غلط ہے۔ ماریہ کے متعلق اس امر میں کسی کو اختلاف نہیں کہ وہ حجاب میں رکھی گئی تھیں۔ اور جیسا کہ اُم المومنین صفیہ کے نکاح والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے حجاب ہی اصل امتیاز حرہ اور مملوکہ کے درمیان تھا پس جب ماریہ حرہ تھیں تو نکاح بطریق اولیٰ ثابت ہو گیا۔ ریحانہ کے متعلق بھی متعدد روایات سے یہ ثابت ہے کہ آپنے آزاد کرکے اُس سے نکاح کیا۔ علاوہ ازیں اس امر کو تمام مورخین نے تسلیم کیا ہے کہ آپنے نہ کبھی کوئی غلام رکھا اور نہ لونڈی بلکہ جبھی آپکی ملک میں کوئی غلام یا لونڈی آتا آپ اُسے آزاد کر دیتے پھر کیونکر ممکن تھا کہ آپ خدمتگاروں تک کو تو غلامی میں رکھنا پسند نہ کرتے اور بیویوں کو غلامی میں رکھتے۔ آپکے بعد ہماری لئے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا عمل دیکھنا کافی ہے سو اُنکے متعلق بھی یہ بالاتفاق تسلیم کیا گیا ہے کہ کوئی لونڈی اُنکے پاس نہ تھی جسکے ساتھ وہ ملک یمین سے وطی کرتے ہوں۔ مَیں نہیں سمجھتا کہ اگر نکاح اور ملک یمین دو الگ الگ باتیں ہوتیں اور جیسا نکاح سے مرد اور عورت کا تعلق جائز سمجھا جاتا تھا ایسا ہی صرف ملک یمین سے بغیر نکاح کے ایسا تعلق جائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل اور حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا عمل کیوں اسکے خلاف ہوتا بلکہ چاہیئے تھا کہ جس طرح اُنکے پاس منکوحہ بیویاں تھیں کچھ ایسی عورتیں بھی ہوتیں جنہیں وہ ملک یمین سے بغیر نکاح کے اپنے تصرف میں لاتے۔

یہ بات پہلے بھی بیان ہو چکی ہے کہ کوئی حدیث جس سے ملک یمین کے ساتھ لونڈی کا تصرف میں لانا معلوم ہوتا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچتی بلکہ آپکے الفاظ صاف نکاح کی ہی تائید کرتے ہیں۔ پس جو اس قسم کی روایتیں ہیں اوّل تو اُنسے نکاح کی نفی نہیں ہوتی اگر ہو بھی تو وہ قرآن شریف و صحیح احادیث اور سُنت کے خلاف ہیں۔ اس لئے ہم اُنکو مان کر ان تینوں کو نہیں چھوڑ سکتے جنپر مذہب اسلام کی بنا ہے۔ علاوہ ازیں لونڈیوں کے متعلق اس قسم کی ممانعتیں موجود ہیں جیسی منکوحہ عورتوں کے متعلق مثلاً یہ کہ دو بھینوں کا اکٹھا رکھنا یا بیٹے کا باپ کی موطوءہ لونڈی کو تصرف میں لانا وغیرہ وغیرہ جو صاف طور پر قرآن شریف کے اُس حکم سے لی گئی ہیں جو اس آیت سے شروع ہوتا ہے حرمت علیکم امہاتکم الی آخر الایۃ۔ یعنی اِن اِن عورتوں سے تمہارے لئے نکاح کرنا حرام ہے ورنہ لونڈیوں کیلئے کوئی الگ حکم قرآن شریف میں موجود نہیں کہ فلاں فلاں قسم کی لونڈیاں حرام ہیں۔ اس سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ لونڈیوں کے ساتھ اسی طرح نکاح کیا جاتا تھا خواہ آزاد کرکے یا آزاد کرنیکے بعد جس طرح حرہ عورتوں سے نکاح کیا جاتا

www.aaiil.org

عصر جدید کا بے وجہ جوش اور سلسلہ احمدیہ کی اصلی غرض

ایڈیٹر صاحب عصر جدید نے بعنوان "نئے مسیحیوں کا طیش" اپنے اکتوبر کے پرچے میں ایک نوٹ لکھا ہے جسمیں اُنکا غضب اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اس سلسلہ کو شیطانی سلسلہ کہتے ہوئے نہ ہی شرم دامنگیر ہوئی اور نہ ہی وہ جھوٹ موٹ کی تہذیب مانع ہوئی جسکا آپ کو بڑا دعویٰ ہے۔ آپکی ناراضگی اس امر پر ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے مریدوں نے اُنکے مضمون کے جواب میں بڑے بڑے مضمون کیوں لکھے ہیں۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ خواجہ صاحب نے خود ہی پہلے شوق سے کہا کہ جواب لکھا جاوے پھر شکائت کیوں اور غضب کیسا۔ آپنے اگست کے پرچہ پر بالخصوص یہ لکھکر یا لکھوا کر اس سلسلہ کی ساری اخباروں اور دفتروں میں بھیجا کہ اس پرچہ پر ضرور ریویو کیا جائے اور دیگر معززین سلسلہ کے پاس بھی یہ پرچہ بھیجا جو اسکے خریدار نہ تھے۔ اب اگر ہماری جانب سے آپکی تحریر کو لغو اور فضول سمجھکر خاموشی ہوتی تو پھر آپ خدا جانے کس زور شور سے پبلک میں یہ امر پیش کرتے کہ ہمارے ریویو کا جواب نہیں بن سکا۔ لیکن جب آپکی اپنی استدعا کے موجب اسپر ریویو لکھا گیا اور جس جس کے پاس آپنے بھیجا تھا اُسی نے لکھا تو اب آپ لکھنے والوں کو پاگل قرار دے رہے ہیں کہ "وہ دیوانہ وار اور اول فول بکنے لگے"۔ کیا یہی آپکی تہذیب ہے۔ یا تو خود استدعا نہ کرتے اور اس صورت میں شائد ہی کوئی احمدی آپ کی تحریر کی پروا کرتا۔ اور اگر آپنے خود مانگ کر یہ موت لی ہے تو اب اس پیالہ کو پی جانیسے کیوں گھبرا رہے ہیں۔ خواجہ صاحب! آپنے تو منشی ذوالفقار علی خانصاحب کے ان الفاظ کی شکائت کی کہ انہوں نے آپ کو کمزور دماغ یا حاسد یا گورنمنٹ کا باغی کیوں کہا اور آپ کو خود یہ شرم نہ آئی کہ آپنے اہل اسلام کو عیسائی کہا۔ اور اپنے "ایک لائق دوست کو جو بی اے اور وکیل چیف کورٹ" آپکے اپنے الفاظ میں ہین دیوانہ اور سڑی کہا اور انکی تحریر کو بکنا قرار دیا۔ اور اپنے ایک دوسرے معزز دوست کو جو اسوقت ایک معزز عہدہ پر آپکے کالج فیلو ہیں کمینہ کہا۔ اور پھر اس سلسلہ کے بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جسکو تین لاکھ مسلمان اپنا پیشوا مانتے ہیں صاف الفاظ میں شیطان اور طاغوت کے نام سے پکارا اس جوش خروش کی کیا ضرورت ہے اور آپکو کیا ضرورت پیش آئی ہے کہ اتنی مدت علیگڈھ میں تعلیم پاکر اب لاہور کے جعفر زٹلی اور امرتسر کے مولوی ثناء اللہ کے نقش قدم پر چلنے لگے ہیں۔ کیا ایسی باتیں لکھنے کے لئے وہ کافی نہیں جو اب آپ اُنکا ہاتھ بٹانے کے لئے نکلے ہیں۔ کیا وہ گالیاں نکالکر یا استہزا کرکے جیت گئے ہیں اور اس سلسلہ کی ترقی کو روک دیا ہے جو آپ روک دینگے۔ سوچو اور غور کرو۔

مینے ماہ اکتوبر کے پرچہ میں آپکو لکھا تھا کہ آپ کا ان اصول کو ہاتھ میں لیکر بحث کرنا ہی غلطی ہے

www.aaiil.org

مگر آپنے اس طرف ابتک توجہ نہیں کی۔ قرآن شریف نے جو امتیازی نشان سچے اور جھوٹے کے درمیان قائم کیا ہے اس کے رُو سے حضرت مرزا صاحب کے دعوے کو پرکھو۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ اعتراض کرتے وقت تو عیسائی اور اس سلسلہ کے مخالف بڑی بڑی باریکیاں نکالتے ہیں مگر اس موٹی بات کو نہیں سمجھتے کہ ایک مدّعی نبوّت میں کس امتیازی نشان کا پایا جانا ضروری ہے جس سے اسکا حق پر ہونا کھل جائے۔ عیسائیوں کے ہاتھوں میں توریت موجود ہے اور ہزاروں انبیاء کے نمونے اُنکی آنکھوں کے سامنے موجود ہیں مگر کبھی وہ اپنی بحث کو اس رُخ پر نہیں لائینگے کہ توریت نے وہ کونسا امتیازی نشان پیش کیا ہے اور ہزاروں انبیاء کی زندگی میں وہ کونسا امتیازی نشان پایا جاتا ہے جس سے نبی کی نبوت اور منجانب اللہ ہونے پر قطعی اور یقینی ثبوت ملتا ہے۔ اسی واسطے قرآن شریف نے بھی یہودیوں اور عیسائیوں کو یہی کہا کہ فاتوا بالتورٰۃ فاتلوھا ان کنتم صادقین۔ مگر افسوس کہ ان لوگوں نے آجتک یہ پہلو اختیار نہ کیا۔ ورنہ ایک نہایت آسان راہ تھی۔ اسی طرح پر میں دیکھتا ہوں کہ اس سلسلہ کے مخالفین استہزا اور اعتراض کرنے اور گالیاں دینے میں تو ایک دوسرے پر سبقت لے جانیکی کوشش کر رہے ہیں مگر کوئی یہ نہیں کہتا کہ قرآن شریف نے کونسا امتیازی نشان سچے اور جھوٹے کے درمیان فرق کرنیکے لئے رکھا ہے آؤ اسکے رُو سے اس مدعی کے دعوے کو بھی پرکھیں کوئی طالب حق ہوتا تو اُسپر بڑی آسانی سے یہ بات کھل جاتی کہ کیوں قرآن شریف نے ایک دو سورتوں میں نہیں بلکہ بار بار اسبات کا اعادہ کیا ہے کہ کیونکر خدا نے اپنے نبیوں کو اسوقت جب کوئی انکا مددگار اور معاون نہ تھا اور چاروں طرف مخالف ہی مخالف تھے کامیابیوں کے وعدے دیئے۔ اور آخر دشمنوں کی تمام کوششوں کو نامراد کر کے اپنی نصرت کے وعدوں کو پورا کیا۔ کیا یہ قصّے عبث بیان کئے گئے ہیں یا محض کہانی کے طور پر نہیں بلکہ یہ نصیحت اور عبرت کے لئے تھے تا مسلمان ٹھوکر نہ کھائیں کہ خدائے تعالیٰ نے حق اور باطل میں کونسا امتیازی نشان قائم کیا ہے۔

میں نے اُسی مضمون میں یہ بھی لکھا تھا کہ "اگر مذہب کی غرض خدا کی ہستی پر یقین پیدا کرنا ہے تو خواجہ صاحب یاد رکھیں کہ اس غرض کو آج سلسلہ احمدیہ کے سوا روئے زمین پر اور کوئی پورا کرنے والا نہیں۔ یہ جو اصلاح خواجہ صاحب کر رہے ہیں یا کرنیکے مدعی ہیں۔ وہ خشک لفاظی ہے جب انسان کو اللہ تعالیٰ پر اور اسکے رسول پر زندہ ایمان اور یقین کامل حاصل ہو جاتا ہے تو پھر سب اصول کی پابندی کے وہ قابل ہو جاتا ہے۔ عدل و انصاف۔ کفائت شعاری قومی اتفاق۔ سعی و محنت سب اسی کا نتیجہ ہیں" اس امر کو ایڈیٹر صاحب عصر جدید حضرت مرزا صاحب کی مخالفت میں لکھتے ہوئے تو کبھی تسلیم نہ کرتے مگر انکی کوششوں کی ناکامی نے آخر انسے یہ اقرار اسی پرچہ میں کرا دیا۔ چنانچہ شبرات کی آتش بازی کے متعلق لکھتے ہوئے وہ لکھتے

www.aaiil.org

ہیں "انجمن اصلاح تمدن نے بہت زور اور وضاحت کے ساتھ ہر قسم کی فضول خرچی کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا۔ مگر اب تجربہ بتاتا جاتا ہے کہ **فضول خرچی طبیعت کی اُس حالت کا نتیجہ ہے جسکا دوسرا نام بد مذہبی اور لامذہبی ہے۔ جو لوگ سچے دل سے خدا کو حاضر و ناظر جانتے ہیں جنکا یقین ہے** کہ اس زندگی میں کوئی چیز اپنی نہیں بلکہ خدا کی طرف سے بندوں کے اور اپنے فائدے یعنی بہترین استعمال کے واسطے امانت ہے **وہ ایسی لغویات میں کبھی نہیں پڑ سکتے**" اس سے ناظرین خواجہ صاحب کی اصلاح کی اصل حقیقت کو سمجھ گئے ہونگے کہ وہ اس سے بڑھکر کچھ نہیں کر سکتے کہ چند باتیں کر دیں۔ اس کا نام اصلاح رکھنا غلطی ہے۔ یہ تو آپکی کفائت شعاری کے اصول کا حال ہے کہ اسپر عمل کرنیکے لئے ضرورت ہے کسی زبردست طاقت کی اور وہ طاقت پیدا ہوتی ہے خدا کی ہستی پر یقین کامل اور زندہ ایمان سے۔ پھر جبکہ آپکے اصولوں کا یہ حال ہے تو انکی بنا پر آپ ایک مامور من اللہ کو کس طرح پرکھ سکیں گے۔ سچ بات یہی ہے جو مَیں نے پہلے بھی کہی تھی اور جس کا موید اب آپکا یہ اپنا اقرار ہے کہ نہ تو آپکے یہ اصول بذات خود انسان میں عمل کی طاقت پیدا کرتے ہیں اور نہ ہی یہ اس قابل ہیں کہ انکی بنا پر آپ ایک شخص کے منجانب اللہ ہونیکے دعوے کو پرکھ سکیں۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ کونسے امور ہیں جو خدا تعالیٰ کی ذات پر وہ زندہ اور کامل یقین پیدا کرتے ہیں جسکے بغیر نہ کفائت شعاری کے اصول پر عمل ہو سکتا ہے اور نہ ہی عدل اور انصاف پر۔ مَیں نے اسی اکتوبر کے رسالے میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ اگر مذہب کی غرض خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین کامل اور زندہ ایمان پیدا کرنا ہے تو اس غرض کو آج روئے زمین پر سلسلہ احمدیہ کے سوا اور کوئی پورا کرنیوالا نہیں۔ اس دعوے کو آج کچھ بسط اور دلائل کے ساتھ مَیں لکھنا چاہتا ہوں۔ سب سے اوّل یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ ہر ایک نبی نے جو خدا کی طرف سے آیا ہے دو باتوں پر زور دیا ہے اوّل یہ کہ لوگ خدا پر ایمان لائیں اور دوسرا یہ کہ اُسکی نبوت کو اور اُس کے منجانب اللہ ہونے کو تسلیم کریں چنانچہ قرآن شریف کے پڑھنے والے پر یہ امر پوشیدہ نہیں۔ ان میں اوّل الذکر امر تو اس کے مشن کا اصل مقصد ہوتا ہے اور ثانی الذکر کا تسلیم کرنا اسواسطے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اس مقصد کے حصول کا ذریعہ ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا پر زندہ ایمان بغیر نبی کو ماننے کے پیدا نہیں ہو سکتا جس طرح آج نادان معترض اعتراض کر رہے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب اپنے آپ کو نعوذ باللہ خدا کے برابر ٹھہراتے ہیں اسی طرح عیسائیوں نے بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض کیا ہے کہ آپنے اپنے آپ کو نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کے برابر بنانا چاہا اور ایسے احکام دیئے **اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول**۔ حالانکہ ان احکام کا منشاء تو صرف یہ تھا کہ اگر تم رسول کی پیروی نہیں کرو گے جسے خدا نے تمہاری ہدائت کے لئے ایک نمونہ بنا کر بھیجا ہے اور جس کے وجود میں زندہ نشان اپنی ہستی کے رکھے ہیں تو اللہ تعالیٰ پر تمہیں کہاں ایمان پیدا ہو سکتا ہے اور اس کے

www.aaiil.org

احکام کی فرمانبرداری کی طاقت کیونکر مل سکتی ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ بعینہٖ اُسی قدیم سُنّت الٰہی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو بھی مبعوث فرمایا ہے۔ سو آپکا اپنے دعوے کو پیش کرنا اِس لئے نہیں کہ یہ آپ کے مشن کا اصل مقصد ہے بلکہ یہ تو ایک ذریعہ اس مقصد تک پہنچنے کا ہے چنانچہ اس امر کو آپ بارہا اپنی تحریروں اور تقریروں میں بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی میرے مامور فرمانے سے غرض تو صرف یہ ہے کہ تا لوگوں کو اسکی ہستی پر زندہ ایمان پیدا ہو اور وہ گناہ سے نجات حاصل کریں۔ باقی رہا موت مسیح کا مسئلہ یا ایسے ہی اور مسائل یہ تو اتفاقی بحثیں ہیں جو درمیان میں آگئی ہیں۔

پس اس سلسلہ کی اصل غرض جیسا کہ مَیں نے ابھی کہا ہے اللہ تعالیٰ کی ہستی پر یقین تام اور زندہ ایمان پیدا کرنا ہے کیونکہ یہی وہ ذریعہ ہے جس سے انسان اپنی زندگی کا اصل مقصد حاصل کر سکتا ہے یعنی یہ کہ گناہ سے نجات حاصل کر کے اِسی دنیا میں عالمِ آخرت کی لذّات کا مشاہدہ کر لے۔ اور یہ بھی مَیں کہہ چکا ہوں کہ اس مقصد کو پورا کرنیوالا اسوقت سوائے اِس سلسلہ کے کوئی نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ محض نظارۂ قدرت سے خدا کی ہستی پر یقین کامل پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو دنیا میں کسی نبی کے آنیکی ضرورت نہ ہوتی اور اللہ تعالیٰ کے پے در پے نبی اور رسول بھیجنے سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر نبی کے ظہور کے کچھ مُدّت بعد وہ ایمان دلوں سے اُٹھ جاتا تھا اور اس لئے پھر دوسرا نبی اس ایمان کو از سرِ نو تازہ کرنیکے لئے بھیجا جاتا تھا۔ ایک انبیاء کے سلسلہ کو ماننے والے کے لئے اس سے زیادہ واضح ثبوت اس بات کا اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی قدیم سے یہ سُنّت چلی آئی ہے کہ جب کبھی دنیا کے لوگ خدا سے بالکل قطع تعلق کر کے دُنیا پر جُھک پڑے اور اُنکے دلوں سے اللہ تعالیٰ کی ہستی کا زندہ ایمان اور کامل یقین گم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی بعثت سے ہی اسکا علاج کیا اور یہ کبھی نہیں ہُوا کہ ایسے وقت میں کوئی انسانی کوشش کبھی کارگر ہوئی ہو۔ اس سے ایک غور کرنیوالی طبیعت سمجھ سکتی ہے کہ وہ کونسی چیز ہے جس کا وجود نبی کی زندگی میں اور اسکے کچھ عرصہ بعد تک تو پایا جاتا ہے مگر پھر وہ مفقود ہو جاتی ہے جسکے لئے اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ سے نئے نبی کے بھیجنے کی ضرورت پیش آتی رہی۔

اس سوال کا جواب دینے کے لئے سب سے اوّل اس بات پر غور کرنا ضروری ہے کہ وہ کونسے ذرائع ہیں جنسے نبی دنیا کی اصلاح کرتا ہے۔ اور کس طرح سے اسکے ساتھ ہو جانیوالوں کے دلوں میں قوّت ایمانی پیدا ہوتی ہے سو اس بات کا جواب ہر ایک اہل مذہب کو یہی دینا پڑیگا کہ نبی کے ذریعہ سے وہ خارق عادت نشان ظاہر ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر یقین کامل پیدا کرتے ہیں۔ اور ان کے مشاہدہ سے اس کے پیروؤں کے دلوں میں ایک نور پیدا ہوتا ہے اور انکا ایمان اللہ تعالیٰ کی ہستی اور عالمِ آخرت پر بصیرت کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے۔ مگر نبی کے زمانہ کے کچھ مُدّت بعد بہت سے وہ نشان جو اس کے زمانے میں مشاہدہ کئے گئے تھے قصّہ اور

www.aalih.org

کہانی کے رنگ میں ہو جاتے ہیں اور اس لئے پیچھے آنیوالے لوگوں کا ایمان بھی سوائے تھوڑوں کے بصیرت کے درجہ سے گر جاتا ہے اور پھر ایمانی کمزوریاں پیدا ہو کر اعمال میں بھی فرق آجاتا ہے۔ کیونکہ محض قصّے اور کہانیاں کبھی انسان کے دل میں یقینی ایمان پیدا نہیں کر سکتیں بلکہ ایمان کا نور تبھی پُورے طور پر ظہور کرتا ہے جب خدا تعالیٰ کی برکات و انوار کی تجلّیاں پُورے طور پر مشاہدہ کی جاویں اور تبھی انسان کو سچّا اور زندہ ایمان نصیب ہوتا ہے اور ایک سچّا اور پاک تعلّق خدا تعالیٰ سے قائم ہو کر نفسانی جذبات دب جاتے ہیں اور نفسانی ظلمتیں اور غلاظتیں دُور ہو جاتی ہیں۔ اور انسان کے اندر ایک سچّی تبدیلی ظہور میں آتی ہے۔ مثال کے طور پر نبی کے وجود کو آفتاب سے مشابہت دی سکتے ہیں کیونکہ جیسے ایک کا وجود دنیا میں نور پھیلاتا ہے دوسرے کا وجود روحانی انوار اور برکات کا ذریعہ ہوتا ہے۔ پس جس طرح آفتاب کے غروب ہو جانیکے بعد محض گذشتہ آفتاب کے انوار کے قصّے واقعی روشنی پیدا نہیں کر سکتے اسی طرح نبی کے نشانات جب مشاہدہ کی حد سے گذر کر قصّہ اور کہانی کا رنگ اختیار کر لیتے ہیں تو ان قصّوں اور کہانیوں سے نورِ ایمان پیدا نہیں ہوتا جبتک کہ آفتابِ نبوّت ظہور کر کے دوبارہ اُسکی تیز شعاعیں تمام تاریکیوں کو پاش پاش نہ کر دیں۔

یہ خدا کی سُنّت لاتبدیل ہے یعنی ہمیشہ سے وہ ایمانی ضعفوں اور روحانی تاریکیوں کے وقت اسی طرح اصلاح کرتا رہا ہے کہ اپنی طرف سے ایک شخص کو دنیا کی ہدایت کے لئے مامور کر کے اس پر اپنی طاقت اور قدرت کی تجلّیات کو ظاہر کرتا ہے اور تمام دنیا کو اُسکے مقابلہ میں کھڑا کر کے اپنی نصرت اور تائیدات کو اس کے شامل حال کرتا ہے اور دنیا کے لوگوں کی تمام کوششوں اور تمام منصوبوں کو خاک میں ملا کر دکھاتا ہے کہ ان تمام طاقتوں سے بالاتر وہ طاقت ہے جو اپنے ارادے سے اپنے منشاء کے مطابق کام کر رہی ہے اور جس کا تصرّف اس عالم کے ہر ایک ذرّہ پر ہے۔ اور اسکو وہ تمام غلاظتوں سے پاک رکھکر اور پاک پاکر اس سے اپنا تعلّق قائم کرتا ہے اور اپنی ہمکلامی سے اُسے مشرّف کرتا ہے۔ اور طرح طرح کے خارق عادت امور اس کے لئے ظاہر فرماتا ہے اور امور غیبیہ جن کا علم انسان کی طاقت سے بالکل باہر ہے اس پر منکشف کرتا ہے۔ ایسے ہی ایک نفس ذکیہ کی ضرورت اس زمانہ بھی تھی کیونکہ اس زمانہ میں لوگوں کے نفسانی جذبات حد سے گذر گئے اور ایمان گویا بالکل ہی دنیا سے اُٹھ گیا پس خدا نے اپنی قدیم سُنّت کے مطابق۔ ولن تجد لسنّت اللہ تبدیلا۔ ایک شخص کو اسیطرح پر مامور فرمایا جس کے ہاتھ پر اس نے ایسے ہی خارق عادت امور اور نشانات ظاہر فرمائے جیسے وہ ہمیشہ انبیاء کے ہاتھ پر ظاہر فرماتا رہا۔ پس جو شخص خدا کی سُنّتوں کو نگاہ میں رکھیگا اور شوخی سے کام نہ لیگا اُسپر اسکی صداقت بھی بڑی آسانی سے کھل جاتی ہے۔ ساری دنیا میں اسوقت جسقدر مذاہب کا شور پڑا ہُوا ہے سب کا مدار قصّے اور کہانیوں پر ہے۔ یعنے ایسے معجزات اور خارق عادت امور پر جنکا نشان کسی گذشتہ زمانہ میں دیا جاتا

www.aaiil.org

ہے۔ حالانکہ کوئی وجہ نہیں بتائی جاتی کہ خدا نے اسوقت وہ اپنی سُنّت قدیمہ کیوں بدلدی اور کیوں اس سخت ایمانی کمزوریوں کے وقت میں کسی ایسے شخص کو مبعوث نہ فرمایا جیسے وہ ہمیشہ سے مبعوث فرماتا رہا تھا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھکر تمام مذاہب اس بات سے بھی انکار کر رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ اب اِس زمانے میں کسی بشر سے ہمکلام ہو جیسا وہ پہلے ہُوا کرتا تھا یا خارق عادت نشانات اور غیبیہ امور اسپر ظاہر کرے جیسا وہ پہلے کیا کرتا تھا۔ گویا نعوذ باللہ زمانہ کے بدلنے کے ساتھ وہ لاتبدیل خدا بھی بدل گیا۔ اسطرح پر جب تمام مدار مذہب کا قصّوں اور کہانیوں پر آرہا تو وہ زندہ ایمان بھی دلوں سے اُٹھ گیا جو انسان کے اندر وہ طاقت پیدا کر سکتا ہے جس کے بغیر وہ کبھی بدی پر اور نفسانی جذبات پر غالب آ ہی نہیں سکتا اسطرح سے ایک طرف تو نجات نجات کا شور دنیا میں مچا ہُوا ہے کہ فلاں بات سے حاصل ہوتی ہے اور فلاں بات سے حاصل نہیں ہوتی۔ اور دوسری طرف اصل وہ امور جو انسان کی نجات کا ذریعہ ہو سکتے ہیں انہیں سے انکار ہے۔ نجات کا ملنا موقوف ہے نفسانی جذبات پر غالب آنے پر۔ اور نفسانی جذبات پر غالب آنا موقوف ہے سچّے اور زندہ اور کامل اور یقینی ایمان کے حصول پر۔ اور زندہ ایمان کا دل میں پیدا ہونا موقوف ہے الٰہی انوار اور برکات اور خارق عادت نشانات کے مشاہدہ پر۔ پس ہر ایک انسان سوچ لے کہ جسنے یہ اخیری مشاہدہ کر لیا وہ اُسی سیدھی راہ پر چل رہا ہے جسکی طرف تمام انبیاء نے بُلایا اور جس نے یہ مشاہدہ نہیں کیا وہ ہنوز بھٹکتا پھرتا ہے۔

سلسلہ احمدیّہ ہی اسوقت دنیا میں ایک سلسلہ ہے جو ان نشانات کو مشاہدہ کرانیکا دعویٰ کرتا ہے اور مشاہدہ کراتا ہے۔ باقی تمام مذاہب کے پیرو نہ صرف ایسے نشان ہی دکھا نہیں سکتے بلکہ وہ اس بات سے بھی منکر ہیں کہ ان میں اب ایسی طاقت باقی ہے۔ حالانکہ وہ اس بات کے معترف ہیں کہ کسی وقت پہلے ایسی طاقت ان مذاہب میں موجود تھی۔ اب اس طاقت کے ہمیشہ کے لئے زائل ہو جانیکی دو ہی وجوہ ہو سکتی ہیں یا یہ کہ خدا کی صفات میں کوئی تغیّر آگیا ہو اور یا یہ کہ وہ مذاہب اپنی اصلیت پر قائم نہیں۔ شق اول کو تو کوئی تسلیم ہی نہیں کر سکتا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اس کے صفات میں تو تغیّر نہیں آیا کیونکہ اسکی ذات لاتبدیل ہے مگر اُس نے اپنی بعض صفات کے ظہور کو ہمیشہ کیلئے روک دیا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ جب وہ قدیم سے ایک ہی سُنّت کے مطابق کام کرتا آیا اور ہمیشہ سے اُس نے یہ ضروری سمجھا کہ انسانوں کی نجات کے لئے اس کے نشانات کا مشاہدہ ضروری ہے تو پھر وہ طریق کیونکر بدلا گیا حالانکہ وہ خود ہی فرماتا ہے کہ لن تجد لسنّت اللہ تبدیلا۔ علاوہ ازیں جب یہ مانا جاتا ہے کہ وہ ہمیشہ سے دیکھتا اور سنتا ہے اور اپنے خاص بندوں سے کلام بھی کرتا ہے تو یہ کیونکر ہو گیا کہ اسکا دیکھنا سُننا تو موقوف نہ ہُوا مگر کلام کرنا موقوف ہو گیا۔ اس کا کلام کرنا ہی اسبات پر شاہد تھا اور ہمیشہ انبیاء کے ذریعے وہ یہی شہادت ظاہر فرماتا رہا کہ وہ دیکھتا اور سُنتا بھی ہے۔ گویا کلام کرنیکی صفت کے معطّل ہو جانیسے دیکھنے اور

www.aaiil.org

ریویو اور نوٹ

تاویل القرآن۔ ایک کتاب بنام نہاد تاویل القرآن مصنفہ پادری اکبر مسیح بغرض ریویو میرے پاس پہنچی ہے اس کتاب کے اندر مصنف صاحب اپنا مخاطب مسلمانوں کے ایک خاص گروہ کو بتاتے ہیں مگر انکا کتاب ہماری پاس بھیجنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے سلسلہ احمدیہ کو بھی اس کتاب میں خطاب کیا ہے اس لئے ان چند سطروں کا لکھنا ضروری ہوا۔ اگر ضرورت ہوئی اور فرصت ملی تو اس کا جواب مفصل الگ بھی شائع کیا جاویگا۔ اس جگہ میں صرف مصنف کتاب ھذا کو اس بات پر آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ ایک حق پسند گروہ کو خطاب کرنیکے باوجود اس نے خود پرلے درجہ کی حق پوشی سے کام لیا۔ سب سے اول اس بات کا اظہار ضروری ہے کہ اگرچہ پادری صاحبان ہمیشہ اپنی نرم کلامی پر فخر کیا کرتے ہیں مگر ان کی بھیڑ کی سی صورت اپنی بھیڑیئے کی سی سیرت کو ظاہر کئے بغیر نہیں رہتی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تحریر پر کہ "ہمارا عیسائیوں سے مذہبی رنگ میں کچھ بھی ملاپ نہیں بلکہ ہمارا جواب ان لوگوں کو یہی ہے قل یاایھا الکافرون لا اعبد ما تعبدون"۔ نوٹ کرتا ہوا اس کتاب کا مصنف لکھتا ہے۔ "بھلا بتاؤ کب کسی عیسائی نے تم سے ملاپ ڈھونڈھا کیا انکو نہیں معلوم کہ مسیح کو بلیعال سے کوئی موافقت نہیں"۔ مسیح تو اسوقت جو ہی سو ہے اور تم جانتے ہو کہ کون اسوقت اللہ تعالیٰ سے مسیح کا خطاب پاکر دنیا کو للکار رہا ہے پس سمجھ لو کہ بلیعال کون ہوا۔ مگر اے نادان وہ کون سی سختی تمہیں حضرت مسیح کی اس پاک کلام میں محسوس ہوئی جو تم نے اپنی گندی فطرت کا اظہار ان الفاظ میں کیا اور تین لاکھ انسان کا دل دکھایا۔ کیا یہ سچ نہیں کہ اس معبود سے جو اہل کتاب یعنی یہودیوں کا معبود تھا تمنے ایک الگ معبود یسوع مسیح تجویز کرایا۔ اور ہم مسلمان ہمارا خدا ہمارا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارا قرآن تمہارے اس معبود اور اس معبود کے پجاریوں سے سخت بیزار اور متنفر ہیں بیشک تم ہمارے قرآن کے رُو سے صحیح اور صاف معنوں میں کافر۔ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم۔ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ۔ ما المسیح ابن مریم الا رسول۔ ہمارا تمہارا ملاپ مذہبی رنگ میں قرآن شریف کے رُو سے ناممکن۔ یاایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الیھود والنصٰرٰی اولیاء بعضھم اولیاء بعض ط ومن یتولھم منکم فانہ منھم ان اللہ لا یھدی القوم الظٰلمین تمہارا یہ از خود تراشیدہ عقیدہ کہ خدا تین ہیں اور یسوع مسیح خدا ہے اور تمہارے لئے کفارہ ہوا قرآن کریم کے رُو سے بدترین عقائد میں سے ہے کیونکہ جو اس کے متعلق فرمایا وہ اور کسی کے متعلق نہیں فرمایا۔ تکاد السمٰوٰت

سُننے کی صفات کا معطّل ہونا لازم آتا ہے۔ اور اس طرح پر کلام کا انکار دہریت کی پہلی سیڑھی ہے کیونکہ اسی سے خدا کے وجود کے انکار کی طرف انسان جاتا ہے۔ سلسلہ احمدیہ اسی غلطی کی اصلاح کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہستی کے نشانات مشاہدہ کرا کر وہ سچّا اور زندہ ایمان دلوں میں پیدا کرنا چاہتا ہے جو ہمیشہ سے انبیاء کرتے چلے آئے۔

باقی رہا یہ امر کہ اس دعوے میں کہاں تک یہ سلسلہ سچّا ہے سو اسکو اُسی طریق پر پرکھو جس طریق پر انبیائے سابقین کے نشانات کو پرکھتے ہو۔ اور کوئی ایسا مطالبہ نہ کرو جو پہلے انبیاء علیہم السلام سے کفار نے کیا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ایسا سیدھا اور صاف طریق ہے جس سے انسان بڑی آسانی سے ایک صاف صاف اور یقینی نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ نہ لمبے جھگڑوں کی ضرورت ہے نہ فضول مباحثات کی نہ استہزا اور سب وشتم کی۔ پہلے انبیاء سے خدا کی کیا سُنّت رہی اب بھی وہ اسی سُنّت کے مطابق کام کر رہا ہے یا نہیں انہیں دو باتوں کے حل ہو جانے سے سب باتیں کھل جاتی ہیں۔ طالب حق کو چاہیئے کہ ناحق گڑبڑ میں نہ پڑے بلکہ اس سیدھی راہ کو اختیار کر کے کسی کھلے کھلے نتیجہ تک پہنچنے کی کوشش کرے۔ بعض لوگ اسی خیال پر جمے بیٹھے ہیں کہ یہ سلسلہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی تک ہی چلیگا اور اسکے بعد نیست و نابود ہو جائیگا۔ وہ نادان یہ خیال نہیں کرتے کہ اگر اسوقت انکی کوششیں نیست و نابود کرنیکی بار آور نہیں ہوتیں تو اسکی یہ وجہ تو نہیں کہ ساری دنیا کے بالمقابل حضرت مرزا صاحب تنہا ایسی تجویزیں کر سکتے ہیں جو انکو غالب کر رہی ہیں جو خدا اسوقت محض اپنی غیبی نصرت سے دن بدن اس سلسلہ کو بڑھا رہا ہے وہی ہمیشہ اسکا ناصر و مؤید ہوگا یہ دو وعدے کہ مخلوق تیری طرف کثرت سے رجوع کریگی اور مخالفین کی کوششیں ناکام اور نامراد رہیں گی۔ اور کہ اس سلسلہ کو دنیا کے تمام مذہبی سلسلوں پر غالب کیا جائیگا ایک ہی جگہ موجود ہیں اور ایسے وقت میں کئے گئے جب انکے پُورا ہونیکا سامان ذرّہ بھر بھی نظر نہیں آتا تھا۔ اب انہیں سے پہلا وعدہ اس صفائی سے خدائے تعالیٰ پُورا کر رہا ہے تو دوسرا وعدہ کیوں پُورا نہ ہوگا۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ وہ کونسے اصول ہیں جنکو یہ سلسلہ زندہ کرنا چاہتا ہے وہ وہی اصول ہیں جنکو وقتاً فوقتاً تمام انبیاء زندہ کرتے رہے یہ بات یوں ہی گذر جانیکے قابل نہیں۔ ہر ایک اہل مذہب بجائے خود غور کرے کہ کیا یہ بات حق نہیں کہ جو اصول مذہب اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیش کرتے ہیں یہ بعینہٖ وہی اصول ہیں جو تمام انبیائے سابقین پیش کرتے چلے آئے ہیں پس یہ کبھی ضائع نہیں ہو سکتے بلکہ انہیں کا غلبہ دنیا میں ہوگا اور ضرور ہوگا۔ کوئی مخالفت اُنکی کامیابی میں مخل نہ ہو سکے گی۔

www.aaiil.org

یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدا۔ پھر اس صریح بیزاری کے بعد جو قرآن شریف تمہارے بیہودہ عقائد سے ظاہر کرتا ہے اس دجل سے کیا حاصل کہ قرآن اہل کتاب سے ملاپ کرتا ہے جس کی شہادت میں تم یہ آیت پیش کرتے ہو یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم۔ دجل مینے اس لئے کہا کہ تم نے پوری آیت کو نقل نہ کیا مثل اُن ناپاک طبع لوگوں کے جو کہا کرتے ہیں کہ قرآن شریف نے لا تقربوا الصلوٰة کہکر نماز سے روکا ہے۔ اب میں تمہارے دجل کا اظہار کرتا ہوں۔ یہ آیت اس طرح ہے قل یا اھل الکتٰب تعالوا الی کلمةٍ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہٖ شیئًا ولا یتخذ بعضنا بعضًا ارباباً من دون اللہ۔ ان سے کہدو کہ اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی چیز کو اُسکا شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور اللہ کے سوا ہم میں سے کوئی انسان دوسرے انسان کو اپنا رب نہ بنائے۔ قرآن کریم نے اس بات کی طرف بُلایا مگر کیا تم اس طرف آئے؟ ساتھ ہی پڑھو۔ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔ ہم مسلم تم کافر۔ تم نے اسبات کو نہ مانا ہم تم سے بیزار۔ کلمة سواء تو اس لئے کہا تھا کہ تم غور کرو کہ تم توریت کو مانتے ہو اور اُسے خدا کا کلام کہتے ہو اور مانتے ہو کہ یہی انبیاء علیہم السلام کی تعلیم ہزارہا سال سے چلی آئی۔ اور اس میں خدا کی توحید کا عقیدہ پُورے زور سے بیان کیا گیا ہے۔ اور صاف لفظوں میں کہا گیا ہے کہ نہ آسمان کی کسی چیز کو اور نہ زمین کی کسی چیز یا انسان کو سوائے خدا کے معبود بنانا۔ اور یہی تعلیم قرآن کریم نے دی اسلئے یہ تو کلمہ سواء تھا درمیان تمہارے مسلّمات اور ہمارے مسلّمات کے مگر تمنے اس کلمہ سواء سے رُوگردانی کی۔ اور اپنے لئے ایک نیا خدا تراشا جس کی نہ حضرت ابراہیم کو خبر تھی نہ حضرت موسیٰ کو یعنی یسوع مسیح۔ توریت جسکو تم خدا کی طرف سے مانتے ہو خود تمہارے اس عقیدہ پر لعنت بھیجتی ہے۔ پادری صاحب کیا یہ دجل نہیں کہ تم نے ایک حصّہ آیت کو نقل کیا اور دوسرے حصّہ کا اخفا کیا۔ پھر تم اس سے پہلی ہی آیت کو پڑھ لیتے تو تمہیں معلوم ہوتا کہ قرآن شریف نے تمہارے حق میں کیا کہا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر اب بھی عیسائی خدائے واحد کو نہیں مانتے تو پھر اُن سے مباہلہ کرو فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین۔ اب بتاؤ یہ لعنت تم جیسوں پر ہی قرآن شریف نے کی یا کسی اور پر۔ اور پھر فرماتا ہے کہ اگر مباہلہ میں مقابل نہ آئیں اور بھاگ جائیں فان اللہ علیم بالمفسدین۔ یہ خطاب بھی آپکے ہی ہم عقیدہ لوگوں کو ملا ہے جو ناحق فساد ڈالتے اور حق کو روکتے تھے۔ پھر پانچ چھ آیتیں آگے چلکر تم کو ہی کہا اور کیسا حق کہا یا اھل الکتٰب لم تلبسون الحق بالباطل وتکتمون الحق وانتم تعلمون۔ اگر کچھ بھی تم سچائی کی پروا کرتے ہو تو سچ کہو۔

www.taemeer.org

کہ یہ بات تمپر کیسی صادق آتی ہے۔ مگر تم نے اس سے کیا فائدہ اُٹھایا۔ پھر تم نے ایک آیت اس دعوے کی شہادت میں یہ پیش کی ہے والٰھنا والٰھکم واحد۔ مگر کیا اس کا یہ مطلب تھا کہ مسلمان تمہارے جھوٹے معبود کو مانتے ہیں نہیں بلکہ مطلب اسکا بھی وہی ہے کہ تمہارا اصل معبود جس کی تمہیں عبادت کرنی چاہیئے وہی ہمارا معبود بھی ہے کیونکہ ساتھ ہی فرمایا ونحن لہ مسلمون ہم اس معبود کو تسلیم کرتے اور اسکے سچے فرمانبردار ہیں۔ مگر تم نہیں۔ اگر اس میں تمہیں کچھ شک ہے تو ساتھ ہی دوسری آیت کو پڑھ لو۔ وکذٰلک انزلنا الیک الکتٰب فالذین اٰتینٰھم الکتٰب یؤمنون بہ .... وما یجحد بایاتنا الا الکافرون۔ ہم نے تمپر کتاب اُتاری پس جن لوگوں کو ہم نے پہلی کتاب دی تھی ان میں سے بھی اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور کافروں کے سوا ہماری آیتوں کا انکار کوئی نہیں کرتا۔ یعنے سچے معنوں میں اہل کتاب یا کتاب کے اہل تو وہی ہیں جو قرآن پر بھی ایمان لاتے ہیں اور جو قرآن کا انکار کرتے ہیں وہ گو اپنے آپ کو اہل کتاب کہیں مگر وہ کافر ہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ قرآن کریم اہل کتاب میں سے بعض کو اچھا بھی کہتا ہے سو وہ وہی لوگ ہیں جو قرآن شریف پر ایمان لائے مسلمان ہوئے۔ یسوع کی پرستش کفارہ اور تثلیث پر لعنت بھیجی نمازیں قائم کیں روزے رکھے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مطیع ہوئے نہ وہ جو تمہاری طرح مرتد ہوئے۔

اس کتاب کے مصنف پر مجھے یہ بڑا تعجب آتا ہے کہ کس چالاکی سے قرآن شریف کا نام ادب سے لیتا ہے اور پھر ایسی گول مول بات کرتا ہے کہ سمجھا جاوے کہ یہ بھی گویا قرآن شریف کو منجانب اللہ ہی مانتا ہے مگر اس کا لعنتی عقیدہ جو دل میں چھپا ہوا ہے وہ خود اس کے کلام سے مترشح ہو رہا ہے۔ شروع میں ہی وہ قرآن شریف کو ایک دلدل سے مثال دیتا ہے گویا جو اس میں پھنس گیا وہ اس سے نکل نہیں سکتا۔ یہ تو تمہارے مجذوم دل نے بات کو بگاڑ کر بیان کیا ہے ورنہ حق بات یہ ہے کہ جسکے دل پر اس کے انوار اثر کر گئے وہ بیشک کبھی اس کی حکومت سے سر نہیں پھیر سکتا۔ پھر آگے چلکر کہتا ہے "جب قرآن واقعی مصدق کتب سابقہ سمجھا جاتا تھا تو کھرے اہل کتاب میں ایسے لوگ بھی تھے جن کی شان میں کہا گیا تھا ان من اھل الکتٰب لمن یؤمن باللہ وما انزل الیکم وما انزل الیھم خاشعین للہ۔ اہل کتاب میں بیشک کچھ ایسے لوگ ہیں جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور اُس پر جو تمپر اُترا اور اُس پر جو اُنپر اُترا خدا سے ڈرتے ہیں (آل عمران ع ۲۰) لیکن اب جو قرآن کو مکذب کتب سابقہ قرار دیا تو جیسا وہ اہل کتاب نے اُسکو جھوٹا اور مردود کہا کیونکہ جو تصدیق کا دعویٰ کر کے تکذیب کرے اس سے زیادہ جھوٹا کون ہو سکتا ہے"۔ یہ پادری صاحب کی منطق ہے کہ جب قرآن شریف مصدق کتب سابقہ

www.aaiil.org

سمجھا جاتا تھا تو عیسائی بھی اس پر ایمان لائے۔ مگر اب جو قرآن کو مکذب کتب سابقہ قرار دیا تو عیسائی بھی اسے افترا کہنے لگے۔ وہ عیسائی بھی عجیب اُلّو ہوں گے کہ اُنہوں نے یہ نہ سوچا کہ واقعی قرآن شریف مصدق ہے یا مکذب جبتک مسلمان اسے مصدق کتب سابقہ قرار دیتے رہے تو بیچارے بھولے بھالے یسوع کے پرستار بھی اس پر ایمان لے آئے پھر جب اس زمانہ میں آکر مسلمانوں نے کہدیا کہ قرآن مکذب کتب سابقہ ہے تو غریب بھیڑیں پھر لیلے کے آگے سجدہ میں گر گئیں۔ اور قرآن کو افترا کہدیا۔ ایسے ایمان لانے اور ایسے تکذیب کرنے دونوں پر لعنت ہے۔ کیا عیسائی ایسے ہی نادان تھے کہ خود کبھی نہ سوچا کہ دراصل قرآن مصدق کتب سابقہ ہے یا مکذب بلکہ جو مسلمان کہدیا کرتے تھے وہی وہ مان لیا کرتے تھے۔ اور تم اب کیوں ایک پہلو اختیار نہیں کرتے یا تو یہ صاف لفظوں میں کہو کہ ہم قرآن کو خدا کا کلام کہتے ہیں (محرف مبدل ہی سہی) اور یا یہ کہو کہ ہم اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نعوذ باللہ افترا سمجھتے ہیں۔ مگر تم ایک پہلو کو کبھی اختیار نہ کروگے کیونکہ اس سے تمہارا دجل دنیا پر کھلتا ہے۔ پھر تم نے کہا کہ جو تصدیق کرکے تکذیب کرے اس سے زیادہ جھوٹا کون۔ کیا قرآن شریف نے کتب سابقہ کی تصدیق کرکے پھر تکذیب کردی ہے اگر نہیں جیسا کہ تمہارے کلام سے مترشح ہوتا ہے تو پھر "اس سے زیادہ جھوٹا کون" تو آپ لوگو پر ہی صادق آیا کہ پہلے قرآن پر ایمان لاکر پھر اسکی تکذیب کی۔ اے عیسائیو خدا سے ڈرو یہ چالاکیاں اور شوخیاں مذہب نہیں ہیں یہ خبیث اور گندی باتیں کبھی تمہیں نجات نہیں دلا سکتیں۔ کیوں تم لوگوں نے مذہب کو ایک ہنسی ٹھٹھا بنا رکھا ہے۔ پھر اس بات سے کیا فائدہ کہ تم قرآن شریف کے الفاظ کو توڑ مروڑ کر اسسے یہ مطلب نکالنا چاہتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم توریت کے پیرو بھی تھے۔ یہ آپ لوگوں کا افترا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ثابت کرتا ہے کہ آپنے توریت و انجیل کو کبھی یہ وقعت نہیں دی کہ قرآن شریف کے نازل ہونیکے بعد وہ بھی قابل اتباع ہیں۔ کیا آپنے ساری عمر میں توریت یا انجیل کی ایک آیت بھی نماز میں قرآن شریف کے ساتھ یا اسکی بجائے پڑھی یا مسلمانوں کو پڑھنے کا حکم دیا۔ یا کیا جہاں قرآن شریف کے اتنے حافظ تھے آپنے صحابہؓ کو کبھی یہ بھی کہا کہ توریت اور انجیل کی بھی کچھ آیتیں حفظ کرلیا کرو۔ پھر ان فضول بحثوں سے کیا فائدہ۔ چراغ الدین اور امام الدین اگر اسلامی عقیدہ سے انحراف کرجائیں تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جو وہ کہہ رہے ہیں اور جسپر کُل کی کُل مسلمان دنیا بالاتفاق لعنت بھیجتی ہے وہ سچ ہے وہ تو من یتولھم منکم فانہ منھم کے مصداق ہیں اور مسلمانوں میں سے ایک شخص بھی انکے لعنتی عقائد کو تسلیم کرنیوالا نہیں۔

پادری صاحب نے اس بات پر بہت زور دیا ہے اور بار بار اسے بیان کیا ہے کہ قرآن شریف نے تفسیر کا اصول جو مسلمانوں کو سمجھایا وہ اس آیت میں ہے فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ جس کا ترجمہ وہ یہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ قرآن شریف کی تفسیر توریت اور انجیل سے کیا کریں اور پھر اس سے

www.aaiil.org

یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جب تفسیر کے لئے انہیں روا رکھا گیا تو پھر وہ کتابیں قابل اتباع بھی ہوئیں۔ بیشک پادری صاحب کو ایسی منطق پر ناز ہونا چاہیئے مگر اصل بات یہ ہے کہ اسجگہ بھی پادری صاحب نے اُسی دجل سے کام لیا ہے جو انکے پیشے کا خاصہ ہے۔ یہ لفظ قرآن شریف میں دو جگہ آئے ہیں سورہ نحل۔ آیت ۴۴ اور سورہ انبیاء آیت ۸۔ اور صرف یہ تفاوت الفاظ من قبلك اور قبلك دونوں جگہ کل آیت کے لفظ ایک ہی ہیں۔ وما ارسلنا قبلك الا رجالا نوحی الیهم فسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون اور تم سے پہلے ہم نے جن لوگوں کو رسول بنا کر بھیجا وہ بھی آدمی ہی تھے جنکی طرف ہم وحی کرتے تھے اگر تم کو یہ بات معلوم نہیں تو اہل الذکر سے ہی پوچھ لو۔ بیشرم ہو کر تو انسان جو چاہے کرے اسکے مُنہ کو کون پکڑ سکتا ہے یا اسکی قلم کو کون روک سکتا ہے۔ مگر اگر ان لوگوں میں ذرّہ بھی خدا ترسی باقی ہے تو بتادیں کہ اس میں یہ کہاں لکھا ہے کہ اے مسلمانو تم کو قرآن کے معنے نہ آیا کریں تو مردار پرست عیسائیوں سے پوچھ لیا کرو۔ اب یہ لوگ وہ ہیں جو آئے دن مسلمانوں سے یہ مطالبہ کیا کرتے ہیں کہ توریت و انجیل کی تحریف کا ثبوت دو۔ مَیں کہتا ہوں وہ تحریف کرنیوالے تو تمہارے ہی بڑے تھے جب تم علم کے زمانے میں جب ہر گھر میں قرآن شریف چھپے ہوئے موجود ہیں۔ قرآن شریف میں تحریف کرنیکے لئے بھی دلیری سے آگے بڑھتے ہو حالانکہ وہ کتاب بھی ایک دوسری قوم کی ہے تو تمنے اُس تاریکی کے زمانے میں جب بانی روایتوں پر ہی سارا دارومدار تھا یا اگر کوئی نسخہ ہوگا تو تم جیسوں کے ہی ہاتھ میں ہوگا کیا کیا تحریف نہ کی ہوگی۔ میری سمجھ میں کتاب تاویل القرآن کے چھپ جانیکے بعد تو کسی مسلمان کو توریت اور انجیل کی تحریف کا اس سے بڑھکر ثبوت دینے کی ضرورت نہیں رہی جو اس کتاب کے وجود نے پیدا کر دیا ہے۔ قرآن شریف کی ایک آیت ہے جو دو الگ الگ جگہوں میں مذکور ہے اور ایک سے ہی الفاظ ہیں۔ اس کے ایک حصّہ کو چھپایا ہے اور ایک کو ظاہر کیا ہے۔ پھر اس میں مخاطب کفار ہیں اور اس نے مخاطب مسلمانوں کو بنایا ہے۔ پھر پوچھنے والی بات یہ بیان کی ہے کہ اس سے پہلے بھی آدمی ہی رسول بنا کر بھیجے گئے اور انہیں کی طرف وحی کیگئی اور پادری صاحب کہتے ہیں کہ قرآن کے معنے پوچھ لیا کرو۔ یہ ہے ان لوگوں کی خدا ترسی اور یہ ہے انکی جرأت اور گستاخی۔ ایسی دلیری سے تحریف کرنے میں آپنے تو اپنے بزرگوں کے بھی کان کتر دیئے۔ پھر یہ کہنا کہ اہل الذکر سے مراد عیسائی ہیں محض حماقت ہی بلکہ یہاں تو ایک گونہ کفار کے ساتھ عیسائیوں کو خود خطاب کیا ہوا ہے۔ کیونکہ وہ بھی رسول کو آدمی کی بجائے خدا بنائے بیٹھے ہیں سو انکو اللہ تعالیٰ نے اپنی سُنت قدیم کی طرف توجہ دلائی ہے کہ دیکھو جب سے دنیا ہوئی یہی سُنّت الٰہیہ چلی آئی ہے کہ کسی انسان کو اللہ تعالیٰ رسول بنا کر بھیجتا ہے اور اس پر وحی کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی یہ عادت ہوتی کہ کبھی خود بھی انسان کا بہروپ بدل کر آجایا کرتا تو یسوع بھی خدا بن سکتا ہے مگر یہ امر اسکی سُنّت قدیم کے

www.aam.org

مخالف پڑا ہوا ہے اس لئے ناممکن ہے۔ اسکے ساتھ کی اگلی آیت سے اسی مطلب کی اور بھی تصریح ہوتی ہے وما جعلنٰھم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین۔ یعنی ان رسولوں میں سے جو بھیجے گئے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو طعام کے بغیر زندہ رہ سکے حالانکہ خدا ایسی حاجتوں سے پاک ہے اور نہ ہی ان میں سے کوئی ایسا تھا جو انسانی عمر سے بڑھکر زندہ رہ سکے یعنی سب پر آخر موت بھی آئی۔ اس آیت پر وہ مسلمان بھی غور کریں جو غلطی سے مسیح کو زندہ آسمان پر مانتے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ بجسدہ العنصری آسمان پر گئے تو یہ جسد تو خدا نے ایسا بنایا ہی نہیں کہ بغیر طعام کے زندہ رہ سکے اس سے تو آسمان پر ایکدم کی زندگی بھی اس جسد عنصری کے ساتھ غیر ممکن ثابت ہوتی ہے اور دوسرے حصہ آیت ما کانوا خالدین سے یہ ثابت ہے کہ طبعی انسانی عمر سے بڑھکر کسی پیغمبر کو عمر بھی نہیں دیگئی اس سے انکا ابتک زندہ رہنا خواہ زمین پر ہوں یا آسمان پر محال ثابت ہوتا ہے۔ یہ پادریصاحب کا اصول تفسیر تھا جسکی بنا پر انہوں نے مسلمانوں کو کوسا کہ یہ سب ابتک غلطی کھاتے رہے اور اصل تفسیر فسئلوا اھل الذکر میں تھا۔ اس کا تو یہ حال ہے۔ اب دوسری آیت کو لیجئے۔

دوسری آیت جسپر پادری صاحب نے اپنا اصول تفسیر قائم کیا ہے سورۂ یونس کی آیت ۹۴ ہے۔ فان کنت فی شک مما انزلنا الیک فسئل الذین یقرؤن الکتب من قبلک لقد جاءک الحق من ربک فلا تکونن من الممترین۔ اب اس آیت میں خطاب شک کرنیوالے مخاطب کو ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ کیونکہ اس سے پہلے جسقدر قرآن نازل ہوچکا تھا اس سے بصراحت تمام ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی یہ واہمہ نہ ہوا تھا کہ وہ کلام جو آپ پر اتارا جاتا ہے وہ خدا کا کلام نہیں ہے۔ جس سورت کو کھول کر پڑھو اسی یقین سے بھری پڑی ہے کہ آپ خدا کی طرف سے ہیں۔ یہانتک کہ میور صاحب نے بھی اسبات کو تسلیم کیا ہے اور اسپر حیرت ظاہر کی ہے کہ کس طرح سے تیقن ہمیشہ بڑی بڑی ناکامیوں اور مصائب کے وقت بھی آپکے دل میں ہرارہا کہ آپ منجانب اللہ ہیں اور غالب ہوں گے۔ وانہ للحق من ربک اور وانہ لحق الیقین وغیرہ کلمات سے اس کامل یقین کا موجود ہونا ثابت ہوتا ہے جسکے پاس شک کا واہمہ بھی پھٹک نہیں سکتا۔ پس یہ ثابت ہے کہ اس آیت میں مخاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ وہ شخص مخاطب ہے جس کو آپکے دعوے میں شک ہے۔ چنانچہ اس سے اگلا رکوع ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے قل یاایھا الناس ان کنتم فی شک من دینی جو بالکل اسی کے مطابق ہے فان کنت فی شک مما انزلنا الیک۔ نہ ہی انزلنا الیک اور جاءک الحق سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ مخاطب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ قرآن شریف میں بار بار کفار کو مخاطب کرکے یہ کہا گیا ہے کہ تمہاری طرف یہ ذکر اتارا گیا۔ اور تمہارے پاس حق بھیجا گیا۔ پس اس آیت کے یہ معنے ہوئے کہ اے مخاطب اگر تجھے کوئی شک ہے اس کلام میں جو ہم نے تیری طرف اتارا تو ان لوگوں سے پوچھ لے جو

www.ahlehaq.org

تجھ سے پہلے کتاب پڑھتے رہے ہیں (کہ اس رسول کی پیشگوئیاں پہلے سے بھی موجود ہیں) اب جب یہ رسول الحق تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے آچکا تو ہرگز شبہ کرنیوالوں کے زمرہ میں نہ رہ۔ اسی معنی کی تائید کہ مخاطب اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ شک کرنیوالے لوگ ہیں یعنی متذبذب لوگ جو کبھی کہتے تھے سچ ہے کبھی پھر شک کرنے لگتے تھے۔ ساتھ ہی کی آیت سے جو اس کے بعد ہے ہوتی ہے ولا تکونن من الذین کذبوا بایات اللہ اور تو ان لوگوں میں سے نہ ہو جنہوں نے آیات الٰہی کی تکذیب کی۔ اب آیات الٰہی کے لانیوالے تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے پس تکذیب کرنے والا کوئی اور گروہ ہے اور انہیں کو خطاب کیا گیا ہے۔ کہا تو یہ گیا ہے کہ اگر تمہیں کوئی شک ہو اس بارہ میں جو اتارا گیا طرف تمہاری یعنی قرآن شریف کے حق ہونے میں۔ یہاں معنوں اور تفسیر کا تو کوئی جھگڑا ہی نہیں اور نہ معنوں میں شک کا ذکر ہے بلکہ ذکر ہے اس بات کا کہ قرآن شریف منجانب اللہ ہے یا نہیں اس سے اصول تفسیر کو کیا تعلق۔ اور اگر بفرض محال یہ بھی مان لیں کہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ہے تو پھر بھی کہا تو یہ گیا ہے کہ اگر تمکو شک ہو قرآن کے منجانب اللہ ہونے میں اور قرآن شریف کے ہزاروں مقامات سے ثابت ہے کہ آپ کو ہرگز ہرگز ایسا شک کبھی نہیں ہوا بلکہ آپکو حق الیقین تھا کہ واقعی قرآن شریف منجانب اللہ ہے۔ اگر حق الیقین نہ ہوتا تو یہ کیوں فرماتے کہ ادعو الی بصیرۃ کہ میں علی بصیرت لوگوں کو حق کی طرف بلاتا ہوں۔ باقی رہا اکبر مسیح کا اعتراض قرآن شریف کی ترتیب اور جمع پر سو وہ الگ اور لمبی بحث کو چاہتا ہے اور چونکہ یہ اعتراض مسٹر دلاور حسین کے اعتراضوں میں سے بھی ایک ہے جس کے جواب دینے کا میں پہلے سے ہی وعدہ کر چکا ہوں اس لئے اس کے موقعہ پر اس مضمون پر انشاء اللہ بحث کیجاویگی وما توفیقی الا باللہ۔

مقدمہ معجزات مسیح یہ کتاب بھی پہلی کتاب کے ساتھ ہی ریویو کے لئے پہنچی ہے۔ مسیح کے معجزات کے باقی تمام انبیاء کے معجزات سے نرالے رنگ کا ہونے پر بہت زور دیا گیا ہے مگر میں حیران ہوں کہ سوائے پانی کو شراب بنانیوالے معجزہ کے اور کونسا نرالا پن ان میں ہے۔ اس سے پہلے جو نبی گذرے ہیں انکے متعلق عیسائیوں کی کتب مقدسہ میں ایسے ایسے عجیب واقعات لکھے ہوئے ہیں کہ مسیح کی زندگی میں انکا نمونہ نہیں دیکھا جاتا۔ اگر مسیح کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ وہ زمین کی طاقتوں پر غالب آیا تو انمیں سے بعض کے متعلق یہ لکھا گیا ہے کہ وہ آسمان کی طاقتوں پر بھی غالب آئے پھر مسیح معجزات سے خدا کیونکر بن سکتا ہے۔ دوسری بات یہ غور طلب ہے کہ مسیح کے معجزات میں وہ باتیں پائی جاتی ہیں جو توہم کی بنا پر مانی جاتی تھیں مثلاً بھوتوں کا نکالنا اور انکو سوروں کے گلہ میں ڈالدینا وغیرہ وغیرہ۔ تیسری بات یہ ہے کہ جس حالت میں یہودیوں نے اسقدر معجزات دیکھے تھے جنکو وہ اپنے انبیاء کے معجزات سے نرالے بھی سمجھتے تھے تو پھر کیوں وہ

www.aaiil.org

آخر عمر تک اس کو جھوٹا کہتے رہے۔ اور اخیر تک اس کو مانا ہی نہیں۔ چوتھے حواریوں نے خود ذرا سی تکلیف کیوقت استقامت کو چھوڑا اور بھاگ گئے۔ افسوس کہ پادری صاحبان کے قول کے بموجب دنیا کی ساری عمر میں ایک ہی وقت ایسا آیا جب خدا نے دل کھولکر معجزات کی بھرمار کی مگر نتیجہ یہ ہوا کہ نہ دشمنوں کی زندگی میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی اور نہ ہی دوستوں کی زندگی میں۔ ورنہ کیوں خود مرید ہی مرشد کو بیچ لیتے اور لعنتیں بھیجتے اور چھوڑ کر بھاگ جاتے۔ اور تعجب پر تعجب یہ کہ مصیبت کے وقت ایک بھی ساتھ نہ رہا۔ پھر پانچویں بات یہ غور طلب ہے کہ اگر معجزات میں اس قدر ہاتھ آپکا کھلا ہوا تھا تو پیشگوئیاں کرتے وقت کیا ہوگیا۔ بارہ حواریوں میں سے جنکے لئے بارہ تختوں کے وعدے تھے گیارہ تو یونہی خالی گذر گئے مگر ایک نے مرتد ہوکر پیشگوئی کی صحت کا امکان ہی گنوا دیا۔ پھر پیشگوئی کی کہ ابھی یہ نسل زندہ ہی ہوگی جو میں واپس آؤں گا اس کا جو حال ہوا وہ سب جانتے ہیں۔ اسلام کے متعلق مصنف کتاب لکھتا ہے کہ اس مذہب کو معجزات کی ضرورت ہی کیا تھی کیونکہ اسکی تعلیم نیچرل یعنی فطرت انسانی کے مطابق تھی کیونکہ نجات کے لئے اعمال کو ضروری قرار دیا گیا۔ مگر مسیحی مذہب کو اس لئے ضرورت تھی کہ کفارہ اور تثلیث اور الوہیت مسیح کے عقائد فطرت انسانی کے قبول کرنیکے لائق نہ تھے۔ پادریصاحب سوچیں کہ اس کا ماحصل تو یہ ہوا کہ ایک دروغ کو فروغ دینے کیلئے ایک دوسرا دروغ گھڑا گیا۔ یہ دونوں کتابیں پنجاب ریلیجس بک سوسائیٹی نے چھپوائی ہیں۔

تعدد ازواج اور طلاق پر ایک دہریہ کے خیالات:۔ اگناسٹک جرنل جو ولایت کا ایک دہریہ اخبار ہے ان مقولوں کو بیان کرنیکے بعد جو عورتوں کے حقوق کے متعلق حدیثوں یا اقوال صحابہ سے لئے گئے ہیں لکھتا ہے۔ یہ ہیں اسلام کے عالی ہمت مقولے۔ مگر ایک عیسائی ناک چڑھا کر کہتا ہے کہ مسلمان شہوت پرست قوم ہے کیونکہ ان میں تعدد ازواج پایا جاتا ہے۔ اے ظالم عیسائی! تم اس سے کہیں بڑھکر شہوت پرست ہو اور کئی کئی عورتوں سے تعلق رکھتے ہو۔ ہاں یہ فرق ہے کہ ساتھ ظاہرداری اور منافقت رکھتے ہو اور لوگوں سے چھپ کر دوسری عورتوں کے پاس جاتے ہو۔ اسی لنڈن میں ایک لاکھ عورتیں موجود ہیں جو کھلے طور پر زنا کا پیشہ کرتی ہیں۔ اور خفیہ طور پر عشق رکھنے والیوں کی تعداد کی کوئی حد ہی نہیں۔ کیا ان کے پاس صرف بن بیاہے لوگ ہی جاتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ قسطنطنیہ مراکش یا کسی اور مسلمانوں کے شہر میں چلے جاؤ اور جتنا جی چاہے تلاش کرو نہ تمہیں کوئی کسبی نظر آئیگی اور نہ کوئی شراب سے متوالا ہی ملیگا۔ غور کرو کہ اس بارہ میں یسوع مسیح کے مقابل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کسقدر عظیم الشان انسان ثابت ہوتا ہے۔ فرانس میں جو عیسائی ملک ہے چکلوں کا لائسنس سرکاری طور پر دیا جاتا ہے۔..... میرا ایک دوست جو لندن کے فسق و فجور کے نظاروں کو دیکھنے کا عادی تھا کچھ عرصہ ہوا قسطنطنیہ میں گیا مگر یہاں اسکو ایک چکلہ بھی نظر نہ آیا۔ ہاں آخر کار اس نے ایک بدکاری کا گھر دیکھا اور

www.aalil.org

صرف ایک ہی۔ وہ عورت آگے بڑھی اور اسے خطاب کیا۔ اور وہ انگریزی قوم کی عورت تھی اور عیسائی تھی وہ اکیلی کسبی جو قسطنطنیہ کے بازاروں میں پائی جاتی ہے اللہ اور محمدؐ کے متعلق کچھ نہیں جانتی تھی صرف یہوواہ اور یسوع کے نام سے واقف تھی۔ اور کنواری مریم کے نام سے۔ اگر یہ انسانی ضرورت ہی ہے کہ آدمی تعدد ازدواج کرے تو بہت بہتر ہے کہ وہ گھر میں اپنا حرم رکھے بہ نسبت اسکے کہ ایک ملا جلا حرم بازار میں اسکے لئے ہو۔ عیسائی کلیسیا زوج واحد کے قاعدہ کو ضروری ٹھہراتی ہے اور طلاق کی اجازت نہیں دیتی حالانکہ اگر خاوند اور عورت میں موافقت نہیں تو ایسا گھر دنیا میں بدترین دوزخ ہے۔ پراٹسٹنٹ فرقہ جنہوں نے جھوٹ موٹ زوج واحد کے قاعدہ کی پابندی اختیار کی ہوئی ہے طلاق کی عدالتیں بھی رکھتا ہے۔ اور فرانس کے طریق پر وہ انکو جاری رکھتے ہیں۔ اے سر فرانسس جیون کی روح اس بات کی شہادت دے کہ ان عدالتوں میں ان ان واقعات کا اظہار ہوتا ہے جنکو انگلستان کا ذلیل سے ذلیل اور گندہ سے گندہ اخبار بھی شائع کرنیکی جرأت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اگرچہ اندر سے ہم کیسے ہی گندے ہوں مگر ظاہر میں ہم اپنے آپکو پاک دکھانا چاہتے ہیں اور ان حالات کے ماتحت ہماری انسانی نسل کی نشوونما ہو رہی ہے"۔ اور ان حالتوں کے ہوتے ہوئے تعدد ازدواج اور طلاق پر اعتراض ہوتے ہیں۔

امریکہ کا جھوٹا مدعی نبوت ڈوئی:۔ ڈوئی نے بڑی محنت سے ایک شہر آباد کیا تھا جسکا نام اس نے صیہون رکھا۔ اسجگہ وہ اپنے تمام مریدوں کو کام کیلئے بلاتا ہے۔ اور انکو بڑے بڑے جھوٹے وعدے دیتا ہے کہ اسجگہ انکی مالی حالت سنور جائیگی اور وہ امیر ہو جائیں گے۔ کچھ عرصے تک تو لوگ اسکے دھوکے میں آتے رہے مگر اب یہ بات کھل گئی ہے چنانچہ نیوزیلنڈ کے ایک پرچے میں ایک عورت کی چٹھی ذیل کے مضمون کی چھپی ہے "میں شہر صیہون سے بہت مایوس ہو گئی ہوں یہ ایک نہایت مفلس شہر ہے۔ کل چھ کارخانے بھی نہیں اور میں تمکو مشورہ دیتی ہوں کہ اسجگہ ہرگز نہ آؤ اور جنتوں کو چاہو یہ بات سنا دو۔ جس سرعت سے لوگ شہر میں داخل ہوتے ہیں اسی سرعت سے نکلتے بھی جاتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر انکو نکالدیا جاتا ہے۔ صیہون شہر میں بہت سے غمناک دل ہیں۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جنہوں نے یہاں آکر اپنی تمام عمر کی کمائی کو غارت کر دیا ہے ..... اس شہر پر ایک سیاہ گھٹا چھائی ہوئی ہے"۔ ایک اور خط میں جو ایک دوسرے اخبار میں چھپا ہے راقم یوں رقمطراز ہے۔ "میں اس پہلے گروہ میں سے ہوں جنہوں نے گذشتہ اپریل میں صیہون کی خاطر نیوزیلنڈ کو چھوڑا تھا۔ تین ماہ کے بعد جیسا میں نے اسجگہ کو پایا ہے اسی کے مطابق یہ میرا بیان ہے نیوزیلنڈ میں صیہون کے متعلق بڑی بڑی دولتمندی کے وعدے دیئے جاتے ہیں جہاں گویا بہت سے مالدار اور خوشحال لوگ رہتے ہیں۔ مگر میری یہ سچی خواہش ہے کہ نیوزیلنڈ کے لوگ جو صیہون کو ایک خوبصورت شہر سمجھ کر یہاں رہنے کے خواہشمند ہیں یہ جان لیں کہ

www.aaiil.org

ہے ایک عورت کا نام ہے جو کہ ۱۹ ویں صدی عیسوی میں ہوئی اسپر فتل کا الزام لگا کر اس کے خاوند نے اس کو طلاق دیدی اور اس کے بعد اس نے ایک سخت بیماری کی حالت میں اس کا علاج کیا۔

یہ محض دھوکے کی ٹٹی اور جال ہے ہم اکثر دھوکہ خوردہ لوگ ہیں اور نیوزیلنڈ کو واپس آنا چاہتے ہیں۔ اور بہت سے ہم میں سے جلدی ہی واپس آجائیں گے۔ کام بہت کم ملتا ہے۔ تنخواہیں تھوڑی۔ کھانے اور پینے کی چیزیں بہت گراں۔ مکانوں کا کرایہ بہت زیادہ۔ تعلیم آزادی سے نہیں دی جاتی۔ اس شہر پر اسقدر اداسی چھائی ہوئی ہے کہ اسے جیلخانہ کہنا چاہیئے۔ نیوزیلنڈ سے آنے سے پہلے اڑھائی سال سے ڈوئی کے مریدوں میں میرا نام تھا اور میری حالت اچھی تھی۔ جبتک یہ چٹھی چھپے گی تب تک طوعاً یا کرہاً صیہون سے میرا اخراج ہوچکا ہوگا اور اسکی وجہ میری اس رائے کا اظہار ہوگا۔" حال میں ہی ڈوئی کے مریدوں کی ایک جماعت جو نیوزیلنڈ سے ہجرت کرکے گئی تھی صیہون سے واپس آگئی ہے وہ اور بھی بدتر حالت اس جھوٹے مدعی کی بیان کرتی ہے۔ چنانچہ اخبار سٹار کے ایک نامہ نگار نے انسے خود حالات دریافت کئے تو انہوں نے یہ باتیں بیان کیں۔ "نیوزیلنڈ صیہون کے مقابلہ میں ایک بہشت ہے۔..... کہتے ہیں کہ ڈوئی کو شہر صیہوں کے چھوڑنیکا نوٹس مل گیا ہے۔ مگر خواہ یہ بات سچ ہو یا جھوٹ وہ مکسیکو میں جگہ ضرور تلاش کر رہا ہے۔ اس غرض کے لئے اسے قریباً چار کروڑ روپیہ چاہیئے۔ قریباً اڑھائی کروڑ نئے شہر کے لئے اور ڈیڑھ کروڑ کے قریب موجودہ تجارتی مشکلات سے نکلنے کے لئے.... گوئے کا بڑا کارخانہ جسکے متعلق ڈوئی اسقدر لاف زنی کرتا تھا وہ بند ہوچکا ہے اور باقی کارخانوں کی حالت بھی بری ہے... سوائے ڈوئی اور اس کے چند چیدہ مریدوں کے اور کوئی شخص وہاں جاکر خوشحال نہیں ہوتا۔ اس زمانے میں یہ سب سے بڑی دھوکہ بازی ہے.... اگر وہ کہانیاں مصیبت اور مایوسی کی بیان کی جائیں جو واقع ہوتی ہیں تو سامعین رو پڑیں۔ وہاں خدا کی پرستش نہیں ہوتی بلکہ زر کی پرستش ہوتی ہے۔ صیہون کی زمین بیس لاکھ سے اوپر کے رہن نامے ہیں.... یہ ایک عظیم الشان دھوکہ بازی ہے۔ چار پانچ ہزار آدمی سے زیادہ اس شہر میں نہیں اور ان میں سیکڑوں ایسے ہیں جو اپنی جانیں بیچکر بھی نکلنے کو تیار ہیں مگر افسوس کہ انکے پاس ذرائع نہیں۔" یہ ہوتا ہے جھوٹوں کا انجام کہ خدا تعالیٰ انکی زندگی میں ہی انکو رسوا کرکے ذلیل کردیتا ہے۔ حالانکہ یہ شخص الہام کا دعویٰ بھی نہیں کرتا مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اسے ذلیل کرکے دکھا دیا کہ جو خدا سے نصرت پاتے ہیں وہ کبھی اس طرح مخذول نہیں ہوتے۔

نوٹ۔ سال آئندہ: اس جلد کے اختتام کے ساتھ غلامی کا مضمون تو ختم ہوگیا۔ مگر ابھی تین اہم مضامین اس سلسلہ کے جو شروع ہوئے تھے باقی ہیں۔ یعنی سود اور تقسیم وراثت اور جمع و ترتیب قرآن کریم۔ سو ان پر انشاء اللہ سال آئندہ میں بحث کی جاوے گی۔

---

www.aaiil.org

رؤیا و الہامات حضرت مسیح موعود ؑ

یکم نومبر ۱۹۰۵ء - دست تو دعائے تو ترحم زخدا ٭ ۹- نومبر ۱۹۰۵ء - صبح - رؤیا - خواب میں گنا دکھائی دیا - فرمایا - اس سے مراد کوئی مفسدہ ہنگامہ ہوتا ہے الہام جو اس کے ساتھ ہوا یہ ہے - انی مع الرسول اقوم - ۱۴- نومبر ۱۹۰۵ء - انک باعیننا سمیتک المتوکل - ؍؍ نومبر ۱۹۰۵ء - ایک کاغذ دکھایا گیا جس پر عربی عبارت میں ایمان کے اقسام لکھے ہوئے ہیں - وہ عبارت یاد نہیں رہی - مگر اس کا مطلب غالباً یہ تھا کہ ایمان چار قسم ہے - ایک روائتی ایمان - دوسرا وہ جو بصیرۃ سے حاصل ہوتا ہے - تیسرا حالی ایمان - چوتھا استغراقی جو محویت سے حاصل ہوتا ہے ۲۰۴- نومبر ۱۹۰۵ء - انی معک یا ابن رسول اللہ - (ترجمہ) میں تیرے ساتھ ہوں اے رسول اللہ کے بیٹے - ۲- سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں - جمع کرو - علیٰ دین واحد - چند روز ہوئے - مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کو رؤیا میں دیکھا - پہلے کچھ باتیں ہوئیں - پھر خیال آیا کہ یہ تو فوت شدہ ہیں - آؤ ان سے دعا کرائیں - تب میں نے انکو کہا کہ آپ میرے واسطے دعا کریں - کہ میری اتنی عمر ہو کہ سلسلہ کی تکمیل کے واسطے کافی وقت مل جائے - اسکے جواب میں انہوں نے کہا - تحصیلدار - میں نے کہا - یہ آپ غیر متعلق بات کرتے ہیں - جس امر کے واسطے میں نے آپکو دعا کے واسطے کہا ہے آپ وہ دعا کریں - تب انہوں نے دعا کے واسطے سینے تک ہاتھ اٹھائے - مگر اونچے نہ کئے - اور کہا اکیس میں نے کہا کھولکر بیان کرو - مگر انہوں نے کچھ کھولکر نہ بیان کیا اور بار بار اکیس اکیس کہتے رہے - اور پھر چلے گئے - فرمایا - تحصیلدار کے لفظ سے یہ مراد معلوم ہوتی ہے کہ تحصیلدار کے دو کام ہوتے ہیں ایک رعایا سے سرکاری لگان وصول کرنا دوسرے رعایا کے باہمی حقوق کا تصفیہ کرنا اور انمیں باہم عدل قائم کرنا - اسیطرح مسیح موعود کا یہ کام ہے کہ خدا کے حق کا مطالبہ کرے - اور توحید کو زمین پر پھیلاوے - دوسرے یہ کہ حکم عدل ہو کر اُمت محمدیہ کو باہمی عدل پر قائم کرے - ۲۹- نومبر ۱۹۰۵ء (۱) قل میعاد ربک - ترجمہ - تیرے رب کی میعاد تھوڑی رہ گئی ہے (۲) بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں (۳) اُس دن سب پر اُداسی چھا جائیگی - (۴) قرب اجلک المقدر - ولا نبقی لک من المخزیات ذکراً - ترجمہ - قریب ہے تیری اجل مقدر اور تیرے سوا کرنیوالے امور میں سے کسی کا ذکر ہم باقی نہ رکھیں گے -

چند روز کی رؤیا ہے کہ ایک کوری ٹنڈ میں کچھ پانی مجھے دیا گیا ہے پانی صرف دو تین گھونٹ باقی اُس میں رہ گیا ہے لیکن بہت مصفّٰی اور مقطّر پانی ہے - اسکے ساتھ الہام تھا - آبِ زندگی یہ خواب پہلے بھی شائع ہو چکا ہے -

www.aaiil.org

۱۹- نومبر ۱۹۰۵ء - الہام - کمبل میں لپیٹ دو - صبح قریب رکھدو - رؤیا - دیکھا کہ اپنے میری ایڑی پر کاٹا ہے مگر اس کو کوئی زخم اور درد نہیں ہوا خفیف سا خون نکلا ہے والد صاحب مرحوم نے ہم سے دیکھا ہے تو علاج بھی بتایا ہے اور جو کچھ فرمایا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی بات نہیں -

۲- دسمبر- رؤیا- دیکھا کہ ایک دیوار پر ایک مرغی ہی وہ کچھ عربی میں بولتی ہے اس میں آخری فقرہ جو یاد رہا یہ تھا- ان کنتم مسلمین- اسکے بعد بیداری ہوئی یہ خیال تھا کہ پہلے لفظ کیا تھی- پھر الہام ہوا- انفقوا فی سبیل اللہ ان کنتم مسلمین (یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرو اگر تم مسلمان ہو)- فرمایا اس میں خطاب جماعت کیطرف تھا { فرمایا- جماعت کو چاہیئے اس حکم کیطرف توجہ کریں- مرغی اپنے عمل سے دکھاتی ہی کہ کسطرح انفاق فی سبیل اللہ کرنا چاہیئے- کیونکہ وہ انسان کی خاطر اپنی جان قربان کرتی ہی اور ذبح کیجاتی ہی- سو ہماری جماعت کے مومنین اگر ہماری آواز کو نہیں سنتے تو اس مرغی کی آواز کو سنیں مگر سب برابر نہیں کئی مخلص ایسے ہیں کہ اپنی طاقت سے زیادہ خدمتیں لگی ہوئے ہیں خدا انکو جزائے خیر دے } ۶ دسمبر- قرب اجلك المقدر ولا نبقی لك من المخزیات ذکرا قل میعاد ربك ولا نبقی لك من المخزیات شیئا- ۷- دسمبر- قرب اجلك المقدر واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین- ۹- دسمبر- انزل فیھا کل رحمۃ (خیال نئے قبرستان کے متعلق تھا- جو اپنی جماعت کے لئے تجویز کیا گیا ہے

جس میں اسلام کی حمایت اسقدر زور کے ساتھ کیگئی ہو جیسا آپکے شاندار پرچے میں" پھر "میں آپکو اس قابل قدر پرچے کا ایڈیٹر ہونیکی حیثیت سی مبارکباد دیتا ہوں مینے ابتک کوئی ایسی کتاب یا پرچہ نہیں پڑھا جسمیں اسلام کی حمایت اس زبردست اور طاقتور ہاتھ سی کیگئی ہو جیسے آپکے اس رسالہ میں کی جاتی ہے-"

مولوی عبدالولی صاحب- لکھنؤ- "درحقیقت یہ رسالہ نہایت اعلیٰ درجہ کا علمی مجلہ ہی اور اردو زبان کی خوش قسمتی ہے کہ ایسی علمی پرچے ہندوستان میں شائع ہوتے ہیں..... جس تحقیقات سے مسئلہ طلاق کی متعلق بحث کیگئی ہے وہ تحقیقات کی آخری حد ہے- کیا اچھا ہوتا اگر اس رسالہ کے مطالعہ کا ہمیشہ موقع ملتا"

میر ہدایت اللہ اسسٹنٹ سرجن جہلم- "چند دن ہوئے مجھے ریویو کی آٹھ نمبر پہنچے اسکا بڑا حصہ مینے پڑھ لیا ہے میں آپکو مبارکباد دیتا ہوں اسلام کی اس تائید کیلئے جسکی آپ کوشش کر رہی ہیں..... اس رسالہ کا ایک ورق بھی میں ایسا نہیں الٹاتا جس سے اسلام کا جلال ظاہر نہ ہوتا ہو-"

شیخ فرزند علی از راولپنڈی- "اسی موقعہ پر میں آپ کو اسلام کی ان قیمتی خدمات کے لئے جو آپکا میگزین کر رہا ہے مبارکباد دیتا ہوں میں احمدی نہیں مگر آپ کی تحریرونکا مداح ہوں اور میں اس بات کو محسوس کرتا ہوں کہ یورپ میں جو کچھ اسلام کی ابتک قدر کیگئی ہے آپ کی تحریریں اسکو نمایاں طور پر بڑھا رہی ہیں-"

ایم حبیب احمد بی اے- مالیر کوٹلہ- "رسالہ ریویو اگست کا میرے پاس پہنچا اسمیں غلامی پر آرٹیکل تھا جو مخالفوں کے لئے فی الحقیقت دندان شکن جواب ہے..... ریویو کے متعلق میں کہنا چاہتا تھا مگر اسوقت مجھے فرصت

المشتہر

www.aarif.org

"شکریہ معاونین"

جن احباب نے اعانت کا روپیہ بھیجکر یا جدید خریدار بہم پہنچا کر رسالہ ہذا کی کثرت اشاعت میں مدد دینے میں حصہ لیا ہے اُنکے نام بقید زر اعانت یا تعداد خریداران کے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس سعی فی سبیل اللہ کی جزائے خیر دے آمین ثم آمین۔

زر اعانت بھیجنے والے احباب } منشی وزیر خانصاحب برہما یکصد روپیہ۔ جماعت سیالکوٹ لعہ ۹۰۔ جماعت جموں صہ ۵۰۔ جماعت ڈیرہ غازیخاں صلعہ ۴۵۔ حکیم فضل الدین صاحب قادیان صلعہ ۴۵۔ جماعت کپورتھلہ ۳۶۔ جماعت میرٹھ صعہ ۲۵ (اس میں سے عنہ ۲۰ بیوہ رحمٰن بخش صاحب مرحوم نے محض ابتغاء اللہ دیا ہے۔ اپنی جماعت خصوصاً عورتوں کے لئے یہ ایک خاص نمونہ تحریک نیکی کا ہے اللہ تعالیٰ دوسروں کے دلوں میں بھی انکے نقش قدم پر چلنے کی نیک تحریک پیدا کرے آمین) شیخ غلام نبی صاحب راولپنڈی عہ ۲۳۔ شیخ مظفر الدین صاحب انسپکٹر پولیس پشاور عہ ۲۲۔ منشی عبدالرحمٰن صاحب شملہ عہ ۲۲۔ بابو دلدار خاں صاحب پشاور صہ ۱۵۔ میاں الٰہی بخش صاحب بمبئی صہ ۱۵۔ چوہدری رستم علی صاحب انبالہ صہ ۱۵۔ ڈاکٹر سید جلال صاحب افریقہ حال سیالکوٹ عہ ۱۲۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب لاہور عہ ۱۰۔ ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب جہلم لعہ ۹۔ منشی محمد اصغر صاحب نوان شہر عہ ۱۰ (یہ دونوں صاحب جماعت احمدیہ میں شامل نہیں اور ان کا نمونہ باقی کے لئے قابل تقلید ہے۔)

مرزا محمد شفیع صاحب ڈیرہ اسمٰعیل خاں لعہ ۹۔ میاں اللہ بخش صاحب سوداگر امرتسر لعہ ۹۔ سید حیات علی شاہ صاحب ۸۔ بابو محمد الٰہی صاحب کوہاٹ ۸۔ جماعت جہلم ۷۔ ملک مولیٰ بخش صاحب گورالی ۶۔ جماعت کنجاہ ضلع گجرات ۶۔ میاں کریم بخش صاحب کوئٹہ ۶۔ حافظ عبدالعلی صاحب گودھا صہ ر۔ جماعت اوجلہ صہ ر۔ میاں عبداللہ کھرل چک نمبر ۲۷۸ صہ ر۔ زین الدین محمد ابراہیم بمبئی صہ ر۔ بابو شاہ دین صاحب لارنس پور للعہ ۸۔ چودھری نوابخاں صاحب نمبردار بہرام للعہ ۸۔ قاضی عبدالرحیم صاحب جموں للعہ ۸۔ منشی اللہ بخش صاحب وانون للعہ ۸۔ ڈاکٹر یعقوب خانصاحب مونہ للعہ ۸۔ بابو خیر الدین صاحب گارڈ کوہاٹ للعہ ۸۔ جماعت مکووال للعہ ۱۲۔ میاں غلام رسول اوجلہ للعہ ۸۔ بابو گلابخاں صاحب دھرمسالہ للعہ ر۔ بابو برکت علی صاحب شملہ للعہ ر۔ منشی غلام محمد پٹواری رعیہ للعہ۔ چودھری سرفراز خان صاحب بدوملی للعہ۔ بابو عبدالمجید صاحب گوگری للعہ۔ میاں محمد حسن دفتری قادیان للعہ۔

اعلان:- ہر ایک سامان کرکٹ ٹینس فٹ بال و جمنیسٹک وغیرہ مستری نظام الدین احمدی شہر سیالکوٹ سے مل سکتا ہے۔ مکمل فہرست مفت۔

www.aaiil.org